فقہ السنۃ

نظام الأسرۃ

خاندانی نظام

تالیف

فضیلۃ الشیخ السید سابق مصری رحمہ اللہ

ترجمہ و تخریج

حافظ محمد اسلم شاہد روی

حُدیبیہ پبلیکیشنز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق اشاعت برائے حدیبیہ پبلیکیشنز محفوظ ہیں

نام کتاب .... خاندانی نظام

مولف .... فضیلۃ الشیخ السید سابق مصری رحمہ اللہ

ترجمہ .... حافظ محمد اسلم شاہدروی

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... 170 روپے

ناشر .... محمد سمیع اللہ

مطبع .... موٹروے پریس

حدیبیہ پبلیکیشنز کی جملہ مطبوعات پاکستان بھر میں تمام بڑے شہروں کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ **لاہور:** مکتبہ قدوسیہ 7230585 دارالسلام 7232400، نعمانی کتب خانہ 7321865، اسلامی اکیڈمی 7357587، مکتبہ رحمانیہ 7224228، مکتبہ اسلامیہ 7244973 مکتبہ سلفیہ 7237184 دارالھدیٰ 7639557، کتاب سرائے 7320318، شرکۃ الامتیاز 7311178 **گوجرانوالہ:** مدینہ کتاب گھر، مکتبہ نعمانیہ، والی کتاب گھر 233089 **فیصل آباد:** مکتبہ اسلامیہ 631204، مکتبہ اہلحدیث، دارارقم **کراچی:** مکتبہ نور حرم 4965724، مکتبہ اہلحدیث (ٹرسٹ) دارالسلام 4393936 **راولپنڈی:** تسہیلات طیبہ کشمیری بازار 5535168 **اسلام آباد:** المسعود اسلامک بکس 2261356 سے طلب فرمائیں۔

15062

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ السنۃ

نظام الأسرۃ

منگنی

خاندانی نظام

تالیف

فضیلۃ الشیخ السید سابق مصری رحمہ اللہ

ترجمہ وتخریج

حافظ محمد اسلم شاہدروی

طلاق

خلع

سوگ

حدیبیہ پبلیکیشنز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Ph: +92-42-7242604

Mob: +92-300-8828352

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست موضوعات

- پیشِ گفتار 25
- تقدیم 26
- حرفِ اوّل 30

شادی **36**

- وہ نکاح جنہیں اسلام نے ختم کر دیا 37
- شادی کی ترغیب 39
- شادی کی حکمت 44

شادی کا حکم **47**

- واجب نکاح 47
- مستحب نکاح 48
- حرام نکاح 49
- مکروہ نکاح 50
- مباح نکاح 50
- شادی پر قدرت رکھنے والے کے لئے تبتل کی ممانعت 50
- نکاح سے اعراض اور اس کے اسباب 51
- بیوی کا انتخاب 53
- خاوند کا انتخاب 58

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منگنی 59

- کس عورت سے منگنی کرنا جائز ہے 59
- عدت والی عورت کو پیغام نکاح دینا 59
- منگنی پر منگنی کرنا 62
- منگیتر کو دیکھنا 63
- جن مقامات کو دیکھا جا سکتا ہے 64
- عورت کا مرد کو دیکھنا 65
- صفات کو پہچانا 65
- منگیتر کے ساتھ تنہائی کے خطرات 66
- اس میں سستی کے خطرات و نقصانات 66
- منگنی سے پھر جانا اور اس کا اثر 67
- فقہاء کی رائے 69

عقد نکاح 70

- ایجاب و قبول کی شرائط 70
- انعقاد کے الفاظ 72
- غیر عربی زبان میں نکاح 74
- گونگے کی شادی 75
- غائب شخص کی شادی 75
- صیغہ عقد کی شرط 76
- عقد میں واضح الفاظ کی شرط 77
- وہ صیغہ جو کسی شرط سے مشروط ہو 77
- وہ صیغہ جس کی نسبت زمانہ مستقبل سے ہو 78

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- صیغہ معینہ سے نکاح کو وقت معین سے محدود کرنا 78

نکاح متعہ 78

- امام شوکانی رحمہ اللہ کی تحقیق 82

نکاح حلالہ 84

- اس کا حکم 84
- امام ابن القیم کا قول 86
- امام ابن تیمیہ کا قول 87
- امام شافعیؒ کا قول 87
- امام ابوحنیفہؒ اور زفر کا قول 88
- وہ شادی جس سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے 88
- اس کی حکمت 89
- وہ صیغہ نکاح جو کسی شرط سے ملا ہو 90
- وہ شرطیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے 91
- وہ شرطیں جنہیں پورا کرنا ضروری نہیں 91
- وہ شرطیں جن میں عورت کا فائدہ ہے 92
- وہ شرطیں جن سے شارع نے منع کیا ہے 94
- غیر صحیح شروط سے مشروط شادیوں میں سے زواج شغار بھی ہے 95
- اس متعلق علماء کی آراء 96
- نکاح شغار سے ممانعت کی وجہ 97

شادی کی صحت کی شرائط 97

- شادی پر گواہوں کا حکم 97

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ گواہوں میں کیا شرائط ہونی چاہئیں 99

⊛ گواہوں میں عدل شرط ہے 100

⊛ عورتوں کی گواہی 100

⊛ آزادی کی شرط 101

⊛ اسلام کی شرط 101

⊛ عقد الزواج شکلی 101

⊛ عقد کے نفاذ کی شرائط 102

⊛ عقد زواج کے لزوم کی شرائط 103

⊛ عقد غیر لازم کب ہوتا ہے؟ 103

⊛ اسی حوالے سے امام ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا 104

⊛ بوجہ عیب فسخ کے متعلق فقہاء کی آراء 104

⊛ اس مسئلے کی تحقیق 106

⊛ جس پر عدالتوں میں عمل ہو رہا ہے 110

⊛ قانوناً شادی کے سماع دعویٰ کی شرائط 111

⊛ دعویٰ زوجیت کو سننے کی قانونی گنجائش 111

⊛ اس فیصلے کے وضاحتی نوٹ میں درج ذیل تفصیل ہے 112

⊛ شادی کے دعویٰ کو سننے کے لیے زوجین کی عمر کی حد بندی 113

⊛ اس فقرے کے حوالے سے وضاحتی نوٹ کے الفاظ درج ذیل ہیں 113

⊛ قانونی طور پر بالفعل عقد زواج کے لیے خاوند بیوی کی عمر کا تعین 114

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے 115

⊛ ماں 116

⊛ بیٹی 116

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ بہن 117
⊛ پھوپھی 117
⊛ خالہ 117
⊛ بھائی کی بیٹی 117

جو عورتیں سسرالی تعلق سے حرام ہیں 117

⊛ بیوی کی ماں 117
⊛ اس بیوی کی بیٹی جس کے ساتھ داخل ہوا 118
⊛ بیٹے کی بیوی 119
⊛ باپ کی بیوی 119

جو عورتیں رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں 121

⊛ جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے 123
⊛ دودھ پلانے والی کا دودھ عموماً حرمت کرتا ہے 125
⊛ وہ دودھ جو کسی اور چیز سے ملا ہو 125
⊛ ابن رشد کہتے ہیں 125
⊛ دودھ پلانے والی کا بیان 126
⊛ رضاعت کی عمر 126
⊛ بڑے کی رضاعت 128
⊛ رضاعت پر گواہی 130
⊛ ابن رشد 131
⊛ مرضعہ کے خاوند کا رضیع کا باپ ہونا 131
⊛ رضاعت کے معاملے میں سستی 132

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حرمت کی حکمت 132
- رضاعت سے حرمت کی حکمت 138
- سسرال سے حرمت کی حکمت 138

وقتی طور پر حرام رشتے 140

- دو حرام کردہ عورتوں کو جمع کرنا 140
- کسی اور کی بیوی اور اس کی عدت گزارنے والی 142
- جس کو تیسری طلاق دی گئی 143
- احرام والے کا نکاح 143
- آزاد عورت سے نکاح کی قدرت کے باوجود لونڈی سے نکاح کرنا 144
- زانیہ سے شادی 146
- شادی اور زنا 148
- نکاح زنا کی حرمت سے اسلام کا مقصد 148
- زانی خطرناک امراض کا سرچشمہ ہیں 148
- زانیوں اور مشرکوں میں مشابہت 149
- شادی سے پہلے توبہ ضروری ہے 150
- حالت ابتدا کا حالت بقاء سے مختلف ہونا 154
- لعان والی عورت سے شادی 155
- مشرکہ عورت سے شادی 155
- اس آیت کا سبب نزول 156

اہل کتاب کی عورتوں سے شادی 157

- ان سے شادی کی کراہت 159

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ ان سے شادی کے جواز کی حکمت 160
⊛ مشرکہ اور کتابیہ میں فرق 160
⊛ صابی عورت سے شادی 161
⊛ مجوسیہ سے شادی 163
⊛ یہود ونصاریٰ کے علاوہ کتاب والوں سے شادی 163

چار شادیاں 165

⊛ اس آیت کا سبب نزول 166
⊛ آیت کا معنی 167
⊛ چار پر اکتفا کا فائدہ 168
⊛ بیویوں کے درمیان عدل واجب ہے 171
⊛ عورت کا اپنی موجودگی تک شادی نہ کرنے کی شرط لگانے کا حق 173

متعدد شادیوں کی حکمت 176

⊛ تعدد کو مقید کرنا 185
⊛ تعدد زوجات کی تاریخ 187

شادی میں ولایت 189

⊛ ولی کی شرائط 189
⊛ عدالت کا شرط نہ ہونا 189
⊛ شادی پر عورت کی اپنی ولایت کا اعتبار 190
⊛ شادی سے پہلے عورت سے اجازت لینا ضروری ہے 195
⊛ چھوٹی لڑکی کی شادی 197
⊛ زبردستی ولایت 198

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ ولی کون ہیں 199

⊛ ولایت میں ہونے والی عورت سے آدمی کے خود نکاح کا جواز 201

⊛ ولی کا غائب ہونا 202

⊛ قید والا قریب ولی دور والے کی طرح ہے 203

⊛ دو ولیوں کا عقد 203

⊛ وہ عورت جس کا کوئی ولی نہ ہو اور نہ وہ قاضی تک پہنچ سکے 204

⊛ ولی کا روکنا 205

⊛ یتیم لڑکی کی شادی 206

⊛ ایک عقد کرنے والے سے نکاح منعقد ہو جائے گا 207

⊛ قاضی کی ولایت 207

شادی میں وکالت **208**

⊛ کسے وکیل بنانا درست ہے اور کسے وکیل بنانا درست نہیں ہے 209

⊛ مطلق اور مقید وکالت 210

⊛ مطلق وکالت کا حکم 210

⊛ مقید وکالت کا حکم 210

⊛ شادی میں وکیل ایلچی اور نمائندہ ہے 211

شادی میں ہمسری **212**

⊛ اس کی تعریف 212

⊛ اس کا حکم 212

⊛ استقامت و کردار میں کفو کا اعتبار 214

⊛ جمہور فقہاء کا مذہب 217

⊛ پہلا : نسب 217

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ دوسرا: آزادی 219

⊛ تیسرا : اسلام 219

⊛ چوتھا: پیشہ 220

⊛ پانچواں: مال 220

⊛ چھٹا: عیوب سے سلامتی 221

⊛ یہ کس میں معتبر ہے 222

⊛ کفو عورت اور ولیوں کا حق ہے 222

⊛ اس کے اعتبار کا وقت 223

حقوق زوجیت 224

⊛ جو حقوق دونوں میں مشترک ہیں 224

⊛ بیوی کے وہ حقوق جو خاوند پر واجب ہیں 225

حق مہر 225

⊛ مقدار مہر 227

⊛ حق مہر میں بہت زیادتی مکروہ ہے 230

⊛ مہر کو جلدی اور بدیر ادا کرنا 231

⊛ مقرر مہر پورا پورا کب واجب ہوتا ہے؟ 233

⊛ زواج فاسد میں دخول سے مقرر مہر واجب ہے 235

⊛ مہر ذکر کیے بغیر شادی 236

⊛ دخول سے یا اس سے قبل موت سے مہر مثل لازم ہے 237

⊛ مہر مثل 237

⊛ مہر مثل سے کم پر چھوٹی لڑکی کی شادی 238

⊛ آدھا حق مہر 238

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- فائدے کا وجوب 239
- مہر ساقط ہونا 239
- پوشیدہ اور ظاہری کا حق مہر 240
- مہر کا قبضہ 241

جہیز **241**

خرچہ **244**

- کتاب اللہ سے 244
- سنت سے 245
- اجماع سے 246
- خرچہ واجب ہونے کی وجہ 246
- خرچ کے حق دار بننے کی شرائط 246
- عورت مسلمان ہوگئی جب کہ مرد مسلمان نہ ہوا 249
- خاوند کا مرتد ہونا نفقہ سے مانع نہ ہے 249
- نفقہ کے مستحق ہونے کے سبب میں ظاہریہ کا مسلک 250
- خرچ کا اندازہ اور اس کی بنیاد 250
- مقدار نفقہ میں شافعیہ کا مذہب 254
- جس پر اب عدالتوں میں عمل ہو رہا ہے 255
- خرچہ کی مقدار اصل اور نقد کے حساب سے 256
- قیمتوں یا خاوند کی مالی حالت کا بدلنا 256
- خرچہ مقرر کرنے میں غلطی 257
- خرچہ کا قرض خاوند کے ذمے صحیح قرض شمار ہوگا 257
- نفقہ کے قرض کو معاف کرنا اور اس کا بدلہ لینا 260

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- نفقہ جلدی دینا اور استحقاق میں رکاوٹ طاری ہونا 261
- عدت والی کا خرچ 261
- غیر حاضر کی بیوی کا خرچ 263

غیر مالی حقوق 264

- عورت کے ساتھ اچھی زندگی گزارے 264
- خاوند کا اپنی بیوی کے پاس آنا 269
- بوقت جماع پردہ کرنا 272
- بوقت جماع بسم اللہ پڑھنا 273
- آدمی کا وہاں آنا جہاں نہ آنا چاہیے 275

عزل اور منصوبہ بندی 277

اسقاط حمل کا حکم 279

ایلاء 280

- ایلاء کی تعریف 280
- ایلا کی مدت 281
- ایلاء کا حکم 281
- وہ طلاق جو ایلاء کی وجہ سے ہوتی ہے 282
- ایلاء والی عورت کی عدت 282

خاوند کا اپنی بیوی پر حق 282

- عورت کا اپنے خاوند کی خدمت کرنا 286
- خاوند اور بیوی کے درمیان حد سے تجاوز 289

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ بیوی کو زوجیت والے گھر میں ٹھہرانا 290

❁ بیوی کو منتقل کرنا 291

❁ بیوی کا اپنے گھر سے نہ نکلنے کی شرط لگانا 292

❁ بیوی کو کام سے روکنا 293

❁ عورت کا طلب علم کے لیے نکلنا 293

❁ نافرمانی کے وقت بیوی کو ادب سکھانا 294

❁ خاوند کے لیے عورت کا خوبصورت بننا 295

اظہار زینت 296

❁ اس کا معنی 296

❁ قرآن میں لفظ تبرج 296

❁ یہ دین اور تہذیب کے خلاف ہے 296

❁ مغربی عورت مشرقی عورت سے اپنی تقلید پر راضی نہ ہے 306

❁ اختلاط سے روکو اور عورت کی آزادی بند کرو 307

❁ ایک شبہ کا ازالہ 310

❁ مرد کا اپنی بیوی کے لیے خوبصورتی اختیار کرنا 311

ام زرع کی حدیث 313

❁ شادی سے پہلے خطبہ 316

❁ نکاح کے بعد دعا 320

❁ شادی کا اعلان 321

❁ شادی کے وقت گانا 322

بیوی کو وصیتیں/نصیحتیں 324

❁ بیوی کو نصیحت کرنا مستحب ہے 324

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- شادی کے وقت بیٹی کو باپ کی نصیحت 324
- خاوند کی بیوی کو نصیحت 324
- شادی کے وقت ماں کی بیٹی کو نصیحت 325

ولیمہ **326**

- ولیمہ کی تعریف 326
- ولیمہ کا حکم 326
- ولیمہ کا وقت 327
- داعی کی دعوت قبول کرنا 327
- دعوت قبول کرنے کے وجوب کی شرائط 329
- فقراء کو چھوڑ کر اغنیاء کی دعوت کی کراہت 329
- غیر مسلموں کی شادی 330
- زوجین میں ایک مسلمان ہو جائے دوسرا نہ ہو 331

طلاق **334**

- طلاق کی تعریف 334
- طلاق کی کراہت 334
- طلاق واجب 336
- طلاق مباح 337
- طلاق مندوب 337
- یہود کے ہاں طلاق 339
- مسیحی مذاہب میں طلاق 339
- جاہلیت میں طلاق 341
- طلاق اکیلے مرد کا حق ہے 341

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- کس کی طرف سے طلاق واقع ہوتی ہے 342
- مجبور کیے گئے کی طلاق 343
- نشہ والے کی طلاق 344
- غصہ والے کی طلاق 345
- مذاق کرنے والے اور خطاء کرنے والے کی طلاق 346
- غافل اور بھولنے والے کی طلاق 347
- مدہوش کی طلاق 348
- جس عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے 348
- جس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی 349
- شادی سے پہلے طلاق 350
- طلاق کس کے ساتھ واقع ہوتی ہے 350
- لفظ کے ساتھ طلاق 351
- کنایہ 351
- کیا عورت کو حرام کرنے سے طلاق واقع ہوتی ہے 352
- مسلمانوں کی قسموں کے ساتھ حلف 354
- لکھ کر طلاق 354
- گونگے کا اشارہ 355
- پیغامبر بھیجنا 355
- طلاق پر گواہ بنانا 355
- جن کا مذہب ہے کہ طلاق پر اشہاد واجب ہے اور بغیر گواہ یہ واقع نہ ہوگی ... 356
- تنجیز اور تعلیق 359
- منجزہ 359
- معلق 359

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- جس پر اب عمل ہے 361
- مستقبل کی طرف مضاف لفظ 361

طلاق سنی اور بدعی 362

- طلاق سنت 362
- طلاق بدعی 364
- جن کا مذہب ہے کہ طلاق بدعت واقع نہیں ہوتی 366
- حاملہ کی طلاق 367
- نا امید' صغیرہ اور منقطعة الحیض کی طلاق 367
- طلاقوں کی تعداد 367
- ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہے 370
- طلاق بتہ 373
- طلاق رجعی اور بائن 374
- طلاق رجعی 374
- طلاق رجعی کا حکم 377

رجوع 377

- امام شافعیؒ کی حجت کہ طلاق نکاح کو زائل کرتی ہے 379
- مطلقہ رجعیہ پر خاوند کے لیے کیا دیکھنا جائز ہے؟ 379
- طلاق رجعی طلاقوں کی تعداد کم کر دیتی ہے 380
- طلاق بائن 381
- اس کی اقسام 381
- طلاق بینونہ صغریٰ کا حکم 382
- طلاق بینونہ کبریٰ کا حکم 382
- مسئلہ ھدم 383

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ مریض مرض الموت کی طلاق 383
⊛ طلاق میں سپرد کرنا اور وکیل بنانا 386
⊛ تفویض کے الفاظ 387
⊛ تو خود کو اختیار کر لے 387
⊛ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے 389
⊛ کیا معتبر خاوند کی نیت ہے یا بیوی کی نیت 390
⊛ کیا معاملہ ہاتھ میں دینا مجلس کے ساتھ خاص ہے؟ یا تراخی پر ہے 390
⊛ خاوند کا رجوع 391
⊛ اگر تو چاہے خود کو طلاق دے 391
⊛ وکیل بنانا 392
⊛ ان الفاظ میں تعمیم اور تقیید 392
⊛ عقد کے وقت اور بعد میں تفویض 393
⊛ وہ حالات جن میں قاضی طلاق دے سکتا ہے 394
⊛ عدم نفقہ کی وجہ سے طلاق دینا 395
⊛ ضرر پر طلاق دینا 397
⊛ خاوند کے غائب ہونے کی وجہ سے طلاق 400
⊛ خاوند کے قید ہونے کی وجہ سے طلاق 401

خلع 403

⊛ خلع کی تعریف 404
⊛ خلع کے الفاظ 405
⊛ خلع میں عوض 406
⊛ جس چیز کا مہر بنا جائز ہو اس کا خلع میں عوض بنا بھی جائز ہے 406
⊛ جو کچھ بیوی نے خاوند سے لیا خلع میں اس پر اضافہ 408

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ بلاضرورت خلع 409
⊛ خلع زوجین کی رضامندی سے 410
⊛ خلع میں بیوی کی طرف سے جھگڑا کافی ہے 410
⊛ بیوی کے ساتھ براسلوک حرام ہے تاکہ وہ خلع لے 410
⊛ طہر اور حیض میں خلع کا جواز 411
⊛ خاوند اور کسی اجنبی کے درمیان خلع 412
⊛ خلع عورت کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے 413
⊛ تمیز کر سکنے والی چھوٹی کا خلع 413
⊛ صغیر غیر ممیزہ کا خلع 413
⊛ حجر کی گئی عورت کا خلع 414
⊛ صغیرہ کے ولی اور اس کے خاوند کے مابین خلع 414
⊛ مریضہ کا خلع 415
⊛ کیا خلع طلاق ہے یا فسخ؟ 416
⊛ کیا خلع والی کو طلاق لاحق ہوتی ہے؟ 418
⊛ خلع والی کی عدت 418
⊛ مرد کی بے رغبتی 419
⊛ زوجین کے مابین جھگڑا 421

ظہار 422

⊛ ظہار کی تعریف 422
⊛ کیا ظہار ماں کے ساتھ خاص ہے؟ 425
⊛ کس کی طرف سے ظہار ہوتا ہے؟ 425
⊛ مقرر وقت کا ظہار 425
⊛ ظہار کا اثر 426
⊛ کفارہ دینے سے پہلے چھونا 427

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ کفارہ کیا ہے؟ 427

فسخ 428

⊛ عقد میں رہ جانے والی خرابی/ رکاوٹ کے سبب کی مثال 428
⊛ عقد پر نئے آنے والے فسخ کے سبب کی مثال 428
⊛ قاضی کے فیصلے سے فسخ 429

لعان 430

⊛ لعان کی تعریف 430
⊛ اس کی مشروعیت 430
⊛ لعان کب ہوگا؟ 432
⊛ حاکم ہی لعان کا فیصلہ کرے گا 433
⊛ لعان میں عقل اور بلوغ کی شرط 433
⊛ گواہ قائم کرنے کے بعد لعان 433
⊛ لعان قسم ہے یا شہادت 434
⊛ نابینا اور گونگے کا لعان 436
⊛ لعان میں کس سے ابتداء ہوگی 436
⊛ لعان سے رکنا 437
⊛ دونوں لعان کرنے والوں میں علیحدگی کرانا 438
⊛ علیحدگی کب ہوگی 439
⊛ علیحدگی طلاق ہے یا فسخ 439
⊛ بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملانا 440

عدت 441

⊛ عدت کی تعریف 441

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- عدت کی مشروعیت کی حکمت 441
- عدت کی اقسام 442
- غیر مدخول بہا کی عدت 442
- مدخول بہا کی عدت 443
- حیض والی کی عدت 443
- حیض کی عدت کے لیے کم از کم مدت 445
- غیر حائضہ کی عدت 446
- حائضہ عورت کا حکم جب وہ حیض نہ دیکھے 448
- ناامیدی کی عمر 448
- حاملہ کی عدت 448
- جس کا خاوند فوت ہو جائے 450
- مستحاضہ کی عدت 450
- غیر صحیح شادی میں عدت کا وجوب 451
- عدت کا حیض سے مہینوں میں بدل جانا 451
- بھاگنے والے کی طلاق 452
- عدت کا مہینوں سے حیض میں بدل جانا 453
- عدت کا پورا ہونا 453
- معتدہ کا بیت زوجیت کے ساتھ لزوم 453
- دوران عدت عورت کے نکلنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف 456
- عدت گزارنے والی کا سوگ 457
- عدت والی کا خرچہ 458

پرورش 459

- اس (حضانہ) کا مفہوم 459

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⊛ پرورش مشترک حق ہے 459

⊛ ماں بچے کی اس کے باپ کی نسبت زیادہ حق دار ہے 460

⊛ پرورش میں اصحاب حقوق کی ترتیب 462

⊛ پرورش کی شرطیں 463

⊛ پرورش کی اجرت 467

⊛ پرورش کی خیرات 468

⊛ پرورش کی انتہاء 469

⊛ پرورش ختم ہونے کے بعد بچے اور بچی کو اختیار دینا 473

⊛ بچہ اپنے باپ اور اپنی ماں کے درمیان 476

⊛ بچے کو منتقل کرنا 477

⊛ فیصلے کے احکام 478

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفتار

ہم نہایت مسرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں ''خاندانی نظام'' پیش کر رہے ہیں۔ عرب کے نامور عالم فضیلۃ الشیخ السید سابق مصری کی ''فقہ السنۃ'' نے عالم عرب و عجم میں جو مقام پایا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اس عظیم کتاب کے دو حصوں کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ کے ترجمے ہم ''طہارت کے مسائل'' اور ''نماز کے مسائل'' کے نام سے پیش کر چکے ہیں۔ علماء اور عوام میں انہیں بے حد پذیرائی ملی ہے۔ ''والحمد للہ علیٰ ذالک''۔

''خاندانی نظام'' اسی ''فقہ السنۃ'' کے ایک طویل اور اہم حصے ''نظام الأسرۃ'' کا ترجمہ ہے جو منگنی، نکاح، طلاق، خلع، عدت، خرچہ، پرورش وغیرہ احکام پر مشتمل ہے۔ اس میں ضمناً بہت سے اہم علمی موضوعات اور مضامین پر سیر حاصل بحث آ گئی ہے۔ ہم شکر گزار ہیں جناب حافظ محمد اسلم شاہدروی کے جنہوں نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس کتاب کا ترجمہ کیا اور حل طلب مقامات کی حاشیہ میں مناسب توضیح کی۔ یہ کتاب جہاں وفاق المدارس کے طلبہ کے لئے نصابی کتاب ہونے کی وجہ سے اہم ہے وہاں خطباء، علماء، وکلاء، جج اور یونین کونسلوں کے ناظمین، نائب ناظمین، اور کونسلرز کے لئے بھی انتہائی مفید رہے گی جنہیں خاندانی مسائل کے لئے ثالثی کی ذمہ داری ادا کرنا ہوتی ہے۔

دین اسلام کی خوبصورت عملی تصویر کو سہل انداز میں قارئین تک پہنچانا حدیبیہ پبلی کیشنز کا بنیادی مقصد ہے۔ اللہ پاک مؤلف اور مترجم کو جزائے خیر دے اور ہماری اس ادنیٰ کاوش کو وسیلۂ نجات اُخروی بنائے۔ آمین

آپ کی دعاؤں کا طالب: ابو جریر محمد سمیع اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام حام تھا اور حام کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو "مصر" کہا جاتا تھا۔ جب ان بھائیوں نے آپس میں علاقے تقسیم کیے تو جو علاقہ مصر کے حصے میں آیا اسے مالک کے نام کی وجہ سے مصر کہا جانے لگا اور پھر یہ علاقہ ایک مستقل ملک کی شکل اختیار کر کے ملک مصر کے نام سے موسوم ہوا۔ یعنی ملکِ مصر کا نام اس علاقے کے مالک مصر بن حام بن نوح کی وجہ سے مصر پڑا۔ بالفاظ دیگر تاریخی اعتبار سے مصر بہت قدیم ملک ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے مصر بن حام بن نوح کے زمانے سے قائم ہے۔

اس ملک میں بے شمار بادشاہتیں قائم ہوئیں اور لا تعداد اہل علم پیدا ہوئے۔ فراعنہ کی ظالمانہ بادشاہی کا دور بھی اس ملک نے دیکھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت کے زریں زمانے سے بھی یہ ملک آشنا ہوا۔ اس ملک میں عہد قدیم کے بہت سے آثار موجود ہیں اور اس کے مختلف مقامات میں نہایت عبرت انگیز مجسمے پڑے ہیں جو دنیوی جاہ و جلال کی بے ثباتی کا ہولناک منظر پیش کر رہے ہیں۔

اسلامی تاریخ کی رو سے یہ ملک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا اور یہاں خالص اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ پھر اس ملک نے نئے انداز میں ارتقا کی منزلیں طے کیں اور ایک خاص اسلوب و رفتار کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ ترین جماعت آئی، ان کے شاگردوں یعنی تابعین ذی اکرام کی کثیر تعداد نے اس کو اپنا مسکن بنایا اور قال اللہ وقال الرسول کی دلنواز صدائیں بلند کیں، پھر تابعین کے فیض یافتہ گروہ تبع تابعین کی مسانید قرآن و حدیث آراستہ ہوئیں اور یہ سرزمین گلستان علم و عرفان اور بوستان فضل و کمال کا ایسا عظیم الشان مرکز قرار پا گئی کہ پہلی صدی ہجری ہی میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا شمار عالم اسلامی کے سات مراکز حدیث وفقہ میں ایک اہم مرکز کے طور پر ہونے لگا۔

عالم اسلام کی سب سے بڑی اور سب سے قدیم یونیورسٹی جامعہ ازہر اسی خطۂ ارض میں قائم ہوئی۔ اس کے قیام پر کم وبیش ہزار سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اور اس سے ایسے ایسے جلیل المرتبت اصحاب علم اور ارباب تحقیق پیدا ہوئے کہ دنیا کی کوئی درس گاہ اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

علمی، عملی اور فکری اعتبار سے مصر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ماضی بعید کو جانے دیجیے، ماضی قریب کو دیکھیے کہ مفتی محمد عبدہ (متوفی ۱۱ر جولائی ۱۹۰۵ء) نے اسی وادیٔ نیل میں جنم لیا اور اپنی مساعی نوع بنوع کی بنا پر جدید مصر کے بانی کی حیثیت سے شہرت پائی۔ ان کے شاگردِ رشید علامہ رشید رضا (متوفی ۱۹۳۵ء) اپنے دائرہ عمل کی وسعت کے باعث پوری اسلامی دنیا میں نامور ہوئے اور ان کی تفسیر المنار اگرچہ مکمل نہ ہوسکی، تاہم اہل علم میں بے حد مقبول ہوئی اور انتہائی شوق سے پڑھی گئی۔

محمد حسین ہیکل کی تصانیف میں سے حیات محمد ﷺ، حیات ابوبکر اور حیات عمر فاروق وغیرہ کتابوں کو جو پذیرائی حاصل ہوئی، اس کا حلقہ سا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ وہ کئی مرتبہ شائع ہوئیں اور انھیں اردو زبان میں منتقل کیا گیا اور ان کے اردو تراجم کی اشاعت بھی بار بار ہوئی۔ حیات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ترجمہ ان سطور کے راقم نے کیا جو مکتبہ الفیصل اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔

ایک ممتاز مصری مصنف ڈاکٹر احمد امین تھے جن کی تصانیف فجر الاسلام، ضحی الاسلام اور ظہر الاسلام کو طبقہ علما میں بڑی شہرت ملی۔ انھوں نے اپنی سرگزشت ایک کتاب ''حیاتی'' میں بیان کی ہے جو نہایت دلچسپ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ مصر کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے اور حالت غربت میں تحصیل علم کی منزلیں طے کیں۔ پھر برکتِ علم کی وجہ سے ان کی حالت بالکل بدل گئی اور زندگی کے لیل ونہار میں ایسا تغیر آیا کہ جس کا وہ کبھی تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔

اس طرح گزشتہ عیسوی صدی کے متعدد مصری عطائے عظام کے نام ہمارے علم میں آتے ہیں جنھوں نے تصنیف وتالیف کے میدان میں بے حد خدمات سرانجام دیں اور گراں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدر تصنیفی ذخیرہ اپنی یادگار کے طور پر چھوڑا' جس سے آئندہ نسلیں استفادہ کرتی رہیں گی۔

مصر کے اس لائق تکریم زمرۂ اصحاب علم میں ایک بزرگ کا نام نامی سید سابق ہے' جن کا سال ولادت ۱۳۳۲ھ اور سنِ وفات ۱۴۲۰ھ ہے۔ موجودہ دور کے مصری علما میں وہ بڑی قدر و منزلت کے حامل ہیں۔ ان کی ایک ضخیم کتاب کا نام ''فقہ السنہ'' ہے۔ اس کتاب میں اسلام کے سلسلۂ عبادات کی بھی وضاحت کی گئی ہے اور سلسلہ معاملات کو بھی کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ موضوع گفتگو ٹھہرایا گیا ہے۔

معاملات کا موضوع بہت وسیع ہے' جس میں تجارت' بیع وشرا' ہبہ' اخلاق' لوگوں سے میل جول' رِق' عتق' وکالہ' امانت و دیانت' کے مسائل' ایک دوسرے سے ادب و تعظیم کا برتاؤ' انسانی ہمدردی' مہمان نوازی' بیماروں' ناداروں' بیواؤں' یتیموں' مسکینوں' غریبوں کی امداد' حقوق الاولاد' حقوق والدین' حقوق الناس' پڑوسی کے حقوق' رفاہ عامہ کے کام وغیرہ بہت سے امور شامل ہیں.......... علاوہ ازیں معاملات کے ایک حصے کا تعلق بیاہ شادی' خلع اور طلاق وغیرہ سے ہے اور اس وقت کتاب کا یہی حصہ ہمارے سامنے ہے۔ یہ حصہ عربی کتاب ''فقہ السنہ'' کی جلد دوم کے صفحہ سات سے لے کر صفحہ تین سو سولہ تک پھیلا ہوا ہے اور بہت سے ذیلی عنوانات کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ اس کا اردو ترجمہ حافظ محمد اسلم شاہدروی نے کیا ہے اور حدیبیہ پبلیکیشنز اردو بازار لاہور نے ''خاندانی نظام'' کے نام سے شائع کیا ہے جو چار سو چالیس صفحات پر محیط ہے۔ یہ ترجمہ کتابی شکل میں خوانندگانِ محترم کے زیر مطالعہ ہے۔ ترجمے کی خوبی یہ ہے کہ عربی کتاب کے الفاظ سے بالکل ہم آہنگ ہے۔

حافظ محمد اسلم شاہدروی اس سے قبل اس کتاب کے دو ابواب کا ترجمہ کر چکے ہیں ایک کتاب الصلوٰۃ کا ''نماز کے مسائل'' کے نام سے جو ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ایک کتاب الطہارت کا ''طہارت کے مسائل'' کے عنوان سے جو ۱۸۴ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ بھی انھوں نے بعض عربی کتابوں کے اردو تراجم کیے ہیں جن سے قارئین استفادہ کر رہے ہیں۔

''خاندانی نظام'' میں جو مسائل بیان کیے گئے ہیں' وہ بے حد اہمیت کے حامل ہیں اور وہ مسائل شادی بیاہ اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہیں۔ اس سلسلے میں اسلام نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو احکام بیان کیے ہیں' وہ انسانی نفسیات کے عین مطابق ہیں' ان پر عمل کیا جائے تو تمام امور آسانی سے حل ہو جاتے ہیں۔

معاشرے میں جو خرابیاں جنم لیتی ہیں' ان کا تعلق بیاہ شادی کے غلط رسوم و رواج سے بھی ہے۔ اس سے بسا اوقات اچھے بھلے خاندانوں میں ایسا اختلاف پیدا ہوتا ہے جو سخت دشمنی کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور معاملات قتل و خون ریزی تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعض اوقات ''لاگ'' کی کمی بیشی جھگڑے کا باعث بن جاتی ہے اور بارات بغیر دلھن کے واپس آ جاتی ہے' جس کے نتیجے میں لڑکے اور لڑکی کے خاندانوں میں نفرت و عداوت کے خطرناک جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح بعض دفعہ کھانے' زیورات اور مہر وغیرہ امور فساد کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسلام نے ان تمام معاملات سے متعلق لوگوں کی رہنمائی فرمائی ہے اور ایسے اصولوں کو اپنانے کی دعوت دی ہے جن سے ہر مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا ہے اور لڑائی جھگڑے کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔

اس کتاب ''خاندانی نظام'' میں نکاح اور شادی کے سلسلے کے اڑتمیں بڑے عنوان قائم کیے گئے ہیں مثلاً شادی کا حکم' منگنی' عقد نکاح' نکاح متعہ' نکاح حلالہ' شادی کی صحت کی شرائط' وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے' وہ عورتیں جو سسرالی تعلق کی رو سے حرام ہیں' وہ عورتیں جو رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں' اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کا مسئلہ' متعدد شادیوں کی حکمت' حقوق زوجیت' حق مہر' جہیز' ولیمہ' طلاق' خلع' ایلا وغیرہ بڑے عنوانوں کے تحت ذیلی اور ضمنی عنوانات قائم کیے گئے ہیں اور پھر ہر مسئلے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں میں بیان کیا گیا ہے' نیز الگ الگ ائمہ فقہ کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس طرح اس کتاب کو خاندانی نظام سے متعلق مسائل کے دائرۃ المعارف سے تعبیر کرنا چاہیے۔

کتاب کے مضامین و مندرجات کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر امید کی جا سکتی ہے کہ اسے ہر حلقے میں پذیرائی حاصل ہوگی اور لوگ اس سے استفادہ کریں گے۔

محمد اسحاق بھٹی ☆ اسلامیہ کالونی۔ ساندہ۔ لاہور

۹ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اوّل

اسلام کی حسنات اور برکات میں سے ایک نمایاں خوبی اس کا خاندانی نظام ہے۔ آج روئے ارضی پر جتنے مذاہب اور تہذیبیں پائی جاتی ہیں' ان میں صرف اسلام ایک ایسا دین ہے' جو مسلمانوں کو ایک خاندانی نظام میں پرو دیتا ہے۔ یورپ' امریکہ اور سیکنڈے نیوین ممالک میں خاندانی نظام بہت تیزی سے روبہ زوال ہوا ہے۔ ان معاشروں میں شادی سے پہلے ناجائز تعلقات استوار کرنے کی آزادی نے انہیں ایک حیوان بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہم جنس پرستی ایک وبا کی طرح پھیل رہی ہے اور اسے بعض ممالک میں قانونی اور دستوری شکلیں دی جا رہی ہیں۔ باقاعدہ شادی اور نکاح کے دو سال کے دوران میں طلاق دینے یا حاصل کرنے کی شرح بتدریج بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کسی معاشرتی یا اخلاقی بندھن کے بغیر ازدواجی جوڑوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ایک خاص تعداد ایسے بچوں کی موجود ہے' جن کو اپنی ولدیت کو معلوم کرنے کے لیے کوئی ذریعہ حاصل نہیں ہے۔ اس صورت حال کے نتیجے میں بہت سے حضرات کو اپنے پاسپورٹ یا دوسری قانونی دستاویزات پر اپنی والدہ محترمہ کے نام کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس صورت حال پر آج سے ستر سال قبل علامہ اقبال نے ''ضرب کلیم'' میں ''عورت'' کے عنوان سے جو اشعار موزوں کیے تھے' ان میں اس نوعیت کے مسائل کی نشان دہی ملتی ہے

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا — مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں — گواہ اس شرافت پر ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور — کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

(مردِ فرنگ' ضرب کلیم)

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے — ہندو یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال — مرد بیکار و زن تہی آغوش

(ایک سوال۔ ضرب کلیم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین و شریعت میں آج سے چودہ سو سال قبل عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ جو معاشرتی ضوابط اور خاندانی اقدار ملت اسلامیہ کو دیے گئے' وہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ حقوق الزوجین کا ایک مستقل ضابطہ ہے۔ شادی اور نکاح کے پاکیزہ نظام نے اس ملت کو ایک امتیاز اور اختصاص عطا کر رکھا ہے۔ والدین اور بچوں کے درمیان ایک روحانی تعلق قائم کر رکھا ہے۔ خاندانی نظام کے تمام دائروں میں ایک احترام اور پاکیزگی جھلکتی ہے۔ نکاح عفت و عصمت کے حصار میں پناہ گزیں ہونے کا نام ہے۔ زوجیت ایک عہد وفا ہے' جس میں میاں بیوی کے درمیان ایک پائیدار محبت کے حوالے سے ایک مثبت مستحکم خاندانی نظام تیار ہوتا ہے۔ اس گھریلو سلطنت میں عورت کو خصوصی امتیاز اور حقوق حاصل ہیں' جس کے باعث وہ مرد کی عزت و آبرو کی محافظ اور اس کی اولاد کی تربیت کی ضامن ہے۔ یوں مرد اور عورت کے باہمی تعلق کو شرعی اور قانونی انداز میں مربوط کر دیا گیا ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئیں۔ ابلیسی تہذیب نے خاندان کی اس پاکیزگی کو ہر بار کرنے کے لاکھوں جتن کیے مگر وہ اس صالح معاشرت کے متمدن نظام کو شکست دینے میں ناکام ہے۔ بیسویں صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایجادات و اختراعات نے اسلامی معاشرت پر ایک سے ایک نیا شبخون مارنے کی کوشش کی مگر خاندانی نظام کی اس صالح اساس کو وہ ابھی تک تباہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ امت مسلمہ اس صالح معاشرتی ضابطے پر جس قدر شکر ادا کرے وہ کم ہے۔

اسلام میں عورت کو کیا درجہ اور مقام دیا گیا ہے۔ وہ ایک بیٹی' بہن' بیوی اور ماں کے روپ میں کس تقدس کی حق دار ہے۔ مختلف مراحل حیات میں اس کو کیا حقوق حاصل ہیں اور ان مواقع پر اسے کیا فرائض ادا کرنا ہیں' اس کی تمام مفید و مثبت تفصیلات کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ اس ضمن میں قرآن مجید کی آیات بینات اور احادیث مبارکہ کے ذخیرے میں واضح اور دوٹوک تعلیمات ملتی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی سنت ثابتہ کے ذریعے خاندانی نظام کے اس نقشے کو اسلامی ریاست اور مسلم سوسائٹی میں واضح کر دیا۔ اس خاندانی نظام کے خدوخال اسلامی معاشرت کا طرۂ امتیاز بن گئے۔ تفاسیر'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث اور احکام کی کتب میں اس خاندانی نظام کی تفصیلات موجود ہیں۔ گزشتہ صدی میں اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ ایسی ہی عالی قدر اور گراں مایہ تصانیف میں ایک مفید اور مؤثر کتاب علامہ السید سابق رحمۃ اللہ علیہ نے ''نظام الاسرۃ'' کے نام سے تحریر کی' جس میں عورتوں کے بارے میں اور اسلام کے خاندانی نظام کی جملہ تفصیلات کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

پیش نظر کتاب کی فہرست موضوعات اور مندرجات پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام تجرد کی بجائے نکاح کی سنت کو رائج اور مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ میاں بیوی کو ایک مستقل رشتۂ ازدواج میں مربوط ہونے سے قبل اس سلسلۂ انتخاب کو قبول کرنے کے لیے کس نوعیت کے جائز اور فطری حقوق دیے گئے ہیں' اس سلسلے میں سنت میں واضح احکامات ملتے ہیں۔ نکاح کی مستحب اور مکروہ شکلیں کیا ہیں۔ نیز نکاح کے لیے سلسلۂ جنسیاتی یا منگنی کے کیا آداب ہیں' سب امور بہت پاکیزہ انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ نکاح کے سلسلے میں ایجاب وقبول اور اس کے لوازم وشروط کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں تو نکاح کے عجیب وغریب قواعد تھے بیٹے اپنی سوتیلی ماؤں اور خالاؤں تک سے شادی رچا لیتے تھے مگر اسلام نے واضح طور پر ماں' بیٹی' بہن' پھوپھی' خالہ اور بھائی کی بیٹی سے نکاح کو قطعاً حرام قرار دے کر خاندانی رشتوں کی مستقل حرمت کو قائم کیا۔ ان رشتوں کے علاوہ وہ سسرالی خواتین جن سے نکاح ممنوع ہے' ان کی تفصیل بھی مہیا کی گئی ہے۔ شریعت میں رضاعت بھی ایک ایسا پہلو ہے جس کے باعث نکاح کی ممنوعیت بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ بحث اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت کے بارے میں ہے' ان سے شادی میں کراہت اور پھر جواز کی حکمت دونوں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ مسلمانوں کو عام طور پر تعدد ازدواج کے سلسلے میں بہت سے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں بحث کے دو موضوع ہیں' ایک تو حضور ﷺ کا متعدد نکاح کرنا اور دوسرا عامۃ المسلمین کو بیک وقت چار تک نکاح کرنے کی اجازت دینا۔ جہاں تک حضور نبی کریم ﷺ کے متعدد نکاح کرنے کی بات ہے' تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمن میں اس موضوع پر کثرت سے کتب لکھی جا چکی ہیں' جن میں شرعی اعتبار سے ان شادیوں کی حکمت و مصلحت کو بیان کیا گیا ہے اور پیغمبر کی شادیوں کے اس استثنائی حکم کی حکمت بھی بیان کر دی گئی ہے۔ لیکن اس کتاب میں چار شادیوں کی اجازت کو شرط عدل کے حوالے سے جس عقلی استدلال کے ساتھ دس کہا گیا ہے' اس سے شریعت اسلامی میں حکمت و مصلحت کا پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے۔

دین و شریعت میں نکاح کا ایک مستقل ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس میں ولی اور وکیل کے ساتھ نکاح میں آنے والی عورت کی حیثیت کے حوالے سے اس کے اپنے اذن کی ایک خاص اہمیت اور حیثیت ہے۔ مسلمانوں کے معاشرے میں بعض اوقات میاں بیوی کے جوڑے بنائے ہیں کفو کے اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا' جس کی شریعت نے بہت تاکید کی ہے۔ اس طرح نکاح کے موقع پر ہونے والی بیوی کے حق مہر کو بھی مستقل اور پر متعین کرنے میں جو قباحت ہے' اسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ حق مہر ہو یا حقوق زوجیت' ان کی پابندی خاندانی نظام کے استحکام کی ایک ضمانت ہے' جسے برضا و رغبت قبول کرنے اور اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

شادی کے سلسلے میں ایک ناروا بات جہیز کی رسوم اور علاقائی روایات کی ناگوار پابندی بھی ہے۔ اس چیز نے نکاح کی پاکیزگی اور روحانی مقام کو ایک مادی اور کمرشل تعلق میں بدلنے کی کوشش کی ہے۔ تحائف اور ہدایا کو زوجین کو دینا کچھ اور بات ہے مگر لڑکی کے والدین اور لواحقین کو جہیز لانے کی پابندی پر زور دینا ایک غیر اسلامی اور مکروہ رویہ ہے جس کی تائید شریعت کے کسی قاعدے سے نہیں ملتی۔ اسی طرح شادی کے بعد عورت کے نان ونفقہ کی شرعی ذمہ داری جو مرد کے معاشی درجے کے ساتھ مربوط ہے' ہم بسا اوقات اس کا لحاظ نہیں رکھتے جو خاندانی نظام میں غلط رویوں کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔ بیوی کے علاوہ' بچوں کے اخراجات بھی مرد کے ذمے ہیں۔ شریعت نے عورتوں کو وراثت میں ایک مستقل حق دے کر ان کی قدر و منزلت میں جو اضافہ کیا ہے' یہ بھی اسلام کے خاندانی نظام کی برکات میں سے ہے۔ عورت اور مرد کے تعلقات کی ادائیگی میں کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی ضوابط اور احکامات ہیں' اس کی ضروری وضاحت بھی پیشِ نظر کتاب میں ملتی ہے۔ عورتوں کو زیب و زینت میں کن حدود و قیود کا پابند کیا گیا ہے' اسے جانبین کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے۔ نکاح کے بعد ولیمہ کے مسنون عمل کی حقیقت کو بھی سمجھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں صرف امراء و اقرباء کو ہی نہیں بلکہ بستی کے غریب اور محتاج نیز نیک اور متقی لوگوں کو بھی شامل کیا جانا چاہیے۔

اسلام کا خاندانی نظام ایک فطری ضابطہ ہے۔ اس لیے نکاح کے بعد زوجین کے تعلقات اور روابط میں بسا اوقات ناگوار اور ناگفتہ بہ حالات و واقعات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ شریعت نے ان تمام ناگوار صورتوں میں اپنے ضوابط کو ایلا' طلاق' خلع' ظہار اور لعان وغیرہ کی صورتوں میں بیان کر دیا ہے۔ بدقسمتی سے مسلم معاشروں میں طلاق کے موضوع پر شرعی راستہ اختیار کرنے کی بجائے بعض اوقات ظلم کا وطیرہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ایک سانس میں اور ایک ہی موقع و ماحول میں بیک وقت تین طلاقوں کے غیر مسنون اعلان اور غیر شرعی اسلوب نے جو پریشانی' کبیدگی اور الجھن پیدا کر دی ہے۔ اسے شرعی اسلوب میں سمجھنے کی بہت ضرورت ہے۔ پیشِ نظر کتاب میں اس موضوع پر شرعی نقطۂ نظر اور استدلال کو بخوبی واضح کیا گیا ہے جس پر عمل کرنے سے ہم اس دقت اور خفت سے بچ سکتے ہیں جو کج فہمی اور کم علمی کے باعث دیکھنے میں آتی ہے۔ بیوہ ہو جانے یا طلاق کی صورت میں عدت جیسے اہم موضوع پر عمدہ روشنی ڈالی گئی ہے۔۔۔ حضانت اور پرورش بھی اسلام کے خاندانی نظام کا ایک مستقل باب ہے' جسے اس کتاب کے باب آخر کے بطور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یوں اسلام کے خاندانی نظام کے حوالے سے جتنے اہم مباحث اور موضوع ممکن ہو سکتے تھے ان سب کو شرعی استدلال اور ضوابط کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

علامہ السید سابق رحمۃ اللہ علیہ کی اس عربی کتاب کی ثقاہت اور اہمیت کے پیشِ نظر ضروری تھا کہ اس تصنیف کا اردو خواں دنیا کے فائدے کے لیے ترجمہ کیا جائے۔ محترم حافظ محمد اسلم شاہدروی نے اس فریضے کو بہت ذمے داری کے ساتھ ادا کیا۔ اس اہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی اور فقہی موضوع اور اس اصطلاحات کو بہت عمدگی سے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ اور عام فہم ہے۔ قرآن مجید کی آیات کی تخریج تو اسی مقام پر متن کے آخر میں درج کر دی گئی ہے' جب کہ احادیث اور دیگر حوالوں کی تخریج متن کے آخر میں صفحات کے نیچے درج کر دی گئی ہے تاکہ کسی مسئلے پر تذبذب کی صورت میں اصل مراجع اور مصادر کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

اپنی مذکورہ صفات اور جامعیت کے باعث اس کتاب کا علمی اور قانونی حلقوں میں بجا طور پر استقبال کیا جائے گا۔ یہ کتاب صرف عورتوں وکلا اور علمائے کرام کے لیے ہی لائق مطالعہ نہیں بلکہ عامۃ المسلمین بھی اس سے استفادہ کر کے اسلام کے خاندانی نظام کو سمجھنے اور مستحکم کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ کاش امت مسلمہ کے افراد اس نعمت غیر مترقبہ کو پہچان کر اس پر عمل کر سکیں تو ہمیں دنیا میں اسلامی تفرق اور برتری کا سب سے روشن راستہ مل جائے گا۔ جس کے باعث ہمیں صالح تمدن کی منزل تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اپنے اس خاندانی نظام کے افتخار کو سمجھنے اور اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

میں اس مفید کتاب کی قبولیت کے لیے دعا گو ہوں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر

ڈائریکٹر بیت الحکمت' لاہور

یکم دسمبر ۲۰۰۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی

شادی بیاہ کا سلسلہ خلق وتکوین میں اللہ کے مقرر فرمودہ طریقوں میں سے ایک ایسا طریقہ ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے۔ عالم انسان' عالم حیوان اور عالم نباتات میں سے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾. [سورۃ الذاریات : ٤٩]

''اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو''۔

اللہ کریم نے مزید فرمایا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سورۃ یٰسین : ٣٦]

''وہ ذات پاک ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اس سے جو زمین اگاتی ہے اور اُن کے نفسوں سے بھی اور اس سے بھی جسے تم نہیں جانتے''۔

توالد وتکاثر کے لیے اللہ پاک نے یہی اسلوب اختیار فرمایا تاکہ نسل جاری رہے۔ اس کے بعد زوجین میں سے ہر ایک کو اس حیثیت سے آمادہ وتیار کیا کہ اس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے اسے قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى ﴾. [سورۃ الحجرات : ١٣]

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا''

مقام دیگر میں فرمایا:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ﴾ [سورۃ النساء : ١]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں"۔

اللہ کریم نے یہ نہ چاہا کہ انسان کو دیگر مخلوقات کی طرح کر دے کہ اس کی خواہشات بغیر کسی حفاظت کے بے لگام ہوں' نہ اس طرح چھوڑنا چاہا کہ مردوں اور عورتوں کا اتصال بغیر ضابطے کے کھلے عام ہو۔ بلکہ اس کی شان کے مطابق ایسا مناسب نظام وضع فرمایا جو اس کے شرف کی حفاظت اور اس کی عزت کا بچاؤ کرے' اس نے مرد کا عورت سے ملاپ ایسا باعزت اور باوقار بنایا جو چند اصولوں پر مبنی ہے۔

عورت کی رضا (مرد کی طرف سے) ایجاب وقبول پر اس طرح کہ گویا وہ دونوں رضا کا اظہار کر رہے ہیں اس بات پر (دو) گواہوں پر کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی خواہش کے لیے پر امن راستہ مقرر کیا اور نسل انسانی کی حفاظت کی۔ نیز عورت کو اس (ذلت) سے بچا لیا کہ اس کو ہر منہ مارنے والا اور چرنے والا (تر لقمہ) گھاس سمجھے۔ خاندان کی وہ گٹھلی بنائی جس کی حفاظت واحاطہ ماں کی محبت اور باپ کی شفقت کرتی ہے۔ پھر وہ اچھی پیداوار اگائے گی اور پکا ہوا پھل دے گی۔ یہی وہ نظام ہے جسے اللہ کریم نے پسند فرمایا اور اس کے علاوہ تمام نکاحوں کو ختم کر دیا۔

وہ نکاح جنہیں اسلام نے ختم کر دیا:

ان میں سے ایک نکاح خدن ہے۔ وہ کہتے تھے جو مخفی رہے تو اس میں حرج نہیں۔ جو ظاہر ہو جائے وہ ملامت ہے۔ یہی اللہ کریم کے فرمان میں مذکور ہے فرمایا:

﴿ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ﴾ . [سورۃ النساء]

"اور نہ وہ چھپے دوست پکڑنے والیاں ہوں"۔

دوسرا نکاح بدل ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ تو اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی مجھے دے دے، میں اپنی بیوی تمھیں دے دیتا ہوں، اس کے ساتھ کچھ مال بھی دے دوں گا۔

حضرت عائشہؓ نے اس کے علاوہ بھی نکاح کی چند اقسام بیان کی ہیں۔ فرماتی ہیں: جاہلیت کے نکاح چار اقسام پر تھے: [1]

① وہ جو آج کل لوگوں میں رائج ہے کہ کوئی شخص اپنی زیر کفالت لڑکی یا بیٹی کا پیغام نکاح دیتا پھر اسے حق مہر بھی دیتا ہے پھر نکاح کرتا۔

② یہ کہ آدمی اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو اپنے حیض [2] سے پاک ہو تو فلاں سے زنا کرنا اور خود اس کے حمل ظاہر ہونے تک اس سے علیحدہ رہتا۔ پھر جب حمل واضح ہو جاتا۔ پھر اگر چاہتا تو اس کے پاس جاتا۔ ایسا کرنے سے ان کا مقصد اچھی اولاد تھا۔ اس نکاح کا نام استبضاع تھا۔ [3]

③ یہ کہ دس سے کم لوگ ایک عورت کے پاس داخل ہوتے اور سب اس سے زنا کرتے جب وہ حاملہ ہوتی اور وضع حمل پر چند راتیں گزر جاتیں تو وہ آدمیوں کو بلاتی کوئی انکار نہ کرسکتا جب وہ آ جاتے تو کہتی کہ تمہیں اپنے معاملے کا علم ہے اور میں نے جو بچہ جنم دیا ہے وہ اے فلاں تیرا ہے۔ وہ جس کا نام چاہتی لے لیتی اور بچہ اس سے منسوب ہو جاتا اس سے وہ شخص انکار نہ کرسکتا تھا۔

④ یہ کہ بہت سے لوگ اس عورت کے پاس آتے وہ کسی آنے والے کو نہ روکتی۔ یہ زانیات [4] تھیں انہوں نے بطور علامت اپنے دروازوں پر علم/ جھنڈے گاڑے ہوتے تھے جو چاہتا ان کے پاس آتا۔ پھر ان میں سے اگر کوئی حاملہ ہوتی تو وضع حمل کے بعد انہیں جمع کیا جاتا پھر قیافہ شناس [5] کو بلایا جاتا تو جس کے ساتھ وہ خیال کرتے اس کے ساتھ اس کی نسبت کرتے وہ بچہ اس کے ساتھ منسوب

---

[1] أنحاء کا مطلب قسم ہے۔ [2] طمث کا معنی حیض ہے۔

[3] یعنی اس سے مجامعت طلب کر مطلب صرف حصول اولاد کے لیے جماع کر۔

[4] بغایا یعنی زانیات۔ [5] جو قیافہ لگاتے ہیں اور بچوں کو مشابہت کے ساتھ کسی سے ملاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتا وہ اس سے انکار نہ کرسکتا۔

جب نبی مکرم ﷺ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو انہوں نے موجودہ مروج نکاح کے علاوہ سب نکاحوں کو ختم کر دیا[1] اسی نظام پر اسلام کو باقی رکھا۔ یہ ایجاب وقبول اور گواہوں کے ارکان کے ثبوت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ اسی سے وہ عقد مکمل ہوتا ہے جس سے زوجین میں سے ہر ایک کا اللہ کے مشروع کیے ہوئے طریقے پر فائدہ اٹھانا جائز ہوتا ہے۔ اسی سے وہ حقوق واجبات ثابت ہوتے ہیں جو زوجین کے لیے لازم ہیں۔

شادی کی ترغیب:

اسلام نے ترغیب کے متعدد طریقوں سے نکاح کی ترغیب دی ہے۔ کبھی فرمایا کہ یہ انبیاء کا راستہ اور طریقہ ہے انبیاء کی اقتداء ہم پر فرض ہے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ﴾

”اور ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے ہم نے بیویاں اور اولاد بنائی۔“ [سورۃ الرعد: ۳۸]

ترمذی کی حدیث میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں۔

① حنا[2] ② عطر ③ مسواک اور ④ نکاح“۔[3]

کبھی اسے احسان کے زاویے میں ذکر کیا فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا، وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ﴾ . [سورة النحل : ۷۲]

”اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے بیویاں بنائیں اور تمہاری بیویوں

---

[1] امام علی بن عمر۔ سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۱۷، ۲۱۶۔ کتاب النکاح حدیث نمبر ۱

[2] حناء کا معنی مہندی ہے بعض روایات میں اس کی بجائے حیاء کا لفظ ہے۔

[3] ترمذی بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق البانی ج ۱ ص ۱۳۲ حدیث نمبر ۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے بنائے۔''

کبھی وہ اس کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتاتا ہے فرمایا:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے بنائے۔ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت بنا دی بے شک اس میں اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہوں۔'' [سورۃ الروم:۲۱]

آدمی کبھی شادی کو قبول کرنے سے متردد ہوتا ہے یا تو اس کی تکالیف کی برداشت کے خوف سے یا اس کے بوجھ اٹھانے سے بھاگتا ہے۔

اسلام نے اس کی نظر اس طرف متوجہ کی کہ اللہ عنقریب دونوں کو غنا کا راستہ دے گا کہ وہ اس کی طرف سے ان بوجھوں کو اٹھائے گا اور اسے اس قوت سے مدد دے گا اسے اسباب فقر پر غلبہ پانے کی قدرت عطا کرے گا۔

اللہ کریم نے فرمایا:

﴿وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی[1] مِنْکُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَ اِمَآئِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾[النور:۳۲]

''اور تم میں سے جو بے خاوند عورتیں ہوں اُن کی شادی کروا دو اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے جو نیک ہوں اگر وہ فقیر ہوں' عنقریب اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔''

ترمذی کی حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: ''تین شخصوں کی مدد کرنا اللہ پر حق ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا وہ مکاتب جو اداء کا ارادہ رکھتا ہے' اور وہ نکاح کرنے والا جو پاک دامنی چاہتا ہے۔''[2]

---

[1] اَیامیٰ ایم کی جمع ہے اس سے مراد وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو یا وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو۔

[2] محمد بن عیسیٰ' جامع الترمذی ج ۴ص ۱۸۴ حدیث نمبر ۱۶۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت وہ بہترین خزانہ ہے جسے مرد کی حفاظت میں دیا جاتا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ثوبانؓ سے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت اتری:

﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ، وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾. [سورة التوبة : ٣٤]

''اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اُن کو آپ دردناک عذاب کی خبر دے دیں۔''

فرماتے ہیں کہ ہم آپؐ کے کسی سفر میں آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ کے بعض ساتھیوں نے کہا یہ تو سونے اور چاندی کے بارے میں ہے کاش ہمیں علم ہوتا کہ اس سے بہتر کون سا خزانہ ہے تاکہ اسے اختیار کریں؟ آپؐ نے فرمایا ''وہ (خزانہ) ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور مومنہ عورت ہے جو اسے اس کے ایمان میں مدد دے''۔

طبری نے بسند جید حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چار چیزیں جسے مل گئیں اسے دنیا وآخرت کی بھلائی مل گئی۔ وہ چیزیں ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل، مصیبت پر صبر کرنے والا بدن اور ایسی بیوی جو اس کے مال اور اپنی جان میں اس کے لیے گناہ نہیں تلاش کرتی۔[1] مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''ساری دنیا فائدہ ہے اور اس کا بہترین فائدہ نیک بیوی ہے''۔[2]

روحانی بیداری کے لمحات میں سے کسی لمحہ انسان کو یہ خیال بھی آتا ہے کہ وہ الگ تھلگ ہو جائے۔ دنیا کے کاموں کو چھوڑ دے۔ رات کو قیام کرے۔ دن کو روزہ رکھے، عورتوں سے الگ رہے اور رہبانیت کے اس راستے پر چلے جو انسانی طبیعت کے مخالف ہے۔ تب اسلام اسے یہ تعلیم دیتا ہے کہ یہ اس کی فطرت کے منافی، اس کے

---

[1] اسے بیہقی نے شعب الایمان میں بھی بیان کیا ہے۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح۔ تحقیق البانی ج ۲ ص ۲۰۷ حدیث نمبر ۳۲۷۳۔ ۳۶

[2] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۰ حدیث نمبر ۶۴۔ ۱۴۶۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کو بدلنے والا طریقہ ہے جب کہ سید الانبیاء ﷺ جو اللہ سے سب سے زیادہ خشیت وتقویٰ رکھنے والے تھے' روزہ رکھتے بھی تھے اور چھوڑتے بھی تھے۔ قیام بھی کرتے تھے اور سوتے بھی تھے۔ انہوں نے شادیاں بھی کیں' جو اس راستے سے نکلنا چاہے تو اسے ان کی طرف شرف انتساب کا کوئی حق نہیں۔ ❶

بخاری اور مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ تین شخص ازواج النبیؐ کے گھروں کی طرف رسول مکرم ﷺ کی عبادت دریافت کرنے آئے جب انہیں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے اپنی نسبت سے کم جانا کہنے لگے ہم نبیؐ کے مقابل کہاں ہیں۔ ان کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ پھر ایک نے کہا میں پوری رات عبادت کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے شادی نہ کروں گا۔ آپؐ آئے فرمایا تم وہی لوگ ہو جنہوں نے اس اس طرح کہا۔ واللہ! میں تم سب سے بڑھ کر اللہ سے خشیت وتقویٰ رکھتا ہوں میں روزہ بھی رکھتا ہوں ناغہ بھی کرتا ہوں۔ قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیا۔ پھر جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔ ❷

نیک بیوی سعادت کا وہ فیض ہے جو گھر کو سرور' رونق اور روشنی سے بھرپور کر دیتی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے تقویٰ کے بعد مؤمن نے نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اگر اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔ اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اگر اسے قسم دے تو اسے پورا کر دے۔ اگر اس سے غائب ہو تو اپنی جان اور اس کے مال میں اس کی خیر خواہی کرے۔ (ابن ماجہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں ابن آدم کی سعادت ہیں اور تین چیزیں اس کی شقاوت ہیں۔ جو تین چیزیں سعادت ہیں نیک بیوی' اچھا گھر اور اچھی سواری اور جو تین چیزیں اس کی

---

❶ یعنی وہ کیسے کیسے خود کو آپ کا امتی کہہ سکتا ہے۔

❷ متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق البانی ج ا ص ۵۲ حدیث نمبر ۱۴۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شقاوت ہیں' بری بیوی' برا گھر اور بری سواری۔ (بروایت احمد بسند صحیح طبرانی بزار' حاکم وصححہ)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں اس حدیث کی تفسیر مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین چیزیں سعادت ہیں' نیک بیوی' تو جب اسے دیکھے تو تجھے اچھی لگے اور جب تو غائب ہو تو اسے اس کی جان اور اپنے مال میں امین جانے۔ دوسرا وہ سواری جو تیری بات مانے۔ ❶ تجھے تیرے ساتھیوں سے ملا دے اور وہ گھر جو وسیع ہو زیادہ کونوں (کمروں) والا ہو۔

تین چیزیں بدبختی ہیں۔ وہ عورت جسے تو دیکھے تو تجھے بری حالت میں ملے۔ تم پر اپنی زبان چلائے۔ اگر تو اس سے غائب ہو تو اس کی جان اور اپنے مال میں تو اس کو امین نہ سمجھے اور وہ جانور جو سست رفتار ہو اگر تو اسے مارے تو تجھے تھکا دے اگر تو اسے چھوڑے تو تجھے تیرے ساتھیوں سے نہ ملائے اور گھر جو تنگ اور کم کمروں والا ہو۔

شادی عبادت ہے جس سے انسان اپنے نصف دین کی تکمیل کرتا ہے۔ اور اپنے رب سے پاکیزگی اور صفائی کی بہترین حالت میں ملاقات کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے اللہ کریم نیک بیوی عطا کردے تو اس نے اس کے نصف دین پر اسے مدد دی۔ اسے چاہیے کہ باقی نصف میں بھی اللہ سے ڈرے''۔ [بروایت طبرانی' حاکم اور کہا اس کی سند صحیح ہے]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے بہت پاکیزگی کی حالت میں ملنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ آزاد (پاک دامن) عورتوں سے شادی کرے۔ (بروایت ابن ماجہ اور اس میں ضعف ہے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میری زندگی کے صرف دس دن باقی ہوں اور مجھے علم ہو کہ آخر میں میں فوت ہو جاؤں گا تو استطاعت نکاح کی صورت میں فتنے کے خوف سے نکاح کرلوں گا۔

---

❶ یہاں لفظ وطیئة ہے جس کا مطلب ہے مطیع ہو اور تیز چلے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی کی حکمت:

اسلام نے مذکورہ انداز سے شادی کی رغبت دلائی اور انسان کے نزدیک ان نفع مند آثار کو محبوب بنایا جو اس کے سبب سے خالص اس فرد پر، تمام امت پر اور عمومی طور پر ساری نوع انسانی پر مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ ہے کہ:

① جنسی خواہش تمام خواہشات سے سخت اور شدید ہوتی ہے اور ہمیشہ خواہش والے سے اصرار کرتی ہے کہ اس کی تکمیل کا کوئی راستہ ایجاد کرے۔ اگر وہاں اس کی تکمیل کے اسباب نہ ہوں تو بکثرت انسان میں قلق واضطراب کی کیفیت رہتی ہے۔ جو اسے بہت برے مقام پر پھینکتی ہے۔ شادی بہترین فطری طریقہ ہے۔ زندگی میں اس خواہش کی سیری وسیرابی میں بڑا مناسب میدان ہے۔ پھر بدن کو اس اضطراب سے سکون ملتا ہے۔ نفس کو مرگی سے تسکین ہوتی ہے۔ اور نظر حرام کی طرف جھانکنے سے بچ جاتی ہے۔ دل حلال امر پر قناعت کرتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ کے اس فرمان میں اشارہ ہے فرمایا:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے بنائے۔ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت بنا دی بے شک اس میں اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہوں۔“ [سورۃ الروم:۲۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے۔ جب تم میں سے کسی کو ایسی عورت نظر آئے جو اسے اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے اہل کے پاس آئے۔ یہ عمل اس چیز کو ختم کر دے گا جو اس کے نفس میں ہے۔“ [1]

---

[1] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲۱ حدیث نمبر (۹۔۱۴۰۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② شادی عمدہ اولاد کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے نسل زیادہ ہوتی ہے۔ زندگی کا تسلسل رہتا ہے۔ ان انساب کی محافظت بھی ہوتی ہے جن کی سرپرستی اسلام نے بڑے عمدہ طریقے سے کی ہے۔ رسول اللہ کا قول گزر چکا ہے فرمایا:[1]

''اس عورت سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو میں قیامت والے دن انبیاء پر تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا''۔[2]

کثرت نسل میں وہ عمومی مصالح اور خصوصی منافع ہیں جن پر اقوام بہت حرص رکھتی ہیں کہ ان کی افرادی قوت زیادہ ہو۔ اس طرح کہ جن کے بچوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اور ان کی نسل کثیر ہو انہیں بطور حوصلہ افزائی انعامات دیئے جاتے ہیں۔ قدیم قول ہے کہ: ''عزت زیادہ والے کے لئے ہے'' یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو توڑنے والی کوئی چیز اس پر غالب نہ آ سکی۔

ایک دفعہ حضرت احنفؓ بن قیس امیر معاویہؓ کے پاس آئے۔ یزیدؒ ان کے سامنے بیٹھا تھا وہ اس کی طرف نظر تعجب ڈال رہا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا آپ اس لڑکے کے متعلق کیا کہتے ہیں: وہ ان کا ارادہ سمجھ گئے بولے۔ اے امیر المومنین! یہ ہماری پشتوں کے ستون ہیں۔ ہمارے دلوں کا پھل اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہم دشمن پر حملہ کرتے ہیں۔ یہ ہمارے بعد ہمارے جانشین ہیں۔ آپ ان کے لئے نرم زمین اور سایہ دار آسمان بن جائیں اگر وہ آپ سے کچھ مانگیں تو انہیں دے دیں۔ آپؓ سے رضا چاہیں تو ان سے راضی ہوں اپنی عطاء ان سے نہ روکیں ورنہ یہ آپؓ کے قرب سے اکتا جائیں گے تیری زندگی کو ناپسند اور تیری وفات کو دور سمجھیں گے' حضرت معاویہؓ نے کہا اے ابو بحر اللہ کے لئے آپ کی خوبی ہے یہ ایسے ہی ہیں جیسے آپؓ نے بیان فرمایا ہے۔[3]

---

[1] اصل کتاب میں یونہی ہے حالانکہ یہ قول پیچھے نہیں گزرا۔ [2] سلیمان بن اشعث 'سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۴۲ حدیث نمبر ۲۰۵۰۔ [3] الأمالی: از أبو علی القالی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ پھر جو ماں اور باپ کے جذبات ہیں وہ سایہ طفولیت میں ہی نشو ونما پاتے اور کمال کو پہنچتے ہیں۔ اسی سے ہی نرمی، شفقت و محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ ایسی خوبیاں ہیں جن کے بغیر کسی انسان کی انسانیت مکمل نہیں ہوتی۔

④ شادی کے نتیجے میں وہ شعور اور اولاد کا خیال پیدا ہوتا ہے جو چستی اور اپنی ذاتی ملکیتوں اور مواہب کی تقویت پر کوشش اور خرچ کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ پھر انسان اپنے واجبات کی ادائیگی اور ان بوجھوں کو اٹھانے کے لئے کام پر جاتا ہے۔ اس طرح کاروبار اور ترقی کے اسباب بڑھتے ہیں اس طرح پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور مال وزر بڑھتا ہے یہ شعور اسے اللہ کی ان خیرات کی طرف تیار کرتا ہے جو فائدہ مند چیزوں کی صورت میں اللہ کریم نے اس کائنات میں ودیعت کی ہیں۔

⑤ اعمال کی تقسیم ایسی ترتیب سے ہوتی ہے جس سے ایک طرف تو گھریلو کاموں میں نظم آتا ہے دوسری طرف اس کا بیرونی کام بھی منظم ہوتا ہے۔ اس سے انسان کی اس ذمہ داری کی حد بندی بھی ہوتی ہے جو خاوند اور بیوی ہر ایک کے ذمہ ہیں۔ عورت گھریلو کام کاج کا خیال رکھتی ہے۔ اولاد کی تربیت کرتی ہے اور آدمی کے لئے ایسی اچھی فضا پیدا کرتی ہے جس سے اس کی تھکاوٹ کو آرام پہنچے اور وہ چستی پائے وہ ان مشقتوں سے سکون پائے جو اسے کمائی کرنے سے اور ضروریات اور گھر کے اخراجات کے مہیا کرنے میں پیش آتی ہیں۔ اس عدل والی تقسیم کا یہ فائدہ بھی ہے کہ ہر ایک اپنے فطری کام کو اس طرح کرے گا جس سے اللہ راضی ہو، لوگ اس کی تعریف کریں گے اور دیگر مبارک ثمرات بھی حاصل ہوں گے۔

⑥ شادی کے نتائج میں سے یہ بھی ہے کہ خاندانوں میں محبت کے تعلقات و روابط قوی ہوتے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں تقویت آتی ہے۔ جسے اسلام بابرکت بتاتا ہے اور اس کو مضبوط کرتا ہے اور سہارا دیتا ہے۔ ایسا معاشرہ جس میں روابط و محبت ہو وہ بڑا مبارک معاشرہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق اخبار ''الشعب'' جو ہفتہ کے روز ۶/۶/۱۹۵۹ کو شائع ہوا اس میں ہے کہ شادی شدہ لوگ غیر شادی شدہ سے زیادہ لمبی عمر پاتے ہیں وہ غیر شادی شدہ خواہ بیوگان کی صورت میں ہوں۔ طلاق یافتگان کی صورت میں ہوں یا سرے سے شادی ہی نہ کی ہو۔ رپورٹ نے یہ بھی کہا: کہ تمام دنیائے عالم میں لوگ چھوٹی عمر میں شادیاں کرنے لگے ہیں کہ شادی شدہ کی عمر زیادہ طویل ہوتی ہے۔ اقوام متحدہ نے جو یہ رپورٹ پیش کی اس کی بنیاد یہ ہوئی کہ بہت بحث اور اعداد و شمار جمع کیے گئے۔ جن پر کام ۱۹۵۸ء کے دورانیہ میں ہوا انہی عداد و شمار کی روشنی میں اس نے رپورٹ دی کہ دونوں جنسوں (یعنی مرد اور عورتوں) کی طرف سے شادی شدہ لوگوں کی وفات کا معاملہ غیر شادی شدہ کے مقابلے میں کہیں کم ہے اور یہ شرح اموات مختلف عمر کے لوگوں میں ہے۔ رپورٹ اختتام میں یہ بھی کہتی ہے کہ اسی بنیاد پر یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ شادی مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ حتیٰ کہ حمل ولادت کے خطرات بھی واضح ہیں لیکن اس کے باوجود یہ مشکلات لوگوں پر غیر نافع اثرات مرتب نہیں کرتیں۔ مزید رپورٹ نے یہ بھی کہا کہ اب عام اطراف عالم میں شادی کی عمر لڑکی کے لیے ۲۴ سال اور لڑکے کے لیے ۲۷ سال ہے۔ لیکن یہ پچھلے سالوں میں شادی کی متوسط عمر سے کہیں کم ہے۔

شادی کا حکم [1]

واجب نکاح:

تین شرائط سے نکاح واجب ہے جب کہ نکاح پر قدرت ہو، نفس شوق رکھے اور گناہ [2] میں مبتلا ہونے کا خوف ہو کیونکہ نفس کو حرام سے بچانا اور پاک دامن رکھنا واجب ہے اس لیے اس کی تکمیل شادی سے ہی ممکن ہے۔

---

[1] اس کے حکم سے مراد اس کا وجوب استحباب' حرمت وغیرہ ہے۔

[2] العنت کا مطلب زنا ہے اور یہ گناہ' بدکاری نیز مشکل کام پر بھی بولا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام قرطبی فرماتے ہیں جو شخص طاقت رکھتا ہو اور تنہا رہنے سے اسے اپنے نفس اور دین پر ضرر کا خدشہ ہو اس سے یہ حکم صرف شادی ہی کے ذریعے اٹھ سکتا ہے۔ ایسے شخص پر نکاح کے وجوب میں کوئی اختلاف نہ ہے۔

اگر نفس شادی کا شوق تو رکھتا ہے لیکن وہ بیوی پر خرچ کرنے سے عاجز ہو ایسے شخص کو اللہ کریم کا فرمان گنجائش دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ﴾

[سورة النور : ۳۳]

''اور چاہیے کہ وہ لوگ پاکدامنی اختیار کریں جو نکاح کی گنجائش نہیں پاتے حتیٰ کہ اللہ اُن کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

نیز اسے چاہیے کہ بکثرت روزے رکھے جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے نوجوانوں کی جماعت[1]! تم میں سے جو نکاح[2] کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔ بے شک یہ نظر کو بہت جھکانے والا اور شرم گاہ کی بہت حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو اس کی طاقت نہ رکھے اسے چاہیے کہ روزے رکھے یہ اس کے لیے خواہش نفسانی کو روکنے والا ہے''۔[3]

نکاح مستحب:

اس شخص کے لیے نکاح مستحب ہے جو اس کا شوق رکھے اور قدرت بھی رکھتا ہو لیکن اسے اپنے نفس پر حرام کے ارتکاب کا خوف نہ ہو یہ عبادت کی خاطر الگ رہنے سے بھی مناسب ہے کیونکہ رہبانیت کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔

طبرانی نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] معشر وہ جماعت جن کو ایک وصف شامل ہو۔

[2] یہاں لفظ ''الباءة'' ہے جس کا مطلب جماع کی قدرت ہے۔

[3] محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۹ ص ۱۱۲ حدیث نمبر ۵۰۶۶ ۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۱۸ حدیث نمبر (۱-۱۴۰۰)۔ یہاں مراد یہ ہے کہ شہوت کو ختم کرے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:

''اللہ نے ہمیں رہبانیت کے بدلے یک طرفہ آسان دین دیا ہے''۔

امام بیہقیؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''شادی کرو میں امتوں پر تمہاری کثرت سے فخر کروں گا۔ عیسائیوں کی رہبانیت کی طرح نہ ہو جاؤ''۔❶

حضرت عمرؓ نے ابوالزوائد سے کہا:

''تمہیں شادی سے یا تو عجز مانع ہے یا پھر تم فاجر ہو''۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

''شادی کے بغیر کسی صوفی کا تصوف پورا نہیں ہوتا''۔

حرام نکاح:

ایسے شخص کے لیے شادی کرنا حرام ہے جسے نہ شادی کی قدرت ہو' نہ شوق ہو اور وہ وطی اور خرچہ میں بھی رکاوٹ رکھتا ہو۔

امام طبریؒ فرماتے ہیں جب خاوند کو علم ہے کہ نہ وہ بیوی کو خرچ دے سکتا ہے نہ حق مہر ادا کر سکتا ہے اور نہ دیگر واجبات ادا کر سکتا ہے تو جب تک وہ اپنی حالت واضح نہ کر دے اس کے لیے شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ یا وہ اپنے نفس حقوق کی ادائیگی کی قوت پائے۔ اسی طرح اگر اس میں کوئی استمتاع❷ سے مانع علت ہے تو اس کی بھی وضاحت کرے تاکہ عورت کو اس سے دھوکہ نہ ہو۔ اسی طرح مرد کے لیے یہ بھی جائز نہ ہے کہ عورت کو دھوکہ دینے کے لیے جھوٹے نسب' مال یا کاروبار کا دعویٰ کرے۔

ایسے ہی عورت پر بھی واجب ہے کہ اگر وہ خاوند کے حقوق ادا نہیں کر سکتی یا اس میں کوئی ایسی وجہ ہے جو اس کے لیے استمتاع سے رکاوٹ ہے یعنی وہ پاگل ہے' جزامی یا برص والی ہے یا اس کی فرج میں کوئی بیماری ہو اس کو چاہیے کہ اپنے معاملے کی

---

❶ کیونکہ وہ انسانی فطرت کے خلاف ہے اور اللہ پاک فطرت کے خلاف شرع نہیں بناتے۔
❷ مراد جماع ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کرے دھوکہ نہ دے۔ جیسے سودا بیچنے والے پر واجب ہے کہ اپنے سودے کا عیب واضح کرے اگر زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے میں عیب پائے تو اسے رد کا حق حاصل ہے۔ اگر عورت میں کوئی عیب ہے تو مرد اس کو رد کر سکتا ہے اور دیا ہوا حق مہر واپس لے سکتا ہے۔

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنو بیاضہ کی ایک عورت سے شادی کی آپؐ نے اس کی کوکھ میں برص کا نشان دیکھا تو اسے لوٹا دیا اور فرمایا: ''تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا''۔

عنین❶ کی بیوی کے متعلق امام مالکؒ سے مختلف روایات مروی ہیں کہ جب عورت اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے مگر عنہ کی وجہ سے جدائی ہو جائے تو اس کے متعلق ایک دفعہ انہوں نے کہا کہ عورت کو پورا مہر ملے گا۔ دوسری دفعہ فرمایا کہ اس کے لیے نصف مہر ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد ان کے دو اقوال ہیں کہ وہ حق مہر کی مستحق کیسے ہوگی کیا محض سپرد کرنے سے؟ یا دخول بھی شرط ہے؟

مکروہ نکاح:

کسی شخص کے لیے اس وقت نکاح مکروہ ہے جب جماع اور خرچہ میں اس کی کوئی رکاوٹ ہو۔ لیکن اس میں عورت کو ضرر نہ ہو اس طرح کہ عورت صاحب مال یا جماع کا زیادہ شوق نہ رکھتی ہو۔ اگر اس میں نکاح کی وجہ سے یا اس کی طاعات میں یا علمی مشغولیت میں انقطاع آتا ہو تو اس کی کراہت زیادہ سخت ہوگی۔

مباح نکاح:

جب نہ شادی کے اسباب وجوب نہ ہوں نہ رکاوٹیں ہوں تب شادی کرنا جائز ہے۔

شادی پر قدرت رکھنے والے کے لئے تبتل کی ممانعت:❷

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپؐ سے تنہا رہنے کی شکایت کی اور کہا کیا ہم خصی نہ ہوں؟

---

❶ جو عورتوں کے پاس جانے یعنی جماع کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

❷ تبتل کا مطلب شادی اور اس کے نتائج کی لذتوں کو چھوڑ کر عبادت کو اختیار کرنا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو خصی ہوا اور جس نے خصی کیا وہ ہم میں سے نہیں''۔ [بروایت الطبرانی]

② حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون پر تبتل کو رد کیا اگر وہ اجازت دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔ ❶ یعنی اگر تبتل کی اجازت ہوتی تو ہمارا معاملہ مبالغہ میں خصی ہونے تک چلا جاتا۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو تبتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چاہتے تھے اس سے مراد یہ تھا کہ عورت' خوشبو اور لذت والی چیز سے علیحدہ ہو جائے۔ اسی لیے ان کے حق میں اللہ کریم نے فرمایا:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴾. [المائدة:٨٧]

''اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔ اور تم حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

شادی کو حج پر مقدم کرنا:

اگر انسان کو شادی کی حاجت ہو اور اس کے ترک سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو فریضہ حج پر شادی کو مقدم کرے لیکن اگر زنا کا خوف ہو تو پہلے حج کر لے۔ اسی طرح باقی فرض کفایہ' علم اور جہاد بھی ہیں کہ اگر زنا کا خدشہ نہ ہو تو انہیں نکاح سے مقدم رکھے۔

نکاح سے اعراض اور اس کے اسباب:

گزشتہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکاح ایسی ضرورت ہے جس سے بے پروائی نہیں ہے۔ اس سے مانع یا تو عجز ہے یا فجور ہے جیسا کہ امیر المومنین عمر

❶ محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۹ ص ۱۱۷ حدیث نمبر ۴۰۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اور رہبانیت کا اسلام میں کوئی درجہ نہیں ہے۔ نکاح سے اعراض کرنا انسان سے بہت سے فوائد اور خوبیاں چھڑوا دیتا ہے۔ امت مسلمہ کو شادی کے اسباب اور انکی تیاری کی طرف رغبت دلانے کے لیے یہی گفتگو کافی ہے۔ اس سے اتنا فائدہ ہوسکتا ہے جو مردوں عورتوں سب کے لیے برابر کفایت کرے۔

لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا کہ اکثر خاندان اسلام کی اس وسعت ظرفی اور بلندی تعلیم سے ایسے نکلے کہ انہوں نے شادی کے معاملے کو پیچیدہ کر دیا۔ اس میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ اس پیچیدگی کے نتیجے میں ایسے مسائل کھڑے ہوئے کہ کئی مرد وعورتیں تنہائی کے مصائب ومشکلات کا شکار ہوئیں انہوں نے بے حیائی اور فحاشی والے تعلقات قبول کر لیے اور شادی کی پیچیدگی سے جو مسائل کھڑے ہوئے دیہات کے معاشرے میں اتنے بکثرت ظاہر نہ ہوئے جتنے کہ شہری معاشرے میں ظاہر ہوئے۔

وجہ یہ ہے کہ دیہاتی معاشرہ کسی قدر اسراف اور پیچیدگی کے اسباب سے دور ہے۔ ہاں کچھ مالدار خاندان اس سے مستثنیٰ ہیں[1] لیکن شہروں میں تو یہ پیچیدگی بڑے عروج پر ہے۔

ان مسائل کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب مہر میں بھاری[2] رقوم مقرر کرنا ہے۔ اور خرچ اس قدر بڑی مقدار میں مانگے جاتے ہیں کہ خاوند اس کے بوجھ سے تھک جاتا ہے اور پریشان ہو جاتا ہے یہ تو معاملے کا ایک پہلو ہے۔ دوسری طرف حال یہ ہے کہ عورت جو اتنا خرچ طلب کرتی ہے اور مالداری کا یہ انداز اپناتی ہے تو پھر اس کے معاملے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں اور آدمی اپنی شریکہ حیات کے انتخاب سے بھی ڈرنے لگتا ہے۔

بلکہ بعض لوگوں نے تو شادی سے انکار ہی کر دیا کیونکہ ان کو کوئی عورت گھریلو ذمہ داری کے بوجھ اٹھانے کے قابل نظر نہیں آتی۔

---

1. یعنی وہ دیہاتوں میں بھی یہی رویہ رکھتے ہیں۔
2. حق مہر میں مبالغہ کی فصل دیکھیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے حالات میں اسلامی تعلیمات کی طرف لوٹنا چاہیے کہ اسلام عورت کی تربیت' فضیلت' پاکدامنی اور عزت وشرف کی بنیاد پر کرتا ہے اور اسے مہر میں کثیر رقم اور دیگر مشکلات نکاح کو ترک کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

بیوی کا انتخاب:

بیوی خاوند کا سکون ہے اس کی کھیتی ہے۔ اس کی شریکہ حیات ہے۔ اس کے گھر کی مالکہ اور اس کے بچوں کی ماں ہے۔ اس کے دل کی محبت اور راز و نیاز کی جگہ ہے۔ یہ خاندان کے ارکان میں سے اہم رکن ہے۔ یہ اولاد کو اچھا بنانے والی ہے۔ بچے اس سے بہت سی خوبیاں اور صفات حاصل کرتے ہیں۔ اس کی گود میں بچپن کے جذبات بنتے ہیں۔ اس کے احساسات پرورش پاتے ہیں۔ ماں سے وہ اپنی زبان تہذیب وعادات سیکھتے ہیں۔ اسی سے وہ اپنے دین سے متعارف ہوتے ہیں اور معاشرے کے میل جول کے عادی بنتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے نیک بیوی کے انتخاب کا اہتمام کیا ہے اور اسے بہترین فائدہ قرار دیا ہے کہ جس کا شوق وحرص رکھنا بھی مناسب ہے اور اچھی بات یہی ہے کہ وہ دین کی حفاظت کرتی ہو۔ اچھی عادات پر کاربند ہو۔ خاوند کے حق کا بھی خیال رکھے اور بچوں کی تربیت بھی کرے۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جن کا انتخاب زوجہ میں خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

اس کے علاوہ جو دنیا کی ظاہری خوبیاں ہیں ان سے اسلام نے منع کیا اور بچنے کی تلقین کی ہے۔ لیکن اس سے ممانعت تب ہے جب کہ یہ دنیا کی ظاہری خوبیاں خیر' فضل وصلاح سے خالی ہوں۔ لیکن اکثر لوگ مال کثیر' فتنہ انگیز حسن' لمبا چوڑا مرتبہ اور گہرے نسب کی تلاش میں رہتے ہیں۔

یا شرف اباء کو دیکھا جاتا ہے نہ اس کے ذاتی کمال کو دیکھا جاتا ہے نہ حسن تربیت کو۔ جب ایسے حالات ہوں تو شادی کا پھل کڑوا ہوتا ہے اور تکلیف دہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اسی لیے نبی مکرم ﷺ نے اس طرح شادی کرنے سے ڈرایا۔ فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"خضراء الدمن سے بچو"۔ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خضراء الدمن [1] کیا ہے فرمایا "خوبصورت عورت جو پیدا ہونے کی بری جگہ پر ہو"۔ [2] اور یہ بھی فرمایا: عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے شادی نہ کرو۔ شاید ان کا حسن انہیں تباہ کردے اور ان سے ان کے مال کی وجہ سے شادی نہ کرو شاید ان کا مال انہیں سرکش بنا دے۔ لیکن دین کی نبیاد پر ان سے شادی کرو۔ وہ لونڈی جو ناک اور کان کے عیب والی ہوں لیکن دیندار ہو وہ افضل ہے۔ [3]

یہ بھی فرمایا کہ اگر خاوند مال وجمال کی ٹوہ میں رہے اور خاندان کے معاملات اور اس کے کام کاج کے خیال کو مدنظر نہ رکھے ایسے شخص نے اپنے مقصود کے الٹ معاملہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے شادی کرے گا تو اللہ کریم اسے فقر میں زیادہ کرے گا۔ جو کسی عورت سے اس کے حسب کی وجہ سے شادی کرے گا۔ اسے اللہ گھٹیا پن میں زیادہ کرے گا جو اس نظریے سے شادی کرے کہ اپنی نگاہ جھکائے۔ شرم گاہ کی حفاظت کرے اور صلہ رحمی کرے تو اللہ خاوند کو اس میں اور اس کو خاوند میں برکت دے گا۔ (بروایت ابن حبان فی الضعفاء)

اس سے ڈرانے کا مقصد یہ ہے کہ خاوند کی تمام تر توجہ انہیں دنیاوی مقاصد پر نہ ہو اگر وہ ایسا کرے گا تو نہ وہ رفعت حاصل کر سکے گا نہ یہ مقاصد اسے بلندی دیں گے۔

بلکہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے تو دین وافر ہو۔ کیونکہ دین سوچ وفکر کی رہنمائی ہے۔ پھر ثانوی حیثیت میں وہ صفات ہوں گی جن کی انسان کو طبعاً خواہش اور میلان نفس ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال، حسب جمال اور دین کی وجہ سے تم دین والی کے ساتھ کامیاب ہو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ [4]

---

[1] دمن وہ ہے جو تباہی کے بعد گھروں کے آثار سے بچ رہے۔ [2] دار قطنی اس کے ساتھ واقدی راوی متفرد ہے جو ضعیف ہے۔ [3] عبد بن حمید۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی ضعیف راوی ہے۔

[4] محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۹ ص ۱۳۲ حدیث نمبر ۵۰۹۰۔ ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸۶ حدیث نمبر (۵۳۔۱۴۶۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے نیک عورت کی یہ تعیین کی کہ وہ خوبصورت' نیک' فرمانبردار اور امانت دار ہو۔ فرمایا: عورتوں میں سے وہ بہتر ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو تجھے خوش کرے۔ جب تو اسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے۔ جب تو اسے قسم دے تو وہ پوری کردے۔ اور جب تو اس سے غیر حاضر ہو تو وہ اپنی جان اور تیرے مال میں تیری محافظہ ہو۔ [بروایت نسائی وغیرہ بسند صحیح]

وہ خوبیاں جن کا مخطوبہ لڑکی میں وافر ہونا لازم ہے وہ یہ ہیں کہ کریم الطبع ہو۔ مزاج کے اعتدال میں مشہور ہو۔ پرسکون اعصاب والی ہو۔ نفسانی انحراف و ٹیڑھ سے بعید ہو۔ ایسی لڑکی ہی اس قابل ہوگی کہ اپنے بچوں پر شفقت کرے اور اپنے خاوند کا خیال رکھے۔

آپ ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے اپنے صاحب اولاد ہونے کا عذر کیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے قریشی عورتیں اچھی ہیں بچپن میں بچے پر شفیق ہوتی ہیں [1] اور اپنے خاوند کے مال کی محافظ ہوتی ہیں۔ [2]

پیاری اور اچھی جڑ کی طبیعت ہے کہ اس سے اس جیسی شاخ نکلتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

"لوگ کانوں کی طرح ہیں جیسے سونے چاندی کی کانیں ہوں ان میں سے جو جاہلیت میں بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں جب کہ وہ فقاہت حاصل کرلیں۔ عمدہ چیز اپنی ہی جیسی شاخوں کو اگاتی ہے وہ اپنے اگنے کی جگہ میں کھجوریں لگاتی ہے۔"

ایک آدمی نے ایک ایسی عورت کو پیغام نکاح دیا جو حسب ونسب میں اس

---

[1] احناہ: یعنی زیادہ شفقت والی۔

[2] ارعاہ: یعنی بہت خیال رکھنے والی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قریب کا بھی نہ تھا تو اس نے شعر کہا۔

ترجمہ : ”خواہش کی آنکھ پر بلند حسب روپڑا
ناقص نسب والے سے کہ ان دونوں کو جمع کر دیا جائے۔“

شادی کے اولین مقاصد میں سے عمدہ اولاد ہے۔ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ عورت اچھی اولاد والی ہو۔ اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اس کو اس کی ہم مثل لڑکیوں، بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں پر قیاس کیا جائے۔ ایک شخص نے ایک بانجھ عورت کو پیغام نکاح بھیجا تو کہا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا ہے جو خوبصورت بھی ہے اور حسب نسب والی ہے لیکن بانجھ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”زیادہ بچے جنم دینے والی اور محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو۔ میں قیامت والے دن تمہاری کثرت سے امتوں پر فخر کروں گا“۔ ❶

ودود وہ عورت ہے جو خاوند کے نزدیک بڑی محبوب ہو۔ اس کی رضا میں اپنی توانائی خرچ کرتی ہو۔ انسان طبعی طور پر خوبصورتی کو پسند کرتا ہے جب کوئی خوبصورت چیز انسان سے دور ہوتی ہے تو اس کے نہاں خانہ دل میں ہمیشہ یہ خیال وشعور رہتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے کوئی چیز گم پاتا ہے۔

جب وہ چیز اس کے قبضے میں آجاتی ہے اور وہ اس پر غلبہ پالیتا ہے تو اس کے نفس کو سکون ملتا ہے اس کے دل کو خوشی اور سعادت ملتی ہے۔ اسی لیے بیوی کو چنتے وقت اسلام نے کسی قدر خوبصورتی کو ساقط نہیں کیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ:

”اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے“۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا پھر اس کی خبر نبی مکرم ﷺ کو دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو دیکھو یہ بات تمہارے لئے محبت

---

❶ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۴۲ حدیث نمبر ۲۰۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعشرت کے دوام کا سبب ہوگی۔ [1] ایک آدمی نے انصار کی کسی عورت کو پیغام نکاح دیا تو اسے بھی نصیحت فرمائی کہ:

"اسے دیکھو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے"۔ [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جس عورت سے شادی کرنا چاہتے تھے اس کو دیکھنے کے لیے چھپتے تھے تاکہ جو اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے اس کو دیکھ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض عورتوں کو بھیجا کرتے تھے تاکہ مخفی عیوب کو دیکھیں اسے کہتے: اس کا منہ، بغلیں سونگھنا اور اس کی ایڑیاں دیکھنا۔

یہ بھی مناسب ہے کہ لڑکی کنواری ہو کیونکہ وہ سادہ ہوتی ہے اسے پہلے مردوں سے تعلق نہیں ہوتا۔ یہی چیز اس کے نکاح کی پختگی میں مددگار ثابت ہوگی۔ لڑکی کے دل میں اپنے خاوند کی محبت نسبتاً زیادہ ہوگی قول مشہور ہے:

"محبت پہلے محبوب کی ہی ہوتی ہے"۔

جب حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے شادی شدہ عورت سے نکاح کیا تو آپؐ نے فرمایا: کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ وہ تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم اس کے ساتھ کھیلتے۔ انہوں نے بتایا کہ میرا والد چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے۔ [3] انہیں اس بات کی ضرورت تھی کہ ان کے کاموں کی نگرانی ہو اور شادی شدہ عورت کنواری سے زیادہ خیال رکھتی ہے کیونکہ کنواری گھریلو کام میں تجربہ و مشق نہیں رکھتی۔

یہاں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ خاوند اور بیوی میں عمر، کاروبار، تہذیب اور دیگر اجتماعی چیزوں میں سطح قریب قریب ہو۔ ان شعبوں میں باہم قریب قریب ہونا باہمی الفت اور دوام عشرت کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ بنت محمدؐ کو پیغام نکاح بھیجا تو آپؐ

---

[1] احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۴ص ۲۴۶۔ [2] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ص ۱۰۴۰ حدیث نمبر ۱۴۲۴-۷۴۔

[3] محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۹ص ۳۴۲ حدیث نمبر ۵۲۴۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: وہ چھوٹی ہے لیکن جب حضرت علیؓ نے پیغام نکاح دیا تو اس سے شادی کردی۔ یہ چند چیزیں ہیں جن کی اسلام نے رہنمائی کی ہے کہ جو شخص شادی کرنا چاہے وہ انہیں مشعل راہ بنائے اور ان کی روشنی میں اسلام کی راہ پر چلے۔

جب ہم بیوی کے انتخاب میں ان امور کا خیال کریں گے تو بہت ممکن ہے کہ ہم اپنے گھروں کو ایسا باغ بنائیں جس میں دل خوش رہے خاوند سعادت مند ہو' نیک اولاد تیار ہو جس سے امتیں پاکیزہ اور باعزت زندگی گزاریں۔

خاوند کا انتخاب:

ولی کو چاہیے کہ اپنی بیٹی/ بہن کا نکاح کسی دین' اخلاق' شرف اور اچھی عادات والے شخص سے کرے۔ اگر وہ اس کے ساتھ زندگی گزارے گا تو اچھے طریقے سے اور اگر وہ اسے رخصت کرے گا تو احسان سے کرے گا۔ امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم[1] میں فرماتے ہیں۔ لڑکی کے متعلق احتیاط بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ وہ نکاح سے لونڈی بن جاتی ہے وہ اس سے خلاصی نہیں رکھتی لیکن خاوند ہر حال میں حق طلاق رکھتا ہے۔ جب وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی ظالم' فاسق' دوری والے' شراب کے عادی سے کرے گا تو اس نے اپنے دین میں جرم کیا اور اللہ کی ناراضگی مول لی کیونکہ اس کے ساتھ بُرے انتخاب سے قطع رحمی کا مظاہر کرتا ہے۔

ایک آدمی نے حضرت حسنؓ بن علیؓ سے کہا: میری ایک لڑکی ہے' آپؓ کے خیال میں کس سے اس کا نکاح کروں؟ فرمایا اس کا نکاح کسی متقی شخص سے کرنا اگر یہ اسے محبوب ہوگی تو وہ اس کی عزت کرے گا اگر محبت نہ کرے تو ظلم نہ کرے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نکاح غلامی ہے تم میں کوئی یہ دیکھے کہ وہ اپنی بیٹی/ بہن کو کہاں رکھتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنی بیٹی/ بہن کا نکاح کسی فاسق سے کردیا اس نے اس سے قطع رحمی کی'' ابن حبان نے اس کو ضعفاء میں حضرت انسؓ سے روایت کیا اور صحیح سند کے ساتھ بقول شعبی ثقات میں بھی روایت کیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: ''جو گناہوں پر اصرار کرتا ہو اس سے شادی کرنا مناسب نہیں''۔

---

[1] شائد اس سے مراد ان کی کتاب احیاء علوم دین ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منگنی

خِطبہ (یعنی منگنی) جلسہ اور قعدہ کی طرح فعلہ کے وزن پر ہے کہا جاتا ہے خطب المرء ة یخطبها خطبا و خطبة یعنی جو شخص کسی عورت سے لوگوں میں معروف ذریعے سے شادی کرنا چاہتا ہو۔ اور اسی طرح خطاب اس مرد کو کہا جاتا ہے جو پیغام نکاح میں تصرف کرتا ہو۔ خطیب' خاطب اور خطب اس مرد کو کہتے ہیں جو پیغام نکاح دے اور ایسی عورت کو خطب اور خطیہ کہتے ہیں اور خطب مخطب اس کلام کو کہتے ہیں جس میں کوئی کسی کی مدح کرے اور وعظ کرے۔ منگنی شادی کی ابتدائی چیزوں میں سے ہے۔ اللہ کریم نے مشروع کیا ہے کہ شادی کے بندھن میں بندھنے سے پہلے ایک دوسرے کو پیغام بھیجیں تاکہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے سے متعارف ہو اور شادی کا اقدام بصیرت اور رہنمائی پر ہو۔

کس عورت سے منگنی کرنا جائز ہے:

منگنی کرنا دو شرائط سے جائز ہے:

اول: وہ ان شرعی موانع سے خالی ہو جن کی موجودگی میں اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

ثانی: اس سے پہلے اس عورت کو کسی نے پیغام نکاح نہ بھیجا ہو۔

اگر وہاں کوئی شرعی رکاوٹ ہو کہ اسباب تحریم میں سے کوئی رشتہ ہو' خواہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا وقتی حرمت ہو یا کسی اور نے اس کو پہلے پیغام نکاح دیا ہو۔ ایسی عورت کو پیغام نکاح دینا جائز نہیں ہے۔

عدت والی عورت کو پیغام نکاح دینا:

عدت والی عورت کو پیغام نکاح دینا حرام ہے خواہ وہ عدت وفات میں ہو یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدت طلاق میں اور طلاق بھی خواہ بائنہ ہو یا رجعیہ۔ اگر وہ طلاق رجعی والی عدت میں ہو تو اسے پیغام نکاح دینا حرام ہے۔ اس لیے کہ ابھی وہ اپنے خاوند کے حق میں ہے' اسے کسی بھی وقت رجوع کا حق حاصل ہے۔ اگر وہ طلاق بائن سے عدت گزار رہی ہو تو اسے بھی سریحا پیغام نکاح دینا حرام ہے کیونکہ وہ نکاح جدید سے خاوند کے حق سے متعلق ہے۔ اگر کسی نے پہلے پیغام نکاح دیا ہو تو اس کے پیغام پر پیغام دینا اس پر زیادتی کے مترادف ہے۔ اگر عدت وفات میں ہو تو اس کو اشارہ نکاح جائز ہے لیکن دوران عدت صراحت نہ کرے کیونکہ وفات سے تعلق زوجیت منقطع ہو چکا اور فوت ہونے والے کا بیوی پر حق زوجیت باقی نہ رہا۔ لیکن وضاحت سے پیغام دینا حرام ہے ایک طرف سے تو بیوی کے سوگ کا خیال رہے جب کہ دوسری طرف ورثاء کے احساسات کا خیال رکھنا مقصود ہے۔

اللہ کریم نے فرمایا:

﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ﴾.

''اور تم پر کچھ گناہ نہ ہے اس بات میں کہ تم جس کے ساتھ عورتوں کے پیغام نکاح سے اشارہ کرو یا تم اس کو اپنے نفسوں میں چھپاؤ' اللہ نے جان لیا کہ تم عنقریب ان سے اس کا ذکر کرو گے لیکن ان سے پوشیدہ وعدہ نہ کرنا الا یہ کہ تم معروف بات کہو اور نکاح کی گرہ کو پختہ نہ کرو جب تک کہ کتاب اپنے مقررہ وقت تک پہنچے اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو تمہارے نفسوں میں ہے تو تم اس سے ڈرو۔'' [سورۃ البقرۃ:۲۳۵]

اس آیت میں نساء سے وہ عورتیں مراد ہیں جو وفات زوج کی عدت میں ہوں کیونکہ کلام کا سیاق انہی کے متعلق ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعریض کا معنی یہ ہے کہ متکلم ایسی بات کہے کہ جس سے اس بات کا پتہ چلے جو اس نے نہیں کہی۔ جیسے وہ اس طرح کہے کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں یا کہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے لیے نیک بیوی میسر کر دے یا وہ کہے اللہ عنقریب تجھے خیر دینے والا ہے۔ عدت والی عورت کو تحفہ دینا جائز ہے۔ یہ بھی تعریض میں سے ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اپنے آپ کی تعریف کرے اور شادی کے اشارے کے طور پر اپنے فخریہ کارنامے ذکر کرے۔ حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین نے بھی ایسا کیا سکینہ بنت حنظلہ نے کہا کہ مجھ پر بن محمد بن علی نے اجازت مانگی اور ابھی تک میرے خاوند کی وفات [1] کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میری رسول اللہ ﷺ سے قرابت ہے، حضرت علیؓ سے قرابت ہے اور میرا عرب میں کیا مقام ہے۔

فرماتی ہیں میں نے کہا: ابوجعفر اللہ تمہیں معاف کرے۔ تم سے مواخذہ ہوگا تم عدت میں مجھے پیغام نکاح دیتے ہو؟ کہا میں نے تو تمہیں بتایا کہ میری رسول اللہ ﷺ اور علیؓ سے قرابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئے جب کہ وہ ابوسلمہؓ سے بیوہ تھیں [2] آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ کا رسول ﷺ اور اس کا بہترین بندہ ہوں۔ اور میری قوم میں میرا ایک مقام ہے یہی ان کا پیغام نکاح تھا۔ [3] اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عدت والیوں کو پیغام نکاح دینا حرام ہے اور طلاق بائن والی عورت اور عدت وفات والی کو اشارہ کرنا جائز ہے جبکہ طلاق رجعی والی عورت کو پیغام نکاح دینا حرام ہے۔

اگر عدت کے دوران پیغام صراحت سے دے دے لیکن نکاح عدت کے گزرنے کے بعد کرے تو اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں دخول ہوا یا نہیں ان میں جدائی ڈال دی جائے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں گو کہ اس نے صریح ممانعت کا ارتکاب کیا ہے لیکن چونکہ جہت بدل گئی ہے اس لیے عقد

---

[1] مہلک کا مطلب وفات ہے۔　[2] متایمہ کا مطلب بیوہ ہے۔

[3] بروایت دارقطنی۔ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ محمد بن علی بن باقر نے نبی ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح صحیح ہوگا۔

اگر نکاح اور دخول دونوں دوران عدت ہوں تو اس بات پر اتفاق ہے کہ ان دونوں میں جدائی ڈال دی جائیگی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ اس کے بعد اس کے لیے جائز بھی ہے یا نہیں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ لیث رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کے بعد اس سے شادی کرنا جائز نہ ہے جب کہ جمہور علماء کا قول ہے کہ جب عدت گزر جائے اگر چاہے تو اس سے شادی کرسکتا ہے۔

منگنی پر منگنی کرنا:

منگنی پر منگنی حرام ہے کیونکہ اس میں پہلے پیغام نکاح بھیجنے والے پر زیادتی اور برائی کا سلوک ہے اور اس سلوک سے خاندانوں میں مخالفت پیدا ہوتی ہے۔ اس زیادتی والے سلوک سے امن والے لوگوں میں پریشانی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''مؤمن مؤمن کا بھائی ہے اس کے لیے جائز نہ ہے کہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرلے اور جب تک ایک چھوڑ نہ دے [1] دوسرا اس کی منگنی پر منگنی نہ کرے۔ [2] منگنی پر منگنی کی حرمت تو تب ہے جب کہ پہلے پیغام دینے والے کے پیغام'' کو لڑکی قبول کرے اور اس لڑکی کا ولی بھی وضاحت کردے کیونکہ اس کا اذن معتبر ہے۔

اگر پہلا پیغام رد کردیا جائے تو پیغام نکاح دینا جائز ہے یا قبول تو کیا مگر واضح نہیں بلکہ اشارے کنائے سے جیسے کہے تم سے کوئی بے رغبتی تو نہیں یا دوسرے کو پہلے شخص کے پیغام کے متعلق علم نہ ہو یا انکار کردے قبول ہی نہ کرے یا پہلا شخص دوسرے کو اجازت دے۔ ترمذیؒ نے امام شافعیؒ سے اسی معنی میں حدیث بیان کی ہے۔

---

[1] یذر کا مطلب چھوڑ دے ہے۔

[2] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۲۔ حدیث نمبر ۵۰۔ ۱۴۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی شخص کسی کو پیغام نکاح دے اور وہ اس سے راضی بھی ہو اور اس کی طرف مائل بھی ہو تو اس کی منگنی پر منگنی کرنا جائز نہ ہے۔

اگر علم نہ ہو کہ وہ راضی ہے یا اس طرف مائل ہے تو پھر پیغام دینے میں کچھ حرج نہ ہے جب پہلے کی منگنی پر دوسرا منگنی بھی کر لے اور نکاح بھی کر لے تو وہ گناہ گار ہوگا۔ لیکن نکاح جائز ہوگا کیونکہ ممانعت تو منگنی کی تھی اور شادی کے درست ہونے میں یہ شرط نہیں ہے اس (منگنی) کے غیر صحیح ہونے سے نکاح فسخ نہ ہوگا۔

داؤد ظاہری کہتے ہیں دوسرا پیغام دینے والا اگر نکاح کرے گا تو خواہ دخول ہوا یا نہیں ہوا اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔

منگیتر کو دیکھنا:

جو چیز زوجیت کی زندگی کو سعادت مند کرتی ہے اور برکت کے ساتھ احاطہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ منگیتر کو دیکھ لیا جائے تاکہ جو چیز اس کو اتفاق پہ مجبور کرتی ہے اسے پہچان لے یا اس کی وہ برائی بھی دیکھ لے جو اسے اس کے علاوہ کسی اور کی طرف پھیرتی ہے۔

عقل مند وہ ہے جو کسی کام میں داخل ہونے سے پہلے اس کو پرکھ لے۔

اعمش کہتے ہیں جو شادی بغیر دیکھنے کے ہو اس کا آخر غم واندوہ ہوتا ہے۔

اس نظر کو شریعت نے مندوب کہا اور اس کی ترغیب بھی دلائی ہے:

① حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اس کے لیے اگر ممکن ہو کہ اس کے اسباب دعوت کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ ایسا کر لے''۔ [1]

② حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بنوسلمہ کی عورت کو پیغام نکاح دیا تو میں چھپتا تھا تاکہ میں اس کو دیکھ سکوں۔ (بروایت ابوداؤد)

---

[1] سلیمان بن اشعث، سنن أبی داؤد ج ۲ ص ۵۶۵ حدیث نمبر ۲۰۸۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ مغیر بن شعبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ فرمایا نہیں، فرمایا اسے دیکھ لو۔ کیونکہ یہ چیز تم میں اتفاق کو ہمیشہ کرنے والی ہے''۔ ❶

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک عورت کو پیغام نکاح دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا اس کو دیکھ لو۔ کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔ ❷

جن مقامات کو دیکھا جاسکتا ہے:

جمہور علماء کے نزدیک صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھی جاسکتی ہیں اور کچھ نہیں کیونکہ چہرہ دیکھنے سے خوبصورتی اور بدصورتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ہتھیلیوں سے جسم کے ملائم ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ سارے بدن کو دیکھا جاسکتا ہے اوزاعی کہتے ہیں گوشت کے مقامات کو دیکھا جاسکتا ہے۔ احادیث نے نظر کے مقام کی تعیین نہیں کی بلکہ مطلق رکھا ہے کہ اس مقام کو دیکھا جاسکتا ہے کہ جسے دیکھنے سے مقصود حاصل ہوسکتا ہے۔ ❸

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن کی بیٹی ام کلثوم کا پیغام نکاح بھیجا انہوں نے ان کا چھوٹا ہونا ذکر کیا اور کہا میں اسے آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اگر آپ راضی ہوں تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے۔ آپؓ نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا انہوں نے اس کی پنڈلی سے کپڑا اٹھایا تو وہ بولیں اگر آپؓ امیر المومنین نہ ہوتے تو میں آپؓ کی آنکھ پھوڑ دیتی۔

---

❶ احمد بن شعیب، سنن النسائی ج ۶ ص ۶۹۔

❷ مسلم بن الحجاج صحیح۔ مسلم ج ۲ ص ۱۰۴۰ حدیث نمبر ۷۴۔ ۱۴۲۴۔ لیکن یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بجائے کسی اور آدمی کے متعلق ہے۔ ان کی آنکھوں میں چھوٹائی یا کمزوری کے اقوال ہیں۔

❸ فتح العلام ج ۲ ص ۸۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب لڑکی کو دیکھے لیکن پسند نہ آئے تو خاموش رہے ایسی کوئی بات نہ کہے جس سے اسے تکلیف ہو اور شاید جو وصف اس کو پسند نہیں آیا وہ کسی اور کو پسند آ جائے۔

عورت کا مرد کو دیکھنا:

نظر کا حکم کوئی مرد تک محدود نہ ہے بلکہ عورت کے لیے بھی اس کا حکم ثابت ہے۔عورت کے لیے بھی جائز ہے کہ اپنے منگیتر کو دیکھ لے کیونکہ عورت کو بھی مرد سے وہ کچھ اچھا لگتا ہے جو مرد کو عورت سے اچھا لگتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''اپنی بیٹیوں کی شادی بدصورت مرد سے نہ کرو۔ عورتوں کو مردوں سے وہ کچھ اچھا لگتا ہے جو مردوں کو عورتوں سے اچھا لگتا ہے''۔

صفات کو پہچاننا:

نظر تو جمال وقباحت ہی سے واضح ہوتی ہے اور جو باقی عادات ہیں وہ پوچھنے پچھوانے سے ہی پہچانی جاتی ہیں۔ ہمسایوں اور محلہ داروں سے گفتگو سے پتا چلتا ہے یا بعض پر اعتماد شخصوں کے واسطے سے جیسے ماں' بہن کے ذریعے پوچھ لے۔

نبی مکرم ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ایک عورت کی طرف بھیجا فرمایا: ''اس کی ایڑیاں دیکھنا' اس کی گردن کے کنارے دیکھنا' ایک روایت میں ہے کہ اس کے دانتوں کو سونگھنا۔ [بروایت احمد' حاکم' طبرانی' بیہقی]

امام غزالی رحمہ اللہ نے کتاب احیاء علوم دین میں فرمایا: اس کے اخلاق واوصاف اور جمال کے متعلق ایک دیکھنے والے اور سچے شخص سے سوال کرنا چاہیے جو ظاہر وباطن سے باخبر ہو۔ نہ خود اس کی طرف مائل ہو کہ تعریف میں مبالغہ کرے نہ اس سے حسد کرتا ہو کہ کمی کرے۔ طبیعتیں شادی کے اول مراحل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور شادی کرنے والوں کے متعلق افراط وتفریط کا میلان بھی رکھتی ہیں کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ سچ بھی ہو اور میانہ روی بھی۔ بلکہ اس میں دھوکہ اور بڑھانا چڑھانا ہوتا ہے۔ اس لیے اس امر میں احتیاط ضروری ہے خصوصاً اس نفس کے لیے جسے غیر زوجہ کی طرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میلان کا خدشہ ہو۔

منگیتر کے ساتھ تنہائی کے خطرات:

منگیتر کے ساتھ خلوت حرام ہے کیونکہ وہ نکاح تک اس کے لیے حرام ہے نظر کے سوا شریعت میں کچھ جائز ووارد نہ ہے۔ تحریم اپنی جگہ قائم ہے۔ کیونکہ خلوت میں ممنوعات کے ارتکاب کے ڈر سے نہیں بچایا جا سکتا۔ لیکن جس وقت محرم موجود ہو تو خلوت جائز ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں گناہ کے وقوع سے رکاوٹ ہوگی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو۔ بے شک ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے"۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ الگ نہ ہو جو اس کے لیے حلال نہ ہو مگر ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے مگر محرم کے لیے (گنجائش ہے)۔ [1]

تنہائی میں سستی کے خطرات ونقصانات:

اکثر لوگ اس میں سستی کرتے ہیں اپنی بیٹی یا اپنی قریبہ کے لیے منگیتر کے ساتھ الگ ہونا بغیر کسی نگرانی کے جائز سمجھتے ہیں کہ وہ بغیر نگرانی کے جہاں چاہے اسے لے جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت اپنے شرف کو ضائع کرتی ہے' پاکدامنی کو داغ دار کرتی ہے۔ اور اپنے تقدس کو پامال کرتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ شادی مکمل نہیں ہو پاتی اور مزید یہ نقصان بھی ہوتا ہے کہ اور شادی بھی نہیں ہوتی۔

لیکن اس کے برعکس سخت مزاج گروہ ایسا بھی ہے جو اپنی بیٹی منگیتر کو دیکھنے نہیں دیتے اور صرف یہی کہتا ہے کہ اسے دیکھے بغیر اس سے راضی ہو یا صرف شادی

---

[1] احمد بن حنبل' مسند امام احمد ج ا ص ۲۶۔ لیکن یہ روایت حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی رات ہی اسے دیکھے۔ اور کبھی زوجین کی باہم رویت اچانک اور غیر متوقع ہوتی ہے۔ پھر اس سے بسا اوقات ایسی مخالفت و جدائی پیدا ہو جاتی ہے جس کا تصور بھی نہیں ہوتا۔

بعض لوگ محض تصویر/فوٹو پر گزارا کرتے ہیں لیکن درحقیقت اس سے تسلی بخش رہنمائی نہیں ملتی۔ اس سے حقیقت کی باریک تصویر کشی بھی نہیں ہوتی۔

سب سے بہتر وہ امر ہے جو اسلام کا لایا ہوا ہے اس میں دونوں کے حق رویت کا خیال بھی ہے اور خلوت سے اجتناب بھی۔ جس سے شرافت کا خیال رہتا ہے اور عزت کو تحفظ ملتا ہے۔

منگنی سے پھر جانا اور اس کا اثر:

منگنی وہ مقدمہ ہے جو نکاح سے پہلے کی جاتی ہے یہاں ایک مشکل ہے جس نے اس مسئلے کو زیادہ پیچیدہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ سارا حق مہر یا کچھ حصہ ادا کر دیا جاتا ہے اور اس سے پہلے جو تحفہ تحائف دیئے جاتے ہیں تا کہ تعلق مضبوط ہوں اور نیا تعلق قائم رہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ منگیتر یا مخطوبہ لڑکی دونوں اکٹھے انکار کر دیتے ہیں۔ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور کیا اس صورت میں لڑکی کو دیئے ہوئے تحائف واپس کئے جائیں گے؟

منگنی محض نکاح کا وعدہ ہے۔ یہ ایسا عقد نہیں جس سے لزوم ثابت ہو اور اس کو پورا نہ کرنا دو وعدہ کرنے والوں میں سے ہر ایک کا حق ہے۔ اور شارع نے وعدہ خلافی پر کوئی مالی سزا مقرر بھی نہیں کی ہے جس کے تقاضے کے مطابق وعدہ خلاف کو سزا دی جائے۔ گو کہ اس کو بری عادت کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ منافقین کی صفات میں سے ہے۔ ہاں جب کہ وہاں کوئی ایسی لازمی صورت ہو کہ جو عدم وفاء کا تقاضا کرتی ہو صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''منافق کی تین علامات ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے خلاف کرتا ہے اور جب امانت دیا جائے خیانت کرتا ہے''۔ [1]

---

[1] متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح تحقیق البانی ج ۱ ص ۲۳ حدیث نمبر ۵۶،۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وقت وفات آیا تو فرمایا: ایک قریشی کا نام لیا اور فرمایا فلاں کو دیکھو کیونکہ میں نے اس کو اپنی بیٹی کے حوالے سے ایسی بات کہی تھی جو وعدے کے مشابہ تھی۔ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اللہ کریم سے ایک تہائی نفاق سے ملوں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو رشتہ دے دیا۔ منگیتر جو پہلے مہر دے تو اسے واپسی کا حق ہے۔ کیونکہ اس نے وہ شادی کے مقابلے اور عوض میں دیا تھا اور جب شادی نہ ہوئی تو مہر میں سے بھی کسی چیز کا حق دار نہیں بنا جا سکتا اور دینے والے کو واپس کرنا واجب ہے کیونکہ یہ محض اسی کا حق ہے۔ رہے تحفے تو ان کا حکم ہبہ والا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہبہ میں رجوع جائز نہ ہے جب کہ عوض کی نیت سے نہیں بلکہ محض نیکی کے لیے دیا ہو۔ کیونکہ جب ہبہ شدہ چیز موہوب لہ کے قبضے میں آ گئی تو اس کی ملکیت میں آ گئی۔ اس کے لیے اس میں تصرف بھی جائز ہے۔ پھر واہب کے لیے اس میں رجوع ایسے ہی ہے جیسا کہ بغیر رضا کے کسی کا مال چھیننا ہے۔ اور یہ عقلاً و شرعاً دونوں طرح باطل ہے۔ [1]

لیکن جب دینے والا لینے کی غرض سے دے تاکہ اسے اس کا بدلہ بھی ملے اور موہوب لہ ایسا نہ کرے تو اسے اپنا ہبہ واپس لینے کا حق حاصل ہے کیونکہ اس طرح اس کا ہبہ معاوضہ کے طور پر تھا۔ جب وہ پورا نہ ہوا (جو کہ نکاح تھا) تو اسے اپنے ہبہ کو واپس لینے کا حق حاصل ہے اس میں اصل یہ ہے کہ:

① جس کو اصحاب السنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لیے جائز نہ ہے کہ وہ کوئی عطیہ دے یا ہبہ کرے پھر اس میں رجوع کرے صرف باپ کو اپنی اولاد کے ہبہ کی واپسی کی اجازت ہے۔ [2]

② حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح یہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے ہبہ میں لوٹنے والا ایسے ہے جیسے اپنی قے میں لوٹنے والا ہے''۔ [3]

---

[1] اعلام الموقعین ج ۲ ص ۵۰۔ [2] سلیمان بن اشعث 'سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۸۰۸ حدیث نمبر ۳۵۳۹۔

[3] محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۵۳ حدیث نمبر ۱۴۹۰۔ ومسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۲۴۱ حدیث نمبر ۷۔۱۶۲۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ حضرت سالم اپنے باپ سے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جس نے کوئی تحفہ دیا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک اسے عوض نہ مل جائے۔

ان احادیث میں تطبیق کا یہی طریقہ ہے جو اعلام الموقعین میں مذکور ہے فرماتے ہیں۔ وہ واھب جس کو اپنے ہبہ میں حق رجوع حاصل نہ ہے وہ ہے جو محض نیکی کی غرض سے دے عوض کی نیت سے نہیں اور جس واہب کو حق رجوع حاصل ہے وہ جو عوض اور بدلے کی نیت سے ہبہ کرے اور پھر موھوب لہ اس کا بدلہ بھی نہ دے اس طرح رسول مکرم ﷺ کی تمام سنتیں قابل عمل ہو جائیں گی اور ایک کو دوسری کے ساتھ رد نہیں کیا جائے گا۔

فقہاء کی رائے:

لیکن جس فیصلے کو مصر کی عدالت نے عمل کے لیے جاری کیا وہ مذہب حنفی کے مطابق ہے۔ جس کی رائے یہ ہے کہ جو تحفہ لڑکا لڑکی کو دیتا ہے اگر وہ تبدیل نہ ہوا بلکہ اپنی حالت میں باقی رہا تو وہ اسے واپس لینے کا حق رکھتا ہے جیسے کنگن، انگوٹھی، ہار، گھڑی اور اس جیسی دیگر چیزیں اگر اصلی حالت میں موجود ہوں تو منگیتر کو لوٹا دی جائیں گی، اگر موجود ہوں۔ اگر اپنی اصلی حالت پر نہ ہوں کہ مثلاً چیز گم ہوگئی یا بیچ دی گئی یا اس میں زیادتی سے تغیر آ گیا یا کھانے والی چیز کھالی گئی یا کپڑا سی لیا گیا تو اس صورت میں وہ ہدیہ والی چیز یا اس کے بدلے میں چیز لینے کا حق دار نہ ہے۔ طنطہ شہر کی سیشن شرعی کورٹ نے جو آخری فیصلہ دیا جو کہ ۱۸ جولائی ۱۹۳۳ میں جاری ہوا اس میں درج ذیل اصول قرار پائے۔

① لڑکا لڑکی کو جو ایسی چیز پہلے دے کہ جس پر عقد ثابت نہیں ہوتا وہ ہدیہ شمار ہوگا۔

② اور ہدیہ حکماً اور معنیً ہبہ کی طرح ہے۔

③ اور ہبہ ملکیت کا عقد ہے جو قبضے سے پورا ہو جاتا ہے اور جسے وہ چیز ہبہ کی گئی اسے اس چیز میں خرید و فروخت وغیرہ کا حق تصرف حاصل ہے اور اس کا تصرف نافذ بھی ہوگا۔

④ اصل چیز کا خراب ہونا یا خراب کرنا ہبہ میں رجوع سے رکاوٹ بنے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ واہب کو صرف اس صورت میں اصل چیز کے رجوع کا حق ہو گا جب کہ وہ اپنی حالت پر رہی ہو۔

مالکیہ کے نزدیک اس میں بھی تفصیل ہے کہ منگنی لڑکے کی طرف سے ٹوٹی ہے یا عورت کی طرف سے کہ اگر منگنی لڑکے کی طرف سے ٹوٹی ہے تو مرد کو اپنے تحائف میں حق رجوع نہ ہے لیکن اگر عورت کی طرف سے ٹوٹی ہے تو اسے اپنے تحائف کے رجوع کا حق ہے خواہ وہ اپنی حالت پر ہوں یا خراب ہو چکے ہوں۔ پھر وہ اس کے بدلے میں لوٹائیں گے۔ ہاں اگر کوئی شرط یا رواج ہو تو پھر اس پر عمل واجب ہو گا۔ جب کہ شافعیہ کے نزدیک تحائف صحیح ہوں یا خراب ہو گئے ہوں ہر صورت میں واپس کیے جائیں گے۔ اگر اپنی حالت پر ہوں تو وہی واپس کیے جائیں گے ورنہ ان کی قیمت دی جائے گی۔ یہ اس مذہب کے قریب ہے جسے ہم نے پسند کیا ہے۔

عقد نکاح

شادی کا حقیقی رکن طرفین کی رضا اور اس بندھن میں بندھنے کے ارادہ کی موافقت ہے۔ رضا اور ارادے کی موافقت دلی امور سے ہے جن پر اطلاع نہیں ہوتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسی عبارت ہو جو پختہ ارادے پر دلالت کرے تاکہ (نکاح کے اس) بندھن کو وجود بخشا جائے۔ اور یہ تعبیر ان عبارات کی صورت میں ہو گی جو دو نکاح کرنے والوں میں مروج ہو۔ پہلے دونوں میں سے ایک اپنے ارادے کی وضاحت کرتا ہے کہ اس زوجیت کے تعلق کو پیدا کر دیا جائے۔ اس تعبیر کو ایجاب کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس نے واجب کر دیا اور جو دوسرے متعاقد کی طرف سے ایسی عبارات ظاہر ہوتی ہیں جن سے رضا اور موافقت پر دلالت ہوتی ہے اسے قبول کہتے ہیں۔ یہیں سے فقہاء کہتے ہیں کہ شادی کے ارکان ایجاب اور قبول ہیں۔

ایجاب وقبول کی شرائط: ❶

نکاح تب تک ثابت نہ ہو گا نہ اس پر شادی کے نتائج لاگو ہوں گے جب

❶ ان کا نام شروط انعقاد بھی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اس میں درج ذیل شرائط پوری نہ ہوں:

① **عقد کرنے والوں کی تمیز:** اگر ان میں ایک چھوٹا ہو یا پاگل ہو جو تمیز نہ کر سکتا ہو تو شادی منعقد نہ ہو گی۔

② **مجلس ایجاب و قبول ایک ہو:** یعنی اس کے درمیان کوئی اجنبی بات نہ ہو یا کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے عموماً یہ سمجھ آتا ہو کہ یہ اعراض کر رہا ہے اور کسی دیگر میں دلچسپی لے رہا ہے لیکن یہ بھی شرط نہیں کہ ایجاب کے بعد قبول بالکل فوراً ہو۔ اگر مجلس لمبی ہو جائے ایجاب و قبول مؤخر ہو لیکن اس دوران میں کوئی ایسی بات نہ سامنے آئے جس سے اعراض ظاہر ہوتا ہو تو بھی مجلس ایک ہی ہو گی۔

حنفیوں اور حنبلیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

''المغنی'' میں ہے جب ایجاب قبول سے موخر ہو، مجلس ایک رہے اور اس سے ہٹ کر کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں تو درست ہے۔ کیونکہ مجلس کا حکم حالت عقد والا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ معاملہ جس میں قبضہ شرط ہے تو قبضہ سے وہ درست ہوتا ہے اور معاوضات کے عقود میں خیار ثابت ہے اگر وہ قبول سے پہلے جدا ہو جائیں تو ایجاب باطل ہو گیا کیونکہ مطلب حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ تصرف کے انداز میں مرد کی طرف سے اعراض پایا گیا ہے پھر بھی وہ مقبول نہ ہو گا۔ اسی طرح جب اس کو توڑنے والے کام میں مشغول ہو گا تو وہ بھی اسی طرح دوسرے معاملے میں مشغول ہو کر گویا اس سے اعراض کر رہا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ فلاں کو رشتہ دے دو۔ اس نے کہا میں نے ایک ہزار کے بدلے اس سے اس کی شادی کر دی۔ وہ لوگ خاوند کی طرف گئے اور اسے بتایا اس نے کہا: میں نے قبول کر لیا تو کیا ایسا نکاح ہو گیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں ہو گیا ہے۔

جب کہ شافعیہ فوراً ایجاب و قبول کی شرط لگاتے ہیں وہ کہتے ہیں اگر ایجاب وقبول میں۔ خطبہ سے فاصلہ آ گیا یعنی ولی نے کہا میں نے تجھ سے شادی کر دی۔ اور خاوند کہے اللہ کے نام سے اور سب حمد اللہ کے لیے ہے اور درود و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے اس کے نکاح کو قبول کیا تو اس متعلق دو صورتیں ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ پہلی صورت: بقول شیخ ابو حامد اسفرائینی وہ صحیح ہے کیونکہ عقد کے لیے خطبہ کا حکم تو ہے ہی پھر صحت میں کچھ رکاوٹ نہیں ہے جیسے دو جمع نمازوں میں تیمم کا مسئلہ ہے۔

❀ دوسرا قول: یہ ہے کہ یہ درست نہیں کیونکہ ایجاب وقبول میں فاصلہ آ گیا۔

رہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو انہوں نے ایجاب وقبول کے درمیان کچھ تاخیر اور چل لینا بھی جائز کہا ہے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا متعاقدین کی طرف سے ایک ہی وقت میں اکٹھے قبول شرط انعقاد ہے؟ یا یہ اس کی شرط نہ ہے؟

③ قبول ایجاب کے خلاف نہ ہو الا یہ کہ مخالفت ایجاب کنندہ سے اچھی بات میں ہو تو یہ موافقت کے لیے زیادہ مفید رہے گی۔ اگر ایجاب کنندہ کہے میں نے اپنی فلاں بیٹی کی شادی تیرے ساتھ ایک سو پاؤنڈ کے بقدر حق مہر کے ساتھ کر دی۔ قبول کرنے والا کہے میں نے یہ دو سو میں قبول کی تو شادی ہو جائے گی کیونکہ قبول میں زیادہ درست بات آ گئی ہے۔

④ متعاقدین میں سے ہر ایک کا ایک دوسرے سے بات سننا جس سے یہ سمجھ آتی ہو کہ مقصود گفتگو شادی قائم کرنا ہے گو کہ ان میں سے کسی کو عبارت کے تمام الفاظ کے معانی نہ بھی سمجھ آئیں کیونکہ اعتبار مقاصد اور نیتوں کا ہوتا ہے۔

انعقاد کے الفاظ: [1]

شادی ان الفاظ سے منعقد ہو جاتی ہے جو اس زبان میں ادا کیے جائیں جس کو متعاقدین سمجھتے ہوں جب ان دونوں سے جاری الفاظ کی تعبیر شادی کے ارادہ پر بلا کسی ابہام اور التباس کے دلالت کرے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"نکاح اس طرح منعقد ہو جاتا ہے جس کو لوگ نکاح شمار کریں وہ کسی بھی زبان' الفاظ اور طریقہ سے ہو اور اسی کی طرح ہر عقد ہے"۔ [2]

فقہاء نے اس پر قبول کی نسبت موافقت کی ہے انہوں نے اس کا کسی خاص مادہ سے اشتقاق کو شرط نہیں رکھا بلکہ جو لفظ بھی موافقت یا رضا پر دلالت کرے اس سے یہ ثابت ہو

❶ الایجاب والقبول ہیں۔ ❷ الاختیارات العلمیہ ص ۱۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے مثلاً میں نے قبول کیا' میں نے موافقت کی' میں نے جاری کیا اور میں نے نافذ کیا۔

ایجاب کے متعلق علماء کا اتفاق ہے کہ وہ نکاح وتزویج کے الفاظ سے ہی صحیح ہوگا یا پھر اس سے مشتق الفاظ سے جیسے میں نے تجھ سے شادی کردی یا تجھ سے نکاح کردیا کیونکہ ان دونوں لفظوں میں مقصد کی دلالت بڑی واضح ہے ان دونوں الفاظ کے علاوہ الفاظ کے ساتھ نکاح کے منعقد ہونے میں اختلاف ہے جیسے ہبہ' بیع' تملیک یا صدقہ کا لفظ بولے۔ احناف' ثوری' ابوثور' ابوعبید اور ابوداؤد کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک عقد ہے جو نیت سے معتبر ہوتا ہے اس کی صحت کے لیے مخصوص الفاظ ضروری نہیں ہیں بلکہ اس کے شرعی معانی سے موافقت رکھنے والا کوئی بھی لفظ معتبر ہے۔ مراد یہ ہے کہ بولے ہوئے لفظ اور معنی شرعی میں باہم مشارکت ہو کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے ایک مرد کا ایک عورت سے نکاح کرتے وقت فرمایا تھا: تمہارے ساتھ قرآن کے عوض میں نے تجھے اس کا مالک کردیا۔ [بروایت بخاری]

اور اس لیے بھی کہ لفظ ہبہ سے رسول اللہ ﷺ کا نکاح منعقد ہوا تو اسی طرح آپ کی امت کا بھی ہو جائے گا اللہ کریم نے فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِىُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَٰجَكَ الَّـٰتِىٓ ءَاتَيْتَ أُجُورَهُنَّ ... الى قوله ... وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِىِّ ﴾. [الاحزاب: ٥٠]

"اے نبی! ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال کر دیں جنہیں تو نے اُن کے حق مہر دیئے۔ یہاں تک کہ فرمایا۔ اور اگر کوئی مؤمنہ عورت اپنا نفس نبی کو ھبہ کردے۔"

کیونکہ جس کے مجاز سے تصحیح ممکن ہے اس کی تصحیح واجب ہے جیسے کنایات سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ امام شافعیؒ' احمدؒ' سعید بن المسیبؒ اور حضرت عطاء کا مذہب ہے کہ عقد نکاح صرف تزویج یا نکاح کے الفاظ یا ان کے مشتقات سے ہی درست ہوتا ہے کیونکہ دیگر الفاظ جیسے ہبہ اور تملیک ہیں وہ شادی کے معنی میں نہیں آتے۔

اور اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک نکاح میں گواہی شرط ہے جب کہ وہ عقد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ہبہ کے لفظ پر کرے گا تو اس کا اطلاق عقد نکاح پر نہیں ہو سکتا۔

غیر عربی زبان میں نکاح:

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب متعاقدین میں سے دونوں یا ایک عربی زبان نہ سمجھتا ہو تو بھی غیر عربی میں نکاح جائز ہے۔ لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ جب وہ دونوں عربی سمجھتے ہوں اور عربی میں عقد کی استطاعت بھی رکھتے ہوں تب نکاح غیر عربی میں جائز ہے یا نہیں؟ ابن قدامہ ''المغنی'' میں فرماتے ہیں جو عربی زبان میں عقد کی قدرت رکھتا ہو تب غیر عربی میں نکاح کرنا درست نہ ہوگا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو اقوال میں سے بھی ایک یہی ہے۔

جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے جو اس مقصد کے لیے خاص الفاظ بولے ہیں ان سے بھی نکاح ایسے منعقد ہو جاتا ہے جیسے عربی میں منعقد ہو جاتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جو قدرت کے باوجود نکاح وتزویج کے لفظ کو ترک کرے تو ایسا کرنا صحیح نہ ہوگا جیسے احلال کا لفظ بول دے۔ اور جو شخص اچھی عربی نہیں بول سکتا اس کا نکاح اس کی اپنی زبان میں ہی درست ہو جائے گا کیونکہ وہ اس کے ماسوا سے عاجز ہے اس صورت میں وہ اس سے ساقط ہو جائے گا جیسے گونگے کا مسئلہ ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے لیے ایسے خاص معانی لائے جائیں جو عربی لفظ کے معنی کو شامل ہو سکیں۔ جو عربی اچھی نہیں جانتا اس کے لیے عربی میں نکاح کے الفاظ سیکھنا ضروری نہیں ہیں۔

ابوالخطاب کہتے ہیں اس پر سیکھنا لازم ہے۔ کیونکہ جس کے لیے عربی شرط ہو وہاں قدرت ہوتے ہوئے سیکھنا ضروری ہے جیسے تکبیر ہے سب سے پہلی توجیہ تو یہ ہے کہ نکاح واجب ہی نہیں ہے۔ پھر اس طرح اس کے ارکان کو بھی عربی میں سیکھنا واجب نہیں۔ یہ معاملہ بیع کی طرح ہے تکبیر کی طرح نہیں ہے۔ اگر عقد کرنے والوں میں سے ایک عربی اچھی بولتا ہے دوسرا نہیں بول سکتا تو عربی سمجھنے والا عربی میں اور دوسرا اپنی زبان میں عقد کرے گا۔ اگر ایک عاقد دوسرے کی زبان کو زیادہ اچھی طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں جانتا تو اسے اس کی ضرورت ہے کہ وہ ایسا لفظ سمجھے جو اس کا ساتھی نکاح کے لیے بول رہا ہے کہ ان کے درمیان کوئی ایسا پر اعتماد شخص ہو جو دونوں زبانیں جانتا ہو جو ہمارے نزدیک برحق ہے وہ یہ موقف ہے کہ یہ سب تشدد ہے۔ اللہ کا دین آسان ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ نکاح میں اصل رضا ہے اور ایجاب وقبول اس رضا کے مظہر و دلیل ہیں جب ایجاب وقبول ہوگیا خواہ وہ دونوں کسی بھی زبان میں اسے ادا کریں تو بس کافی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نکاح گو عبادت ہے اور عتق وصدقہ کی طرح ہے اس میں کوئی عربی یا عجمی لفظ متعین نہ ہے'' پھر یہ بات بھی ہے کہ اگر وہ عجمی فی الواقع عربی سیکھے گا تو کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عربی کے لفظ سے اس کے مقصد کو اپنی زبان کی طرح واضح نہ سمجھ سکے ہاں اگر کہا جائے کہ جیسے یہ معاملات غیر عربی میں بلاضرورت مکروہ ہیں تو پھر سارے معاملات بلاضرورت غیر عربی میں مکروہ ہیں تو اس طرح یہ بات بھی ایسی ہی ہوگی جیسا کہ حضرت امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ سے مروی ہے کہ بلاضرورت غیر عربی میں معاملات کرنا مکروہ ہیں۔

گونگے کی شادی:

گونگے کی شادی اگر اشارہ سمجھ آجائے تو اشارے سے جائز ہو جائے گی جیسے اس کی بیع جائز ہوتی ہے کیونکہ اشارے میں سمجھ آنے والا معنی پایا جاتا ہے۔ اگر اشارہ سمجھ نہ آئے تو نکاح درست نہ ہوگا کیونکہ عقد نکاح دو ذاتوں کے درمیان ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے ساتھی کی کہی ہوئی بات سمجھے۔[1]

غائب شخص کی شادی:

نکاح کرنے والوں میں کوئی غیر حاضر ہو اور نکاح کا ارادہ رکھے تو اسے

---

[1] عدالتوں کے قوانین میں ہے کہ گونگے کا اشارہ مروج سے اقرار ہوگا۔ اگر اس کے لیے لکھ کر اقرار ممکن ہو تو اشارہ سے اقرار معتبر نہ ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ قاصد بھیجے یا خط لکھے اور دوسرے فریق سے شادی کا مطالبہ کرے، دوسرے فریق کو چاہیے کہ جب اسے قبول کرنے میں رغبت ہو تو گواہ بلائے۔ خط کی عبارت پڑھے یا نمائندے کا پیغام بتائے اور مجلس میں ان کو گواہ بنائے کہ اس نے وہ نکاح قبول کرلیا ہے اور قبولیت کا اعتبار مجلس کے ساتھ مقید ہے۔

صیغہ عقد کی شرط:

فقہاء نے ایجاب وقبول کے صیغہ کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ دونوں بطور وضع ماضی کے الفاظ ہوں یا ایک ماضی کا اور دوسرا مضارع کا ہو۔

پہلے کی مثال: پہلا عاقد کہے میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کردیا اور قبول کرنے والا کہے میں نے قبول کرلیا۔

دوسرے کی مثال: مخاطب کرنے والا کہے میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہو اور دوسرا کہے میں نے قبول کرلیا۔

انہوں نے یہ شرط اس لیے لگائی ہے کیونکہ عقد نکاح میں طرفین کی رضا کا ثبوت اور دونوں کے ارادوں کی موافقت ہی رکن حقیقی ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے کہ ایجاب وقبول اسی رضا کو ہی ظاہر کرتے ہیں۔ پھر ضروری تھا کہ بوقت عقد فعلاً ایسے صیغے ہوتے کہ جو حصول رضا اور اس کے ثبوت پر قطعی انداز سے دلالت کرتے اور عقود کو وجود دینے کے لیے شارع نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے اس لیے کہ طرفین کی طرف سے حصول رضا کے لیے صیغہ ماضی کی دلالت قطعی ہوتی ہے اس میں کسی اور معنی کا احتمال نہ ہے۔

بخلاف مضارع کے صیغوں کے ان میں حال اور مستقبل دونوں کی دلالت ہوتی ہے اور تکلم کے وقت حصول رضا پر ان کی دلالت قطعی نہیں ہوتی۔

اگر ایک کہے میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں اور دوسرا کہے میں قبول کرتا ہوں دونوں کی طرف سے انہی الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوگا کیونکہ اس سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتمال ہے کہ ان الفاظ سے محض وعدہ مراد ہو۔ مستقبل میں نکاح کا وعدہ کرنا حال میں عقد نکاح نہیں ہے۔ اگر پیغام دینے والا کہے کہ مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دے۔

دوسرا کہے میں نے اس کی شادی تیرے ساتھ کر دی اس طرح سے شادی منعقد ہوگئی کیونکہ ''زوّجنی'' کا صیغہ وکیل بنانے پر دلالت کرتا ہے۔ طرفین میں اگر کوئی کسی کو وکیل بنا دے تو نکاح درست ہے۔ جب پیغام دینے والا کہے میری شادی کر دو اور دوسرا کہے میں نے قبول کیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے نے دوسرے کو وکیل بنایا اور دوسرے نے طرفین کی طرف سے ان کی عبارت سے نکاح کر دیا۔

عقد میں واضح الفاظ کی شرط:

اسی طرح انہوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ نکاح میں الفاظ واضح ہوں۔ یعنی جس صیغے کے ساتھ وہ نکاح کو منعقد کرے گا ضروری ہے کہ وہ لفظ مطلق ہو کسی بھی قید کے ساتھ مقید نہ ہو۔ مثلاً مخاطب کرنے والا کسی شخص کو یوں کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کر دیا اور پیغام دینے والا کہے مجھے قبول ہے تو یہ واضح الفاظ والا عقد ہے۔

جب شرائط پوری ہوں تو نکاح درست ہوگا اور اس پر اس کے نتائج مرتب ہوں گے پھر کبھی صیغہ عقد کسی شرط سے متعلق ہوتا ہے یا اس کی نسبت مستقبل کے زمانہ سے ہوتی ہے یا وہ کسی شرط سے مشروط ہوتا ہے یا وقت معین سے مقید ہوتا ہے۔ ان حالات میں نکاح منعقد نہ ہوگا اب ان سب شرائط کا الگ الگ بیان آتا ہے۔

① وہ صیغہ جو کسی شرط سے مشروط ہو:

وہ یہ ہے کہ اس کے ثبوت کو کسی اور چیز کے ثبوت سے معلق رکھے تعلیق کے الفاظ میں سے کسی بھی لفظ سے معلق کر دے مثلاً پیغام دینے والا کہے: اگر مجھے ملازمت مل گئی تو میں نے تیری بیٹی سے شادی کر لی اور باپ کہے میں نے قبول کر لیا۔ ان الفاظ سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ کیونکہ وجود نکاح ایسی چیز سے متعلق ہے کہ جو مستقبل میں ہو بھی سکتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی اور شادی کا عقد تو فوراً فائدہ اٹھانے کی ملکیت کا فائدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے۔ اس کا حکم اس سے مؤخر نہیں ہوتا جب کہ شرط جو کہ ملازمت ملنا بات کے وقت معدوم ہے اور جو چیز معدوم سے معلق ہو وہ بھی معدوم ہے اس طرح شادی نہ ہوئی۔ ہاں اگر ایسے معاملے میں معلق کیا ہے جو کہ فی الحال ثابت ہے تو شادی ہو جائے گی مثلاً کوئی کہے اگر تیری بیٹی کی عمر ۲۰ سال ہوئی تو میں نے تیری بیٹی سے شادی کر لی۔ باپ کہے مجھے قبول ہے اور واقعتاً لڑکی کی عمر ۲۰ سال ہے۔ اسی طرح اگر لڑکی کہے کہ اگر میرا باپ راضی ہو تو میں نے تم سے شادی کر لی۔ پیغام دینے والا کہے کہ مجھے قبول ہے اور لڑکی کا باپ مجلس میں کہہ دے میں راضی ہوں کیونکہ فی الحال تعلیق بھی وقتی ہے اور فی الواقع صیغہ بھی واضح ہے۔

② وہ صیغہ جس کی نسبت زمانہ مستقبل سے ہو:

مثلاً پیغام دینے والا کہے کہ میں نے کل یا ایک ماہ بعد تیر بیٹی سے شادی کر لی اور باپ کہے مجھے قبول ہے اس صیغہ سے نکاح نہ فی الحال ہوگا نہ اس وقت کے پورا ہونے پر کہ جس کی طرف نسبت کی گئی ہے کیونکہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا اس عقد زواج کے منافی ہے جو فی الوقت استمتاع کی ملکیت کو واجب کرتا ہے۔

③ صیغہ معینہ سے نکاح کو وقت معین سے محدود کرنا:

اس طرح کہ وہ ایک مہینہ یا کم وبیش کے لیے شادی کر لے تو اس طرح شادی جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ شادی کا مقصد تو ولادت، نسل کی حفاظت اور تربیت اولاد کی خاطر ہمیشہ اکٹھے رہنا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے نکاح متعہ اور حلالہ پر باطل ہونے کا حکم لگایا ہے کیونکہ متعہ سے بس وقتی فائدہ حاصل کرنا ہے اور حلالہ سے عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کرنا مقصد ہوتا ہے اب دونوں کی تفصیل دی جاتی ہے۔

نکاح متعہ

اس کو وقتی نکاح اور نکاح منقطع بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ نکاح ہے کہ آدمی کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت سے ایک دن ایک ہفتہ یا ایک مہینے کے لیے نکاح کرے۔ اور اسے متعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے آدمی فائدہ حاصل کرتا ہے اور شادی کے ذریعے اس وقت تک فائدہ اٹھاتا ہے جو اس نے مقرر کیا۔ یہ ایسا نکاح ہے کہ ائمہ مذاہب کے ہاں اس کی حرمت پر اتفاق ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ واقع ہو بھی جائے تو بھی باطل ہو گا انہوں نے اس پر کئی دلائل دیئے ہیں۔

① یہ ایسا نکاح نہیں جس کے متعلق طلاق' عدت و میراث کے وہ احکام لاگو ہوں جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں نہ یہ نکاح (شرعی) کے درجے میں ہے۔ یہ ایسے ہی باطل ہو گا جیسے دیگر باطل نکاح ہیں۔

② حدیث میں اس کی حرمت کی جو صراحت مذکور ہوئی ہے حضرت سبرہؓ بن معبد جھنی سے مروی ہے کہ انہوں نے فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر غزوہ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی۔ فرماتے ہیں پھر مکہ سے نکلنے نہ پائے تھے کہ اس کو حرام کر دیا۔

ابن ماجہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح متعہ کو حرام کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ فرمایا:

"اے لوگ میں نے تمہیں نکاح متعہ کی اجازت دی تھی۔ غور سے سنو کہ اب اللہ کریم نے قیامت تک اسے حرام کر دیا ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے خیبر کے دن نکاح متعہ سے منع کیا اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے بھی منع فرمایا۔ [1] [2]

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں منبر پر نکاح متعہ کو حرام کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے برقرار رکھا۔ اگر آپؓ نے فتویٰ میں خطا کی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے کبھی برقرار نہ رکھتے۔

---

[1] درست بات یہی ہے کہ متعہ کی آخری حرمت فتح مکہ کے سال ہوئی۔

[2] محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۸۱ حدیث نمبر ۴۲۱۶۔
ومسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲۷ حدیث نمبر ۲۹۔ ۱۴۰۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ خطابی فرماتے ہیں کہ بعض شیعوں کے علاوہ تمام لوگوں کا حرمت متعہ پر اجماع ہے اور ان کا جو قاعدہ ہے کہ ''اختلافی مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے'' یہ ان کا مذہب خود اسی قاعدے کے خلاف ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ اس کی تنسیخ مروی ہے اور بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے کہ ان سے نکاح متعہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ تو سراسر زنا ہے۔

⑤ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے محض قضائے شہوت مقصد ہے نہ اس سے نسل مقصود ہے نہ تربیت اولاد۔ جب کہ نکاح کے اصلی مقصد یہی دو چیزیں ہیں پھر اس اعتبار سے یہ زنا ہی کے مشابہ ہے کیونکہ اس میں دیگر مقاصد سے قطع نظر محض وقتی فائدہ حاصل کرنا مقصد ہے پھر یہ عورت کے لیے بھی نقصان کا سبب ہے۔ اس طرح تو وہ ایک سامان تجارت بن جائے گی جو ایک سے دوسرے ہاتھ میں چلا جاتا ہے جیسا کہ یہ سلوک بچوں کے لئے بھی تکلیف دہ ہے کیونکہ اس طرح وہ اپنے ٹھہرنے کے لیے کوئی مکان نہیں پاتے نہ انہیں تادیب وتربیت سے کوئی واسطہ رہتا ہے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے مروی ہے کہ متعہ حلال ہے یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشہور ہے تہذیب السنن میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ ہے کہ وہ بوقت ضرورت اس کو جائز کہتے ہیں لیکن انہوں نے اسے مطلقاً حلال نہیں کہا۔ جب لوگوں نے اس پر کثرت سے عمل کیا تب انہوں نے رجوع کرلیا اور وہ اس شخص پر زواج متعہ کو حرام کہتے تھے جس کو ضرورت نہ ہو۔

امام خطابی فرماتے ہیں: سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس کو کہا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کیا کہا ہے؟ اور کیا فتویٰ دیا ہے آپ کے فتوے کو سوار لے کر چل پڑے۔ اس کے متعلق شاعروں نے بھی گفتگو کی کہتے ہیں انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کہا ہے؟ میں نے کہا انہوں نے یہ کہا: شعر ؎

ترجمہ: جب شیخ کی قید لمبی ہوئی تو میں نے اس سے کہا
اے چیخنے والے کیا تیرے لیے ابن عباس کا فتویٰ مناسب نہ ہے
کیا تیرے لیے عورتوں کی رخصت میں انس ہے
جو لوگوں کے لوٹنے تک تیرا ٹھکانہ بنے

(یہ سن کر) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ...... اللہ کی قسم! میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا نہ میرا یہ ارادہ تھا۔ میں نے تو صرف اس قدر حلال کیا ہے جتنا اللہ نے مردار' خون اور خنزیر کا گوشت حلال کیا ہے کہ وہ صرف مجبور کے لیے حلال ہے۔ نفس الامر میں یہ مردار' خون اور خنزیر کے گوشت ہی کی طرح ہے۔

شیعہ الامامیہ اس کے جواز کا مذہب رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس کے درج ذیل ارکان ہیں۔

① صیغہ: یعنی وہ لفظ زوجتك' انکحتك اور متعتك سے منعقد ہوتا ہے۔

② الزوجۃ: اس کی یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان یا اہل کتاب کی عورت ہو پاکدامن مومنہ کو اختیار کرنا مستحب ہے اور زانیہ کو اختیار کرنا مکروہ ہے۔

③ مہر: اس کا ذکر کرنا شرط ہے اس میں مناسب مقدار کو دیکھنا کافی ہے اور یہ باہم رضامندی سے مقرر کیا جا سکتا ہے اگرچہ گندم کی ایک مٹھی کے بدلے ہو۔

④ مدت: عقد میں یہ شرط ہے اور یہ باہم رضامندی سے مقرر ہوگی جیسے ایک دن' ایک سال یا ایک مہینہ اس کا متعین کرنا ضروری ہے۔ ان کے نزدیک اس کے چند احکام ہیں۔

(الف) اگر مہر کے ذکر کے ساتھ مدت کا ذکر نہ ملا تو عقد باطل ہوگا۔ اگر مہر کا ذکر تو ہوا لیکن مدت کا ذکر نہ ہوا تو وہ ہمیشہ الٹ پلٹ رہے گا۔

(ب) بچہ باپ کے ساتھ ملے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(پ) متعہ پر نہ طلاق واقع ہوگی نہ لعان۔

(ت) زوجین کے درمیان اس سے میراث بھی ثابت نہیں ہوگی۔

(ٹ) لیکن بچہ ان دونوں کا وارث ہوگا اور وہ اس کے وارث ہوں گے۔

(ث) جب اس کی مدت پوری ہوگی تب اس کی عدت دو حیض سے پوری ہوگی اگر وہ حائضہ ہے اور اگر حائضہ تو ہے لیکن حیض نہیں ہوا تو ۴۵ دن عدت ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ کی تحقیق:

امام شوکانیؒ نے فرمایا: بہر حال ہم تو اسی حکم کے پابند ہیں جو ہمیں شارع کی طرف سے پہنچا ہے اور ہم تک صحیح اسناد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اسے ہمیشہ کے لیے حرام کیا ہے اور صرف بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس مسئلہ کی مخالفت کا مروی ہونا اس کی حجیت میں رکاوٹ نہیں ہے نہ اس کے خلاف عمل پر ہمارے لیے کوئی معذرت قائم کرتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ جمہور صحابہؓ نے آپ ﷺ کی نسبت اس کی حرمت یاد رکھی اور اس پر عمل بھی کیا اور ہمیں بھی یہی روایت کیا حتیٰ ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین دفعہ متعہ کی اجازت دی پھر حرام کردیا۔❶ واللہ میں کسی شادی شدہ کو متعہ کرتے نہ جانوں گا مگر اسے پتھروں سے سنگسار کردوں گا''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں متعہ کو طلاق' عدت اور میراث نے ختم کردیا۔ (اسے دارقطنی نے تخریج کیا اور حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا۔ اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل کا ہونا اس کے حسن ہونے سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہونا اسے حسن کی تعریف سے خارج نہ کرے گا۔ خصوصاً تب جب کہ اس کو قوت دینے والے شواہد بھی اس سے مل گئے ہوں۔ اس کا معاملہ حسن لغیرہ والا ہوگا) رہا یہ قول کہ متعہ کی حلت پر اجماع ہے اور اجماع والا مسئلہ قطعی ہے اور اس کی حرمت میں اختلاف ہے اور مختلف فیہ ظنی ہے اور ظنی

❶ مسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۲ حدیث نمبر ۱۸۔ ۱۴۰۵ یہ اس مفہوم کی حدیث ہے اور اس کے راوی حضرت سلمۃ بن اکوع ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعی کو منسوخ نہیں کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ دعویٰ ہی ممنوع ہے کہ قطعی کو ظنی منسوخ نہیں کرتا۔ اس پر کیا دلیل ہے؟ جو اس کے منع کے قائم مقام ہے اس کے لیے صرف اس کا مذہب الجمہور ہونا کافی نہیں ہے وہ اپنے مخالف سے مسلمانوں کے اجماع میں سے دلیل عقلی وسمعی کا سوال کرے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ظنی کے ساتھ نسخ اسی لیے ہے تاکہ اس کی حلت جاری ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس کی حلت کا جاری رہنا بذات خود ہی ظنی ہے قطعی نہیں ہے۔ رہی بات ابن عباس، ابن مسعود، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر کی قراءت یعنی فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى تو جو لوگ تواتر کی شرط لگاتے ہیں ان کے نزدیک یہ قرآن ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہ سنت ہے کیونکہ اسے قرآن کی طرح روایت کیا گیا ہے۔ پھر یہ آیت کی تفسیر کے قبیل سے ہوگا اور وہ حجت نہیں ہے جس کے نزدیک قرآن ہونے کے لیے تواتر کی شرط نہیں ہے تو بھی ظنی السنۃ سے ظنی القرآن کا نسخ مانع نہیں ہے جیسا کہ اصول میں ثابت ہے۔ انتہیٰ

عورت سے نکاح کرنا جب کہ خاوند کی نیت میں اسے طلاق دینا ہو:

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور اس میں وقت کی شرط تو نہیں لگائی لیکن اس کی نیت میں ہے کہ ایک زمانے بعد اسے طلاق دے دے گا۔ یا جس شہر میں وہ ٹھہرا ہوا ہے اس میں اس کی ضرورت پوری ہونے پر طلاق دے گا تو نکاح صحیح ہے۔

لیکن امام اوزاعی نے اس کی مخالفت کی انہوں نے اسے بھی زواج متعہ ہی شمار کیا ہے۔ علامہ رشید رضا مصری نے ''تفسیر المنار'' میں تعلیق پر فرمایا۔ علماء سلف وخلف کی اس متعلق جو شدت ہے وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جیسے متعہ ممنوع ہے اسی طرح طلاق کی نیت سے نکاح بھی منع ہے۔ گو کہ فقہاء کہتے ہیں اگر نکاح ہوگیا تو صحیح ہوگا جب کہ خاوند کی نیت میں کچھ وقت ہو لیکن صیغہ عقد میں شرط نہ لگائے۔ لیکن اس کو چھپانا دھوکہ شمار ہوگا اور یہ تو اس نکاح سے بھی زیادہ باطل ہونے کا لائق ہے جس میں وقت کی شرط بھی ہوتی ہے اور خاوند، بیوی اور ولی کی رضا بھی ہوتی ہے۔ اس میں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف یہی خرابی ہے کہ انسانی روابط میں سے عظیم رابطے کو کھیل بنا لیا گیا اور بدکردار مردوں اور عورتوں کی خواہشات کی چراگاہوں میں نقل مکانی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اس میں اور بھی برائیاں لازم آتی ہیں اور جس میں وقت کی شرط نہ ہو اس میں انہیں خرابیوں کے ساتھ ساتھ دوسری خرابیاں بھی ہیں کہ دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے اور اعتماد اٹھ جاتا ہے حتی کہ حقیقی شادی کرنے والے سچے لوگوں سے بھی بھروسہ ختم ہو جاتا ہے۔

نکاح حقیقی کے مقاصد میں سے ہے کہ خاوند اور بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے کو پاک دامن رکھنا اس کے لیے مخلص ہونا۔ اور امت کے گھروں میں سے ایک نیک گھرانے کی بنیادوں کے لیے ایک دوسرے کی معاونت کرنا۔

نکاح حلالہ

وہ یہ ہے کہ جس عورت کو تینوں طلاقیں ہو چکی ہوں اس کی عدت گزرنے کے بعد کوئی مرد اس سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ داخل بھی ہو۔ پھر اسے طلاق دے دے تاکہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔

اس کا حکم:

① شادی کی یہ قسم بے حیائی اور گناہ کی بہت بڑی قسم ہے اللہ نے اسے حرام کیا اور اس کے کرنے والے پر لعنت کی ہے[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے کیا گیا دونوں پر لعنت کی''۔ (بروایت احمد بسند حسن)

② حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے کیا گیا دونوں پر لعنت کی ہے۔[2]

---

❶ یہاں اصل کتاب میں نسبت اللہ کی طرف ہے لیکن شاید رسول اللہ کا لفظ زیادہ مناسب ہے۔

❷ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۳ ص ۴۲۸ حدیث نمبر ۱۱۲۰۔ اس کے مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۴۸۔ وعبداللہ بن عبدالرحمن، سنن الدارمی ج ۲ ص ۱۵۸۔ واحمد بن شعیب، سنن النسائی ج ۶ ص ۱۴۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ حدیث نبی مکرم ﷺ سے کسی اور طریق سے بھی مروی ہے اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اسی پر ہے جن میں سے عمر بن خطاب' عثمان بن عفان' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں اور فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

③ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں کرائے کے سانڈ کے متعلق نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسولؐ! فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے' اللہ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے کیا گیا دونوں پر لعنت کی ہے۔ [بروایت ابن ماجہ وحاکم]

ابوزرعہ اور ابوحاتم نے اس میں علت ارسال بیان کی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر بتایا ہے اس میں یحییٰ بن عثمان ضعیف راوی ہے۔

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے حلالہ کرنے والے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ صرف نکاح رغبت ہے' نہ دھوکہ ہے نہ اللہ عزوجل کی کتاب کا مذاق اڑانا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی مٹھاس چکھ لے۔

[بروایت ابواسحاق الجوزجانی]

⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلال کیا گیا نہ لایا جائے مگر میں اسے رجم کردوں گا۔ اسی متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ دونوں زانی ہیں۔ [بروایت ابن المنذر' ابن ابی شیبہ' عبدالرزاق]

⑥ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہا آپ اس عورت کے متعلق کیا کہتے ہیں جس سے میں بغرض حلالہ شادی کروں لیکن پہلے خاوند نے نہ تو مجھے حکم دیا نہ اس کے علم میں ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان سے کہا نہیں۔ صرف نکاح رغبت ہے۔ اگر وہ تجھے اچھی لگے تو اسے روکے رکھو۔ اگر اچھی نہ لگے تو اسے جدا کردو۔ اس نکاح کو ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زنا شمار کرتے تھے اور فرمایا وہ دونوں اگرچہ بیس سال سے بھی اکٹھے رہیں لیکن اس کے علم میں ہو کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے حلالہ کرنا چاہتا ہے تو دونوں زانی ہوں گے۔

اس کا حکم: ❶

یہ واضح نصوص نکاح حلالہ کی عدت صحت اور بطلان پر دلیل ہیں کیونکہ شریعت میں اسی کام پر لعنت ہوتی ہے جو جائز نہ ہو۔ یعنی اسے پہلے خاوند کے لیے حلال کرنے کے لیے نکاح کرے اگر وہ بوقت نکاح حلالے کی شرط بھی نہ لگائے جب تک کہ اس کی نیت میں حلالہ ہی مقصود ہو کیونکہ اعتبار مقاصد و نیات کا ہوتا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ کا قول ہے:

اہل مدینہ' اہل حدیث اور ان کے فقہاء کے درمیان اس میں کوئی فرق نہ ہے کہ خواہ بات کر کے شرط کرے یا ارادے اور مقصد میں ہو۔ ان کے نزدیک معاملات میں مقصود ہی معتبر ہے اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ اور وہ شرط جو مقصد کے تحت بنائی گئی جس پر دونوں عقد کرنے والے داخل ہوئے وہ ان کے نزدیک بولے ہوئے الفاظ ہی کی طرح ہے اور الفاظ بذات خود تو مراد نہیں ہوتے بلکہ ان کے معانی کو سمجھنا چاہیے جب معانی و مقاصد ظاہر ہو گئے تو الفاظ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو مقاصد کے ظہور کے وسائل ہیں جب کہ مقاصد ثابت ہو گئے تو اس پر اس کے احکام لاگو ہوں گے۔

اور یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے کہ حلالہ سے بیوی پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے جب کہ صرف تعین وقت مقصد ہے۔ اس سے ہمیشہ ساتھ رہنے' نسل بڑھانے اور تربیت اولاد مقصد نہیں ہوتا جب کہ دوسرے مقاصد حقیقی مقصود نہیں ہوتے جو شادی کے حوالے سے مشروع ہوتے ہیں۔ یہ شادی جو بظاہر نظر آ رہی ہے یہ تو جھوٹ اور دھوکے بازی ہے جو اللہ نے دین میں مشروع نہیں کی ہے نہ کسی کے لیے جائز کہا ہے

❶ اس میں عقود فاسدہ کے تمام احکام ثابت ہوں گے۔ اس سے شادی اور پہلے خاوند کے لیے مباح ہونا ثابت نہ ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اس میں وہ خرابیاں ہیں جو کسی سے مخفی نہیں ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ کریم کا دین تو اس سے کہیں پاک اور صاف ستھرا ہے کہ وہ فروج میں سے ایک فرج کو حرام کرے حتی کہ (کرائے کے) سانڈوں میں سے ایک سانڈ لے جو اس سے جماع کرے اور اس عمل سے وہ حلال ہو جائے۔ یہ تو مکمل زنا ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اسے زنا کہا ہے ایک حرام چیز حلال کرنے والی کیسے ہو سکتی ہے یا خبیث کیسے طیب کرنے والی ہو سکتی ہے یا نجس پاک کرنے والی کیسے ہو سکتی ہے؟ جس شخص کا سینہ اللہ کریم نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور اس کے دل کو ایمان سے منور کر دیا ہے اس پر یہ بات مخفی نہ ہے کہ یہ فعل تو ان بدترین افعال میں سے ہے کہ جن کا فیصلہ کوئی عقل مند دنیاوی طور پر بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ انبیاء کی شریعتوں اور خصوصاً وہ اس شریعت کے حوالے سے ہو جو تمام شرائع سے افضل [1] اور تمام راستوں سے عمدہ راستہ ہے۔ انتہیٰ

یہی بات حق ہے اور یہی مذہب امام مالک، احمد، الثوری، اهل ظاہر وغیرہ ائمہ فقہاء کا ہے جن میں حسن بصری، ابراہیم نخعی، قتادہ، لیث اور ابن المبارک بھی ہیں جب کہ دیگر کا مذہب یہ ہے کہ اگر عقد میں اس کی شرط نہ لگائے تو جائز ہے کیونکہ فیصلے ظاہر پر ہوتے ہیں مقاصد وضمائر پر نہیں جب کہ معاملات میں نیت معتبر نہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول:

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ حلالہ کرنے والا جس کا نکاح فاسد ہے وہ وہ ہے کہ جو حلالہ کے لیے شادی کرے پھر طلاق دے دے اور جو عقد نکاح میں اس کی شرط نہ لگائے اس کا نکاح صحیح ہے۔

---

[1] یعنی ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں یہ فعل بد کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور زفر کا قول:

اگر نکاح ہوتے وقت اس کی بطور شرط وضاحت کر دے کہ وہ اسے پہلے کے لیے حلال کر رہا ہے تو وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی اگرچہ یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ فاسد شرطوں سے نکاح تو باطل نہیں ہوتا۔ پھر وہ دوسرے خاوند کی طرف سے طلاق یا اس کی وفات کے بعد عدت گزارنے سے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔ امام ابویوسفؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے کیونکہ یہ وقتی نکاح ہے جب کہ امام احمدؒ کی رائے ہے کہ دوسرا نکاح درست ہے لیکن وہ اسے پہلے خاوند کے لیے حلال نہ کرے گا۔

وہ شادی جس سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو اس کے لیے اس سے تب تک رجوع جائز نہ ہے جب تک کہ وہ اس کی عدت پوری ہونے پر کسی اور شخص سے صحیح نکاح نہ کرے جس میں حلالہ مقصد نہ ہو جب دوسرا شخص اس کے ساتھ رغبت سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ حقیقی طور پر داخل بھی ہوا حتیٰ کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کی مٹھاس چکھ لی پھر وہ شخص اس سے طلاق یا موت سے جدا ہوا۔ تب پہلے خاوند کے لیے حلال ہے کہ اس کی عدت گزارنے پر اس سے نکاح کرے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی میں رفاعہ قرظی کے پاس تھی اس نے مجھے طلاق بتہ دی پھر مجھ سے عبدالرحمٰن بن زبیر نے نکاح کر لیا۔ اسکے پاس صرف کپڑے کے ٹکڑے کی طرح ہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کیا تم رفاعہ کی طرف واپس جانا چاہتی ہو؟ نہیں حتیٰ کہ تم اس کی اور وہ تمہاری مٹھاس چکھ[1] لے اور مٹھاس چکھنا جماع سے کنایہ ہے اور اس میں شرم گاہوں کا ملنا کافی ہے جس سے حد اور غسل واجب ہوتا ہے اسی متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۳۹ حدیث نمبر ۲۱۸۹۔ یہ حدیث اکثر کتب حدیث میں ہے۔ اور بخاری و مسلم میں بھی اس کا مفہوم ملتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ: ۲۳۰]

''اگر وہ اس کو طلاق دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی حتی کہ وہ اور خاوند سے شادی کرلے اگر وہ بھی طلاق دے تو ان دونوں پر حرج نہیں کہ پھر لوٹ آئیں اگر وہ یقین رکھیں کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھیں گے''۔

اس بنا پر عورت انہی شروط سے پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگی کہ:

① کہ اس کی شادی دوسرے خاوند سے صحیح ہو۔ [1]

② وہ شادی رغبت سے ہو۔

③ شادی کے بعد وہ اس کے ساتھ حقیقتاً داخل ہوا حتیٰ کہ دونوں نے ایک دوسرے کی مٹھاس چکھی۔

اس کی حکمت:

مفسرین اور علماء اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آدمی کو یہ علم ہوگا کہ تین دفعہ طلاق دینے کے بعد عورت تب تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے تو وہ کانپ اٹھے گا۔ کیونکہ یہ ایسی چیزوں میں سے ہے جنہیں مردوں کی غیرت و جوش قبول نہیں کرتے خصوصاً تب جب کہ دوسرا خاوند اس کا دشمن ہو یا اس پر نگاہ رکھنے والا ہو۔ صاحب المنار نے اس میں مزید حکمت یہ بیان کی ہے کہ جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اسے اس کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے تو وہ اس کو طلاق دینے پر نادم ہوکر اس سے رجوع کرلیتا ہے پھر اس کے بعد اس سے بری زندگی گزارتا ہے تو اسے پھر طلاق دے دیتا ہے پھر اس کے نزدیک یہی ظاہر اور مناسب ہوتا ہے کہ وہ اس سے بے پرواہ نہیں رہ سکتا۔

وہ دوسری دفعہ رجوع کرلیتا ہے تو اس سے اس کی جانچ مکمل ہوجاتی ہے کیونکہ کبھی پہلی طلاق اس لیے ہوتی ہے کہ اسے پوری رائے اور صحیح معرفت نہیں ہوتی

---

[1] کیونکہ نکاح فاسد تیسری طلاق والی کو (پہلے کے لیے) حلال نہ کرسکے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اسے بیوی کی کتنی ضرورت ہے۔ لیکن دوسری طلاق ایسے نہیں ہوتی کیونکہ پہلے جو رجوع ہوا ہے وہ پہلی طلاق پر ندامت کی وجہ سے ہوا تھا اور اسے احساس تھا کہ وہ غلطی پر ہے اسی لیے ہم نے کہا کہ جانچ کا معاملہ مکمل ہو جاتا ہے۔ جب وہ رجوع کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہاں اس کو چھوڑنے کی بجائے اسے اپنے پاس رکھنا زیادہ مناسب ہے اور یہ بات بھی خیال کرنا بعید ہے کہ جب اس نے مکمل جانچ سے یہ بات مناسب سمجھی تھی کہ اسے رخصت کرنا نامناسب ہے پھر اس کو رخصت کرنا مناسب سمجھے۔ جب پھر ایسا کرے گا تو گویا وہ ادب وعقل میں ناقص ہے پھر وہ اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ وہ عورت کو اپنے ہاتھ میں گیند بنا لے جب اسے الٹنا چاہے تو اسے پھینک دے اور جب اس کا دل چاہے تو اس سے رجوع کر لے۔

بلکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس سے جدا ہو جائے اور معاملہ اس کے اختیار سے باہر کیونکہ اب تو پتا چل چکا ہے کہ اب ان کے اکٹھا رہنے اور اللہ کی حدود کو قائم رکھنے کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ پھر اگر اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ عورت نے بغیر رغبت کسی اور مرد سے شادی کر لی پھر اتفاق ہوا کہ اس نے بھی طلاق دے دی یا فوت ہو گیا۔ پھر پہلے خاوند نے اس میں رغبت رکھی اور نکاح کرنا چاہا جب کہ اسے پتا ہے کہ وہ کسی اور کا بستر بن چکی ہے اور وہ بھی راضی ہے کہ اس کی طرف چلی جائے تو پھر یہ امید بڑی قوی ہے کہ اب وہ مل بیٹھیں گے اور اللہ کی حدود کو قائم کریں گے اسی لیے وہ اس کی عدت گزارنے پر پہلے کے لئے حلال ہو گئی۔ (1)

وہ صیغہ نکاح جو کسی شرط سے ملا ہو:

جب نکاح کا عقد کسی شرط سے مشروط ہو تو یہ شرط اس کے تقاضوں میں سے ہو گی یا اس کے خلاف ہو گی یا اس کا فائدہ عورت کو ہو گا۔ یا اس سے شرع نے روکا ہو گا غرض ان تمام حالات میں سے ہر ایک کا خاص حکم ہے جسے مختصراً ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

---

(1) ج ۲ ص ۳۹۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① وہ شرطیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے:

جن شرطوں کو پورا کرنا ضروری ہے ان میں سے وہ شرائط ہیں جو شادی کے مقاصد اور تقاضوں کو شامل ہوں۔ ❶ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو بدلنے والی نہ ہوں۔ جیسے شرط لگالے کہ وہ اس عورت سے اچھی زندگی گزارے گا اس پر خرچ کرے گا۔ اسے اچھا لباس اور مکان مہیا کرے گا۔ اس کے حقوق میں کمی نہ کرے گا۔ اور اسے بھی وہی دے گا جو دوسری بیوی کو دے گا۔ اور وہ عورت بھی اس کے گھر سے بلا اجازت نہ نکلے گی' اس کی نافرمانی نہ کرے گی' نفلی روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے گی۔ اس کے گھر میں اسی کو اجازت دے گی جسے وہ اجازت دے گا اور اس کے مال میں اس کی رضامندی سے ہی معاملہ کرے گی اور اس جیسی دیگر شرائط۔

② وہ شرطیں جنہیں پورا کرنا ضروری نہیں ہے:

بعض شرطیں ایسی ہیں کہ ان کی موجودگی میں نکاح تو صحیح ہے مگر انہیں پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ ایسی شرطیں ہیں جو نکاح کے مقاصد کے منافی ہیں۔ ❷ جیسے شرط لگالے کہ نہ اسے خرچ دے گا نہ اس سے جماع کرے گا نہ مہر دے گا یا اس سے الگ رہے گا یا شرط لگائے کہ عورت اس پر خرچ کرے گی یا اسے کچھ دے گی' یا اس کے پاس ہفتے میں صرف ایک رات رہے گا یا دن کو رہے گا مگر رات کو نہیں۔

یہ تمام شرائط بذات خود باطل ہیں کیونکہ عقد نکاح کے منافی ہیں اور اس میں ان واجبی حقوق کا خاتمہ اس کے منعقد ہونے سے پہلے ہی ہے جو نکاح کی وجہ سے واجب ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ نکاح صحیح نہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے بیع سے پہلے ہی شفیع اپنا حق شفع ساقط کردے۔ لیکن نکاح بذاتہ درست ہوگا کیونکہ یہ شرطیں نکاح میں زائد مفہوم کے انداز میں آئی ہیں نہ ان سے عدم واقفیت کی وجہ سے کوئی ضرر ہے۔ اس لیے نکاح باطل نہیں ہے۔ ایسے ہی جیسا کہ اگر نکاح میں حرام حق مہر کی شرط لگادی جائے کیونکہ عوض کی عدم وضاحت سے نکاح تو درست ہوگا پھر جائز ہوا کہ شرط فاسد

---

❶ امام نووی: شرح صحیح مسلم۔ ❷ زاد المعاد ج ۴ و نیز المغنی بھی دیکھئے۔

15062

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نکاح منعقد ہو جائے۔

③ وہ شرطیں جن میں عورت کا فائدہ ہے:

بعض شرطیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا فائدہ عورت کو ہوتا ہے مثلاً وہ شرط کرے کہ مرد عورت کو اس کے گھر یا شہر سے نہ نکالے گا۔ یا اس کے ساتھ سفر نہ کرے گا یا اس کے نکاح پر اور نکاح نہ کرے گا وغیرہ۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ نکاح درست ہے اور شرطیں فضول ہیں۔ خاوند پر انہیں پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جو شرط عورت سے لگائی گئی اسے پورا کرنا ضروری ہے اگر پورا نہ کرے گا تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اول الذکر مذہب امام ابوحنیفہ' شافعی رحمہما اللہ علیہ اور اکثر اہل علم کا ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان اپنی شرطوں پر رہیں گے ہاں وہ شرط نہیں جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے'' اور وہ کہتے ہیں جو شرط لگائی گئی ہے یہ حلال کو حرام کر رہی ہے یعنی شادی کرنا' ساتھ لے جانا' سفر کرنا یہ سب حلال ہیں۔

② نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شرط جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو وہ باطل ہے خواہ سو (۱۰۰) شرطیں بھی ہوں[1] انہوں نے کہا یہ اللہ کی کتاب میں بھی نہیں ہے کیونکہ شرع اس کا تقاضا نہیں کرتی۔

③ یہ شرطیں نہ نکاح کے فوائد میں سے ہیں نہ اس کے تقاضوں میں سے ہیں۔

اور دوسری رائے حضرت عمر بن خطابؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، معاویہؓ، عمرو بن عاصؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، جابر بن زید' طاؤس' اوزاعی' اسحاق اور حنابلہ کا مذہب ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

① اللہ کریم نے فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾. [سورة المائدة : ١]

''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔''

[1] محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۴ ص ۳۶۹ حدیث نمبر ۲۱۵۵۔ ومسلم بن الحجاج صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۴۱ حدیث نمبر ۶۔ ۱۵۰۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''مسلمان اپنی شرطوں پر رہیں گے''۔

③ بخاری اور مسلم وغیرہما نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شرطیں پورا ہونے کی زیادہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم شرم گاہوں کو حلال کرو''۔ ❶ ❷

④ محدث اثرم نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ اسے اس کے گھر میں رکھے گا پھر اسے وہاں سے منتقل کرنا چاہا تو وہ یہ جھگڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ آپؓ نے فرمایا: ''اس کے لیے اس کی شرط ہے۔ ❸ کیونکہ شروط کے پاس حقوق قطعی ہوں گے''۔

⑤ اس شرط میں عورت کا مقصد فائدہ بھی ہے اور یہ شادی کے مقصود سے مانع نہ ہے۔ پھر یہ لازم ہوگا جیسے اگر عورت مرد پر زیادہ مہر کی شرط لگاتی ہے۔

ابن قدامہ ''المغنی'' میں اس رائے کو ترجیح دیتے ہوئے اور پہلی رائے کو کمزور بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔ جن صحابہؓ کے نام ذکر کر کے جو قول مذکور ہے ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے ان کے زمانہ میں ان کی مخالفت کی ہو۔ گویا یہ اجماع ہوگیا اور جو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''کل شرط ..... الخ'' اس سے مراد ہے کہ جو اللہ کے حکم اور شرع میں داخل نہ ہو۔ لیکن یہ تو مشروع ہے جب کہ اس کی مشروعیت پر دلالت کرنے والے دلائل ہم نے ذکر کر دیے گو کہ اس کی مشروعیت میں اختلاف ہے۔ اب جو اس کی نفی کرے اس کے ذمے دلیل لانا ہے۔

رہی ان کی یہ بات کہ یہ حلال کو حرام کرتی ہے' تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ کسی حلال کو حرام نہیں کرتی۔ یہ تو عورت کے لیے اختیار فسخ ثابت کرتی ہے جب کہ خاوند وہ شرط پوری نہ کرے اور جوان کا قول ہے کہ یہ اس کی مصلحت میں سے

---

❶ یعنی جو شروط پورا کرنے کا زیادہ حق رکھتی ہیں وہ شادی کی شرطیں ہیں کیونکہ اس کا معاملہ حساس اور دروازہ تنگ ہوتا ہے۔ ❷ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۱۷ حدیث نمبر ۵۱۵۱۔ ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۵ حدیث نمبر ۶۳۔ ۱۴۱۸۔ ❸ یعنی شرط کو پورا کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہے۔ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم اسے تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اس میں تو عورت کی مصلحت ہے تو جو معاملہ کرنے والے کی مصلحت ہو وہ نفس معاملہ کی بھی مصلحت ہے۔

ابن رشد کہتے ہیں: ❶ کہ اختلاف کا سبب عموم و خصوص میں تعارض ہے۔ عموم کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبیؐ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو اپنے خطبہ میں فرمایا:

''ہر وہ شرط جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو وہ باطل ہے اگر چہ وہ سو شرطیں بھی ہوں''۔ ❷

جب کہ خصوص کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ❸

''شرطوں میں سے پورا ہونے کی زیادہ حق دار وہ شرائط ہیں جن کے ساتھ تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو جب کہ حدیثیں دونوں صحیح ہیں انہیں بخاری اور مسلم نے تخریج کیا ہے۔'' لیکن اصولیوں کے نزدیک یہ قاعدہ مشہور ہے کہ ''خصوص کا فیصلہ عموم کے خلاف ہوتا ہے'' اور یہ قاعدہ ''لزوم شرط'' بھی کہلاتا ہے''۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ❹

''جب معاملات میں عقلاء کے مقاصد آ جائیں اور وہ صلاح پر مبنی ہوں جو کہ اصل مقصود ہے نہ اس کی اصل ضائع ہوگی نہ زائد جائے گا۔ جیسے عوضوں میں مدتیں ہوتی ہیں اور بعض علاقوں میں معین قیمتوں کی نقدی ہوتی ہے اور سامان خرید و فروخت میں چیزوں کی صفات اور جیسے زوجین میں سے کسی ایک میں مشروط کسب حرفت ہوتا ہے اور کبھی تو شرطیں وہ فائدہ دیتی ہیں جو اطلاق فائدہ نہیں دیتے' بلکہ مطلق کے برخلاف فائدہ دیتی ہیں''۔

④ وہ شرطیں جن سے شارع نے منع کیا ہے:

بعض شرطیں ایسی ہوتی ہیں جن سے شارع نے منع کیا ہے انہیں پورا کرنا حرام ہے۔ یہ شرط لگانا ہے کہ عورت شادی کے وقت شرط لگالے کہ اس کی سوکن کو طلاق

---

❶ بدایۃ المجتهد ج ۲ ص ۵۵۔ ❷ محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۴ ص ۳۶۹ حدیث نمبر ۲۱۵۵۔ و مسلم بن الحجاج صحیح مسلم ج ۲ ص حدیث نمبر ۶۔ ۱۵۰۴۔ ❸ محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۱۷ حدیث نمبر ۵۱۵۱۔ و مسلم بن الحجاج صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۵ حدیث نمبر ۶۳۔ ۱۴۱۸۔ ❹ نظریۃ العقد ص ۲۱۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ:

"آدمی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے یا اس کی تجارت پر تجارت کرے اور کوئی عورت اپنی بہن (سوکن) کی طلاق نہ مانگے کہ جو اس کی پلیٹ یا برتن میں ہے اسے اوندھا کر دے۔ اس کا رزق اللہ پر ہے"۔ [1]

اور متفق علیہ میں ایک جگہ یہ الفاظ بھی ہیں۔ آپ نے منع فرمایا کہ عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط لگائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جائز نہ ہے کہ دوسری بیوی کی طلاق (کی شرط) پر کسی عورت سے نکاح کیا جائے۔ (بروایت احمد) یہ نہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس چیز سے روکا گیا ہے اس میں خرابی ہے اور اس لیے بھی کہ اس نے اس کے نکاح کو فسخ کرنے کی' خاوند کے حق کو باطل کرنے کی اور عورت کے حق کو ختم کرنے کی شرط لگائی ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ اس پر فسخ بیع کی شرط لگا دے۔ [اس طرح وہ بھی صحیح نہ ہے]

اگر کہا جائے کہ یہ شرط لگانا کہ وہ اس کی موجودگی میں شادی نہ کرے گا اس میں اور اس بات میں فرق کیا ہوا جب کہ تم نے اس کو تو صحیح کہا اور سوکن کی طلاق کی شرط کو باطل قرار دیا؟

ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اس کے فرق میں یہ کہا گیا ہے کہ عورت کی طلاق کی شرط لگانے میں عورت کے لیے تکلیف ہے۔ اس کا دل توڑنا ہے' اس کا گھر برباد کرنا ہے اور جگ ہنسائی والی بات ہے۔ جب کہ یہ قباحتیں نکاح نہ کرنے یا کسی اور سے نکاح کرنے میں نہیں ہیں اور نص نے بھی اس میں فرق کر دیا ہے۔ پھر ایک کو دوسری پر قیاس کرنا فاسد ہے۔

⑤ غیر صحیح شروط سے مشروط شادیوں میں سے زواج شغار بھی ہے:

وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زیر ولایت لڑکی کی شادی کسی آدمی سے اس شرط پر

---

[1] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۱۹ حدیث نمبر ۵۱۵۲۔
ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲۹ حدیث نمبر ۳۸۔ ۱۴۰۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے کہ وہ اپنی زیر کفالت لڑکی کی شادی اس سے کرے گا جب کہ ان دونوں میں حق مہر بھی نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس شادی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

① ''اسلام میں شغار[1] نہیں ہے'' اسے مسلم نے ابن عمرؓ سے اور ابن ماجہ نے حضرت انسؓ بن مالک کی حدیث سے روایت کیا ہے[2] اور علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں کہا: اس کی سند صحیح، رجال ثقہ ہیں اور صحیح شواہد بھی ہیں اسے ترمذی نے حضرت عمران بن حصین کی حدیث سے بیان کیا انہوں نے یہ بھی کہا: کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا: ''رسول اللہ نے شغار سے منع فرمایا ہے''۔[3] اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے۔ تم مجھ سے اپنی بیٹی یا بہن کی شادی کردو۔ اس شرط پر کہ میں اپنی بیٹی[4] یا بہن کی شادی تم سے کروں گا جب کہ دونوں میں کچھ حق مہر نہ ہو۔ [بروایت ابن ماجہ]

اس متعلق علماء کی آراء:

ان دونوں احادیث سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ نکاح شغار بنیادی طور پر صحیح نہ ہے اور وہ باطل ہے جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ وہ صحیح واقع ہوگی اور دونوں بیٹیوں کے لیے ان کے خاوند پر مہر مثل واجب ہے۔ جب کہ ان دونوں خاوندوں نے وہ چیز مقرر کی کہ جسے حق مہر مقرر کرنا صحیح ہی نہیں ہے کہ ایک عورت کو دوسری کے مقابلے میں کر دیا وہ کوئی مال تو نہیں ہے۔

اس میں خرابی مہر کی وجہ سے آئی تو اس سے عقد کی خرابی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ اگر وہ شراب یا خنزیر کی شرط پر شادی کرے تو نکاح فسخ نہ ہوگا اور اس کے لیے مہر مثل

---

[1] شغار کا اصل معنی خالی ہونا ہے یہاں مراد حق مہر سے خالی ہونا ہے۔
[2] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۴۔ حدیث نمبر ۵۷۔ ۱۴۱۵۔
[3] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۵ حدیث نمبر ۶۰۔ ۱۴۱۵۔
[4] امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بات پر اجماع ہے کہ بیٹیوں کے علاوہ بہنوں بھتیجیوں وغیرہ کا حکم بھی اس میں بیٹیوں کی طرح ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب ہوگا۔

نکاح شغار سے ممانعت کی وجہ:

اس نکاح کی ممانعت کی وجہ میں علماء کا اختلاف ہے ایک قول تو یہ ہے کہ یہ معلق کر دینا اور ٹھہرا دینا۔ اس طرح کہ گویا کہتا ہے کہ میری بیٹی کا نکاح تب تک منعقد نہ ہوگا جب تک کہ تیری بیٹی کا نکاح منعقد نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بضع کی شراکت ہے اور ایک بضع دوسری کے مہر کی وجہ سے رکا ہوا ہے وہ اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتی۔ پھر اس کی طرف تو مہر نہ لوٹا بلکہ وہ تو ولی کو مل گیا وہ اپنی زیر ولایت لڑکی کے بضع کو مالک بنانے کی وجہ سے اپنی بیوی کے بضع کا مالک بنا۔

یہ دونوں عورتوں پر ظلم ہے اور انہیں مہر سے خالی رکھنا ہے جس سے وہ نفع پائے۔ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لغت عرب کے موافق یہی بات ہے۔

شادی کی صحت کی شرائط

شادی کی صحت کی وہ شرائط ہیں جن شرائط پر اس کی صحت اس طرح موقوف ہے کہ اگر وہ شرائط موجود ہوں تو عقد زواج کا وجود شرعی معتبر ہوگا۔ اور اس پر لاگو ہونے والے تمام حقوق واحکام تب ہی ثابت ہوں گے۔ یہ دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: آدمی کے لیے شادی کے حوالے سے جس عورت سے وہ ملاپ چاہتا ہے حلال ہونا شرط ہے اور شرط یہ ہے کہ وہ اسباب تحریم میں سے کسی بھی سبب سے خواہ وقتی ہو یا ابدی حرام نہ ہو۔ عنقریب اس کا مفصل بیان ''المحرمات من النساء'' میں آئے گا۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ شادی پر گواہ ہوں اس کا انحصار درج ذیل مباحث پر ہے۔

① گواہی کا حکم ② گواہوں کی شرائط ③ عورتوں کی گواہی

شادی پر گواہوں کا حکم:

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ شادی صرف گواہی سے منعقد ہوگی اور تب تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح نہ ہوگا جب تک عقد کے وقت گواہ حاضر نہ ہوں۔ اگرچہ کسی دوسرے ذریعہ سے اس کی طرف سے اطلاع ہو۔ جب گواہ حاضر ہوں اور دونوں عقد کرنے والے انہیں وصیت کریں وہ عقد کو چھپائیں اسے مشہور نہ کریں تو عقد صحیح ہوگا۔[1] اس کی صحت پر درج ذیل دلائل ہیں:

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت زانیہ ہے جو بغیر گواہ کے خود اپنا نکاح کر لیتی ہے۔[2]

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہ ہے"۔ [بروایت دار قطنی]

③ حضرت ابوالزبیر مکی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نکاح لایا گیا جس پر ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ پوشیدہ نکاح ہے۔ میں اس کو جائز نہیں کرتا اگر مجھے پہلے اس متعلق علم ہوتا تو میں رجم کر دیتا۔ (بروایت مالک فی الموطا) اور دیگر احادیث ہیں جو اگرچہ ضعیف ہیں مگر ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اہل علم صحابہ وتابعین وغیرھم کا اسی پر عمل ہے انہوں نے کہا: "نکاح صرف گواہوں کے ساتھ ہے۔ لوگوں میں سے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ صرف متاخرین کی ایک قوم نے اختلاف کیا ہے"۔

④ اس لیے کہ اس میں متعاقدین سے متعلق ایک حق ہے یعنی بچے کا حق تو اس میں گواہی شرط ہوئی تاکہ باپ اس سے انکار نہ کرے کہ اس کا نسب ضائع کر دے۔ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ گواہوں کے بغیر بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ یہ رائے شیعہ، عبدالرحمٰن بن مہدی، یزید بن ہارون، ابن المنذر، داؤد کی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کا مذہب ہے کہ نکاح پر گواہی فرض نہ ہے اس میں شہرت اور اعلان کافی ہے۔

[2] محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۳ ص ۴۱۱ حدیث نمبر ۱۱۰۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابن زبیرؓ نے بھی اس پر عمل کیا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے گواہوں کے بغیر نکاح کرلیا پھر اس کا اعلان کیا۔

ابن المنذر رکہتے ہیں: نکاح میں گواہوں کے حوالے سے کوئی خبر ثابت نہ ہے اور یزید بن ہارون کا قول ہے کہ اللہ نے نکاح کی بجائے صرف بیع میں گواہوں کا حکم دیا۔ اور اصحاب الرائے نے نکاح میں گواہوں کی شرط لگائی جب کہ بیع میں شرط نہ لگائی۔

جب عقد مکمل ہو گیا انہوں نے اسے چھپایا اور چھپانے کی تلقین بھی کی تو نکاح کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گا کیونکہ اعلان کے حکم کی مخالفت ہوئی ہے یہی امام شافعی' ابوحنیفہ اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔

جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' عروۃ' شعبی اور نافع اس کی کراہت کے قائل ہیں جب کہ امام مالکؒ کے نزدیک نکاح فسخ ہے اور امام مالکؒ سے ابن وہبؒ نے ایسے شخص کے متعلق بیان کیا ہے کہ جو کسی عورت سے دو مردوں کی گواہی کے ساتھ شادی کرے اور انہیں چھپانے کو کہے (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا ایک طلاق سے ان میں فرق کر دیا جائے گا۔ نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر وہ اس کے پاس بھی گیا ہے تو اسے حق مہر بھی ملے گا لیکن گواہوں کو سزا نہ دی جائے گی۔

گواہوں میں کیا شرائط ہونی چاہئیں:

گواہوں میں شرط ہے کہ عقل ہو' بلوغت ہو اور وہ دونوں عقد کرنے والوں کی بات کو سنیں [1] اور سمجھیں کہ مقصود عقد نکاح ہی ہے۔ اگر عقد پر بچے' دیوانے یا بہرے یا بے ہوش نے گواہی دی تو شادی صحیح نہ ہوگی کیونکہ ان کا ہونا بھی نہ ہونے جیسا ہے۔

---

[1] اگر گواہ نابینے ہوں تو ان میں آواز کا یقین اور دونوں عقد کرنے والوں کی آوازیں اس انداز میں پہچاننا شرط ہے جس میں شک نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گواہوں میں عدل شرط ہے:

جہاں تک گواہوں میں عدالت کی شرط کا تعلق ہے تو احناف کا مذہب ہے کہ یہ شرط نہیں ہے دو فاسق گواہوں کی گواہی سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ جو شخص نکاح میں ولایت کے لیے مناسب ہے وہ اس قابل بھی ہے کہ اس میں گواہ بن جائے۔ پھر گواہی سے مقصود بھی اعلان نکاح ہے شافعیہ کہتے ہیں گواہوں کے لیے عدالت کی صفت ضروری ہے اور گزشتہ حدیث سے استدلال کیا ہے:

''نکاح صرف ولی اور دو عادل گواہوں سے ہے''۔

ان کے نزدیک یہ ہے کہ اگر شادی دو مجہول الحال شخصوں کی گواہی پر ہوئی تو اس میں دو وجوہات ہیں صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ صحیح ہوتا ہے کیونکہ شادی بستیوں شہروں اور عام لوگوں میں منعقد ہوتی ہے جنہیں عدالت کی حقیقت کی پہچان نہیں ہوتی۔ اس حال میں اس کا اعتبار مشکل ہوگا۔ پھر ظاہر حال پر اکتفاء ہوگا۔ گواہ کے مشور الحال ہونے سے اس کا فسق ظاہر تو نہ ہوگا جب عقد کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ فاسق تھا تو یہ بات شادی کے عقد پر اثر انداز نہ ہوگی کیونکہ عدالت کی شرط ظاہر کے اعتبار سے ہے کہ اس کا فسق ظاہر نہ ہو اور یہ بات ثابت ہے۔

عورتوں کی گواہی:

شافعیہ اور حنابلہ گواہوں کے متعلق مرد ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ پھر اگر ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہو گیا تو صحیح نہ ہوگا کیونکہ ابوعبیدہ نے زہری سے بیان کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا ''سنت جاری ہو چکی ہے کہ عورتوں کی گواہی حدود میں نکاح میں اور طلاق میں جائز نہ ہے'' کیونکہ نکاح کا عقد وہ ہے جو مال نہ ہے اور نہ اس سے مال مقصود ہے۔ اس میں اکثر مرد ہی حاضر ہوتے ہیں تو پھر حدود کی طرح دو گواہوں سے یہ ثابت نہ ہوگا۔ جب کہ احناف یہ شرط نہیں لگاتے۔ ان کی رائے ہے کہ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ [بقرہ:۲۸۲]

''اور تم گواہ طلب کرو اپنے مردوں میں سے دو گواہ۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن گواہوں سے تم راضی ہو۔''

یہ لین دین میں بیع ہی کی طرح ہے پھر مردوں کے ساتھ دو (عورتوں کی) گواہی کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔

آزادی کی شرط:

امام ابوحنیفہؒ اور اما شافعیؒ نے شرط لگائی ہے کہ گواہ آزاد ہوں۔ جب کہ امام احمدؒ کے نزدیک آزادی شرط نہ ہے۔ ان کی رائے ہے کہ دو غلاموں کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ جیسے اس کی گواہی سب حقوق میں مقبول ہے۔ اس میں کتاب وسنت کی کوئی نص نہیں ہے جو غلام کی شہادت کا رد کرتی ہو۔ نیز یہ کہ اس کی قبولیت میں مانع ہو جب تک کہ غلام' امانت دار' سچا اور متقی ہو۔

اسلام کی شرط:

جب نکاح کا معاملہ ایک مسلمان مرد اور عورت کے درمیان ہو تو گواہوں میں اسلام کے شرط ہونے میں فقہاء کے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ غیر مسلم کی گواہی میں اختلاف تب ہے جب کہ صرف اکیلا خاوند مسلمان ہو۔ امام احمد' شافعی اور محمد بن حسن کے نزدیک شادی منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک مسلمان کا نکاح ہے اس میں غیر مسلم کی گواہی قبول نہ ہے جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو اہل کتاب کی گواہی جائز ہے جب کہ نکاح ایک مسلمان اور اہل کتاب کی عورت کے درمیان ہو۔ احوال شخصیہ کے قانون کا مشروع بھی اسی سے لیا گیا ہے۔

عقد الزواج شکلی:

شادی کا معاملہ اس کے ارکان کے ثبوت اور اس کے انعقاد کی شرائط کے ثبوت سے پورا ہوتا ہے اس پر اس کے شرعی نتائج بھی صرف گواہوں کی حاضری سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی لازم آئیں گے۔ گواہوں کی حاضری طرفین کی رضا سے خارجی چیز ہے اس طرح یہ عقد زواج شکلی ہے اور یہ عقد رضائی کے مخالف ہے جس کے منعقد ہونے میں ایجاب وقبول کا مل جانا ہی کافی ہے۔ اور متعاقدین کی طرف سے محض رضا کا حاصل ہونا اس کو بنانے اور وجود دینے کے لیے کافی ہے۔ اس حالت میں اس پر اس کے احکام لاگو ہوں گے اور بغیر کسی اور چیز کی ضرورت کے اسے حفاظت کے لیے قانون بنا دیں گے۔

عقد کے نفاذ کی شرائط:

جب عقد صحیح ہو اور مکمل ہو چکے تو اس کے نفاذ اور کسی ایک کی اجازت پر موقوف نہ رکھنے کے لیے چند شرائط ہیں:

پہلی شرط: تو یہ ہے کہ عاقدین میں ہر ایک جو اس وجود نکاح کا ذمہ دار بنا اس کے لیے ضروری ہے کہ پوری اہلیت والے ہوں۔ یعنی عاقل' بالغ اور آزاد ہوں۔ اگر عاقدین میں سے کوئی ایک ناقص الاہلیت ہو۔ اس طرح کہ پاگل ہو یا بچہ ہو اگرچہ تمیز کر سکتا ہو یا غلام ہو تو وہ جو وہ اپنا معاملہ اکیلا ہی منعقد کرے وہ اس کے ولی یا مالک کی اجازت پر موقوف رہ کر صحیح ہوگا اگر وہ اجازت دے دے تو نافذ ہو جائے گا ورنہ باطل ہوگا۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ متعاقدین میں سے ہر ایک ایسی صفات والا ہو کہ جو اسے بذاتہ معاملے میں شامل ہونے کا حق دار بنا دیں۔ اگر عاقد بلاضرورت ہو اس طرح کہ نہ تو وہ وکالت کے انداز سے اس میں شامل ہو نہ ولایت کے لحاظ سے۔ یا وکیل تو ہے لیکن جس چیز میں وکیل بنایا گیا ہے اس میں اپنے مؤکل کی مخالفت کرے یا وہ پہلے تو بحیثیت ولی ہو مگر اس سے قریبی ولی بھی موجود ہے جو اس سے مقدم ہے۔ اس صورت میں اگر ان میں سے کوئی ایک عقد کی باقی شروط انعقاد وصحت پوری کر دے تو نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن اس امر کے اصل حقدار کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقد زواج کے لزوم کی شرائط:

جب شادی کے ارکان' اس کی صحت شرائط اور اس کے نفاذ کی شرائط پوری ہوں تو عقد لازم ہے جب وہ لازم ہو گیا تو زوجین وغیرہ میں سے کسی کو اس عقد کو توڑنے یا اسے فسخ کرنے کا حق نہ ہے یہ صرف طلاق یا وفات سے ہی ختم ہوتا ہے۔ عقد زواج میں بنیاد یہی ہے کیونکہ وہ مقاصد یعنی زوجیت کے تعلق کو برقرار رکھنا' اولاد کی تربیت اور ان کے کاموں کی ذمہ داری جن کے لیے یہ مشروع کیا گیا وہ اس کے لزوم سے ہی پورے ہوں گے۔

لہٰذا علماء نے کہا: زواج کے لزوم کی تمام شرائط ایک شرط میں جمع ہیں وہ یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی کو یہ حق نہ ہو کہ جب یہ صحیح اور منعقد و جاری ہو گیا ہو تو اسے کوئی فسخ نہ کر سکے اگر کسی ایک کو حق فسخ باقی رہے تو عقد لازم نہ ہو گا۔

عقد غیر لازم کب ہوتا ہے؟

درج ذیل صورتوں میں عقد نکاح لازم نہ ہو گا۔

جب واضح ہو جائے کہ مرد نے عورت کو یا عورت نے مرد کو دھوکہ دیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی عورت نے ایک آدمی سے شادی کی جب کہ وہ عقیم/ بانجھ تھا اس کی اولاد نہ ہو سکتی تھی۔ اور عورت کو اس کے عقم کا علم نہ تھا۔ پھر اسے جب پتا چلے تو اسے عقد توڑنے اور فسخ کرنے کا حق ہے۔ ہاں اگر وہ اسے بطور خاوند پسند کرے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی ہو (تو الگ بات ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس سے کسی عورت نے شادی کی جب کہ وہ عقیم ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے ہی بتا دے کہ عقیم ہے اور اسے اختیار بھی دے۔[1]

دھوکے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بتائے کہ میں نیک راستے پر ہوں۔ پھر واضح یہ ہوا کہ وہ فاسق ہے تو اس صورت میں بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔

---

[1] یعنی اسے عقد باقی رکھنے اور فسخ میں اختیار دے دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی حوالے سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا:

جب کوئی مرد کسی عورت سے اسے کنواری سمجھتے ہوئے نکاح کرے لیکن اسے پتہ چلا کہ وہ تو ثیب تھی۔ تو مرد کو فسخ نکاح کا حق ہے اور مرد کو حق مہر کے عوض کے مطالبہ کا بھی حق ہے۔ گو کہ کنواری اور شادی شدہ کے مہر کا فرق رہے گا۔ اگر اس نے دخول سے قبل ہی طلاق دے دی تو مہر ساقط ہو جائے گا۔

اسی طرح تب بھی عقد لازم نہ ہوگا جب کہ مرد عورت میں کوئی ایسا عیب پائے جو اسے پورے فائدہ اٹھانے سے متنفر کرے جیسے وہ ہمیشہ مستحاضہ رہتی ہو۔ کیونکہ استحاضہ ایسا عیب ہے جس سے فسخ نکاح ثابت ہوتا ہے۔[1] اسی طرح جب اس میں کوئی ایسی چیز پائے جو وطی سے مانع ہو جیسے فرج میں رکاوٹ ہو تو بھی حق فسخ ہوگا اور من جملہ ان عیوب کے جو آدمی کے لیے فسخ نکاح کو جائز کرتے ہیں وہ امراض بھی ہیں جو متنفر کر دیں جیسے برص، پاگل پن، جذام۔ اسی طرح جیسے مرد کو فسخ نکاح کا حق ہے اگر مرد برص والا، دیوانہ، جذام والا، مجبوب، عنین[2] یا چھوٹا بچہ ہو تو عورت کو بھی فسخ نکاح کا حق ہے۔

بوجہ عیب فسخ کے متعلق فقہاء کی آراء:

اس متعلق فقہاء کا اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ عیب جو بھی ہو اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا اس موقف کے فقہاء میں سے داؤد اور ابن حزم ہیں۔[3]

روضۃ الندیہ کے مصنف فرماتے ہیں:[4]

جان لو کہ ضرورت دینیہ سے یہی بات سمجھ آتی ہے کہ نکاح لازم ہے۔ اسی سے احکام زوجیت ثابت ہوتے ہیں۔ جیسے جواز وطی، نفقہ وغیرھا کا وجوب، میراث کا ثبوت اور دیگر احکام اور ضرروت دینیہ سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ اس سے نکلنا

---

[1] الاختیارات العلمیہ اور مختصر الفتاوئی از ابن تیمیہ۔

[2] مجبوب کٹے ذکر والا اور عنین جو ڈھیلے پن کی وجہ سے عورت تک نہ جا سکتے۔

[3] آگے ابن حزم سے ذکر آئے گا کہ خاوند نے اگر کوئی شرط لگائی جو شادی میں نہ پائی گئی تو اسے حق فسخ حاصل ہوگا۔ [4] ان کا مصنف نواب صدیق حسن خان ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق یا وفات کے ساتھ ہی ہو گا جس کا خیال یہ ہو کہ نکاح سے نکلنا اسباب میں سے کسی سبب جائز ہے تو اس پر ایسی صحیح دلیل واجب ہے جو اس ضرورت دینیہ کی بنیاد کو پھیرنے کا تقاضا کرتی ہو۔ جن عیوب کا ذکر انہوں نے کیا ہے ان میں سے فسخ کی نہ کوئی واضح دلیل ہے نہ ان میں سے کچھ ثابت ہے۔

رہا رسول مکرم ﷺ کا فرمان: ''اپنے اہل خانہ سے مل جا تو وہ صیغہ طلاق تھا اور اگر ہم اور احتمال فرض کرلیں تو واجب ہے کہ اسے یقینی معنی پر محمول کیا جائے۔ اس کے سوا کسی پر نہیں۔ اسی طرح عُنّة ❶ کی وجہ سے بھی فسخ نکاح پر کوئی دلیل صحیح نہ ہے۔ بنیاد یہی ہے کہ نکاح باقی رہے گا جب تک کہ کوئی ایسی دلیل نہ آجائے جو اس کو منتقل کرنا لازم کررہی ہو۔ اور سب سے زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ بعض عیوب کو خاص کردیا اور بعض کو نہ کیا۔

بعض کی رائے یہ ہے۔ بعض عیوب کو چھوڑ کر بعض کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ یہ موقف جمہور اہل علم کا ہے۔ اور اپنے اس مذہب پر ان کے درج ذیل دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: وہ حدیث جسے کعب بن زید یا زید بن کعب نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنوغفار کی ایک عورت سے شادی کی۔ جب آپ ﷺ اس کے پاس گئے اور کپڑے رکھ دیئے اور بستر پر بیٹھے تو اس کی کوکھ ❷ میں سفیدی دیکھی۔ آپ ﷺ بستر سے اٹھ گئے پھر فرمایا: اپنے کپڑے لے لو اور جو اسے دیا تھا اس میں سے کچھ واپس نہ لیا۔ [بروایت احمد وسعید بن منصور]

دوسری دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ کسی آدمی نے کسی عورت کے ساتھ کسی کو دھوکہ دیا کہ اس عورت کو دیوانگی' جذام یا برص ہو۔ تو جو آدمی اس کے پاس گیا ہے اس کے بدلے اس کو حق مہر تو ملے گا لیکن وہ دھوکہ دینے والے پر واجب ہوگا۔ [بروایت مالک ودار قطنی]

---

❶ عنہ سے مراد یہاں عنین ہے جس کی وضاحت ابھی گزری ہے۔

❷ یہاں کشح کا لفظ ہے جو کوکھوں سے پسلیوں تک کو شامل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان علماء کا اختلاف ہے کہ کن عیوب کے ساتھ نکاح فسخ ہوگا' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ صرف جب اور عنۃ [1] سے فسخ ہوتا ہے۔

جب کہ امام مالک اور شافعی نے مزید جنون' برص' جذام' قرن (فرج میں رکاوٹ) کو بھی شامل کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ائمہ ثلاثہ کی بات پر مزید اضافہ کیا کہ اس میں وہ عورت بھی شامل ہے جو فتقاء ہو (یعنی جس کا بین السبیلین حصہ پھٹا ہوا ہو)

اس مسئلے کی تحقیق:

درست بات یہ ہے کہ پہلی آراء میں سے کوئی بھی لائق اعتبار نہ ہے اور زوجیت کی زندگی جس کی بنیاد سکون' محبت وشفقت پر ہے وہ تب تک ثابت نہیں رہ سکتی کہ جب وہاں عیوب میں سے ایسے عیب ہوں جو کہ خاوند' بیوی میں سے ایک کو دوسرے سے نفرت دلائیں۔ کیونکہ عیب اور امراض منفرہ کی موجودگی میں وہ مقصد نکاح حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے زوجین کو اختیار کی اجازت دی ہے کہ چاہے تو قبول کرے یا چھوڑ دے۔ اس متعلق امام ابن القیم رحمہ اللہ کی تحقیق اس قابل ہے کہ اس کو دیکھا جائے اور اس پر اعتبار بھی کیا جائے فرماتے ہیں:

اندھا ہونا' گونگا' بہرہ ہونا یا اس کے ہاتھ یا پاؤں یا دونوں میں سے کوئی ایک کا کٹا ہونا یا آدمی میں ان عیوب کا ہونا بہت نفرت دلانے والی چیزوں میں سے ہے اور ان کو واضح نہ کرنا بدترین دھوکہ اور فراڈ ہے یہ دین کے منافی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے عورت سے شادی کی۔ جب کہ اس کی اولاد نہیں ہوتی تو اسے بتائے کہ میں عقیم ہوں اور اسے اختیار بھی دے یہ تو اس عیب کا حکم ہے تو وہ ان عیوب کے بارے میں کیا کہیں گے جو نقص ہیں کمال نہ ہیں۔

کہتے ہیں سمجھ یہ آتی ہے کہ ہر وہ عیب جو زوجین میں سے ایک دوسرے کو متنفر کرے جس سے مقصد نکاح' مودت اور رحمت حاصل نہیں ہوتا اس میں خیار تو بیع

[1] جب سے مجبوب اور عنہ سے عنین مراد ہیں جن کی وضاحت ابھی گزری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خیار سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ جیسے بیع میں لگائی گئی شرائط کی نسبت نکاح میں لگائی گئی شرائط سے زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں پورا کیا جائے۔ اللہ نے کبھی اپنے رسول مکرم ﷺ پر کوئی ایسی دھوکے یا غبن والی چیز لازم نہ کی جس سے دھوکہ یا فراڈ کیا جائے۔ اور جس نے بھی شریعت کے مقاصد' مصادر اس کے عدل اور حکمتوں اور فوائد پر غور کیا اس پر مخفی نہ رہے گا کہ یہ قول راجح ہے اور شریعت کے قواعد کے قریب ہے۔

یحییٰ بن سعید انصاریؒ نے حضرت سعید بن میتبؒ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جسے جذام' جنون یا برص ہے اور آدمی اس کے ساتھ داخل بھی ہوا بعد ازاں اسے اطلاع ہوئی تو اسکے پاس جانے کی وجہ سے اسے حق مہر دینا پڑے گا اور دھوکہ اور فراڈ کی وجہ سے وہ حق مہر ولی ادا کرے گا۔ شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جس نے کسی ایسی عورت سے شادی کی جسے برص' جذام' جنون یا قرن [1] ہے تو جب تک مرد اس کے پاس نہ گیا تو اسے اختیار ہے کہ اگر چاہے تو رکھے ورنہ طلاق دے دے اور اگر اس کو چھوا بھی ہے تو اس کی شرم گاہ کو حلال کرنے کے عوض اسے مہر بھی ادا کرنا ہوگا۔

وکیع رحمہ اللہ نے کہا عن سفیان عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب کی سند سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب مرد برص والی نابینا عورت سے شادی کرے پھر اس کے ساتھ داخل بھی ہوا تو اسے حق مہر دینا پڑے گا مگر وہ حق مہر دھوکہ دینے والے کو ادا کرنا ہوگا اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عیوب حصر اور اختصاص کے انداز میں ذکر نہیں [2] کیے بلکہ وہ محض ذکر کے طور پر ذکر کر دیئے بعض کو ذکر کیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔ اسلام کے قاضی شریح رحمہ اللہ جو اپنے علم' دین اور حکمتوں کی وجہ سے ضرب المثل ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی فیصلہ دیا ہے۔ عبدالرزاق نے کہا: عن معمر عن ایوب عن ابن سرین سے مروی ہے کہ ایک شخص کسی آدمی کا جھگڑا قاضی شریح کے پاس

---

[1] یہ عورت کی شرم گاہ میں رکاوٹ کو کہتے ہیں۔ [2] کہ بات انہی عیوب پر منحصر اور ان کے ساتھ خاص ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے گیا کہا: اس نے مجھے کہا تھا کہ ہم تمہاری شادی لوگوں میں سے سب سے خوبصورت عورت کے ساتھ کریں گے اور نابینا عورت سے میری شادی کر دی۔ حضرت شریح فرماتے ہیں: اگر اس نے تمہیں عیب بتانے میں دھوکہ دیا ہے اس کا تقاضا کیسا ہے کہ ہر وہ عیب جس میں عورت دھوکہ کرے تو خاوند کے لیے اختیار ثابت ہے۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہر سخت بیماری سے اختیار رد ہوگا اور فرمایا کہ جس نے صحابہؓ اور سلف کے فتاوئی پر غور کیا وہ جان لے گا انہوں نے کچھ عیوب چھوڑ کر کچھ کو خاص نہیں کیا۔ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ عورت کو صرف چار عیوب کی وجہ سے واپس کیا جا سکتا ہے۔ جنون، برص، جذام اور فرج کی بیماری سے جب کہ ہمارے علم میں اس کی اس سے زیادہ کوئی سند نہیں ہے کہ اسے اصبغ اور ابن وہب نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

اور یہی بات متصل سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے یہ سب تو تب ہے جب کہ خاوند نے بات عام کر رکھی ہو۔

اب بات یہ ہے کہ جب اس نے سلیم الاعضاء ہونے کی شرط لگائی ہو، یا خوبصورتی کی شرط لگائی ہے مگر وہ بدصورت نکلی یا شرط لگائی کہ وہ نوجوان نوخیز ہو لیکن وہ بوڑھی اور سفید و سیاہ بالوں والی نکلی یا شرط لگائی کہ وہ سفید ہو مگر وہ کالی نکلی یا شرط لگائی کہ وہ کنواری ہو مگر وہ شادی شدہ نکلی تو ان تمام صورتوں میں مرد کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہوگا۔

اگر یہ سب دخول سے قبل ہو تو مہر نہیں ملے گا اگر داخل ہونے کے بعد ہو تو اسے مہر ملے گا لیکن اگر ولی نے دھوکہ کیا تو یہ تاوان ولی پر پڑے گا۔ لیکن اگر عورت نے خود دھوکہ دیا ہے تو اس کا مہر ساقط ہو جائے گا۔ یا اگر لے لیا ہے تو اسے واپس ملے گا۔ امام احمد نے اپنی دو روایتوں میں سے ایک پر نص کی ہے جو ان کے اصولوں کے زیادہ مناسب اور قرین قیاس ہے کہ جب خاوند نے خود شرط لگائی ہو (تو یہ حکم ہے) اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ جب عورت نے مرد میں کسی صفت کی شرط لگائی اور وہ اس کے خلاف نکلا تو عورت کو خیار نہیں۔ ہاں آزادی میں خیال رہے کہ اگر اس نے آزادی کی شرط لگائی جب کہ مرد غلام نکلا تب عورت کو اختیار ہوگا۔

اگر نسب کی شرط لگائی اور وہ اس کے خلاف نکلا تو اس میں دو صورتیں ہیں ان کے مذہب اور قواعد کا تقاضا یہی ہے کہ مرد شرط لگائے یا عورت کوئی فرق نہیں۔ بلکہ اگر عورت کی لگائی ہوئی شرط پوری نہ ہوگی تو اسے خیار دینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کو تو طلاق سے جدا ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔ جب مرد کو حق فسخ ہے جب کہ اسے کسی اور طرح بھی جدائی کا حق حاصل ہے۔ تو عورت کو ایسا حق حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اگر اس کے لیے فسخ جائز ہو تو یہ اور بھی مناسب ہے۔ جب کہ اس کو فسخ تب بھی جائز ہے جب کہ خاوند گھٹیا کام والا ہو۔ گو کہ اس کے دین اور عزت میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن عورت اس سے مکمل فائدہ حاصل کرنے میں اسے برا سمجھتی ہے۔

جب عورت نے نوجوان' خوبصورت اور صحت مند ہونے کی شرط لگائی جب کہ وہ بدصورت' نابینا' بہرہ' گونگا اور کالے رنگ کا ہو تو تم اس پر کیسے لازم کرو گے؟ اور کیسے اسے فسخ سے روکو گے؟ یہ تو انتہائی ممانعت' تناقض اور قانون اور قواعد شرعی سے دوری کی بات ہے۔ کہتے ہیں نیز یہ کیسے ممکن ہے کہ جوڑے میں سے ایک کو تو مسور کے دانے جتنی برص سے فسخ کا حق دیا جائے اور دوسرے کو مضبوط' پکی خارش سے بھی حق فسخ نہ دیا جائے یہ تو معمولی سی برص سے کہیں زیادہ نفرت دلانے والی ہے۔ اسی طرح دوسری سخت بیماریوں میں بھی یہی حکم ہے اور جب کہ نبی مکرم ﷺ نے بیچنے والے کے لیے سودے کا عیب چھپانا اور جس کو علم ہے وہ مشتری سے چھپائے ان دونوں کو حرام کیا ہے تو نکاح میں عیوب کا کیا بنے گا؟

جب کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے رسول اللہ ﷺ سے ابوجہم رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کے متعلق مشورہ مانگا تو نبی ﷺ مکرم نے فرمایا:

معاویہ (رضی اللہ عنہ) تو کنجوس ہے اس کے پاس مال ہی نہیں اور ابوجہم اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔ ❶ معلوم ہوا کہ نکاح میں عیب بیان کرنا زیادہ مناسب اور واجب ہے۔

پھر دھوکہ' فراڈ اور عیب چھپانا جو کہ حرام ہے تو وہ اسے (یعنی نکاح کو) لازم کرنے کا سبب کیسے بنے گا؟ اور کیسے اس کے لئے گردن میں ڈالا گیا ایک چمٹنے والا کپڑا بنایا جائے گا جب کہ دوسرا اس سے شدید نفرت کرتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس نے اس کی سلامتی اور اس کے خلاف کی شرط بھی لگائی تھی؟ اس سے یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شریعت کے تصرفات' اس کے قواعد واحکام اس کا انکار کرتے ہیں۔ [واللہ اعلم]

ابومحمد بن حزم کا مذہب ہے کہ جب خاوند نے عیوب سے سالم ہونے کی شرط لگائی پھر کوئی بھی عیب پایا تو نکاح باطل ہے۔ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ نہ اس میں خیار ہے' نہ اجرت' نہ خرچہ اور نہ میراث ہے اور کہتے ہیں (جب شرط کے موافق کہ) وہ سالمہ ہو بغیر شک کے کسی عیب والی نہ ہو تو اس پر داخل ہی وہ کی گئی جس سے اس نے شادی نہیں کی۔ تو جب اس نے شادی نہیں کی پھر ان میں زوجیت نہ ہوئی۔

جس پر عدالتوں میں عمل ہو رہا ہے:

۱۹۲۰ء کے قانون کی شق نمبر ۹ کے مطابق جو عدالتوں میں عمل ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے لیے یہ حق ثابت ہے۔ ❷ جب کہ عیب پکا ہو اس سے صحت یاب ہونا ممکن نہ ہو یا بہت دیر بعد صحت ممکن ہو اور عورت کو اس کے ساتھ بغیر ضرر کے رہنا ممکن نہ ہو۔ وہ عیب خواہ کوئی بھی ہو جنون ہو یا جذام یا برص ہو۔ اور یہ عیب خواہ نکاح سے پہلے ہو اور عورت کو علم نہ ہوا ہو یا عقد کے بعد پیدا ہوا ہو اور عورت اس کے ساتھ راضی نہ ہو۔ اگر عورت کو شادی سے پہلے اس کے عیب کا علم تھا یا عیب ہوا ہی شادی کے بعد ہو اور وہ عورت اس کے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائے خواہ وضاحت سے کہہ دے یا پتا چلنے کے بعد عملی طور پر یہ دلالت کرے۔ پھر اس سے تفریق کرانا جائز نہ ہوگا۔ اس

❶ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۱۴ حدیث نمبر ۳۶۔۱۴۸۰۔

❷ یعنی تفریق کا حق۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت میں دی ہوئی طلاق' طلاق بائن شمار ہوگی اور اس کا فیصلہ عیب کی معرفت اور تکلیف کی حد کے تجربہ کی روشنی میں ہوگا۔ احناف کے نزدیک اسی کے تحت یہ بھی داخل ہے کہ اگر بڑی' عاقلہ عورت اپنے قریبی ولی کی اجازت کے بغیر اپنا کفو دیکھ کر اور مہر مثل سے بھی کم پر اپنا نکاح خود کرے (تو اس میں بھی یہی حکم ہے) اسی طرح جب باپ اور دادا ولیوں کی عدم موجودگی میں کوئی اور ولی چھوٹے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کردیں جس میں جوڑا برابر ہو اور مہر بھی مثل ہو تو شادی غیر لازم ہے۔ عنقریب ولایت کی بحث میں اس کی تفصیل کا ذکر آئے گا۔

قانوناً شادی کے سماع دعویٰ کی شرائط:

ملکی قانون[1] نے ایک طرف شادی کے دعوے کو سننے کے لیے کچھ شرائط مقرر کیں۔ دوسری طرف بالفعل عقد زواج کی تحریر کی بھی دیگر شرائط وضع کیں۔ فائدے کی تکمیل کے لیے ذیل میں ہم انہیں مختصراً بیان کرتے ہیں

دعویٰ زوجیت کو سننے کی تحریری گنجائش:

۱۹۳۱ء کے قانون نمبر ۷۸ کی شق نمبر ۹۹ میں چار فقرے آئے ہیں جو شرعی عدالتوں کے نظام کے پروگرام اور اس سے متعلقہ اتھارٹیوں سے خاص تھے کہ:

فرانس میں ۱۹۱۱ میں جو واقعات پیش آئے ان میں خاوند' بیوی میں سے کوئی مارا گیا تو اس کے نکاح یا طلاق کے انکار یا اقرار کے دعوی کی سماعت نہ کی جائے گی خواہ وہ دعویٰ خاوند' بیوی میں سے کسی نے قائم کیا ہو یا کسی اور نے۔ ہاں اس صورت میں مقدمہ سنا جائے گا جب کہ ان کی تائید ایسی دستاویزات سے ہو جو فراڈ سے خالی ہوں جو اس کی صحت پر دلالت کر رہی ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ صرف ۱۸۹۷ میں پیش آنے والے واقعات میں سے اس دعوی زوجیت یا اس کے اقرار کی سماعت کی

---

[1] ملک مصر مراد ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گی جو خاوند یا بیوی نے دائر کیا ہو اور وہ گواہوں کی گواہی یا اس شرط سے سنے جائیں گے جب کہ شادی عام شہرت سے معروف ہو۔

اور ۱۹۱۱ء میں پیش آنے والے حادثات کے مذکورہ الصدر تمام دعووں کی سماعت نہ ہوگی۔ خواہ وہ خاوند' بیوی کی طرف سے ہو یا کسی اور کی طرف سے ہو۔ ہاں اگر وہ اشتام کی صورت میں ثابت ہوں یا مرنے والے کے ہاتھ سے لکھے ہوں اور اس پر اس کے دستخط بھی ہوں (تو مقدمہ سنا جائے گا) اور ۱۹۳۱ء میں اگست کے اول میں پیش آنے والے واقعات میں سے زوجیت کے انکار کا دعویٰ ہو یا اقرار کا وہ اسی وقت ہی سنا جائے گا جب کہ وہ نکاح کے لیے مقرر شدہ رجسٹروں سے ثابت ہوگا۔

اس فیصلے کے وضاحتی نوٹ میں درج ذیل تفصیل ہے:

شرعی قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ وقت' جگہ' واقعات اور افراد کے ساتھ فیصلے کا خصوصی تعلق ہوتا ہے حکمران کو حق ہے کہ اپنے قاضیوں کو بعض دعوی سننے سے روک دے اور لوگوں کے حقوق کو تحفظ دینے کے لیے لوگوں کی ضرورت اور وقت کے حالات کے موافق جو مناسب سمجھے سماع دعویٰ کے لیے قید لگا دے۔ اس پر گزشتہ زمانے کے فقہاء کا اتفاق ہے اور انہوں نے بہت سے احکام میں اس بنیاد کو برقرار رکھا ہے اور شرعی عدالتوں کے ۱۸۹۷ء اور ۱۹۱۰ء کے اکثر نظام بھی تخصیص کے فیصلے پر مشتمل تھے۔ خصوصاً وہ دعوے جو زوجیت وطلاق کے انکار یا ان کے اقرار سے متعلق تھے۔

لوگوں نے ان قیود کو پسند بھی کیا اور جب انہیں یہ بات سمجھ آئی کہ خاندانوں کے حقوق کے تحفظ میں ان قیود کا بڑا اثر ہے تو وہ اس پر مطمئن بھی ہو گئے۔ واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ عقد نکاح جو کہ خاندانوں کے رابطے کی بنیاد ہے۔ اس کے لئے ہمیشہ بچاؤ کی اور اس کے معاملے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو افراد شادی سے اکٹھے ہوتے ہیں لیکن نکاح رجسٹرڈ نہیں ہوتا۔ پھر ایک اس کا انکار کرتا ہے اور دوسرا اسے ججوں کے سامنے ثابت نہیں کر سکتا۔ نامناسب اغراض والا شخص جھوٹ' بہتان' برائی اور شہوت یا دیگر مقاصد کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے زوجیت کا دعویٰ کر دیتا ہے اور سہارا یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے آسانی سے ثابت کر سکتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ عدالت ایسے دعوؤں کی شہادت سننے کو جائز کہتی ہے اور کبھی شادی کا دعویٰ ایسے کاغذات کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ جن سے ایک پہلو سے صحت ثابت ہو جائے تو کئی پہلوؤں سے ثابت نہیں ہوتی نکاح ہمیشہ طے شدہ رجسٹرڈ کاغذات پر ہوں تو ایسی پریشانی ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ رہن اور اوقاف میں ہوتا ہے حالانکہ یہ اس سے کہیں کم درجے کا معاملہ ہے اور نکاح کے معاملے میں خطرات زیادہ ہیں۔ لوگوں کو اس پر رغبت دلانے کے لیے اس معاملے کی اہمیت کے اظہار اور اسے منفی پہلو اور انکار سے بچانے کے لیے ان متعدد مفاسد کی روک تھام اور خاندانی تعلقات کے احترام کے لئے پیش کردہ قانون نمبر ۹۹ کے اصل مضمون میں چوتھا فقرہ زیادہ رکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

زوجیت کے اقرار و انکار کا دعویٰ تب ہی سنا جائے گا جب کہ وہ شادی کے لیے طے شدہ رجسٹرڈ سے ثابت ہو یہ قانون ان حوادث کے حوالے سے ہے جو شروع اگست ۱۹۳۰ء میں پیش آئے۔

شادی کے دعویٰ کو سننے کے لیے زوجین کی عمر کی حد بندی:

قانون نمبر ۹۹ میں جو شرعی فرامین جاری ہوئے اس کے پروگرام کے مطابق پانچویں فقرے کا یہ مضمون تھا اگر بیوی کی عمر ۱۶ سال ہجری سے کم ہو اور خاوند کی عمر ۱۸ سال ہجری سے کم ہو تو ان کی زوجیت کا دعویٰ نہ سنا جائے گا۔ ہاں اگر ہم حکم دیں تو وہ مستثنیٰ ہوں گے۔ (1)

اس فقرے کے حوالے سے وضاحتی نوٹ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

شادی کے وقت مرد کی عمر ۱۸ سال اور عورت کی عمر ۱۶ سال سے کم ہو تو ان کا دعویٰ زوجیت سنا نہیں جائے گا خواہ بوقت دعویٰ ان کی عمر اتنی ہی ہو یا اس حد سے تجاوز

(1) یعنی اگر حاکم یا چیف جسٹس اجازت دیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرگئی ہو۔ لوگوں کو آسانی، حقوق کے تحفظ اور شادی کے نتائج کے احترام کے لیے یہ قانون قرار دیا گیا ہے کہ سماعِ دعویٰ زوجیت کو ایک حالت پر روک دیا جائے۔ یعنی اس قانون کے موافق عمل ہو کہ اگر زوجین کی یا ان میں سے ایک کی عمر بوقت دعویٰ مقرر کردہ عمر سے کم ہو (تو دعویٰ نہ سنا جائے)۔

قانونی طور پر بالفعل عقد زواج کے لیے خاوند، بیوی کی عمر کا تعین:

قانوناً جاری کردہ فرامین کے مطابق قانون نمبر ۳۶۶ کے دوسرے فقرے کا مضمون درج ذیل ہے "کہ جب تک عمر کے اس قانون پر عمل نہ ہوگا تب تک بالفعل عقد زواج مستند نہ ہوگا کہ عقد کے وقت بیوی کی عمر ۱۶ سال جب کہ خاوند کی عمر ۱۸ سال ہو۔"

اس فقرے سے متعلق وضاحتی نوٹ درج ذیل ہے۔

معاشرتی حالات میں شادی کی بڑی اہمیت ہے۔ گھریلو زندگی کی خوش بختی اور بدبختی کے نقطہ نظر سے اس کا بڑا مقام ہے۔ نسل کے خیال رکھنے اور اسے ضائع کرنے میں اس کا بڑا کردار ہے۔ حالات اس انداز سے گزرتے ہیں کہ گھریلو زندگی اس ٹوہ میں رہتی ہے کہ مرد میں اچھا نظام چلانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور خاوند اور بیوی رشد مالی[1] کی عمر سے پہلے زوجیت کے اہل نہیں بنتے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ عورت مرد سے پہلے اپنی نیت کو قوی کرتی ہے۔ اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ لڑکی گھریلو ذمہ داری کے لیے مرد سے کہیں کم وقت میں بیوی بننے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اس لیے یہی مناسب ہے کہ لڑکے کی عمر ۱۸ سال جب کہ لڑکی کی عمر ۱۶ برس ہو"۔

انہی معاشرتی مقاصد کے مدنظر مصر کا قانون بنانے والے ادارے نے قانونی طور پر بالفعل شادی کی عمر کی تعیین کر دی۔ جیسا کہ قانونی طور پر زوجیت کی دعویٰ کو سننے کے لیے بھی عمر کی حد بندی کی اور بالفعل عقد سے تحدید پر نسل کے قانون کی حفاظت

[1] مالی سمجھداری کی عمر اکیس عیسوی سال ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ۱۹۳۳ء میں قانون نمبر ۴۴ عمل میں آیا۔ اس کے دوسرے قانون کا اصل مضمون درج ذیل ہے:

قانون نمبر ۲:

اس شخص کو قید کی سزا دی جائے لیکن دو برس سے زیادہ نہ ہو یا اسے تاوان ڈالا جائے جو سو (۱۰۰) پونڈ سے زیادہ نہ ہو۔ جو کے اسپیشل برانچ کے سامنے کوئی ایسی بات ظاہر کرے جس کا مقصد یہ ہو کہ جو عمر عقد زواج میں لکھی گئی وہ قانونی طور پر متعین کی گئی عمر تک خاوند یا بیوی کی عمر غلط ثابت ہو جائے۔ خواہ وہ قولی طور پر یہ غلط بات ظاہر کرے یا لکھے یا ایسے کاغذات پیش کرے اور جب یہ پتا چلے کہ شادی میں درج شدہ عمر ان باتوں یا کاغذات کی بنیاد پر ہے (تو سزا دی جائے)۔

اور جسے قانون نے اتھارٹی[1] دی ہے اگر وہ جانتا ہے کہ خاوند یا بیوی میں سے کسی کی عمر قانون میں متعین کردہ عمر سے کم ہے پھر بھی خلاف واقعہ بات لکھے تو اسے بھی قید اور جرمانے کی سزا دی جائے لیکن وہ جرمانہ دو سو پونڈ سے زیادہ نہ ہو۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

ہر عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ ضروری ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ کیا گیا ہے وہ نکاح کا ارادہ رکھنے والے پر حرام نہ ہو۔ خواہ حرمت ہمیشہ کے لیے ہو یا وقتی ہو۔ اور ہمیشہ والی حرمت عورت کے لیے مانع ہے کہ وہ کسی بھی وقت اس کی بیوی بنے۔ جب کہ وقتی حرمت تب تک اس کے لیے رکاوٹ ہے جب تک اس پر وہ خاص حالت قائم رہے۔ اگر حال بدل گیا وقتی حرمت ختم ہو گئی تو وہ اس کے لیے حلال ہو گی۔

ابدی حرمت کے اسباب درج ذیل ہیں:

① نسب ② سسرالی تعلق ③ رضاعت

---

[1] اس سے مراد نکاح رجسٹرار اور نکاح خواں بھی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا ذکر اللہ کے اس فرمان میں ہے فرمایا:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ [سورة النساء : ٢٣]

''تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمھاری مائیں' اور تمھاری بیٹیاں' اور تمہاری بہنیں' اور تمہاری پھوپھیاں' اور تمہاری خالائیں' اور بھائی کی بیٹی اور بہن کی بیٹی اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ اور رضاعت سے تمہاری بہنیں۔ اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔ اور تمہاری ان عورتوں سے گود کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم داخل ہوئے۔ اگر تم ان کے ساتھ داخل نہ ہوئے تو تم پر حرج نہ ہے۔ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں۔ اور یہ کہ تم جمع کرو دو بہنوں کو۔ مگر جو گذر چکا ہے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

جب کہ وقتی حرمت کی کئی اقسام ہیں: اب ہر ایک کا بیان آتا ہے: نسبی تعلق سے حرام کی ہوئی عورتیں یہ ہیں۔

مائیں' بیٹیاں' بہنیں' پھوپھیاں' خالائیں' بھائی کی بیٹیاں' بہنوں کی بیٹیاں

ماں:

ہر اس عورت کا نام ہے جس کا تم پر ولادت کا تعلق ہو۔ اسی میں ماں' اس کی ماں' اس کی دادیاں' نانیاں' باپ کی ماں' اس کی مائیں اور اس کی دادیاں' نانیاں خواہ اوپر تک ہوں سب شامل ہیں۔

بیٹی:

ہر اس عورت کا نام ہے کہ تیرا اس سے ولادت کا تعلق ہو۔ اس میں ہر وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکی آئے گی جس کا نسب تیری طرف بذریعہ ولادت لوٹتا ہو خواہ ایک واسطے سے ہو یا کئی واسطوں سے اسی میں صلبی بیٹیاں اور ان کی بیٹیاں بھی داخل ہیں۔

بہن:

ہر اس عورت کا نام ہے جو تیری ہمشیرہ ہو۔ خواہ ماں باپ دونوں سے یا ایک کی طرف سے ہو۔

پھوپھی:

ہر اس عورت کا نام ہے جو تیرے باپ دادا کی شریک ہو خواہ ماں باپ دونوں سے یا کسی ایک کی طرف سے ہو۔ اور کبھی پھوپھی ماں کی طرف سے بھی ہوتی ہے اور وہ نانا کی بہن ہے۔

خالہ:

ہر اس عورت کا نام ہے جو باپ' ماں یا کسی ایک کی طرف سے تیری ماں کی شریک ہو۔ اور خالہ کبھی باپ کی طرف سے بھی ہوتی ہے یعنی جو دادی کی بہن ہو۔

بھائی کی بیٹی:

یہ ہر اس لڑکی کا نام ہے جس سے تیرے بھائی کا ولادت سے تعلق ہو۔ خواہ بذات خود ہو یا واسطے سے ہو۔ بہن کی بیٹی بھی اسی طرح ہے۔

جو عورتیں سسرالی تعلق سے حرام ہیں

سسرالی تعلق سے حرام کردہ عورتیں یہ ہیں: [1]

① بیوی کی ماں:

اس کی ماں کی ماں' اس کے باپ کی ماں' اوپر تک کیونکہ فرمان الٰہی ہے

---

[1] سسرالی رشتہ وہ ہے جو شادی کی وجہ سے بنتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ اور اس کی حرمت میں بیوی کے ساتھ داخل ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ محض نکاح ہی سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

② اس بیوی کی بیٹی جس کے ساتھ داخل ہوا:

اس میں اس کی پوتیاں اور نواسیاں بھی داخل ہیں۔ اگرچہ نیچے تک پہنچ جائیں کیونکہ وہ بھی اس کی بیٹیوں کے حکم میں ہیں اللہ کریم نے فرمایا:

﴿ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾ [النساء:٢٣]

"اور تمہاری ان عورتوں سے گود کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم داخل ہوئے۔ اگر تم ان کے ساتھ داخل نہ ہوئے تو تم پر کچھ حرج نہیں۔"

اور ربائب' ربیبہ کی جمع ہے اور ربیب آدمی کی وہ اولاد ہے جو اس کے علاوہ اور خاوند سے اس کی بیوی کی ہو۔ اسے ربیب اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی پرورش کرتا ہے جیسے اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے یعنی اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

اور جو اللہ کریم نے فرمایا: اَللَّاتِي فِي حُجُورِكُم یہ ربیبہ کے متعلق اکثر حالات کے بیان کے لیے ہے یعنی یہ کہ وہ اپنی ماں کے خاوند کی پرورش میں ہوتی ہے یہ کوئی قید نہیں ہے۔ جب کہ مسلک ظاہریہ کے نزدیک یہ قید ہے اور آدمی پر اس کی ربیبہ' بیوی کی بیٹی' اگر اس کی پرورش میں نہ ہو تو حرام نہ ہوگی۔ یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میری بیوی فوت ہوگئی اس سے میری اولاد بھی تھی۔ مجھے اس پر صدمہ ہوا۔[1] مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب ملے تو فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میری بیوی فوت ہوگئی ہے۔

آپ نے فرمایا: اس کی بیٹی ہے؟

میں نے کہا: ہاں اور طائف میں رہتی ہے۔

[1] یہاں لفظ فَوَجَدْتُ ہے جس کا مطلب حَزِنْتُ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: تیری پرورش میں ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

فرمایا: اس سے نکاح کرلو۔

میں نے کہا: اللہ کا فرمان: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللَّاتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ﴾ کہاں جائے گا۔

فرمایا: وہ تیری پرورش میں تو نہیں تھی یہ تو اس وقت تھا جب کہ وہ تیری پرورش میں ہوتی۔

جمہور علماء نے اس رائے کا رد کیا اور کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنداً ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ابراہیم بن عبید کی حدیث مالک بن اوس کے واسطے سے ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ ابراہیم معروف نہیں ہے۔ اکثر اہل علم نے اس میں اختلاف کیا اور اس راوی سے روایت کو چھوڑ دیا ہے۔

③ بیٹے کی بیوی:

اس کے بیٹے کی بیوی اس کے بیٹے کے بیٹے کی بیوی اور اس کی بیٹی کے بیٹے کی بیوی اگر چہ نیچے تک چلی جائیں وہ بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ اللہ کریم نے فرمایا:

﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآءِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ [النساء:٢٣]

''حلائل'' حلیلہ کی جمع ہے بیوی کو کہتے ہیں اور خاوند حلیل ہوتا ہے۔

④ باپ کی بیوی:

بیٹے پر باپ کی بیوی سے نکاح کرنا محض باپ کے نکاح ہی سے حرام ہو جاتا ہے۔ اگر چہ اس کے ساتھ داخل نہ ہوا ہو۔ جاہلیت میں اس طرح کا نکاح مروج تھا اس نکاح کو ''نکاح مقت''[1] کہتے تھے اسی سے لڑکے کو مُقیت یا مقتی کہتے تھے۔

اللہ کریم نے اس سے منع فرمایا اور اس کی مذمت بیان فرمائی اور اس سے نفرت دلائی امام رازیؒ نے فرمایا: برائی تین طرح کی ہے۔ ایک عقلی برائی' دوسری

---

[1] مقت کا اصل معنی بغض ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی برائی، تیسری رواجی برائی۔

اللہ کریم نے اس نکاح میں یہ تینوں برائیاں بیان کی ہیں۔

اللہ پاک کا فرمان ہے: ''فَاحِشَةً'' اس سے قباحت عقل کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَمَقْتًا'' اس سے قباحت شرعی کا اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''سَآءَ سَبِيلًا'' رواجی قباحت کا اشارہ دے رہا ہے۔

ابن سعدؒ نے محمد بن کعبؒ سے اس آیت کا سبب نزول ذکر کرتے ہوئے کہا: جب مرد عورت چھوڑ کر فوت ہو جاتا تو اس کا بیٹا اس کا زیادہ حق دار ہوتا۔ چاہتا تو خود اس سے نکاح کر لیتا جب کہ وہ اس کی اپنی ماں نہ ہوتی اور چاہتا تو کسی سے اس کا نکاح کر دیتا۔ جب ابو قیس بن اسلت فوت ہوا تو اس کا بیٹا محصن اٹھا جو اپنے باپ کی بیوی کا وارث بنا۔ نہ اس پر خرچ کیا نہ اسے وراثت سے کچھ مال دیا۔ اس نے نبی مکرم ﷺ کے پاس آ کر اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوٹ جاؤ شاید اللہ تیرے متعلق کچھ نازل کرے، تو یہ آیت اتری:

﴿ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴾ [سورۃ النساء:۲۲]

''اور تم نہ نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے تمہارے آباء نے نکاح کیا مگر جو گزر گیا بے شک یہ بے حیائی اور ناراضگی اور بری راہ ہے۔''

احناف کی رائے ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا اسے چھوا یا بوسہ لیا یا شہوت سے اس کی شرم گاہ کو دیکھا۔ اس مرد پر اس عورت کی اصل اور فرع دونوں حرام ہیں۔[1] اور اس عورت پر اس مرد کی بھی اصول و فروع حرام ہو گئیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک زنا سے دامادی/سسرالی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح زنا کے پہلے کاموں اور اس پر ابھارنے والے کاموں سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آدمی نے اپنی بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی سے زنا کر لیا تو وہ اس پر ہمیشہ کے

[1] اصل اوپر یعنی والدین کی طرف کے رشتے ہیں اور فرع اولاد کے رشتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے حرام ہو جائے گی۔ جب کہ جمہور کا خیال یہ ہے کہ زنا سے سسرالی حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اس مسلک پر ان کے درج ذیل دلائل ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ ''جو عورتیں حرام ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد یہ ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح حلال ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ زنا حرمت کے اسباب سے ہے۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کسی عورت سے زنا کیا اس سے یا اس کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک حرام عمل حلال کو حرام نہیں کرتا۔ حرمت تو نکاح سے ہی ثابت ہوتی ہے''۔ [بروایت ابن ماجہ عن ابن عمرؓ]

③ اس متعلق انہوں نے جو احکام ذکر کیے ہیں وہ ضرورت کا تقاضا تھے کبھی عمومی طور پر اس آزمائش میں وقوع بھی ہوتا تھا اور یہ ممکن نہ تھا کہ شارع اس سے خاموش رہتے۔ نہ اس متعلق قرآن اترا۔ نہ سنت جاری ہوئی۔ نہ کوئی صحیح خبر پہنچی نہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا۔ جب کہ وہ اس جاہلیت کے زمانے کے قریب تھے جس میں زنا مروج تھا۔ اگر کسی ایک کو یہ بات سمجھ آتی کہ اس میں شرع کو ادراک ہوتا یا اس پر کوئی علت وحکمت دلالت کرتی ہے تو وہ ضرور اس متعلق پوچھتے۔ اور جس چیز کی وجہ سے وہ فتنے میں ڈالے جاتے تھے اس کو نقل کرنے کے اسباب بھی وافر تھے۔ ❶

④ اس کے معنی یہ ہیں کہ زنا سے عورت ہمیشہ اس کی بیوی نہیں بن جاتی۔ پھر اس سے سسرالی حرمت متعلق نہ ہوئی جیسے بغیر شہوت جسم کے ساتھ جسم کو چھونا ہے۔

جو عورتیں رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں:

رضاعت سے وہ عورتیں حرام ہوتی ہیں جو نسب سے حرام ہوتی ہیں اور جو نسب سے حرام ہوتی ہیں وہ ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں ہیں۔

❶ المنارج ۴ ص ۴۷۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کریم نے اپنے اس فرمان میں اسی کا ذکر کیا فرمایا:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ ﴾ [النساء : ۲۳]

''تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمھاری مائیں' اور تمھاری بیٹیاں' اور تمہاری بہنیں' اور تمہاری پھوپھیاں' اور تمہاری خالائیں' اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ اور رضاعت سے تمہاری بہنیں۔''

اس بنیاد پر دودھ پلانے والی ماں کے مرتبے پر ہوگی اور دودھ پینے والے پر وہ حرام ہوگی اور ہر وہ عورت بھی حرام ہے جو نسب کی ماں کی طرف سے اس پر حرام ہے۔ اس طرح یہ عورتیں حرام ہوں گی۔

① دودھ پلانے والی عورت: کیونکہ وہ دودھ پلانے سے اس کی ماں شمار ہوگی۔
② دودھ پلانے والی کی ماں: کیونکہ وہ اس کی نانی ہوگی۔
③ دودھ پلانے والی کے خاوند کی ماں: جو دودھ والا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی دادی ہوگی۔
④ ماں کی بہن: کیونکہ وہ دودھ پینے والے کی خالہ ہوگی۔
⑤ اس کے خاوند کی بہن: جو دودھ والا ہے۔ یونکہ وہ اس کی پھوپھی ہوگی۔
⑥ اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بیٹیاں: کیونکہ وہ اس کے بھائیوں اور بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔
⑦ بہن: خواہ وہ اس کی سگی بہن ہو یا ماں یا باپ کسی ایک کی طرف سے ہو۔[1]

[1] ماں اور باپ کی طرف سے بہن: وہ ہے جس کو ماں نے باپ کے تعلق زوجیت سے دودھ کے ساتھ پلایا۔ وہ اس لڑکے کے ساتھ پلایا۔ یا اس سے پہلے' یا اس کے بعد۔
باپ کی طرف سے بہن: جس کو باپ کی بیوی نے دودھ پلایا ہو۔ اور ماں کی طرف سے بہن: جس کو ماں نے مرد کے تعلق زوجیت کے دودھ سے پلایا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے:

ظاہر بات یہ ہے کہ جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ مطلق رضاعت ہے۔ یہ مکمل رضاعت سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بچہ چھاتی کو منہ میں لے کر اس سے دودھ چوسے۔ اور اسے اپنی خوشی سے چھوڑے کسی پیش آنے والی رکاوٹ سے نہ چھوڑے۔ اگر ایک یا دو دفعہ چوسا تو اس سے حرمت نہ ہوگی کیونکہ یہ رضعت نہیں ہے اور نہ غذا میں اس کا اثر ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''ایک یا دو دفعہ چوسنا حرام نہیں کرتا''۔ ❶ اور معیۃ مص سے واحد ہے کہا أمصه و معصية یعنی میں نے اس سے آرام کے ساتھ پیا۔ ہمارے نزدیک یہی حکم زیادہ مناسب ہے۔ اس متعلق علماء کی کچھ آراء ہیں جنہیں ذیل میں ہم مختصراً بیان کرتے ہیں۔

① رضاعت کم ہو یا زیادہ حرمت میں برابر ہے۔ کیونکہ رضاعت کے حوالے سے یہ مطلق ہے اور اس لیے بھی کہ بخاری اور مسلم نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہتے ہیں: میں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کی۔ پھر ایک کالے رنگ کی لونڈی آئی اس نے کہا: ''میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے'' میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اب کیسے ممکن ہے جب کہہ دیا گیا ہے؟ اسے خود سے الگ کر دے''۔ ❷

رسول اللہ ﷺ کا رضعات کے عدد کے متعلق نہ پوچھنا اور اسے چھوڑنے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ صرف دودھ پینا ہی معتبر ہے۔ جب اس کا نام آئے گا تو اس کا حکم بھی آئے گا۔ اور یہ ایک ایسا فعل ہے جس سے تحریم متعلق ہے۔ اس کی کم اور زیادہ مقدار برابر ہے۔ جیسا کہ وطی ہے جو اسے واجب کرنے والی ہے۔

---

❶ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷۳ حدیث نمبر ۱۷۔۱۴۵۰۔

❷ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۱ حدیث نمبر ۲۶۴۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہڈیوں کا مضبوط ہونا اور گوشت کا اگنا تو تھوڑے دودھ سے بھی ہوتا ہے اور زیادہ سے بھی۔ یہ مذہب حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، سعید بن المسیبؒ، حسن بصریؒ، زہریؒ، قتادہؒ، حمادؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، مالکؒ کا ہے اور ایک روایت امام احمدؒ سے بھی یہی ہے۔

② دوسرا مذہب یہ ہے کہ پانچ الگ الگ رضعات سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ فرماتی ہیں: ''جو قرآن میں نازل ہوا وہ یہی حکم تھا کہ دس (۱۰) معلوم رضعات حرام کرتی ہیں'' پھر یہ منسوخ ہوا پانچ معلوم رضاعات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک قرآن میں یہی حکم پڑھا جاتا رہا۔[1]

یہ کتاب وسنت کے مطلق کی قید ہے اور مطلق کی قید بیان ہوتا ہے نسخ یا تخصیص نہیں ہوتی۔ اور اگر اس رائے پر اعتراض نہ ہوتا کہ قرآن تو صرف تواتر سے ہی ثابت ہوتا ہے اور یہ (اعتراض) کہ اگر یہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو مخالفین پر خصوصاً حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ پر مخفی نہ رہتا۔ پھر ہم یہی کہیں گے کہ اگر اس رائے پر یہ (مذکورہ) اعتراضات نہ ہوتے تو یہ سب سے قوی رائے ہوتی۔ انہی (اعتراضات) کی وجہ سے امام بخاریؒ سے روایت نہیں کیا۔

یہ مذہب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے۔ ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں سے بھی اسی کے موافق ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت طاؤس، عطاء، شافعی، ابن حزم اور احمد ظاہری مذہب اور اکثر اہلحدیث کا بھی یہی مذہب ہے۔

③ تیسرا موقف یہ ہے کہ تین یا اس سے زیادہ دفعہ سے رضاعت ثابت ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک یا دو دفعہ چوسنا حرام نہیں[2] کرتا'' یہ تین سے کم

---

[1] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷۵ حدیث نمبر ۲۴۔ ۱۴۵۲۔

[2] محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۱ حدیث نمبر ۲۶۴۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضعات میں حرمت کی نفی پر واضح دلیل ہے۔ تین سے زیادہ دفعہ میں حرمت منحصر ہوگی یہ مذہب ہے حضرت ابوعبید' ابوثور' داؤد ظاہری' ابن المنذر کا اور ایک (ایسی) ہی روایت امام احمد سے بھی مروی ہے۔

دودھ پلانے والی کا دودھ عموماً حرمت کرتا ہے:

دودھ پلانے والی کے دودھ سے غذا لینا حرام کرتا ہے خواہ بچہ خود پئے یا اس کے گلے [1] میں انڈیلا جائے یا ناک کے ذریعے [2] ڈالا جائے۔ لیکن اس طرح کہ وہ غذا بن رہا ہو اور اس کی بھوک کو مٹا دے اور ایک رضاعت کے برابر ہو جائے۔ کیونکہ اس سے وہی فائدہ ہوتا ہے جو رضعات سے حاصل ہوتا ہے یعنی ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں گوشت اگتا ہے پھر یہ بھی حرمت میں برابر ہے۔

وہ دودھ جو کسی اور چیز سے ملا ہو:

جب عورت کا دودھ کھانے' پینے' دوائی یا بکری وغیرہ کے دودھ میں سے کسی چیز سے ملا ہوا سے بچہ پی لے۔ اس میں اگر زیادہ عورت کا دودھ ہو تو حرمت ہوگی اگر دوسری چیز زیادہ ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ یہ احناف' مزنی اور ابوثور کا مذہب ہے۔ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مالکیہ میں سے ہیں کہتے ہیں اگر دودھ کو پانی وغیرہ میں ملا دیا جائے پھر بچہ اسے پی لے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابن حبیب مطرف اور ابن ماجشون جو اصحاب مالکؒ سے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اس کی اسی مرتبے کی حرمت ثابت ہوگی جو اکیلے دودھ سے ہوتی ہے یا اس میں کچھ ملا ہو لیکن اس کی اصل باقی ہے۔

ابن رشد کہتے ہیں:

ان کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جب دودھ کسی اور چیز سے مل جائے تو کیا

---

[1] وجور: کا مطلب بچے کے گلے میں بغیر پستان دودھ انڈیلنا ہے۔

[2] سعوط: کا مطلب اس کی ناک میں دودھ ڈالنا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دودھ کا حرمت والا حکم رہتا ہے یا نہیں رہتا؟ جیسا کہ جب کوئی نجاست کسی حلال وطاہر چیز میں مل جائے۔ ❶

اصل یہ ہے کہ اس میں وہی معتبر ہے جس پر مطلقاً دودھ کا لفظ آ سکتا ہے جیسے پانی ہے کہ جب پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے تو کیا وہ پاک کرنے والا رہتا ہے یا نہیں؟

دودھ پلانے والی کا بیان:

جس دودھ پلانے والی کے دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ ایسی عورت ہو جس کی چھاتیوں میں دودھ ہو خواہ وہ بالغہ ہو یا نہ ہو' خواہ اسے حیض آتا ہو یا حیض سے ناامید ہو' خواہ اس کا خاوند ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔

رضاعت کی عمر:

شادی کو وہ رضاعت حرام کرتی ہے جو دو برسوں کے دوران ہو اسی مدت کو اللہ پاک نے بیان کیا اور اس کی تعیین کی فرمایا:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [سورة البقرة: ۲۳۳]

”اور مائیں اپنی اولادوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں اس شخص کے لئے جو رضاعت کو کامل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔“

کیونکہ دودھ پینے والا اس مدت میں چھوٹا ہوتا ہے اسے دودھ کافی ہوتا ہے اس سے اس کا گوشت اگتا ہے اور وہ دودھ پلانے والی کا ایک حصہ بن جاتا ہے پھر حرمت میں اس کی اولاد کے ساتھ مشترک ہوتا ہے۔

دارقطنی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہتے ہیں:

---

❶ یعنی جب دودھ اور چیز سے مل جائے کیا اس پر مطلق دودھ کا اسم باقی رہے گا یا نہیں؟ اگر اس پر مطلق دودھ کا اسم باقی رہے تو حرام کرنے والا ہوگا ورنہ نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رضاعت صرف دو سالوں کے اندر ہے''۔

اور نبی مکرم ﷺ سے مرفوعاً مروی ہے:

''رضاعت صرف وہی ہے جو ہڈیوں کو مضبوط ❶ کرے اور گوشت اگائے''۔ [بروایت ابوداؤد]

اور یہ صرف اس کے ساتھ ہوسکتا ہے جو دو سال کی عمر میں ہو۔ دودھ سے اس کی ہڈیاں پرورش پاتی ہیں اس پر گوشت آتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رضاعت میں سے اسی سے حرمت ہوتی ہے جو انتڑیوں ❷ تک پہنچے اور یہ دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے ہوتا ہے''۔ ❸

ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حدیث منقطع ہے۔ اگر دو سالوں سے پہلے دودھ چھڑا دیا جائے اور غذا سے وہ دودھ سے بے پرواہ ہوجائے۔ پھر اسے کوئی عورت دودھ پلا دے۔ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''وہ رضاعت صرف بھوک سے ہے''۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

جو رضاعت دو سال کے بعد ہو اس کی زیادہ یا کم مقدار کچھ بھی حرام نہیں کرتی وہ پانی کے قائم مقام ہے اور کہا: ❹

''جب بچے کا دودھ دو برس سے پہلے چھڑا لیا جائے یا اسے دودھ چھڑا کر دودھ سے بے پرواہ کردیا جائے اس کے بعد جو رضاعت ہوگی اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی''۔ ❺

---

❶ انشر کا مطلب ہے کہ قوی اور مضبوط کرے۔

❷ یعنی انتڑیوں تک پہنچے اور ان کو غذا دے اور اس کے ساتھ دوسری چیز سے کفایت کرے۔

❸ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۳ ص ۴۵۸ حدیث نمبر ۱۲۵۰۔

❹ فصل کا مطلب دودھ چھڑایا جائے۔ ❺ پچھلی حدیث اس مفہوم پر مشتمل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے کی رضاعت:

گزشتہ دلائل کی بنیاد پر جمہور علماء کی رائے میں بڑے کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اس لیے سلف اور خلف علماء کی ایک جماعت اس سے حرمت کی قائل ہے۔ اگر چہ وہ بوڑھا ہو ایسے ہی جیسا کہ چھوٹے کی رضاعت حرام کرتی ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، عروہ بن الزبیرؒ، عطاء بن ابی رباحؒ لیث بن سعدؒ اور ابن حزمؒ سے بھی مروی ہے۔ ان کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام مالکؒ نے زہری سے روایت کیا کہ ان سے بڑے کی رضاعت کے متعلق سوال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے عروہ بن الزبیرؒ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہلہ بنت سہیل کو حکم دیا کہ وہ سالم کو دودھ پلا دے تو انہوں نے کہہ دیا وہ انہیں اپنا بیٹا سمجھتی تھیں''۔ عروہ کہتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی حدیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا۔ جس شخص کا وہ اپنے پاس آنا پسند کرتی تھیں اس کے متعلق اسی طرح کرتیں۔ وہ اپنی بہن ام کلثوم اور اپنے بھائی کی بیٹیوں سے کہتیں کہ انہیں دودھ پلا دیں جن مردوں کا وہ اپنے پاس آنا پسند فرماتی تھیں۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابو حذیفہؓ نے سالم کو بیٹا بنایا۔❶ وہ ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ تھے جیسے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بیٹا بنالیا تھا اور جاہلیت میں جو کسی کو بیٹا بناتا لوگ اسے اس کا بیٹا کہہ کر بلاتے اور وہ اس کی وراثت سے بھی حصہ لیتا۔ حتی کہ اللہ کریم نے نازل فرمایا:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ﴾. [سورۃ الاحزاب:٥]

''تم ان کو ان کے باپوں کے ساتھ پکارو۔ اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانو تو وہ تمہارے دین میں بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔''

---

❶ تبنی کا مطلب بیٹا بنالیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سہلہ آئیں کہا اے اللہ کے رسول مکرم ﷺ! ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے وہ میرے اور ابوحذیفہ کے ساتھ رہتا تھا اور مجھے عام حالت[1] میں دیکھتا تھا اللہ نے اس میں جو کچھ اتارا وہ آپ ﷺ کے علم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پانچ دفعہ دودھ پلاؤ''۔ تو وہ اس کی وجہ سے ان کے بیٹے کے مرتبے میں ہو گیا۔

حضرت زینب بنت ام سلمہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں ام سلمہؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا: ''آپ کے پاس غلام ایفع آتا ہے میں تو پسند نہیں کرتی کہ وہ میرے پاس آئے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تیرے لیے رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟ پھر فرمایا ابوحذیفہ کی بیوی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! سالم میرے پاس آتا ہے جب کہ وہ آدمی ہے۔ ابوحذیفہ کے دل میں اس متعلق کچھ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اسے دودھ پلا دو حتی کہ وہ تجھ پر داخل ہو''۔

ان دونوں اقوال میں سے پسندیدہ وہ ہے جسے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ثابت کیا فرمایا: سہلہ کی حدیث نہ منسوخ ہے نہ (اس کے حق میں) خاص ہے اور نہ ہر شخص سے متعلق عام ہے لیکن یہ بوقت ضرورت رخصت ہے جس کے عورت پر داخل ہونے سے بے پرواہ نہ رہا جائے اور اس سے پردہ مشکل ہو جیسے سالم کا حال ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ تھا۔

اس کی مثال یہی ہے کہ بوقت ضرورت بڑے کی رضاعت مؤثر ہوگی۔ لیکن اس کے علاوہ صرف چھوٹے کی رضاعت ہی موثر ہوگی۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ لڑکے کی رضاعت کے حوالے سے جو باقی احادیث ہیں وہ مطلق ہیں۔ انہیں سہلہ کی حدیث مقید کرتی ہے۔ یا تمام احوال میں عام ہوتی ہے یہ

---

[1] یعنی ایک کپڑے میں یا کام کے کپڑوں میں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال اس عموم سے اسے خاص کرتا ہے۔

نسخ سے اور متعین شخص کے لیے تخصیص کے دعوے سے یہ بات زیادہ مناسب ہے اور دونوں اطراف کی احادیث پر عمل کے لیے زیادہ قریب ہے اور شرع کے قواعد بھی اس کے گواہ ہیں۔

رضاعت پر گواہی:

رضاعت میں ایک ہی عورت کی گواہی مقبول ہے۔ جب کہ وہ اچھی ہو۔ کیونکہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام یحیٰی بنت ابی اھاب سے شادی کی۔ ایک کالی لونڈی آئی اس نے کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے کہتے ہیں میں نے الگ ہو کر اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اور کیا (ممکن ہے) جب کہ وہ کہہ چکی ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس (عورت) سے روک [1] دیا۔ اس حدیث سے طاؤس' زہری' ابن ابی ذئب' اوزاعی نے حجت پکڑی ہے اور ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے کہ رضاعت میں ایک عورت کی گواہی مقبول ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس متعلق مرضعہ کی گواہی مقبول نہ ہے کیونکہ یہ خود اس کی اپنے کام پر گواہی ہے۔ ابوعبید نے حضرت عمرؓ' مغیرہ بن شعبہ' علی بن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس بنیاد پر خاوند' بیوی میں فرق کرنے سے منع کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اگر وہ دلیل لے آئے تو جدائی ہو جائے گی ورنہ خاوند اور بیوی کا راستہ چھوڑ دو۔ ہاں اگر وہ احتیاط کریں (تو الگ بات ہے) [2]

اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے تو کوئی عورت نہ چاہے گی کہ خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالے لیکن وہ ایسا ہی کر دے گی۔

---

[1] محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۱ حدیث نمبر ۲۶۴۰۔

[2] یتنزھا کا مطلب ہے کہ وہ دونوں احتیاط کریں یعنی خود الگ ہو جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احناف کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت[1] میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ اس میں صرف عورتوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ، فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾[سورة البقرة:۲۸۲]

اور بیہقی نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے ایک مرد اور عورت پر گواہی دی تھی کہ اس نے انہیں دودھ پلایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں حتی کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔

امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ وہ ان گواہیوں سے ثابت ہوگی اور چار عورتوں کی گواہی سے بھی ثابت ہوگی کیونکہ دو عورتیں ایک مرد کی طرح ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر عورتوں کو اس مسئلے پر اطلاع ہوتی ہے جیسا کہ ولادت کا معاملہ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ عورتوں کی گواہی اس میں اس شرط پر قبول ہوگی کہ گواہی سے پہلے ان کی بات مشہور بھی ہو۔

ابن رشد:

کہتے ہیں بعض نے حضرت عقبہ بن الحارثؓ کی حدیث کو استحباب پر محمول کیا ہے تاکہ ان دلیلوں میں تطبیق ہو جائے۔ یہی مناسب ہے اور یہی امام مالکؒ سے روایت ہے۔

مرضعہ کے خاوند کا رضیع کا باپ ہونا:

جب کوئی عورت کسی بچہ کو دودھ پلائے اس کا خاوند اس بچے کا باپ اور اس کا بھائی اس کا چچا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوالقعیس کے بھائی افلح کو اجازت دو وہ تمہارا چچا ہے'' اس کی بیوی نے

[1] حالانکہ احناف نکاح پر اس گواہی کو ضروری نہیں سمجھتے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دودھ پلایا''۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس کی دو لونڈیاں ہوں۔ ایک نے ایک لڑکی کو جب کہ دوسری نے کسی لڑکے کو دودھ پلایا ہو تو کیا وہ لڑکا اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کیونکہ ان کا باپ تو ایک ہے۔ یہی چاروں اماموں' اوزاعی اور ثوری کی رائے ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اس کے قائل ہیں۔

رضاعت کے معاملے میں سستی:

اکثر لوگ رضاعت کے حوالے سے سستی کرتے ہیں۔ وہ بچے کو ایک یا کئی عورتوں سے دودھ پلوا دیتے ہیں نہ مرضعہ کی اولاد اور اس کی بہنوں کا خیال رکھتے ہیں نہ اس کے خاوند کی اولاد کا جو اس کی کسی اور بیوی سے ہوتے ہیں نہ اس کے بھائیوں کا خیال کرتے ہیں تاکہ انہیں ان احکام کا پتہ چلے جو ان پڑھ لوگ ہوتے ہیں۔ جیسے نکاح کی حرمت اور اس نئی قرابت کے حقوق جسے شارع نے نسب کی طرح کیا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی بہن' پھوپھی یا رضاعی خالہ سے نکاح کر لیتا ہے۔ [2] جب کہ اسے علم بھی نہیں ہوتا۔ اس معاملے میں احتیاط ضروری ہے تاکہ انسان ممنوع میں واقع نہ ہو۔

حرمت کی حکمت:

صاحب المنار نے تفسیر المنار میں فرمایا: [3] اللہ کریم نے لوگوں میں تعلق کی قسمیں بنائی ہیں۔ جس کے ساتھ لوگ باہم رحم کرتے ہیں اور تکالیف دور کرنے میں اور منافع کے حصول میں باہم دیگر تعاون کرتے ہیں۔ ان تعلقات میں سے سب سے قوی نسب کا اور سسرال کا تعلق ہے۔ ان دونوں تعلقات کے الگ الگ درجات ہیں۔

---

[1] محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۳۸ حدیث نمبر ۵۲۳۹۔
ومسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷۰ حدیث نمبر ۷۔ ۱۴۲۵۔

[2] تفسیر المنار ص ۴۷۰۔ [3] تفسیر المنار ج ۵ ص ۲۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرابت میں سب سے قوی تعلق وہ ہے جو اولاد اور والدین میں ہوتا ہے جو شفقت ورحمت پر مبنی ہوتا ہے۔ جس نے باپ کی بچے پر شفقت کے راز کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ وہ اپنے نفس میں ایک ایسا فطری جذبہ پائے گا جو اسے اس بات پر آمادہ کرے گا کہ اس کی تربیت کا اس قدر خیال کرے حتی کہ وہ اس جیسا ایک آدمی بن جائے۔

وہ اسے ایسے ہی دیکھتا ہے جیسے اپنے جسم کے حصوں کو دیکھتا ہے اور اپنے آئندہ دنوں میں اس پر بھروسہ بھی کرتا ہے۔ جب کہ دوسری طرف وہ بچے میں ایسا شعور بھی پاتا ہے کہ اس کا باپ اس کے وجود کا باعث ہے۔ اس کی زندگی اور تربیت میں اس کا معاون ہے۔ اس کی شرافت کا عنوان ہے۔ اسی احساس کی وجہ سے بیٹا اپنے باپ کا احترام کرتا ہے پھر اسی رحمت ومہربانی کے جذبہ سے باپ اپنے بیٹے پر شفقت کرتا ہے اور اس کا مددگار بنتا ہے۔ یہ قول استاذ محمد عبدہ کا ہے۔

انسان پر یہ بات مخفی نہ ہے کہ ماں کا ماں والا جذبہ باپ کے جذبے سے قوی ہوتا ہے اور اس میں رحمت بھی باپ سے زیادہ ہوتی ہے اس کی شفقت بھی اس سے مضبوط ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ وہ زیادہ نرم دل اور باریک احساس رکھتی ہے اور اس لیے بھی کہ بچہ جب ماں کے بطن میں جنین[1] ہوتا ہے تو اسی کے خون سے بنتا ہے جو کہ خود ماں کی زندگی کا سامان تھا۔

پھر جب وہ بچہ ہوتا ہے تو اس کے دودھ سے غذا حاصل کرتا ہے جب بچہ دودھ پیتا ہے تو ہر دفعہ ایک نیا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو ماں کے دل سے کھنچتا ہے اور بچے کی سب سے پہلی محبت بھی ماں سے ہی ہوتی ہے پھر باپ کی محبت کا درجہ ہوتا ہے لیکن وہ ماں کی محبت سے کم ہوتا ہے گو کہ وہ باپ کا احترام ماں سے زیادہ کرتا ہے۔ کیا یہ فطرت پر ظلم نہ ہوگا کہ اولاد اور والدین کی باہمی عظیم محبت، شہوت سے مزہ لینے سے ٹکرا جائے۔ اسے توڑ دے اور خراب کردے حالانکہ وہ اس کی زندگی کی بہترین چیز ہے؟

---

[1] جنین وہ بچہ جو شکم مادر میں ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں کیوں نہیں۔ اسی لیے تو ماں سے نکاح کرنا حرام ہوا۔ آیت میں سب سے شدید اور مقدم حرمت اسی کی ہے پھر اس کے ساتھ ہی بیٹی کا ذکر کر دیا۔

اگر انسان میں فطرت پر ظلم' اس سے کھیلنا اور اس کو ضائع کرنے کا امر ہوتا تو ایک سلیم الفطرت شخص کے لیے ماؤں اور بیٹیوں کی حرمت' تعجب کا باعث نہ ہوتی۔ کیونکہ اس کی فطرت تو اسے یہ بتاتی ہے کہ ان مقدس رشتوں پر چڑھ دوڑنا ویسے ناممکنات میں سے ہے۔

رہا بہن' بھائیوں کا آپس میں تعلق تو وہ اسی تعلق سے مشابہ ہوتا ہے جو اولاد اور والدین میں ہوتا ہے اس طرح کہ وہ سب ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں۔ بہن اور بھائی اصل کے اعتبار سے برابر ہوتے ہیں ان کی باہمی نسبت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی ہے کہ دونوں ایک گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اور غالباً ان کا طریقہ پرورش بھی ایک جیسا ہوتا ہے۔ ان میں اخوت کا جذبہ برابر ہوتا ہے۔ دونوں میں کسی ایک میں دوسرے سے زیادہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ماں اور باپ کا جذبہ اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ ان اسباب کی وجہ سے ایک کی محبت دوسرے کی محبت میں ہم مثل اور برابر ہوتی ہے۔ جب کہ انسانیت کا کوئی اور رشتہ ایسا نہیں جس میں اس طرح کی مکمل برابری ہو۔ پھر ان میں جو ایک دوسرے کے لیے محبت اور اعتماد کے جذبات ہوتے ہیں وہ کسی اور تعلق میں نہیں ہوتے۔

ایک حکایت ہے کہ حجاج بن یوسف کے پاس کسی عورت کو خاوند' بیٹے اور بھائی تینوں میں حق سفارش ملا۔ جب کہ وہ انہیں قتل کرنا چاہتا تھا کہا کہ ایک کی سفارش کرو۔ اسے حکم ملا کہ جس کو باقی رکھنا چاہے اسے اختیار کرے اس نے بھائی کو پسند کیا اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا: ''وجہ یہ ہے کہ بھائی کا کوئی بدل نہیں والدین فوت ہو چکے ہیں جب کہ خاوند اور بیٹے کا عوض انھی جیسا تو مل سکتا ہے''۔ حجاج کو یہ جواب بڑا اچھا لگا اس نے تینوں کو معاف کر دیا اور کہا اگر بیوی بھائی کے علاوہ کسی اور اختیار کرتی تو میں اس کے لیے کسی کو نہ چھوڑتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اخوت کا تعلق فطری اور مضبوط تعلق ہے اور بہن بھائی ایک دوسرے سے (شادی کا) فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ جذبہ اخوت نفس پر ذمہ داری میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی تعلق کی گنجائش ہی نہیں ہے بشرطیکہ فطرت سلیمہ ہو۔

حکمت شرعیہ نے بہن سے نکاح کو حرام کر دیا حتی کہ فطرت سے تجاوز کرنے والے کے لیے جذبہ اخوت کو جذبہ شہوت میں بدلنے کا کوئی راستہ نہ رہے۔ رہی پھوپھیاں اور خالائیں تو وہ باپ اور ماں کی مٹی سے ہیں۔ حدیث میں ہے: ''آدمی کا چچا باپ جیسا ہے'' یعنی وہ دونوں ایسے ہیں جیسے کھجور کی جڑ سے نکلنے والے دو تنے ہوں اسی معنی (یعنی پھوپھی کا تعلق باپ کے تعلق سے ہے اور خالہ کا تعلق ماں سے ہے) کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ دادیوں اور نانیوں کی حرمت بھی اسی میں داخل ہے۔

دین فطرت کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ پھوپھی اور خالہ کے تعلقات کی محافظت کرتا ہے۔ اور ان سے رحمت وتعاون کا محافظ ہے اس بات سے بھی حفاظت کرتا ہے کہ شہوت اس پر چڑھ دوڑے۔ پھوپھی اور خالہ سے نکاح کی حرمت سے یہ حفاظت مکمل ہو جاتی ہے۔ رہی بھائی اور بہن کی بیٹیاں تو وہ آدمی کی اپنی بیٹیوں کے مرتبے میں ہوتی ہیں کیونکہ اس کا بھائی اور بہن اس کی جان کی طرح ہیں۔ فطرت سلیمہ والا ان کے متعلق بھی دل میں ایسا ہی جذبہ رکھتا ہے اسی طرح بری فطرت والا بھی مگر جیسے اس کی فطرت بری ہوگی اسی نسبت سے یہ جذبہ بھی اس میں کمزور ہوگا۔ ہاں اگر آدمی اپنی بیٹی پر شفقت کرے گا تو یہ لائق بھی ہے کیونکہ وہ اسی کا ایک حصہ ہی تو ہے جس نے اس کے خیال اور اہتمام سے پرورش پائی اور بڑھی اور بہن بھائیوں سے اس کی محبت بیٹیوں کی محبت سے قوی ہوگی جیسا کہ گزرا ہے۔ رہا پھوپھیوں' خالاؤں اور بھائیوں اور بیٹیوں میں فرق تو وہ اس وجہ سے ہے کہ بھائی' بہن کی بیٹیوں سے تو شفقت ومہربانی کی محبت ہے جب کہ پھوپھیوں اور خالاؤں سے احترام وتکریم والی محبت ہے شہوت کے مواقع سے دوری میں یہ دونوں رشتے برابر ہیں اور پیاری (یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی) ترتیب میں جو پھوپھیوں اور خالاؤں کا ذکر پہلے ہے وہ اس لیے ہے کہ ان کا تعلق ماں اور باپ سے ہے۔ پھر یہ تعلق بھائی بہنوں کے تعلق سے زیادہ اعلیٰ اور شرافت والا ہے قرابت کی یہ جو قریبی قسمیں ہیں جن کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے رحمت' شفقت' محبت اور تعاون کرتے ہیں یہ اس لیے ہے کہ اللہ نے دلوں میں محبت' شفقت' مہربانی اور احترام ڈالا ہے۔

ان سے اللہ نے اس لیے نکاح حرام کر دیا کہ زوجیت کے جذبے کو فطری یا نسبی کمزور تعلق کی طرف لے جایا جائے یعنی پرائے' اجنبی لوگ اور وہ جن سے دور کا تعلق ہے جیسے چچاؤں' پھوپھیوں' ماموؤں اور خالاؤں کی اولاد ہیں (یعنی رشتے ان کے ساتھ کیے جائے۔ از مترجم) اسی لیے انسانیت میں سسرالی تعلق نیا بن گیا جو محبت و رحمت میں نسب کی طرح ہوتا ہے اس طرح لوگوں میں رحمت ومحبت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ قرابت کی حرام کردہ عورتوں میں شریعت کی یہی روحانی حکمت ہے۔

پھر انہوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑی جسمانی' حیاتی حکمت بھی ہے وہ یہ کہ قرابت داری میں باہم ایک دوسرے سے شادی کرنے سے ضعف نسل ہوتا ہے جس سے اس میں تسلسل اور ہمیشگی آئے گی تو کمزوری اور ضعف بھی بڑھے گا حتی کہ ختم ہو جائے گا اس کے دو (۲) سبب ہیں:

پہلا: جس کی طرف فقہاء نے اشارہ کیا ہے کہ نسل اسی قدر قوی ہو گی جس قدر زوجین میں نسل کا جذبہ قوی ہو گا۔ اس جذبے کو شہوت کہتے ہیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ جذبہ شہوت قریبیوں میں کمزور ہوتا ہے اسی وجہ سے انہوں نے چچا اور پھوپھی کی بیٹیوں وغیرہ سے شادی کرنا مکروہ کہا۔ اور کراہت اس لیے ہے کہ شہوت دل میں ایک احساس کا نام ہے اسے قرابت کے متضاد جذبات توڑ دیتے ہیں یا اسے ختم ہی کر دیتے ہیں یا اسے ہلا دیتے اور کمزور کر دیتے ہیں۔

دوسرا: سبب جسے اطباء نے بیان کیا ہے یہ ایک عام مثال سے ظاہر ہوتا ہے جو کسانوں میں معروف ہوتی ہے وہ یہ کہ جب ایک زمین میں بار بار ایک ہی قسم کے بیج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالے جائیں گے تو ہر دفعہ وہ کھیتی پہلی دفعہ سے کمزور ہوگی حتی کہ ختم ہو جائے گی یا تو اس لیے کہ اس میں وہ مواد کم ہوتا ہے یا اس کی غذا کا سبب ہے۔ جو اس کی غذا نہیں ہیں وہ مواد بڑھ جاتا ہے۔ اور اس تک پہنچنے والی غذا سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اگر یہ بیج کسی اور زمین میں اور اس زمین میں کوئی اور بیج ڈالے جائیں تو ہر ایک پرورش پائے گا۔ بلکہ کسانوں کے ہاں یہ بات ثابت ہے کہ ایک ہی بیج کی بجائے مختلف بیجوں کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ جب وہ کسی زمین میں گندم کاشت کریں تو اسی سے بیج لے کر اسی زمین میں وہ دوبارہ ڈالیں گے تو اس کا پھل کمزور اور غلہ تھوڑا ہوگا۔

لیکن جب کسی اور زمین کا بیج لے کر اس میں کاشت کریں اور اس کا بیج کسی اور زمین میں ڈالیں تو وہ ضرور زیادہ بڑھے گا اور عمدہ ہوگا۔ اسی طرح عورتیں بھی زمین کی طرح کھیتی ہوتی ہیں۔ ان میں اولاد کی زراعت کی جاتی ہے اور مختلف لوگ بیجوں کی قسمیں اور صنفوں کی طرح ہوتے ہیں یہی بات مناسب ہے کہ ایک خاندان والے دوسرے خاندان والوں سے شادی کریں تاکہ اولاد اچھی اور ہونہار ہو۔ کیونکہ بچہ ماں باپ کے مزاج کو لیتا ہے اور ان کے جسموں کا حصہ ہوتا ہے اور ان کے روحانی اخلاق وصفات کو حاصل کرتا ہے لیکن کچھ مختلف بھی ہوتا ہے انہی کے طریقے پر چلنا اور کچھ ہٹنا مخلوق کے طریقوں سے دو طریقے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنا حصہ لے لے تاکہ نسل انسانی ترقی کرے اور لوگ ایک دوسرے کے قریب ہوں اور ایک دوسرے سے قوت واستعداد طلب کریں جب کہ قریبیوں سے شادی میں یہ چیزیں نہیں ملتیں۔

گزشتہ بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نفسانی اور بدنی دونوں لحاظ سے نقصان دہ ہے اور فطرت کے منافی ہے۔ معاشرتی رابطوں میں خلل ڈالتا ہے اور انسانیت کی ترقی میں مانع ہے۔

امام غزالیؒ نے ''الاحیاء''[1] میں ذکر کیا ہے کہ جن خصوصیات کو عورتوں میں خیال رکھنا مطلوب ہے ان میں یہ بھی ہے کہ وہ قریبی رشتہ دار نہ ہوں۔ کہتے ہیں کہ بچہ

[1] اس سے مراد ان کی کتاب احیاء علوم دین ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزور پیدا ہوتا ہے۔ اس میں انہوں نے ایک حدیث پیش کی جو صحیح نہ ہے لیکن ابراہیم الحربی نے ''غریب الحدیث'' میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آل السائب کو کہا: ''اِغْتَرِبُوْا لَا تَضْوَوْا. یعنی اجنبی عورتوں سے شادی کرو۔ تاکہ تمہاری اولاد نحیف و کمزور نہ ہو۔[1] اس کی وجہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

''شہوت نظر یا لمس کے قوت احساس سے پیدا ہوتی ہے۔ اجنبی اور نئے امر سے یہ احساس قوی ہوتا ہے جو چیز ہمیشہ نظر میں رہتی ہے جس اس کے مکمل ادراک اور اثر لینے سے کمزور ہوتی ہے جس سے شہوت نہیں اٹھتی''۔

کہتے ہیں: یہ وجہ ہر صورت پر مناسب نہیں آتی۔ یہ ہماری بات ایک عمدہ چیز ہے۔

رضاعت سے حرمت کی حکمت:

رہی رضاعت سے حرمت کی حکمت تو اللہ کی ہم پر بڑی رحمت ہے کہ اس نے ہمارے قرابت کے دائرے کو وسیع کر دیا کہ رضاع کو بھی اس میں داخل کر دیا۔ دودھ پینے والے کا کچھ بدن دودھ پلانے والی ماں کے دودھ سے بنتا ہے وہ اس طرح ماں سے وہی کچھ پاتا ہے جو اس کی وہ اولاد پاتی ہے جسے اس نے جنم دیا۔[2]

سسرال سے حرمت کی حکمت:

سسرالی رشتوں سے حرام کردہ عورتوں کی حرمت میں یہ حکمت ہے کہ بیوی کی بیٹی اور اس کی ماں حرمت کی زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ آدمی کی بیوی اس کی قریبی تعلق والی ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی ماہیت انسانی کو مضبوط اور پورا کرنے والی ہے پھر یہی لائق ہے کہ اس کی ماں احترام میں اس کی اپنی ماں کی طرح ہو۔ یہ تو بہت بری بات ہے کہ وہ اس کی سوکن بن جائے۔ سسرالی جذبہ نسب کے جذبے کی طرح ہے۔ جب آدمی کسی خاندان میں شادی کرتا ہے تو وہ اس کے افراد میں سے ایک فرد

---

[1] ضاوِ یا کا معنی کمزور ہے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی طبیعت اور اخلاق کا حصہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے اور وہ اپنے نفس میں ان کے لیے محبت کا نیا جذبہ پاتا ہے پھر کیا یہ جائز ہے کہ وہ ماں اور اس کی بیٹی کے درمیان اختلاف اور تکلیف کا سبب بنے ہرگز نہیں۔ یہ قرابت اور سسرالی حکمت کے منافی ہے اور خاندان کے فساد کا سبب بنتا ہے۔

یہ فطرت کے موافق ہے جس سے مصلحت قائم ہوتی ہے وہ یہ کہ بیوی کی ماں، خاوند کی ماں کی طرح ہو اور جو بیٹی اس کی گود میں ہے وہ اس کی صلبی بیٹی کی طرح ہو۔ اسی طرح یہ بھی ہونا چاہیے کہ اس کے لیے بیٹے کی بیوی بھی اس کی بیٹی کی طرح ہو اور وہ اسے وہ جذبہ دے جو وہ اپنی بیٹی کے لیے پاتا ہے جیسے بیٹے کو چاہیے کہ وہ باپ کی بیوی کو ماں کے مقام میں رکھے۔ جب کہ یہ بھی اللہ کی رحمت اور حکمت ہے کہ اس نے دو بہنوں کو جمع کرنا حرام کر دیا اور ان ہی جیسیوں کو بھی حرام کر دیا تاکہ سسرال کی محبت کا جذبہ تکلیف اور نفرت کے اسباب میں سے کسی چیز سے نہ ملا ہو۔ عقل یہ کیسے مانے کہ اس کا نکاح جائز قرار دے دیا جائے تو جو بیوی کے اس سے بھی قریب کے رشتے ہیں جیسے اس کی ماں اور بیٹی ہیں یا باپ کی بیوی لڑکے کے لیے قریب ہے اسی طرح بیٹے کی بیوی باپ کے لیے۔ ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ شادی کی حکمت یہی ہے کہ خاوند، بیوی میں سے ہر ایک دوسرے سے سکون حاصل کرے۔ اور ان دونوں میں اور جن کے ساتھ ان کا نسبی رشتہ ہو ان میں محبت و رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ﴾ . [سورة الروم : ٢١]

''اور اس کی آیات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کی طرف سکون لو۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت بنائی۔''

نفس کے سکون کو زوجیت سے مقید کیا جب کہ مودت اور رحمت کو مقید نہیں کیا۔ کیونکہ یہ خاوند، بیوی میں بھی ہوتی ہے اور اس میں بھی ہوتی ہے جس کا اس کے ساتھ خونی تعلق ہو اور اولاد سے یہ محبت بڑھتی بھی ہے اور قوی بھی ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقتی طور پر حرام رشتے

www.KitaboSunnat.com

① دو حرام کردہ عورتوں کو جمع کرنا:

دو بہنوں کو[1]، عورت اور اس کی پھوپھی کو، عورت اور اس کی خالہ کو جمع کر لیا جائے یہ حرام ہے۔ اسی طرح ان دو عورتوں کو جمع کرنا بھی حرام ہے جن میں باہم قرابت ہو اس طرح کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہو تو دوسری سے اس کی شادی ناجائز ہو۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

① ﴿ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾.[النساء:۲۳][2]
"اور یہ کہ تم جمع کرو دو بہنوں کے درمیان مگر جو گزر چکا۔"

② وہ حدیث جسے امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ عورت اور اس کی پھوپھی اور عورت اور اس کی خالہ کو جمع کیا جائے۔[3]

③ وہ حدیث جسے امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی نے روایت کیا اور حسن بھی کہا ہے حضرت فیروز دیلمی سے مروی ہے کہ وہ مسلمان ہوئے ان کے نکاح میں دو بہنیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔[4]

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی

---

[1] یہ جمع شادی کر کے ہو یا لونڈیاں بنا کے۔ منع ہے۔
[2] یعنی دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔ وہ شادی کر کے ہو یا لونڈیاں بنا کے۔ ہاں تم میں سے جس نے جاہلیت میں یہ کیا ہم نے اس کو معاف کر دیا۔
[3] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۱۶۰ حدیث نمبر ۵۱۰۹۔ ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲۸ حدیث نمبر ۳۳۔ ۱۴۰۸۔
[4] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۷۸ حدیث نمبر ۲۲۴۳۔ یہ حدیث محولہ بالا دیگر کتب میں بھی موجود ہے۔ ہم نے بوجہ اختصار یہ حوالہ جات نہیں لکھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا خالہ پر لڑکی کے نکاح سے منع فرمایا ہے۔ اور رسول مکرم نے ﷺ فرمایا:

''جب تم ایسا کرو گے تو قطع رحمی کے مرتکب ہو گے''۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں اسے ابومحمد الاصیلی نے اپنے فوائد میں اور ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

⑤ مراسیل ابوداؤد میں حضرت حسین بن طلحہ کا قول ہے کہ: رسول اللہؐ نے قطع رحمی کے خوف سے منع کر دیا کہ کسی عورت سے اس کی بہنوں کی موجودگی میں نکاح کیا جائے۔

حضرت ابن عباس اور حسین بن طلحہ رضی اللہ عنہم کی حدیث میں اس مفہوم کی خبر ہے جس کی وجہ سے یہ نکاح حرام ہوا۔ وہ وجہ یہ ہے کہ قرابت داروں میں قطع رحمی سے بچا جا سکے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے حسد پیدا ہوتا ہے اور نفرتیں آ جاتی ہیں کیونکہ کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ سوکنوں میں باہم غیرت کے جذبات ٹھنڈے پڑیں۔ اور ان محارم سے شادی جس طرح حرام ہے اسی طرح عدت میں بھی حرام ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے تو اس پر جائز نہ ہے کہ اس کی عدت گزرنے تک اس کی بہن سے یا اس کے سوا چوتھی سے شادی کرے۔ کیونکہ شادی ابھی برقرار ہے اور اسے کسی بھی وقت رجوع کا حق حاصل ہے۔

اختلاف اس طلاق بائن میں ہے کہ جس کے بعد وہ رجوع کا حق نہیں رکھتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمہ اللہ، نخعی رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، احناف رحمۃ اللہ علیہم اور امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عدت گزرنے تک اس کی بہن سے یا کسی اور چوتھی سے نکاح جائز نہ ہے۔ کیونکہ عدت گزرنے سے پہلے دورانیہ میں حکماً نکاح باقی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس پر نفقہ واجب ہے۔

ابن المنذر کہتے ہیں: میرا خیال میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے اور ہمارا بھی یہی قول ہے کہ وہ اس کی بہن یا اس کے سوا چوتھی سے نکاح کر سکتا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب، حسن اور شافعی کا قول ہے کہ طلاق بائن سے چونکہ عقد ختم ہو گیا اس لیے اب دو محرمات میں جمع ہے ہی نہیں۔ اگر آدمی دو حرام کردہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کو جمع کرے گا مثلاً دو بہنوں سے نکاح کرے گا پھر یا تو وہ ان دونوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کرے گا یا دو عقدوں سے۔

اگر اس نے دونوں سے ایک ہی عقد سے نکاح کیا اور دونوں میں سے کسی کو کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے تو اس کا نکاح دونوں سے فاسد ہو جائے گا۔ اور اس نکاح پر نکاح فاسد کے احکام جاری ہوں گے۔ اگر دخول سے پہلے جدائی ہوئی تو دونوں میں سے کسی کو مہر نہیں ملے گا اور محض اس عقد پر کوئی اثر لاگو نہ ہوگا۔

اگر جدائی دخول کے بعد ہوئی تو جس کے ساتھ داخل ہوا اسے مہر مثل یا مقرر مہر ملے گا۔ اور اس مدخول بھا پر تمام وہ نتائج لاگو ہوں گے جو نکاح فاسد کے بعد مدخول بھا پر لاگو ہوتے ہیں۔ اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کو شرعی رکاوٹ ہو۔ اس طرح کہ وہ کسی اور کی بیوی ہو یا کسی اور کی عدت گزار رہی ہو اور دوسری کو کوئی رکاوٹ نہ ہے تو جو رکاوٹ سے خالی ہے اس کا نکاح صحیح ہوگا اور دوسری (یعنی رکاوٹ والی) کا نکاح فاسد ہوگا اس پر نکاح فاسد ہی کے احکام جاری ہوں گے۔ اگر دو آگے پیچھے نکاحوں سے شادی کی اور دو عقدوں میں اس کی شروط و ارکان پورے ہوں تو معلوم کیا جائے گا جو پہلا ہوگا وہ صحیح ہوگا اور دوسرا فاسد۔

لیکن اگر صحت کی شرطیں صرف ایک میں پوری ہوں تو وہی صحیح ہوگا خواہ وہ پہلا ہو یا پچھلا۔ اگر ان میں سے پہلے کا علم نہ ہو یا علم تو ہو مگر بھول گیا ہو اس طرح کہ وہ دو آدمیوں کو اپنی شادی پر وکیل بنائے وہ دونوں اس کی دو عورتوں سے شادی کرادیں۔ پھر پتا چلے کہ وہ دونوں بہنیں ہیں۔ اس طرح یہ پتا نہ چلے کہ پہلا نکاح کون سا ہے یا علم تو ہے مگر بھول گیا تو دونوں نکاح صحیح نہ ہوں گے کیونکہ راجح کا پتا نہیں ہے اور دونوں پر نکاح فاسد کے احکام جاری ہوں گے۔ ❶

② ③ کسی اور کی بیوی اور اس کی عدت گزارنے والی:

مسلمان پر حرام ہے کہ کسی اور کی بیوی یا اس کی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت

❶ احکام احوال شخصیۃ از عبدالوہاب خلاف۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شادی کرے تا کہ خاوند کے حق کا خیال رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ .[النساء]

''تم پر محصنات یعنی شادی شدہ عورتیں حرام ہیں سوائے ان عورتوں کے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں''۔

قیدی عورت اگر چہ شادی شدہ ہو لیکن قید کرنے والے کے لیے استبراء رحم کے بعد وہ حلال ہے۔ جیسا کہ مسلم اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اوطاس کی طرف لشکر بھیجا وہ دشمن سے ملا ان سے لڑائی کی ان پر غالب آئے اور قیدی حاصل کیے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے ان عورتوں سے ملنے میں حرج سمجھا کیونکہ مشرکوں میں ان کے خاوند موجود تھے۔ پھر اس متعلق اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾[النساء:٢٤] [1]

''یعنی جب ان کی عدت گزر جائے تو وہ تمہارے لیے حلال ہیں اور استبراء ایک حیض سے ہوگا''۔[سورۃ النساء:۲۴]

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں اصحاب رسولؐ قیدی عورتوں کا استبراء ایک حیض سے کرتے تھے۔ رہی عدت والی تو اس پر کلام ''منگنی'' کے باب میں گزر چکا ہے۔

④ جس کو تیسری طلاق دی گئی:

تین طلاقوں والی جب تک کسی اور آدمی سے صحیح نکاح نہ کرے وہ اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔

⑤ احرام والے کا نکاح:

محرم پر اپنا یا کسی کا نکاح کرانا حرام ہے خواہ ولایت کے انداز سے ہو یا وکالت کی صورت میں یہ عقد باطل ہوگا۔ اس پر شرعی نتائج لاگو نہ ہوں گے۔ کیونکہ مسلم وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

---

[1] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷۹ حدیث نمبر ۳۳۔ ۱۴۵۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''محرم نہ نکاح کرے گا اور نہ کرائے گا اور نہ منگنی کرے گا۔''

[اسے ترمذی نے بھی روایت کیا]

مگر اس میں منگنی کا ذکر نہیں ہے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اصحاب نبی ﷺ کا اس پر عمل ہے اور امام شافعی' احمد اور اسحٰق کا یہی قول ہے۔ ان کی رائے ہے کہ محرم شادی نہ کرے اور اگر کرے تو اس کا نکاح باطل ہے اور جو حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جب کہ وہ حالت احرام میں تھے۔ یہ اس روایت سے ٹکرا رہی ہے جسے امام مسلمؒ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے جب ان سے نکاح کیا تو وہ حلال تھے۔[1] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے متعلق اختلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مکہ کے راستے میں شادی کی۔ بعض کہتے ہیں کہ نکاح تو حلت کی حالت میں کیا مگر نکاح کا معاملہ ظاہر تب ہوا جب کہ نبی کریم ﷺ احرام میں تھے۔ پھر رخصتی تب کی جب کہ مکہ کے راستے میں مقام سرف[2] پر تھے۔[3] احناف کا مذہب ہے کہ محرم کے نکاح درست ہے کیونکہ احرام عورت پر نکاح کی صلاحیت سے مانع نہ ہے۔ اس سے تو جماع مانع ہے نکاح کی صحت مانع نہ ہے۔

⑥ آزاد عورت سے نکاح کی قدرت کے باوجود لونڈی سے نکاح کرنا:

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ غلام لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے اور آزاد عورت بھی غلام سے شادی کر سکتی ہے جب کہ وہ خود اور اس کے ولی اس پر راضی ہوں۔ نیز ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جس غلام کی وہ خود مالکہ ہے اس سے نکاح جائز نہ ہے جب اپنے خاوند کی مالک ہوگی تو نکاح فسخ ہو جائے گا اختلاف تو آزاد مرد کے لونڈی سے نکاح کے متعلق ہے۔

---

[1] مسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۲ حدیث نمبر ۴۸۔۱۴۱۱

[2] سرف ایک جگہ کا نام ہے۔ [3] اس کتاب کی فصل التحلیل دیکھی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہور کی رائے ہے کہ آزاد مرد کا لونڈی سے نکاح دو شرطوں سے ہی جائز ہے۔

① جب آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو

② جب زنا کا خوف ہو

انہوں نے اس کی دلیل اللہ کے اس فرمان سے لی ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ﴾[سورة النساء:٢٥]

''اور تم میں سے جو قدرت نہ پائے کہ آزاد مومنہ عورتوں سے شادی کرے تو جو تمہارے ماتحت تمہاری مؤمنہ لونڈیاں ہیں ان سے ہی۔'' پھر فرمایا:

﴿ ذَالِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ .

''یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا سے ڈرے اور اگر تم صبر کرو تمہارے لئے بہتر ہے۔'' [النساء:۲۵]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

''تنہائی پر صبر کرنا لونڈی کے نکاح سے بہتر ہے کیونکہ یہ اولاد کی غلامی کا موجب ہے اس سے نفس گھٹیا ہو جاتا ہے اور گھٹیا کاموں سے عمدہ اخلاق پر صبر کرنا زیادہ بہتر ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

''جس آزاد نے کسی لونڈی سے نکاح کر لیا اس نے اپنا نصف غلام بنا دیا''۔ ❶

حضرت ضحاک بن مزاحمؒ سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جو اللہ سے پاک صاف حالت میں ملاقات کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے شادی کرے''۔ [اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس کی سند میں ضعف ہے]

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ آزاد عورت سے طاقت رکھنے کے باوجود بھی وہ

❶ یعنی اس کا بچہ غلام ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام عورت سے شادی کر سکتا ہے۔ ہاں اس صورت میں جبکہ اس کے نکاح میں آزاد عورت ہو تب نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اس کا نکاح آزاد عورت سے ہو تو اس کی موجودگی میں غلام عورت سے شادی نہیں کر سکتا تاکہ آزاد عورت کے وقار کی حفاظت ہو۔

⑦ زانیہ سے شادی:

کسی آدمی کے لئے زانیہ عورت سے شادی کرنا حلال نہ ہے' نہ کسی عورت کے لئے زانی مرد سے نکاح کرنا حلال ہے ہاں یہ ہے کہ دونوں توبہ کرلیں اس کی دلیل یہ ہے:

① اللہ کریم نے پاک دامنی کو شرط بیان کیا ہے جس کا پورا ہونا خاوند' بیوی دونوں میں ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ﴾ .[سورة المائدة:٥]

''یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ چیزیں اور اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا کھانا حلال کیا ہے اس طرح مؤمنات پاکدامنوں سے اور اہل کتاب کی پاک دامنوں سے شادی حلال ہے۔ اس صورت میں جب کہ خاوند پاک دامن ہوں نہ زنا کار ہوں نہ چھپے تعلقات رکھنے والے ہوں''۔

② اور جب آزاد عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھے تو لونڈیوں سے شادی کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ ﴾[سورة النساء:٢٥]

''تو تم ان سے ان کے اہل کی اجازت سے شادی کرلو ان کو ان کے حق مہر معروف طریقہ سے دو نیکی کرنے والیاں ہوں زنا کرنے والیاں نہ ہوں۔''

③ اس کی تائید اس میں بڑی واضح ہے جو اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَلزَّانِی لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ [سورة النور:۳]

''زانی نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ سے یا مشرکہ سے اور زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک اور یہ مؤمنوں پر حرام کیا گیا ہے۔''

ینکح کا معنی عقد نکاح ہے اور حرم ذالك سے مراد یہ ہے کہ مومنوں پر حرام ہے کہ وہ ان سے نکاح کریں جو زنا یا شرک سے موصوف ہوں۔ یہ تو صرف مشرک یا زانی ہی کرسکتا ہے۔

④ وہ حدیث جسے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نے بیان کیا ہے کہ مرثد بن ابومرثد غنوی مکہ سے قیدی اٹھاتے تھے اور مکہ میں ایک عناق نامی زانیہ تھی وہ ان کی سہیلی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں نبی مکرم ﷺ کے پاس آیا رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں عناق سے نکاح کرلوں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ مجھ پر خاموش رہے پھر یہ آیت اتری:

﴿ وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ﴾ . [النور : ۳]

''اور زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک۔''

آپ ﷺ نے مجھے بلایا اس کو مجھ پر پڑھا اور فرمایا ''اس سے نکاح نہ کرو''۔ [ابوداؤد' ترمذی' نسائی] [1]

⑤ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سزا دیا گیا زانی اپنے ہی جیسے سے نکاح کرتا ہے''۔ (بروایت احمد وابوداؤد)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ وصف غالب امر کے قائم مقام ہے اس اعتبار سے کہ جس سے زنا ظاہر ہو۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی کو اس سے نکاح کرنا حلال نہ ہے جس سے زنا ظاہر ہو''۔

---

[1] بحوالہ الجامع الاحکام القرآن از علامہ قرطبی ج ۹ ص ٦٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح جس مرد سے زنا ظاہر ہو اس سے بھی کسی عورت کو نکاح کرنا حلال نہ ہے اس پر وہ آیت دلیل ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے کیونکہ اس کے آخر میں ہے:

﴿ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ .

"یہ حرمت میں بڑا صریح امر ہے"۔

شادی اور زنا:

یہاں شادی یعنی عملی تناسل اور زنا میں بہت بڑا فرق ہے۔ شادی، معاشرے کی گٹھلی اور اس کے وجود کی جڑ ہے اور یہ فطری قانون ہے جس کے نظام پر جہان چل رہا ہے اور یہ وہ طریقہ کائنات ہے جو زندگی کی قدر و قیمت مقرر کرتا ہے یہی حقیقی محبت و شفقت صحیحہ ہے۔ اور یہ زندگی اور جہاں کی تعمیر و خاندانی بنیاد کی شراکت میں تعاون ہے۔

نکاح زنا کی حرمت سے اسلام کا مقصد:

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ایک مسلمان کو زانیہ کی داڑھوں میں پھینک دے اور نہ یہ چاہتا کہ ایک مسلمان عورت کو ایک زانی کے ہاتھ میں چھوڑ دے وہ اس کی کمتر روح کے تاثر میں رہے اور اس بیمار نفس کی شریکہ حیات بنی رہے۔ اور یہ مختلف جراثیم والا اور مختلف امراض اور علتوں سے بھرا نفس اس کے ساتھ زندگی گزارے۔ اسلام اپنے تمام احکام و اوامر اور محرمات و نواہی میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ انسانیت خوش بخت ہو جائے اور عالم انسانی اس اعلیٰ سطح تک پہنچ جائے جس تک اللہ پاک بشریت کو پہنچانا چاہتا ہے۔

زانی خطرناک امراض کا سرچشمہ ہیں:

زانی اپنی دنیا میں بھی کیسے خوش بخت رہ سکتے ہیں جب کہ وہ خطرناک امراض کا سرچشمہ ہیں جو امراض انہیں بہت مضطرب رکھتے ہیں اور ان کے تمام اعضاء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اکثر کمزوری پیدا کرتے ہیں۔شاید کہ زہری[1] اور سیلان[2] الرحم وہی جنسی امراض ہیں جو خود ہی زانیوں کو اپنے سے پھیلنے والا شر بنا دیئے ہیں۔جن کو دُنیا سے اکھیڑنا اور زمین کو ان سے پاک کرنا ضروری ہے وہ زمین انسانیت کے لیے کیسے خوش بخت ہو سکتی ہے جس میں ایسے زانی ہوں جو اپنے نفسانی امراض کو اپنی نسلوں کی طرف منتقل کرتے ہیں اور ان امراض کے ساتھ ساتھ وہ زہری جیسی موروثی مرض بھی منتقل کرتے ہیں۔ اور وہ خاندان کیسے خوش بخت ہو سکتا ہے جو ایسے بدصورت و بدسیرت بچے جنم دیتا ہے جن کا سبب وہ بیماریاں ہوتی ہیں جو تناسلی اعضاء تک پہنچتی ہیں نیز وہ علتیں ہیں جو ان پر طاری ہوتی ہیں۔

زانیوں اور مشرکوں میں مشابہت:

جو مسلمان قرآن کے طریقہ کو اپنانے والا ہے اور مخلوق میں سے افضل ہستی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تابعداری کرنے والا ہے اس کے لیے ایسی زانیہ کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے جو اس کی سی فکر نہیں رکھتا۔ نہ وہ یہ طاقت رکھتا ہے کہ ایسی عورت کے ساتھ معاشرت رکھے جو سیدھے طور پر اپنی زندگی نہیں گزارتی اور نہ وہ یہ استطاعت پاتا ہے کہ ایسے جوڑے کے ساتھ رابطہ رکھے جس کا شعور اس جیسا نہیں ہے جب کہ اسے پتا ہو کہ اللہ پاک نے شادی کے حوالے سے فرمایا:

﴿ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ﴾ . [سورة الروم : ٢١]

''اس نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف سکون لو۔اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت بنائی۔''

مسلم اور زانیہ میں وہ محبت کیسے ہو سکتی ہے اور اس زانیہ کی اس نفس کے مقابل کیا حیثیت ہے کہ جس کی طرف ایک صحیح ایمان والا شخص سکون پکڑتا ہے۔ اور

---

[1] [2] یہ دونوں خطرناک امراض ہیں جو عموماً زنا کاروں کو لاحق ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ ایک مسلمان ایک زانیہ سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتا جیسا کہ ہم نے اس کے نفس کی برائی اوراس کے جذبات کا جدا ہونا ذکر کیا ہے تو اسی طرح وہ ایک مشرکہ کے ساتھ بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا جو اس جیسا اعتقاد نہیں رکھتی نہ اس جیسا ایمان رکھتی ہے۔ اور جو ان کی زندگی میں اس کی رائے ہے وہ عورت کی رائے نہیں۔ اس کا دین اس پر وہ فسق وفجور بھی حرام نہیں کرتا جو مرد کا دین اس پر حرام کرتا ہے نہ اسے اسلام کی ان بلند پایہ بنیادوں کا اعتراف ہے جن میں اسلام نے یہ سب واضح کیا ہے اس کا اپنا گمراہ کن عقیدہ اور باطل اعتقاد ہیں۔ اس کی ایک ایسی فکر ہے جو مرد کی فکر سے دور ہے اوراس کی عقل ایسی ہے کہ جو مرد کی عقل سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ .

”اور تم مشرکہ عورتوں سے شادی نہ کرو حتی کہ وہ ایمان لائیں اور یقیناً مؤمنہ لونڈی مشرکہ سے بہتر ہے گو وہ تمہیں اچھی لگے۔ اور تم مشرکین کو نکاح نہ دو اور یقیناً مؤمن غلام مشرک سے بہتر ہے گو وہ تمہیں اچھا لگے یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے وہ اپنی آیات لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ [البقرۃ:۲۲۱]

شادی سے پہلے توبہ ضروری ہے:

اگر زانی مرد اور عورت میں سے ہر ایک شادی سے پہلے توبہ کرے استغفار کے ذریعے ندامت اور گناہ سے رکنے کے ذریعے نیز دونوں میں سے ہر ایک نئے سرے سے پاکیزہ زندگی گزارے جو زندگی گناہ سے مبراء اور میل سے پاک ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی توبہ قبول کرے گا اور اپنی رحمت سے ان دونوں کو اپنے نیک بندوں میں شامل کرے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ہے ﴿ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴾

''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ نہیں پکارتے اور نہ اس نفس کو قتل کرتے ہیں جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرتا ہے وہ اثاما میں جائے گا اس کے لئے روز قیامت عذاب دوگنا کیا جائے گا اور وہ اس میں رسوا ہو کر رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی ایمان لایا اور عمل صالح کئے۔ یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدلے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' [الفرقان: ۶۸، ۶۹، ۷۰]

ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہا میں ایک عورت سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور میں اس سے وہ کرتا تھا جو اللہ نے مجھ پر حرام کیا ہے پھر اللہ عزوجل نے مجھے اس سے توبہ کی توفیق دے دی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس سے شادی کرلوں۔ کچھ لوگ کہنے لگے:

﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا اس سے کچھ تعلق نہیں ہے اس سے نکاح کرلو جو گناہ ہو اس کا ذمہ مجھ پر ہے۔ [بروایت ابن ابی حاتم]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جو کسی عورت سے بدکاری کرے۔ کیا وہ اس سے شادی کرسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب دیا ابن جریرؒ نے بیان کیا کہ ایک یمنی آدمی کی بہن نے زنا کرلیا۔ اس نے اپنے اوداج [1] پر چھری چلالی۔ اسے زندہ پالیا گیا۔ انہوں نے اس کا علاج کرایا حتیٰ کہ وہ تندرست ہوگئی۔ پھر اس کے

---

[1] یہ گردن کی رگوں کو کہتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چچا نے اس کے گھر والوں کو منتقل کیا اور مدینے آ گیا۔ اس عورت نے قرآن پڑھا اور نیک ہوگئی حتی کہ اپنے قبیلے کی سب عورتوں سے زیادہ نیک ہوگئی اس کے چچا کو اس کا پیغام نکاح آیا وہ ناپسند کرتا تھا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کرے اور اپنی بھتیجی کے متعلق وہ دھوکہ دینا نامناسب سمجھتا تھا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو اس کا راز فاش کردیتا تو میں تجھے سزا دیتا جب تمہارے پاس کوئی ایسا آدمی آئے جسے تم پسند کرتے ہو تو اس سے اس کی شادی کردو۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم اس کا معاملہ بتانا چاہتے ہو۔ تو چاہتا ہے کہ جس پر اللہ نے پردہ ڈالا ہے تو اسے ظاہر کردے۔ واللہ! اگر تم نے اس کے معاملے میں کسی ایک کو بھی آگاہ کیا تو میں تمہیں ملک والوں کے لیے عبرت بنادوں گا۔ بلکہ ایک پاک دامن' مسلمہ کی طرح اس کی شادی کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ارادہ کرتا ہوں کہ کسی ایک کو نہ چھوڑوں جس نے اسلام میں بے حیائی کی ہو کہ وہ کسی پاک دامنہ سے شادی کرے۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین شرک تو اس سے بھی بڑا گناہ ہے جب بندہ اس سے توبہ کرتا ہے تو وہ بھی قبول کر لی جاتی ہے۔ امام احمدؒ کی رائے ہے کہ عورت کی توبہ اس سے معلوم ہوگی کہ اسے اس کے نفس سے بہکایا جائے اگر وہ قبول کرے تو اس کی توبہ غیر صحیح ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کی توبہ صحیح ہے۔ اس کی متابعت اس میں بھی وہ روایت ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

لیکن ان کے اصحاب نے کہا: کسی مسلمان کے لیے لائق نہ ہے کہ وہ کسی عورت کو زنا کی دعوت دے [1] اور اس سے اس کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ وہ خلوت میں ہی اس سے مطالبہ کرے گا اور کسی اجنبی عورت سے خلوت جائز نہ ہے اگرچہ اسے قرآن کی تعلیم دینے کے لیے ہو۔ پھر اسے زنا پر بہکانے کے لیے اس سے خلوت کیسے جائز ہے؟

پھر اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ اگر اس نے قبول کرلیا تو وہ دوبارہ گناہ کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس طرح پر معاملہ پیش کرنا جائز نہ ہے کیونکہ تمام گناہوں سے

---

[1] المغنی لابن قدامہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام لوگوں کے حق میں تمام احکام کی نسبت سے اس طریقے کے علاوہ توبہ ہوسکتی ہے تو پھر اس میں بھی ایسے ہی ہو جائے گا۔

امام احمدؒ اور ابن حزمؒ کا یہی مذہب ہے[1] اور ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ نے بھی اسے راجح کہا ہے لیکن امام احمدؒ نے اس کے ساتھ ایک اور شرط بڑھا دی ہے وہ یہ کہ عدت پوری ہوئی۔ جب وہ توبہ سے پہلے یا عدت پوری ہونے سے پہلے شادی کرے گا تو اس کا نکاح فاسد ہوگا اور ان میں جدائی کرادی جائے گی۔ اور اس کی عدت تین حیض یا ایک حیض ہے اس متعلق ان سے دو روایات مروی ہیں حنفیوں' شافعیوں اور مالکیوں کا مذہب یہ ہے کہ زانی کو زانیہ سے اور زانیہ کو زانی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ ان کے ہاں زنا نکاح کی صحت سے مانع نہ ہے۔

ابن رشد کہتے ہیں ان کے اختلاف کا سبب اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مفہوم کو سمجھنے میں اختلاف ہے فرمایا: ''وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ'' کہ کیا یہ مذمت کے قائم مقام ہے یا حرمت کے قائم مقام ہے؟ نیز اللہ کے فرمان: ''وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ'' سے زنا کی طرف اشارہ ہے یا نکاح کی طرف؟ جمہور نے اس کو مذمت پر محمول کیا ہے حرمت پر نہیں کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک آدمی آیا اس نے نبی مکرم ﷺ کو اپنی بیوی کے متعلق کہا: وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو واپس نہیں کرتی۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس کو طلاق دے دو''۔ اس آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو کہا: میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر اسے روکے رکھو''۔[2]

---

[1] یعنی زانی یا زانیہ سے قبل توبہ شادی جائز نہ ہے۔

[2] سلیمان بن اشعث 'سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۴۱ حدیث نمبر ۲۰۴۹۔

امام احمدؒ نے فرمایا یہ حدیث منکر ہے۔ ابن الجوزیؒ نے اسے موضوعات میں بیان کیا ہے۔ ابوعبید نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف ہے کیونکہ اللہ نے صرف پاکدامن عورتیں سے شادی کی اجازت دی ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ زانیہ کے ساتھ رہنے کی اجازت دیں جو کسی آنے والے کو روکتی نہیں۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ ابن القیم فرماتے ہیں اس متشابہ حدیث کے ساتھ زانیہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی محکم اور صریح احادیث کی مخالفت کی گئی ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے نہ قابل عمل)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جائز قرار دینے والوں نے اس سے اس کی عدت میں شادی میں اختلاف کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے منع کیا ہے تاکہ آدمی کے پانی کی حفاظت ہو اور صریح نسب ولد الزنا کے ساتھ خلط ملط ہونے سے بچ سکے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ عدت کو پورا کرنے کے بغیر ہی اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ پھر امام شافعی تو حاملہ ہونے کی صورت میں بھی اس سے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس حمل کی کوئی حرمت نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ کا قول ہے جبکہ ایک روایت امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہ ہے کہ وضع حمل تک اس سے نکاح جائز نہ ہے تاکہ آدمی اپنا پانی کسی اور کی کھیتی کو نہ پلائے۔

رسول اللہ ﷺ نے قیدی حاملہ عورت سے جماع سے وضع حمل تک منع فرمایا ہے۔ جب کہ اس کا حمل بھی اس کا غلام ہے جو زنا سے حاملہ ہے وہ وضع حمل کرے گی۔ کیونکہ اگرچہ زانی کے حمل کا تو کوئی احترام نہیں ہے لیکن خاوند کے پانی کا تو بہرحال احترام ہے اس کے لیے یہ گنجائش کیسے ہے کہ اس کا پانی گناہ کے پانی سے خلط ملط ہو جائے؟

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر لعنت کا ارادہ کیا تھا جو اپنی قیدی لونڈی جو حاملہ ہو سے جماع کرنا چاہے۔ باوجودیکہ بچہ اپنے باپ سے الگ ہو چکا اور اس کا غلام بن چکا ہے۔ دوسری روایت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ اس سے نکاح درست ہے لیکن وضع حمل تک اس سے جماع نہ کیا جائے۔ ❶

حالت ابتدا کا حالت بقاء سے مختلف ہونا:

پھر علماء نے کہا جب شادی شدہ عورت زنا کرے گی تو نکاح فسخ نہ ہوگا اسی طرح مرد کا معاملہ ہے کیونکہ حالت ابتدا حالت بقاء سے جدا ہے۔

حضرت حسنؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جب شادی شدہ عورت

---

❶ تہذیب السنۃ ج ۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زنا کرے تو ان میں علیحدگی کرادی جائے گی۔ امام احمدؒ کے نزدیک یہ علیحدگی مستحب ہے وہ کہتے ہیں میرا نہیں خیال کہ وہ ایسی عورت کو روکے رکھے۔ اس کے متعلق خدشہ ہے کہ اس کا بستر خراب کرے گی اور ایسا بچہ اس کے ساتھ ملائے گی جو اس کا نہیں ہے۔

⑧ لعان والی عورت سے شادی:

آدمی کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے جس سے اس نے لعان کیا ہو۔ وہ لعان کے بعد اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾ [سورة النور: ٦ تا ٩]

''اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے سوا گواہ نہیں ہوتے تو ان میں سے ایک کا گواہی دینا ہے۔ چار گواہیاں اللہ کے نام کی کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ عورت سے عذاب ہٹتا ہے اگر وہ گواہی دے اللہ کے نام کی چار گواہیاں کہ بے شک وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچوں میں سے ہے۔''

مشرکہ عورت سے شادی:

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ مسلمان کے لیے بت پرست عورت سے شادی کرنا حلال نہ ہے اور نہ وہ زندیقہ سے شادی کرسکتا ہے نہ اسلام سے مرتد ہونے والی سے نہ گائے کی پجاری سے نکاح حلال ہے نہ وحدت الوجود کی قائل عورت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ملحدوں جیسے مذہب رکھتی ہو اس سے بھی نکاح جائز نہ ہے۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ﴾ [سورة البقرة : ٢٢١]

''اور تم مشرکہ عورتوں سے شادی نہ کرو حتی کہ وہ ایمان لائیں اور یقیناً مؤمنہ لونڈی مشرکہ سے بہتر ہے گو وہ تمہیں اچھی لگے۔ اور تم مشرکین کو نکاح نہ دو اور یقیناً مؤمن غلام مشرک سے بہتر ہے گو وہ تمہیں اچھا لگے یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔''

اس آیت کا سبب نزول:

① مقاتل کہتے ہیں یہ آیت ابو مرثد غنوی بعض نے مرثد بن ابو مرثد کہا جن کا نام کنانہ بن حصین غنوی تھا کے متعلق اتری۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں پوشیدگی سے مکہ بھیجا تاکہ ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نکال لائیں۔ جاہلیت میں ان کی ایک محبوبہ مکہ میں رہتی تھی اس کا نام عناق تھا وہ آئی تو آپؓ نے اسے کہا: اسلام نے جاہلیت کے معاملے کو حرام قرار دیا ہے۔ وہ کہتی ہے پھر مجھ سے شادی کرلو۔ کہا: حتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لوں۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی۔

رسول کریم ﷺ نے انہیں اس سے شادی کرنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ مسلمان تھے اور (عناق) مشرکہ تھی۔ [1]

---

[1] الجامع لاحکام القرآن از علامہ قرطبی ج ۳ ص ۶۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② سدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی ایک کالی لونڈی تھی وہ ایک دفعہ غصے میں تھے انہوں نے اسے تھپڑ مارا پھر اس بات سے پریشان ہوئے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیسی ہے؟

فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ نماز پڑھتی ہے روزہ رکھتی ہے اچھا وضو کرتی ہے اور یہ گواہی بھی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہ ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

فرمایا: ''عبداللہ وہ تو مؤمنہ ہے''

عبداللہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا میں ضرور اسے آزاد کروں گا اور ضرور ضرور اس سے شادی کروں گا پھر ایسا کر لیا۔ ان پر کچھ مسلمانوں نے اعتراض کیا انہوں نے کہا: لونڈی سے نکاح کر لیا ہے۔ اور وہ نسب کے شوق میں مشرکوں سے رشتے لینا اور دینا چاہتے تھے تو اللہ نے حکم نازل کیا:

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ ﴾

المغنی میں فرمایا:

اہل کتاب کے علاوہ سب کافر ہی ہیں جیسے انہوں نے ان کی عبادت کی جنہیں انہوں نے اچھا سمجھا بت، پتھر، درخت اور حیوانات وغیرہ سے۔ ایسے لوگوں کے ذبیحہ اور ان کی عورت کی حرمت میں کوئی اختلاف نہ ہے۔ فرماتے ہیں اور مرتدہ خواہ کسی بھی دین پر ہو اس سے نکاح حرام ہے۔

اہل کتاب کی عورتوں سے شادی

ایک مسلمان کے لیے آزاد کتابی عورت سے شادی کرنا اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے حلال ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ وَ لَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ ﴾. [سورۃ المائدۃ:۵]

''آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مؤمنہ عورتوں سے اور پاکدامن ان لوگوں کی عورتوں سے جو کتاب دیئے گئے ہیں تم سے پہلے جب تم ان کو ان کے حق مہر دے دو پاکدامنی کرنے والے نہ زنا کرنے والے اور نہ چھپے دوست پکڑنے والے۔''

ابن المنذر کہتے ہیں اسلاف میں سے کسی سے یہ صحیح مروی نہ ہے کہ انہوں نے کتابی عورت سے نکاح کو حرام کہا ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے یہودیہ اور عیسائیہ عورت سے شادی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ نے مومنین پر مشرکہ عورت کو حرام کیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بڑا کوئی اور شرک ہوگا کہ وہ عورت کہے کہ اس کا رب عیسیٰ ہے یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی اور بندہ (اس کا رب ہے)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں نحاس کا قول ہے کہ:

یہ قول اس جماعت کے قول سے خارج ہے جن کے قول سے حجت قائم ہوتی ہے کیونکہ کتابی عورت کے نکاح کی حلت کے قائل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت اور تابعین رحمہم اللہ میں سے بھی ایک جماعت ہے۔ ان میں سے حضرت عثمان، طلحہ، ابن عباس، جابر اور حذیفہ ہیں اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، حسن، مجاہد، طاؤس، عکرمہ، شعبی، ضحاک اور دیگر علاقوں کے فقہاء ہیں۔

دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں لفظ ''شرک'' کا ظاہر اہل کتاب کو شامل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ . [سورة البينة : ١]

نہیں ہیں کافر لوگ اہل کتاب سے اور مشرکوں سے ہٹنے والے حتیٰ کہ اُن کے پاس واضح دلیل آ جائے۔''

لفظ میں ان کے درمیان فرق کر دیا اور عطف کا ظاہر مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے نائلہ بنت القرافصہ الکلبیہ النصرانیہ سے شادی کی وہ انہیں کے ہاں مسلمان ہوئیں۔ حضرت حذیفہؓ نے مدائن والوں کی ایک یہودیہ سے شادی کی۔ حضرت جابرؓ سے یہودیہ اور نصرانیہ کی شادی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سمیت فتح مکہ کے زمانہ میں ان سے شادیاں کی تھیں۔

ان سے شادی کی کراہت:

ان سے شادی کرنا اگرچہ جائز ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ اس بات کا خدشہ موجود ہے کہ وہ اس کی طرف جھک جائے وہ دین کے متعلق اسے فتنے میں ڈال دے یا وہ اس کے ہم دینوں کو دوست بنا لے۔

اگر وہ عورت حربیہ [1] ہے تو کراہت شدید ہوگی کیونکہ اس طرح وہ ان کی تعداد کو زیادہ کرے گا۔ بعض علماء کی تو رائے ہے کہ حربیہ سے شادی حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: حلال نہیں ہے اور اللہ کا یہ فرمان تلاوت کیا:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ﴾ . [التوبہ : ٢٩]

''تم ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ روز آخرت پر

---

[1] حربیہ جو دیار اسلام کے علاوہ جگہ مقیم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ وہ دین حق کو دین رکھتے ہیں ان لوگوں سے جو کتاب دیے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ ذلیل ہوں۔“

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بات کو جب حضرت ابراہیم النخعی نے سنا تو انہیں یہ فرمان اچھا لگا۔

ان سے شادی کے جواز کی حکمت:

اسلام نے ان سے صرف اس لیے شادی جائز رکھی ہے تا کہ اہل کتاب اور اسلام کے درمیان رکاوٹیں دور ہو جائیں کیونکہ یہ ایک معاشرت' مخالطت اور باہم خاندانوں کا ایک دوسرے سے قریب ہونا ہے۔ اسلام کو پڑھنے پڑھانے اور اس کی بنیادی چیزوں اور مثالی احکام کی معرفت میں یہ مواقع غنیمت ہیں۔ یہ مسلمانوں اور اہل کتاب وغیرہ کے قرب کا عملی انداز اور انہیں دین حق اور ہدایت کی دعوت دینے کے لئے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ جو ان سے شادی کرے اس کے یہی لائق ہے کہ اپنے مقاصد میں سے اسی کو مقصد بنائے اور اپنے اہداف میں سے اسی کو ہدف چنے۔

مشرکہ اور کتابیہ میں فرق: [1]

مشرکہ کا کوئی ایسا دین نہیں ہے جو اس پر خیانت کو حرام اور امانت کو واجب کرے اسے خیر کا حکم دے' شر سے منع کرے۔ وہ اپنی فطرت اپنے خاندان کی تربیت جو کہ بت پرستی کی خرافات' اوہام اور شیاطین کے احلام اور آرزوؤں پر مشتمل ہے کی طرف سپرد ہوتی ہے وہ اپنے خاوند کی خیانت کرے گی اور اپنے بچوں کا عقیدہ خراب کرے گی۔

اگر آدمی اس کے جمال پر فریفتہ ہو گیا تو یہ اس کی اپنی گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے عمل کو چھپنے پر مدد دے گا۔ پھر اگر وہ اس کی خوبصورتی سے بے پرواہی کرے گا اور اس مرد کے دل پر اس عورت کے اندر کی برائی غالب ہوگی تو یہ جس

[1] تفسیر المنار ج ۲ ص ۳۵۶،۳۵۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُرے حال پر ہے وہ اسے اس کے جمال پر فائدہ اٹھانے سے مشکل ہوگا۔ لیکن جو عورت کتابیہ ہے اس میں اور ایک مومن میں کوئی بہت بڑا فرق نہیں ہے۔ وہ عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہے اسی کی عبادت کرتی ہے۔ انبیاء پر آخرت کی زندگی اور جو اس میں جزاء ہے اس پر ایمان رکھتی ہے اور وہ خیر کو واجب کرنے والا اور شر کی حرمت والا دین رکھتی ہے۔ ان میں نمایاں فرق حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا ہی ہے اور جو عام نبوت کا ایمان رکھتا ہے اسے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے سے صرف یہی رکاوٹ ہے کہ وہ رسول مکرم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات سے ناآشنا ہے۔ اور آپ ﷺ وہی کچھ لے کر آئے جو آپ ﷺ سے قبل انبیاء لائے اور جس قدر زمانے کی ترقی نے تقاضا کیا کچھ زائد چیزیں بھی لائے۔ ان میں موجود چیزوں سے زیادہ باصلاحیت چیز لائے یا پھر وہ باطنی طور پر اعتقاد رکھتا ہے لیکن بظاہر انکار کرتا ہے اور سرکش بنا ہوا ہے لیکن یہ حالت بہت کم ہے اکثر عورت لاعلمی کی حالت میں ہوتی ہے۔

آدمی کے ساتھ زندگی گزارنے کی وجہ سے قریب ہے کہ عورت پر اس کے دین کا بہت حق ہونا اور اس کی شریعت کا احسن ہونا اور جو اسے لایا ہے اس کی سیرت کی اطلاع پانا واضح ہو جائے۔ اور جن روشن نشانیوں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں تائید دی ہے وہ بھی اس پر ظاہر ہو جائیں (اس طرح) اس کا ایمان مکمل اور اسلام درست ہو جائے۔ اگر دونوں حالات میں محسنہ ہے تو اس کو اس کا اجر دہرا دیا جائے گا۔ [انتہی]

صابی عورت سے شادی:

صابی' یہود' نصاریٰ اور مجوسیوں کے درمیان ایک قوم ہے ان کا کوئی دین نہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں یہ اہل کتاب کا ایک گروہ تھا جو زبور پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ یہ فرشتوں کی عبادت کرنے والے لوگ تھے۔ عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں یہ دینوں میں سے ایک دین والے تھے۔ جزیرہ موصل میں رہتے تھے اور "لا الہ اللہ" پڑھا کرتے تھے۔ ان میں عمل' کتاب' کوئی نبی نہیں تھا صرف "لا الہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا اللہ" کہتے تھے۔ وہ کسی رسول پر ایمان نہ لائے۔ اسی وجہ سے مشرک لوگ اصحاب نبی کو کہتے تھے "یہ صابی ہیں یہ "لا الہ الا اللہ" کہنے میں انہی جیسے ہیں"۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: بعض علماء کے بیان کی روشنی میں ان کا یہ مذہب سمجھ آتا ہے کہ وہ توحید والے تھے لیکن ستاروں کی تاثیر اور ان کے فاعل ہونے کے معتقد تھے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے یہ توجیہ اختیار کی ہے کہ: وہ ستارہ پرست لوگ تھے۔ اس انداز میں کہ اللہ نے انہیں نماز ودعا کے لیے قبلہ بنایا ہے یا اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کی تدبیر انہیں سونپ رکھی ہے۔

اسی اختلاف کی وجہ سے ان سے شادی کرنے کے متعلق علماء کی آراء بھی مختلف ہوگئیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ ایک ایسی کتاب والے تھے جس میں تحریف وتبدیلی ہوگئی تھی۔ اسی طرح انہیں یہود ونصاریٰ کے برابر کردیا گیا۔ اسی بنیاد پر ان سے شادی کرنا اللہ کے اس قول کی روشنی میں جائز ہوا:

﴿ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾. [سورة المائدة : ٥]

"آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ پاکدامن مؤمنہ عورتوں سے اور پاکدامن ان لوگوں کی عورتوں سے جو کتاب دیئے گئے ہیں تم سے پہلے"۔

یہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے دونوں اصحاب کا مذہب ہے۔ بعض علماء ان کی حقیقت کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے متعلق تردد میں ہیں انہوں نے کہا:

اگر وہ دین کی بنیاد میں یعنی رسول ﷺ کی تصدیق اور کتابوں پر ایمان لانے میں ان کے موافق ہوں تو انہیں میں شمار ہوں گے اور اگر اصول دین میں ان کے مخالف ہوں تو ان میں سے نہیں ہوں گے۔ اور ان کا حکم بت پرستوں والا ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی بات شافعیہ اور حنابلہ سے بھی مروی ہے۔

مجوسیہ سے شادی: ❶

ابن المنذر کہتے ہیں: مجوس کے نکاح اور ان کے ذبیحہ کی حرمت پر اتفاق نہیں ہے لیکن اکثر اعلماء اسی کے قائل ہیں کیونکہ نہ تو ان کی کوئی کتاب ہے نہ وہ کسی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ آتش پرست ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں کا ذکر کیا تو فرمایا: میں نہیں جانتا کہ ان کے معاملے میں کیا کروں؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''ان سے اہل کتاب کا سا برتاؤ کرو''۔ ❷

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ بات درست ہے کہ مجوسیوں کی کوئی کتاب ہے؟ کہتے ہیں یہ بات باطل ہے اور انہوں نے اس بات کو بہت بڑا سمجھا۔

ابوثور کا مذہب ہے کہ مجوسیہ سے شادی حلال ہے کیونکہ ٹیکس کے ساتھ انہیں ان کے دین کی بنیاد پر بھی ٹھہرایا جاتا ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ سے معاملہ کیا جاتا ہے۔

یہود و نصاریٰ کے علاوہ کتاب والوں سے شادی:

احناف کا مذہب ہے یہ ہے کہ جو بھی آسمانی دین کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کے ہاں نازل شدہ کتاب ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے' حضرت شیث علیہ السلام کے صحیفے' حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور ان سے شادی کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وہ مشرک نہ ہوں۔ حنابلہ کے مذہب میں بھی ایک صورت یہی ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کی کتابوں میں سے ایک کتاب کو تھاما ہے اس لیے وہ یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہوئے۔ جب کہ شافعیہ کا

---

❶ یہ آتش پرست لوگ ہیں۔ ❷ یعنی ان کا خون بہانا اور ان پر ٹیکس لگانا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب اور حنابلہ کی ایک صورت یہ ہے کہ نہ ان سے نکاح حلال ہے نہ ان کے ذبائح کھائے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡـكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۔ الایة﴾

''کہ تم کہو ہم سے پہلے تو دو گروہوں پر ہی کتاب نازل کی گئی ہے۔'' [الانعام:۱۵۶]

اس لیے بھی کہ وہ کتابیں تو نصائح اور مثالیں نہیں۔ ان میں احکام نہیں تھے ان کے لئے وہ حکم ثابت نہیں ہے جو احکام والی کتاب کا حکم ہے۔

مسلمان عورت کی غیر مسلم سے شادی:

اس بات پر علما کا اجماع ہے کہ مسلمان عورت کو غیر مسلم سے شادی کرنا حلال نہ ہے۔ خواہ وہ مشرک ہو یا اہل کتاب میں سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا جَآءَكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِهِنَّ فَاِنۡ عَلِمۡتُمُوۡهُنَّ مُؤۡمِنٰتٍ فَلَا تَرۡجِعُوۡهُنَّ اِلَى الۡكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمۡ وَلَا هُمۡ يَحِلُّوۡنَ لَهُنَّ وَاٰتُوۡهُمۡ مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ وَسۡـئَلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـئَلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقُوۡا ذٰلِكُمۡ حُكۡمُ اللّٰهِ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴾ [سورة الممتحنة : ١٠]

''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو۔ دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایمان دار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو' یہ ان کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں' اور جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کر دو' ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضہ میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو' مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو تمہارے درمیان کر رہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے' اللہ تعالیٰ بڑا علم اور حکمت والا ہے۔''

اس کی حکمت یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر نگران کا درجہ حاصل ہے۔ اور عورت پر جس معروف کا وہ اسے حکم دے اس کی اطاعت فرض ہے۔ اس میں اس ولایت اور غلبہ کا معنی ہے اور کسی کافر کو مسلمان مرد یا عورت پر غلبے کا حق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴾ .[النساء:١٤١]

''اور ہرگز اللہ کافروں کے لیے مؤمنوں پر کوئی غلبہ نہ رکھے گا۔''

پھر کافر خاوند مسلمان عورت کے دین کا اعتراف نہیں کرتا بلکہ اس کی کتاب کی تکذیب کرتا ہے۔ اور اس کے نبی کریم ﷺ کی رسالت کا انکار کرتا ہے۔ اس بہت بڑے فرق اور وسیع اختلاف کے ہوتے ہوئے نہ تو زندگی چل سکتی ہے نہ کوئی گھر قرار پکڑ سکتا ہے۔ اس کے برعکس جب کوئی مسلمان کسی اہل کتاب عورت سے شادی کرتا ہے وہ اس کے دین کا اعتراف کرتا ہے اور وہ اس کی کتاب اور اس کے نبی پر ایمان لانا اپنے ایمان کا ایسا حصہ سمجھتا ہے کہ جس کے بغیر اس کا ایمان بھی مکمل نہیں ہوتا۔

چار شادیاں

ایک وقت میں کسی شخص کو اپنی عصمت میں چار سے زائد بیویاں رکھنا حرام ہے کیونکہ چار بیویاں کافی ہیں۔ اور اگر چار سے زیادہ کرے گا تو وہ احسان ختم ہو کر رہ جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے زوجیت کی زندگی کی صلاحیت کے لیے مشروع کیا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ . [سورة النساء: ٣]

''اور اگر تم ڈرو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح کر لو ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں سے جو تم کو اچھی لگیں دو دو اور تین تین اور چار چار اگر تم ڈرو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی یا اپنی لونڈی سے یہ زیادہ قریب ہے کہ تم مائل ہو جاؤ۔"

اس آیت کا سبب نزول:

بخاری' ابوداؤد' نسائی اور ترمذی نے حضرت عروہؓ بن الزبیر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی مکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ [سورة النساء: ۳]

"اگر تم ڈرو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو' دو دو اور تین تین اور چار چار۔ لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی یہ زیادہ قریب ہے' (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔"

فرماتی ہیں:

اے بھانجے! یہ وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہوتی ہے اس کے مال میں شریک ہوتی ہے۔ اس ولی کو اس کا مال اور جمال اچھا لگتا ہے اس کا ولی چاہتا ہے کہ اس کے مہر میں انصاف اور جتنا کسی اور کو دیتا تھا اتنا دیئے بغیر اس سے شادی کر لے۔ انہیں اس سے منع کر دیا گیا صرف اس صورت میں اجازت دی گئی کہ وہ انہیں انصاف دیں اور انہیں عالی درجے کا حق مہر ادا کریں نیز انہیں حکم ہوا کہ ان کے علاوہ جو عورتیں اچھی لگیں ان سے نکاح کر لیں۔ [1]

حضرت عروہؓ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت کے بعد

---

[1] سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۷۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے پھر رسول اللہ ﷺ سے ان کے متعلق فتویٰ مانگا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ، وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَآءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ . [سورة النساء: ١٢٧]

''وہ تجھ سے عورتوں کے متعلق سوال پوچھتے ہیں کہہ دیجیے کہ اللہ تم کو ان کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اور جو تم پر پڑھی جاتی ہیں کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق جن کو تم نہیں دیتے جو ان کے لئے فرض کیا گیا اور تم شوق رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔''

فرماتی ہیں:

اور جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وہ ان پر کتاب میں پڑھی جاتی ہیں'' اس سے وہ پہلی آیت مراد ہے جس میں اللہ پاک نے فرمایا: ''وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اور جو دوسری آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿وَتَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ .

یہ وہ ہے کہ جب اس کی ولایت میں موجود لڑکی کم مال اور کم حسن والی ہوتو تم میں سے کوئی اس سے بے رغبتی برتتا ہے۔ پھر انہیں ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے روک دیا گیا کہ جن کے حسن و مال میں وہ رغبت رکھیں۔ ہاں انصاف کی شرط سے جائز ہے کیونکہ جب وہ کم مال و جمال والی ہوں تب ان میں وہ اُن سے رغبت رکھتے ہیں۔

آیت کا معنیٰ:

اس بنیاد پر آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اس میں اللہ عزوجل یتیم لڑکیوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولیوں سے مخاطب ہے وہ فرماتا ہے: جب کوئی یتیمہ تم میں سے کسی کی پرورش میں اس کی زیر ولایت ہو اور وہ اسے مہر مثل دینے سے ڈرتا ہے۔ وہ ان کے علاوہ اور عورتوں کی طرف جائے۔ کیونکہ وہ بہت سی ہیں اللہ نے اس پر کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ اس کے لیے ایک سے چار تک عورتیں حلال کیں ہیں۔

جب ایک سے زیادہ بیویوں میں اسے ظلم کا ڈر ہو تو اس کے لیے ایک بیوی پر اکتفا ضروری ہے یا پھر جو اس کی ملکیت میں لونڈیوں میں سے کوئی ہو۔

چار پر اکتفا کا فائدہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اللہ کی طرف سے بیان کردہ ہے وہ اسی بات پر دلالت کر رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیے چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہ ہے۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے جس پر علماء کا اجماع ہے جس میں شیعہ کے ایک گروہ سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ چار سے زیادہ بیویاں یا بقول بعض بلا حصر شادیاں کرنا جائز ہے۔ اور چار سے بڑھ کر نو تک بیویاں رکھنے میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے دلیل لی ہے جس کا ثبوت صحیحین میں ہے۔ امام قرطبی نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

جان لو کہ یہ جو ''مثنیٰ'' ثلث اور ''رباع'' کا عدد ہے۔ یہ نو کے جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا کہ اس شخص نے کہا ہے جس کی سمجھ کتاب وسنت سے دور ہے اور جو اس چیز سے اعراض کرے جس پر اسلاف امت تھے اور اس کا خیال ہے کہ یہ واؤ جمع کے لیے ہے۔ اس نے اس موقف کو اس بات سے مضبوط کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو نکاح کیے اور انہیں اپنی عصمت میں جمع کیا جو اس جہالت کی طرف گئے اور یہ بات کی وہ بعض شیعہ اور ظاہری ہیں۔ اس نے مثنیٰ کو اثنین اثنین کی طرح اور اسی لیے ثلاث اور رباع کو بھی ایسے ہی کر دیا۔

بعض اہل ظاہر تو اس سے بھی بری رائے کی طرف گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے اٹھارہ بیویاں جمع کرنا جائز ہوا اور دلیل یہ ہے کہ ان صیغوں میں عدد تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور واؤ جمع کے لیے ہے۔ اس نے مثنیٰ مثنیٰ کو اور اثنین کو اثنین کے معنی کے معنی میں اور ثلاث اور رباع کو بھی ایسے ہی کر دیا ہے۔

یہ سب تو لغت عرب، سنت، اجماع، مسلمین سے ناآشنائی ہے جب کہ صحابہؓ وتابعین میں سے کسی کے متعلق یہ سننے میں نہیں آیا کہ اس نے اپنی عصمت میں چار سے زائد بیویاں رکھی ہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا، نسائی اور دارقطنی نے اپنی سنن میں تخریج کیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیلان بن امیہ الثقفی سے کہا جب وہ مسلمان ہوئے ان کے انکاح میں دس عورتیں تھیں فرمایا:

''ان میں سے چار کو اختیار کرو باقی سب کو الگ کر دو''۔ [1]

ابوداؤد کی کتاب میں حارث بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: جب میں مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے اس کا ذکر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں سے چار کو چن لو''۔

مقاتل کہتے ہیں:

قیس بن حارثؓ کے ہاں چار آزاد عورتیں تھیں جب یہ آیت اتری تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ چار کو طلاق دے دو اور چار کو اپنے پاس رکھو۔ انہوں نے نام قیس بن حارث بتایا ہے جب کہ درست بات یہ ہے کہ یہ حارث بن قیس الاسدیؓ تھے جیسا کہ ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اسی طرح محمد بن الحسن نے کتاب ''السیر الکبیر'' میں روایت کیا کہ یہ حارث بن قیسؓ تھے فقہاء کے ہاں بھی یہی معروف ہے۔

جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز کیا گیا ہے تو یہ ان کی خصوصیات میں سے ہے۔ رہی ان کی یہ بات کہ واؤ جمع کے لیے ہے ایسا جو کہا گیا ہے لیکن اللہ پاک نے عرب کو سب سے فصیح لغت کے ساتھ مخاطب کیا۔

---

[1] محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۳ ص ۴۳۵ حدیث نمبر ۱۱۲۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب ایسا نہیں کرتے کہ نو کو چھوڑ کر دو' تین اور چار کہہ دیں۔ اسی طرح یہ بات بھی بری سمجھی جاتی تھی کہ اٹھارہ نہ کہا جائے بلکہ اس طرح کہا جائے کہ فلاں کو چار' چھ اور آٹھ دے دو۔ اس مقام پر واؤ بدل کے لیے آئی ہے یعنی دو کے بدلے تین سے نکاح کرو اور تین کے بدلے چار سے نکاح کرو۔ اسی لیے واؤ سے عطف کیا اَو سے عطف نہیں کیا۔

اگر عطف اَو کے ساتھ آجاتا تو دو والے کو تیسری سے اور تین والے کو چوتھی سے شادی جائز نہ ہوتی۔ رہی ان کی یہ بات کہ مثنیٰ دو کا' ثلث تین کا' اور رباع چار کا تقاضا کرتا ہے۔ تو یہ زبردستی کا فیصلہ ہے جس پر اہل لغت ان سے موافق نہیں ہیں اور یہ ان سے عدم واقفیت ہے۔ اسی طرح دوسرے بھی لاعلم رہے کہ مثنیٰ سے دو دو' ثلاث سے تین تین اور رباع سے چار چار مراد ہیں۔ انہیں یہ علم نہیں ہے کہ دو دو' تین تین اور چار چار تو عدد میں حصر ہے جب کہ مثنیٰ' ثلاث' رباع اس کے خلاف ہے۔ عرب کے ہاں معدول عدد میں ایسا معنی زائد ہوتا ہے جو اصل میں نہیں ہوتا۔ یہ اس لیے کہ جب کوئی کہے گا گھوڑے دو دو ہو کر آئے اس سے مراد یہ ہوگا کہ وہ مل کر دو دو ہو کر آئے۔

جوہری کہتے ہیں: معدول عدد بھی ایسے ہی ہوتا ہے نیز کہتے ہیں: جب تم کہو گے کہ قوم دو دو' تین تین' ایک ایک یا دس دس آئے۔ اس سے یہی مراد لیا جائے گا کہ وہ ایک ایک' دو دو' تین تین اور دس دس آئے یہ واؤ' معنی اصل میں نہیں ہے کیونکہ جب تم کہو گے۔ میرے پاس تین تین اور دس دس لوگ آئے تم نے قوم کے عدد کو تین اور دس میں حصر کر دیا۔ جب تم کہو گے کہ دو دو اور چار چار آئے۔ تو ان کا عدد بند نہ ہوا۔ اس سے مراد یہ ہوا کہ وہ دو دو اور چار چار ہو کر آئے۔ اس باب میں خواہ ان کی تعداد زیادہ ہو یا کم ہو ان میں سے ہر ایک کا مقتضی سے کم عدد پر اپنے خیال میں اسے بند کرنا زبردستی ہے۔ [انتہیٰ]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیویوں کے درمیان عدل واجب ہے:

اللہ پاک نے کئی بیویاں جائز کی ہیں اور اسے چار پر بند کر دیا اور ان کے درمیان کھانے میں۔ لباس میں' شب باشی[1] اور دیگر مادی چیزوں میں دولت مند اور فقیر میں بڑی اور چھوٹی میں فرق کیے بغیر عدل کرنا واجب کیا ہے۔ جب آدمی کو ظلم کا اور ان سب کے درمیان حقوق میں وفا کے نہ ہونے کا خوف ہو تو اس پر انہیں جمع کرنا حرام ہے۔ جب ان میں سے تین کے حق پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہو چوتھی پر قدرت نہ ہو تو اس پر اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر دو کے حقوق ادا کر سکتا ہو تیسری کے ادا نہ کر سکتا ہو تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح جب وہ دوسری سے نکاح کرنے میں بھی ظلم کا خوف رکھتا ہو تو اس پر اس سے نکاح کرنا اس فرمان کی روشنی میں حرام ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾[2]

[سورة النساء : ٣]

تم ان سے نکاح کر لو' دو دو' تین تین' چار چار سے' لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی یہ زیادہ قریب ہے' (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔"

یعنی بہت قریب ہے کہ تم ظلم نہ کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو گیا۔ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک طرف جھکی ہو گی۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدل کو واجب کیا اور دوسری آیت میں جو سورۃ نساء میں

---

1. یعنی ایک کے پاس اتنی راتیں گزارے جتنی دوسری کے پاس گزارتا ہے۔
2. ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس میں عدل کی نفی کی ہے (ان) میں کوئی تعارض نہیں۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ [النساء: ۱۲۹]

جو عدل مطلوب ہے اس سے وہ ظاہری عمل والا عدل مراد ہے جس پر قدرت ہوتی ہے۔ اس سے محبت و مودت والا عدل مراد نہ ہے۔ کیونکہ اس کی تو کوئی بھی طاقت نہیں رکھتا بلکہ جس عدل کی نفی کی گئی ہے وہ مودت و محبت اور جماع میں عدل ہے۔

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں میں نے عبیدہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا اس سے محبت اور جماع مراد ہے۔ ابوبکر بن العربی کہتے ہیں' انہوں نے سچ کہا ہے۔ اس پر کسی کا اختیار نہیں کیونکہ دل رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں میں ہے' وہ جیسے چاہتا ہے اسے پھیرتا ہے۔ اسی طرح جماع ہے کہ کبھی ایک کے لئے زیادہ ہوتا ہے دوسری کے لئے نہیں ہوتا۔ جب یہ اس کے قصد کے بغیر ہو تو اس پر اس کا کچھ حرج نہ ہے۔ کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا پھر اس متعلق اسے کچھ تکلیف بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تقسیم کرتے تو عدل کرتے۔ اور فرماتے: ''اے اللہ! میری یہ تقسیم اس میں ہے جس کا میں مالک ہوں۔ مجھے اس چیز میں ملامت نہ کر جس کا اختیار تیرے پاس ہے میرے پاس نہیں ہے۔''

ابوداؤد کہتے ہیں ان کی مراد دل سے ہے۔ [بروایت ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ]

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں دلیل ہے کہ آزاد سوکنوں میں تقسیم کا وجوب تاکیدی ہے۔ میلان میں یہ مکروہ ہے۔ اس سے معاشرت کا وہ میلان مراد ہے جس کے ساتھ حقوق کی کمی ہو۔ اس سے دلی میلان مراد نہ ہے۔ کیونکہ دل پر اختیار نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ عورتوں میں برابر باری تقسیم کرتے۔ اور فرماتے: ''اے اللہ یہ میری تقسیم ہے.....'' آخر تک حدیث۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان اترا۔

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ [النساء: ۱۲۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اور تم ہرگز طاقت نہ پاؤ گے کہ تم عورتوں کے درمیان عدل کرو گو کہ تم حرص رکھو تو تم نہ مائل ہو جاؤ پورا مائل ہونا تو تم اس کو چھوڑ دو گے لٹکائی گئی کی طرح۔‘‘

نیز جب خاوند سفر کرے تو ان میں سے جس کو چاہے ساتھ لے لے۔ اگر ان میں قرعہ ڈال لے تو اچھا ہے۔ حق والی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنا حق چھوڑ دے کہ یہ خالص اس کا حق ہے کہ وہ یہ حق کسی اور کو ہبہ کر دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں[1] میں قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے اور اپنی بیویوں میں سے ہر ایک کا ایک دن تقسیم کرتے تھے۔[2] حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ انہوں نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔[3]

عورت کا اپنی موجودگی تک شادی نہ کرنے کی شرط لگانے کا حق:

جیسے اسلام نے عدل کی طاقت کے ساتھ تعدد کی قید لگائی ہے اور اسے چار پر بند کیا ہے۔ وہاں عورت یا اس کے ولی کو یہ حق بھی دیا ہے کہ وہ شرط لگالے کہ مرد اس کی موجودگی میں اور شادی نہیں کرے گا تو یہ شرط صحیح ہوگی اور لازم ہوگی۔ جب شرط پوری نہ کرے تو اس کو فسخ نکاح کا حق ہے اور فسخ نکاح میں اس کا حق ساقط نہ ہوگا الّا یہ کہ وہ خود ہی ساقط کر دے اور اس کی مخالفت پر راضی ہو جائے۔

یہی امام احمد کا مذہب ہے اور امام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ نے بھی اسی کو راجح کہا کیونکہ شادی کی شروط کا خطرہ خرید و فروخت، کرائے پر دینا وغیرہ معاملات سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کی لازمی شرائط کو پورا کرنا بھی زیادہ واجب اور تاکیدی ہے۔ انہوں نے اپنے اس مذہب پر درج ذیل دلائل سے دلیل لی ہے:

---

[1] خطابی فرماتے ہیں اس میں قرعہ کا اثبات ہے۔ [2] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۹۳ حدیث نمبر ۲۶۸۸۔ ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۱۲۹ حدیث نمبر ۵۶۔ ۲۷۷۰۔

[3] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۱۲ حدیث نمبر ۵۲۱۲۔
ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸۵ حدیث نمبر ۴۷۔ ۱۴۶۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① وہ حدیث جسے بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پورا ہونے کی سب سے زیادہ حق دار وہ شرائط ہیں جن کے ساتھ تم عصمتوں کو حلال کرتے ہو''۔ ❶

② انہی دونوں نے حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مسور بن مخرمہ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا:

''بنی ہشام بن المغیرہ مجھ سے اجازت مانگتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابی طالب سے کر دیں۔ میں انہیں اجازت نہ دوں گا۔ پھر بھی اجازت نہ دوں گا۔ پھر بھی اجازت نہ دوں گا۔ الا یہ کہ ابی طالب کا بیٹا چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے شادی کرے۔ میری بیٹی میرا ٹکڑا ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو چیز اسے ایذا دیتی ہے وہ مجھے بھی ایذاء دیتی ہے۔ ❷

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ:

''فاطمہ مجھ سے ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ اپنے دین میں فتنے میں مبتلا ہو جائے''۔

پھر بنی عبد شمس میں سے ایک داماد کا ذکر کیا پھر اپنی دامادی میں اس کی تعریف کی۔ اچھی تعریف کی۔ فرمایا:

''اس نے مجھ سے بات کی تو سچی کی' مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کر دیا' میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا نہ میں کسی حرام کو حلال کرتا ہوں' لیکن اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ اور عدو اللہ کی بیٹی ایک جگہ کبھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں''۔ ❸

ابن القیمؒ کہتے ہیں یہ حکم اپنے ضمن میں چند امور کو لیے ہوئے ہے۔ جب آدمی اپنی بیوی سے شرط لگائے کہ اس کی موجودگی میں کوئی شادی نہ کرے گا تو اس پر لازم

---

❶ محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۱۷ حدیث نمبر ۵۱۵۱۔ ومسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۵ حدیث نمبر ۶۳۔ ۱۴۸۱۔ ❷ صحیح بخاری ومسلم۔ ❸ صحیح بخاری۔ کتاب المناقب۔ اس داماد سے مراد حضرت ابو العاصؓ بن ربیع ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس شرط کو پورا کرے۔ اور جب وہ اس کی موجودگی میں شادی کرے گا تو عورت کو فسخ کا حق ہے حدیث میں اس مضمون کی وجہ یہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے خبر دی کہ یہ بات فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دیتی ہے اور اسے پریشان کرتی ہے اور یہی بات آپ ﷺ کو بھی تکلیف دیتی ہے اور پریشان کرتی ہے۔ ❶

اور یہ بات تو قطعی طور پر معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علیؓ نے شادی اسی شرط پر کی تھی کہ انہیں ایذا نہ دیں گے نہ پریشان کریں گے نہ ان کے باپ ﷺ کو ایذا دیں گے نہ پریشان کریں گے۔ اگر چہ عقد میں یہ مشروط نہیں تھا لیکن جب ضرورت سے یہ بات معلوم ہے تو پھر وہ ایسے ہی ہے جیسے اس میں داخل ہے اور جو آپ ﷺ نے اپنے دوسرے داماد کا ذکر کیا اور ان کی تعریف کی کہ اس نے بات کی تو سچی کی اور وعدہ کیا تو پورا کیا۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشارہ تھا اور انہیں ان کی اقتداء پر ترغیب دینا مقصود تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ان کی طرف سے بھی یہ وعدہ ہوا کہ وہ انہیں پریشان نہ کریں گے نہ ایذا دیں گے۔ آپ ﷺ بھی انہیں اس کو پورا کرنے کی ترغیب دے رہے تھے جیسا کہ ان کے دوسرے داماد نے پورا کیا۔

اس سے یہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ جو عرفی طور پر مشروط ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے لفظی طور پر مشروط ہے اور جب یہ مشروط نہ ہوگا تو شرط لگانے والے کو فسخ کا اختیار دے گا۔ فرض کرلیا جائے کہ کسی قوم کی عادت ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو گھروں سے نہیں نکالتے نہ ان کے مردوں کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے۔ اور یہ ان میں رواجاً چل رہا ہے تو وہ ایسے ہی ہوگا جیسے لفظوں میں شرط لگائی گئی ہے۔ یہ اہل مدینہ کے قواعد میں عام ہے۔ امام احمدؒ کے قواعد میں سے ہے کہ عرفی مشروط بالکل لفظی مشروط کی طرح ہے۔ اسی لیے انہوں نے اس پر اجرت واجب کی ہے جو اپنا کپڑا دھوبی کو یا درزی کو دے یا نانبائی کو آٹا دے یا باورچی کو کھانا دے جو کہ اجرت پر کام کرتے ہیں یا جو حمام میں جائے اور اس سے خدمت دے جو عام طور پر اجرت لے کر غسل کراتا ہے اور اسی طرح کے دیگر معاملات لیکن ان میں اجرت کی شرط نہیں لگائی تو اس پر اجرت مثل

---

❶ اور اللہ کے نبی کو پریشان کرنا جائز نہیں ہے ممانعت کی یہ وجہ بھی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب ہوگی۔ اسی بنیاد پر یہ بھی فرض کر لیا جائے گا کہ جب عورت ایسے گھر میں ہے کہ جس میں مرد عورتوں کی موجودگی میں شادی نہیں کرتے ہیں نہ انہیں یہ ممکن ہے اور عادتاً ان میں یہ چل رہا ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے لفظوں میں شرط لگائی گئی ہے۔

اسی بنیاد پر تمام جہان کی عورتوں کی سردار اور تمام اولاد آدم کے سردار کی بیٹی تو اس کی زیادہ حق دار ہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے بوقت عقد شرط لگا لیتے تو یہ تاکید ہوتی بنیاد نہ ہوتی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ابوجہل کی بیٹی کو جمع کرنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روکنے میں بڑا عمدہ فیصلہ ہے اور یہ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ اس کے تابع ہوتی ہے اگرچہ وہ بذات خود بلند درجہ کی بھی ہو اور اس کا خاوند بھی ایسا ہی ہو وہ اپنے اعتبار سے بھی اور اپنے خاوند کی وجہ سے بھی بلند درجہ ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھی شان کچھ ایسی ہی تھی۔ اللہ پاک ابوجہل کی بیٹی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک ہی درجے میں کرنے والا نہ تھا۔ نہ اپنی ذات کی وجہ سے نہ خاوند کے تابع ہو کر ان میں تو اتنا فرق ہے جتنا جہان کی عورتوں کی سردار پر اس کا نکاح نہ شرعاً مناسب تھا نہ اخلاقاً۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اسی کا اشارہ فرمایا تھا:

''اللہ کی قسم! رسولؐ اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی کبھی بھی ایک جگہ اکٹھی نہیں رہ سکتیں''۔

یا تو یہ لفظی طور پر اس کا درجہ پاتا ہے یا شرط کے طور پر۔ [انتہی]

پہلے فقہاء کی آراء اس طرح کی شرط اور اس جیسی شرائط کے متعلق گزریں ہیں کہ جن میں عورت کا فائدہ ہے ان کی طرف رجوع کیا جائے۔ ❶

متعدد شادیوں کی حکمت

① انسان پر اللہ کی رحمتوں اور فضلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کے لیے کئی بیویاں جائز کر دیں اور اسے چار پر بند کر دیا۔ انسان کے لیے جائز ہے کہ ایک وقت میں اپنی عصمت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے۔ لیکن

❶ دیکھیے پیچھے شرائط کی بحث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شرط پر کہ وہ ان کے درمیان خرچ اور شب باشی میں عدل کی طاقت رکھتا ہو۔ لیکن جب اسے ظلم کا اور اس پر آنے والے نتائج کے پورا نہ کرنے کا خوف ہو تو اس پر ایک سے زائد شادیاں حرام ہیں۔ جب کہ ایک کے بارے میں بھی ظلم کا اور اس کے حق کا ذمہ دار بننے سے عاجز ہو اس پر بھی شادی کی قدرت ثابت ہونے تک نکاح کرنا حرام ہے۔ یہ متعدد نکاح نہ واجب ہیں نہ مستحب ہیں بلکہ یہ تو ایک امر ہے جسے اسلام نے جائز کہا ہے کیوں کہ یہاں کچھ تقاضے اور اصلاحی ضروریات تھیں جن سے کسی شریعت اپنانے والے کو غفلت برتنا زیب نہیں دیتا نہ یہ لائق ہے کہ وہ اس سے چشم پوشی کرے۔

② اس لیے بھی کہ اسلام انسانیت کا اعلیٰ ترین پیغام ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس بات کا مکلف ٹھہرایا کہ وہ اسے لے کر اٹھیں اور اسے لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری ادا کریں اور وہ اس ذمہ داری کو تب ہی لے کر اٹھ سکتے ہیں جب کہ ان کے پاس قوی حکومت ہو جس میں حکومت کو قائم رکھنے والی ساری چیزیں ہوں۔ لشکر، علم، کاروبار، زراعت وتجارت سب کچھ ہو۔ اس کے علاوہ وہ دیگر عناصر بھی ہوں جن پر ایک ایسی حکومت کی بقاء و وجود موقوف ہوتا ہے کہ اس کی بات مانی جاتی ہو اور جس کی بادشاہت قوی ہو۔ اور یہ تبھی پورا ہو سکتا ہے جب کہ افراد کی تعداد زیادہ ہو۔ تاکہ انسانی ضروریات کے میدانوں میں سے ہر میدان میں کام کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ''کثرت والے کی ہی عزت ہے''۔

اس کثرت کا راستہ ایک طرف تو شادی ہے جب کہ دوسری طرف تعدد ہے۔ نئے ممالک نے کثرت عددی کی قیمت اور پیداوار میں اس کے نتائج جان لیے ہیں۔ نیز جنگوں میں اور بات جلد منوانے میں بھی۔ انہوں نے اپنے شہریوں کی تعداد بڑھانے پر اس طرح عمل کیا کہ شادی پر ابھارا گیا اور وہاں کی رعایا میں سے جس کی نسل زیادہ ہو اس کے لیے انعام رکھا گیا کیونکہ اس میں قوت اور طاقت ہے۔ جرمن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاح ''بول اشمید'' نے مسلمانوں کے ہاں نسل کے بڑھنے کو سمجھ لیا۔ اس نے اسے ان کی قوت کے عناصر میں سے ایک عنصر قرار دیا۔ وہ ''اسلام کل کی قوت'' نامی کتاب میں لکھتا ہے۔ جو ۱۹۳۶ء میں سامنے آئی ہے:

''اسلامی مشرق میں طاقت کو بڑھانے والے عوامل تین باتوں میں آ سکتے ہیں''۔

(الف) اسلام کی قوت ایک دین کی طرح ہے' اس پر اعتقاد میں بھی قوت ہے' اس کی خوبیوں میں بھی مختلف رنگ' جنس اور تہذیب کے لوگوں میں اس کے بھائی چارے میں بھی۔

(ب) اسلامی مشرق میں قدرتی وسائل کی کثرت جو کہ محیط اطلس سے شروع ہو کر مغرب میں مراکش کے محیط ھادی تک اور مشرق میں انڈونیشیا کی حدود تک ہے۔

(ج) آخر میں اس نے تیسرے عامل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مسلمانوں کے ہاں نسل انسانی کا بڑھنا ہے جس نے ان کی قوت میں افرادی قوت کا اضافہ کر دیا ہے پھر کہتا ہے ''جب یہ تینوں طاقتیں مل جائیں گی مسلمان وحدت عقیدہ اور اللہ کی توحید پر بھائی بھائی بن جائیں گے قدرتی وسائل بھی بڑی تعداد کے لوگوں کی ضروریات پورا کریں گے تو اسلام کا خطرہ یورپ کی تباہی سے ڈرانے والا خطرہ ہے۔ نیز یہ پوری دنیا کی قیادت کرے گا اور سب دنیا کا یہ علاقہ مرکز ہوگا''۔

مروج اعداد شمار کے طریقہ سے وہ تین عوامل کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ نیز جو وہ عقیدہ اسلامیہ کا جوہر جانتا ہے جیسا کہ مسلمانوں کی تاریخ میں واضح ہے' ان کے باہم ربط اور دشمنوں کے حملوں کے رد کی تاریخ میں بھی۔ اس کے بعد وہ اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ ''مغرب کے عیسائی افراد اور حکومتیں اکٹھے ہوں اور وہ صلیبی جنگوں کا پھر سے نئی صورت میں آغاز کر دیں جو اس زمانے کے مناسب ہو لیکن طریقہ مؤثر اور مضبوط ہو''۔ [ترجمۃ الاستاذ ڈاکٹر محمد البھی]

③ حکومت ہی دین کا پیغام پہنچانے والی ہے اسے اکثر جہاد کے خطرات درپیش ہوتے ہیں جس سے افراد کی بڑی تعداد ختم ہو جاتی ہے جو لوگ شہید ہو جاتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ان کی بیوگان کا خیال رکھنا ضروری ہے ان کے خیال کا ان کی شادی کے بغیر کوئی اچھا راستہ نہ ہے۔ جیسا کہ چلے جانے والوں کی جگہ پر نئے لوگوں کے آنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہے یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب نسل بڑھائی جائے۔ تعدد بھی نسل بڑھانے کے اسباب میں سے ہے۔

④ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض ممالک میں عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ عموماً جنگوں کے بعد ہوتا ہے بلکہ اکثر ممالک میں عورتوں کی تعداد میں قریب قریب اضافہ ہورہا ہے حتیٰ کہ سلامتی کے حالات میں بھی ایسا ہی ہے۔ یہ زیادتی تعدد کو واجب کرتی ہے اور فرض کرتی ہے کہ اسے اپناؤ تاکہ زائد تعداد کو کفالت میں لایا جائے اور اس کو گرفت میں رکھا جائے ورنہ وہ لوگ انحراف اور گھٹیا کاموں کی طرف مجبور ہوجائیں گے۔ اس طرح معاشرہ خراب ہوگا اخلاق گرجائیں گے۔ یا پھر عورتیں مجبوراً محرومی کے دکھوں اور تنہائی کی مشقتوں میں اپنی زندگیاں پوری کرلیں۔ ان کے اعصاب کمزور پڑ جائیں اور ان کی وہ بشری قوت ضائع ہوجائے جو امت کی قوت کے لیے ممکن دولت بن جائے۔ اور امت کے مجموعوں میں اضافہ ہوجائے۔ بعض ممالک جن میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے وہ زیادہ شادیاں کرنے کے جواز پر مجبور ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس سے اچھا اور کوئی حل نہیں ہے حالانکہ ان کے خیالات اس کے مخالف تھے۔ جو ان کے ذہنوں میں تھا اور جس پر انہوں نے پرورش پائی تھی یہ اس کے بھی منافی تھا۔

ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ کہتے ہیں: مجھے یاد پڑتا ہے کہ مجھے اور بعض مصری بھائیوں کو ۱۹۴۸ء میں جب کہ ہم پیرس میں تھے ایک دعوت دی گئی کہ جرمنی کے شہر ''میونخ'' میں انٹرنیشنل یوتھ کانفرنس میں حاضر ہوں۔ مجھے اور میرے مصری ساتھی کو ایسی نشست میں شرکت کا موقع ملا جس میں یہ مشکل زیر بحث تھی کہ عورتوں کی تعداد جنگ کے بعد مردوں کی تعداد سے کئی گنا بڑھ گئی ہے اور وہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اچھا ممکنہ حل مانگ رہے تھے جو انہیں وہاں سمجھ آئے ان سب حلوں کو پیش کرنے اور سب کو مسترد کرنے کے بعد میں نے اور میرے ساتھی نے اس کا واحد فطری حل پیش کیا۔ وہ یہ کہ کئی شادیوں کی اجازت دی جائے۔

شروع میں تو اس رائے کا وحشت ونفرت سے سامنا کیا گیا لیکن جب انصاف والی گہری بحث کی گئی تو کانفرنس والوں نے یہ رائے قائم کی کہ اس کے سوا کوئی حل نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن قرادادوں کو کانفرنس نے پاس کیا یہ بھی ان میں شمار کرلی گئی۔ جب ۱۹۴۹ء میں وطن واپس آیا تو مجھے یہ جان کر اور بھی خوشی ہوئی کہ بعض مصری اخباروں نے یہ خبر لگائی ہے کہ مغربی جرمنی کے دارالحکومت ''بون شہر'' کے شہریوں نے درخواست کی ہے کہ کئی شادیوں کے جواز کو دستور میں لکھ دیا جائے۔

⑤ پھر مرد کی نسلی صلاحیت عورت کی نسلی صلاحیت سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ بلوغت سے لے کر دیر عمر تک اس تناسلی عمل کے لیے تیار رہتا ہے جب کہ عورت حیض کے دوران اس کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ یہ ماہانہ دورانیہ ہوتا ہے۔ جو کبھی دس دن تک چلتا ہے۔ اسی طرح عورت ولادت اور نفاس میں بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ یہ مدت کبھی چالیس دن تک چلتی ہے مزید اس میں حمل اور رضاعت کے حالات بھی شامل کر لیے جائیں۔

جب کہ عورت میں اولاد کی صلاحیت ۴۵ یا ۵۰ برس تک ختم ہو جاتی ہے لیکن مرد ساٹھ سال کے بعد بھی نسل بڑھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ اس کا خیال رکھا جائے اور اس کا مناسب حل مقرر کیا جائے۔ جب عورت اس حالت میں ہو کہ وہ زوجیت کی ذمہ داری ادا کرنے سے عاجز ہے تو آدمی اس وقفے کے دوران کیا کرے؟ پھر کیا یہ زیادہ اچھا ہے کہ وہ کوئی بیوی لے آئے جو اس کے نفس کو پاک دامن رکھے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت کرے یا یہ اچھا ہے کہ وہ ناجائز تعلق بنالے جس کا تعلق اس کے ساتھ صرف ایسا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جیسا جانور ایک دوسرے کے ساتھ رکھتے ہیں؟

باوجودیکہ اس کے ذہن میں یہ بھی ہو کہ اسلام نے زنا کی بڑی سخت حرمت بیان کی ہے فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾. [الاسراء:۳۲]

''اور تم زناء کے قریب مت جاؤ بے شک یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔''

اور جو ایسا کرے اسلام اس کے لیے بڑی سخت سزا مقرر کرتا ہے فرمایا:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾. [سورة النور:۲]

''زانیہ اور زانی تم ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو درّے مارو اور تمہیں ان دونوں کے ساتھ اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے اگر تم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کے عذاب پر مؤمنوں کی ایک جماعت کو حاضر ہونا چاہیے۔''

⑥ کبھی بیوی بانجھ ہوتی ہے اس کی اولاد نہیں ہوتی یا ایسی بیماری میں مبتلا ہوتی ہے کہ جس سے شفاء کی امید نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود وہ یہ رغبت رکھتی ہے کہ اس کی زوجیت والی زندگی جاری رہے اور خاوند کو شوق ہوتا ہے کہ اس کی اولاد اچھی ہو اور یہ کہ کوئی بیوی ہو جو اس کے گھریلوں کاموں کی تدبیر کرے۔

کیا آدمی کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ ان تکلیف دہ حالات پر راضی ہو جائے اور اس بانجھ کو اپنے ساتھ رکھے کہ اس کی اولاد بھی نہ ہو اور اس مریضہ کو ساتھ رکھے جب کہ اس کے گھریلو نظام کو چلانے والا بھی کوئی نہ ہو وہ اکیلا ہی اس تاوان کو برداشت کرتا رہے؟ یا یہ بہتر ہے کہ وہ اس کو جدا کر دے جب کہ وہ ساتھ رہنا چاہتی ہے پھر وہ اسے جدا کر کے تکلیف دے؟ یا پھر مرد اور عورت دونوں کی چاہت کی مناسبت کی جائے کہ وہ اسے بھی رکھے اور دوسری سے شادی کرے پھر مرد اور عورت کی مصلحت اکٹھی حاصل ہو جائے میرا خیال ہے کہ آخری حل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہدایت والا اور قبول کے زیادہ لائق ہے اور ایک زندہ دل اور اچھا جذبہ رکھنے والا شخص اس پر راضی ہوگا اور اسے ہی قبول کرے گا۔

⑦ کبھی بعض آدمیوں میں ان کی جسمانی اور نفسانی طبیعت کی وجہ سے بڑی سرکش جنسی رغبت ہوتی ہے۔ کبھی اسے ایک عورت سیر نہیں کر پاتی۔ خصوصاً بعض گرم علاقوں میں ایسا ہوتا ہے اس کی بجائے وہ غیر جائز تعلق قائم کر لے جو اس کے اخلاق کو بگاڑ دے تو اس کے لیے جائز کیا جائے کہ وہ حلال اور مشروع طریقے سے اپنی خواہش کو سیر کرے۔

⑧ یہ تو چند خاص و عام اسباب ہیں جنہیں اسلام نے ملاحظہ کیا۔ وہ نہ کسی خاص گروہ کے لیے شریعت بناتا ہے نہ محدود و معین زمانے کے لیے۔ بلکہ وہ تمام لوگوں کے لیے شرع بناتا ہے اور تب تک بناتا ہے جب تک زمین کا اور جو کچھ اس پر ہے سب کا وارث اللہ بن جائے۔ [1] لیکن زمانے اور جگہ کے اعتبار کی بھی حیثیت ہے۔ افراد کے حالات کا اندازہ اور حساب رکھنا ضروری ہے۔ نیک امت کی حرص اس کی افرادی قوت کی کثرت سے ہے تاکہ وہ جنگ اور سلامتی میں ان کا اسلحہ بن جائیں۔ شارع کے اہداف میں سے یہ اہم ہدف ہے۔

⑨ اسے شریعت بنانے اور عالم اسلامی کے اپنانے سے بہت بڑا فائدہ ہوا کہ وہ پاک صاف' معاشرتی بداخلاقیوں اور اخلاقی کمزوریوں سے دور رہا جو کہ ان معاشروں میں عام ہیں جو کئی شادیوں پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا اعتراف نہیں کرتے ہیں۔ اگر ان معاشروں کا ملاحظہ کیا جائے جو کئی شادیوں کو حرام قرار دیتے ہیں تو اُن میں یہ عیوب سامنے آئیں گے۔

① فسق پھیل جاتا ہے' بدکاری عام ہوتی ہے حتی کہ بعض اطراف میں تو شادی شدہ عورتوں سے زناکار عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔

② نتیجہ یہ ہوا کہ ولد الزنا کی تعداد زیادہ ہوگئی۔

---

[1] یعنی قیامت تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض اطراف میں وہاں بچوں کی مجموعی تعداد سے ۵۰٪ کی اور تک پہنچ گئی۔

امریکہ میں ایسے ناجائز بچوں کی تعداد ہر سال دو لاکھ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

۱۹۵۹ء میں اگست کے مہینے میں قومی اخبار نے یہ خبر لگائی کہ ناجائز بچوں کی تعداد امریکہ میں پریشان کن ہے اس کے نتیجے میں امریکہ کی اخلاقی سطح گر رہی ہے اور امریکی ٹیکس دہندگان کی گردنوں پر یہ بوجھ پڑتا ہے نتیجتاً انہیں اس طرح کے بچوں کے اخراجات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہ ہے کہ اب ان بچوں کی تعداد سالانہ دو لاکھ سے بھی بڑھ رہی ہے۔ اس مشکل کے مقابلے کے لیے بعض معاشروں میں متعین ادارے یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ جو عورتیں دینی تعلیمات سے ہٹ رہی ہیں انہیں ممکنہ حد تک بانجھ کر دیا جائے یہ منصوبہ دوسری جگہوں پر بھی کامیاب ہو رہا ہے۔ ان آراء کے اردگرد جو یہ تقاضا کر رہے ہیں کہ ان ماؤں کی مدد کم کر دی جائے جو ایک سے زیادہ ناجائز بچوں کو جنم دیں۔

امریکہ میں وزارت صحت، تعلیم اور معاشرتی معاملات کی وزارتوں نے اعلان کیا ہے کہ عنقریب امریکہ میں ٹیکس دہندگان کو اس سال ۲۱۰ ملین ڈالر برداشت کرنے پڑیں گے تاکہ ناجائز بچوں کے اخراجات کو برداشت کیا جاسکے اور یہ ماہانہ ہر بچے کے لیے ۲۷ ڈالر اور ۲۹ سینٹ ہوں گے۔ سرکاری اعداد و شمار کہتے ہیں کہ ان بچوں کی تعداد ۱۹۳۸ء میں ۸۷ ہزار ۹۰۰ سے زائد ۱۹۵۷ء میں اس کی تعداد ۲ لاکھ ایک ہزار ۷۰۰ پہنچ گئی ہے۔

معاشرتی معاملات کی وزارت نے اندازہ دیا ہے کہ ۱۹۵۸ء میں ان کی تعداد اڑھائی لاکھ تھی لیکن ماہرین کا خیال ہے کہ صحیح تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے اور آخری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ان ناجائز بچوں کا مسئلہ ہر ہزار میں تین گنا بڑھ جاتا ہے خصوصاً آخری دو سالوں میں یہ مسئلہ اتنا بڑھا کہ یہ اس خطرے سے ڈرا رہا ہے کہ یہ خراجی قریب البلوغت لڑکیوں میں بھی آ رہی ہے۔ معاشرتی علوم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ماہرین یہ حقیقت بھی بتا رہے ہیں کہ اگر صاحب حیثیت لوگوں میں سے کسی کے ساتھ ایسے حمل والا مسئلہ ہو تو وہ اسے چھپاتے ہیں۔ پھر چپکے سے اس بچے کو کسی اور خاندان میں بھیج دیتے ہیں جو اسے متبنیٰ بنا لیتے ہیں۔[انتہی]

③ ان ناجائز تعلقات کا نتیجہ یہ رہا کہ بدنی امراض' نفسانی پیچیدگیاں اور ذہنی پریشانیاں آ گئیں۔

④ نفسوں میں کمزوری اور گھٹیا پن سرایت کر گیا۔

⑤ خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان مضبوط خاندانی کڑیاں کھل گئیں۔ زوجیت کی زندگی پریشان کن ہو گئی۔ خاندانوں کے تعلقات اتنے چھوٹ گئے کہ اسے کوئی قیمتی چیز نہ شمار کیا جاتا ہے۔

⑥ صحیح نسب کمزور پڑ گیا حتی کہ خاوند قطعی طور پر یہ بھی نہ کہہ سکتا ہے کہ جن بچوں کی وہ تربیت کر رہا ہے وہ اس کے ہی بچے ہیں۔

یہ اور دیگر خرابیاں' فطرت کی مخالفت اور اللہ کی تعلیمات سے انحراف کا فطری نتیجہ ہیں یہ بڑی قوی دلیل اور بلیغ حجت ہے کہ اسلام کی صورت سب سے سلامتی والی صورت ہے اور اس کی شریعت کرہ ارض کے انسان کے لیے بہت مناسب شریعت ہے۔ یہ ان فرشتوں کے لیے نہیں ہے جو آسمان میں رہتے ہیں۔

ہم اس گفتگو کو ان سوال اور جواب سے ختم کرتے ہیں جو ''فونس ایتین دینیہ'' نے وارد کیے ہیں۔ اس نے کہا کیا کئی شادیوں کو ختم کرنے کا کوئی اخلاقی فائدہ ہوا؟ پھر جواب دیا کہ:

اس معاملے میں شک آ گیا۔ یہ جو کمینگی اسلامی ممالک میں گر رہی ہے قریب ہے کہ ان میں پھیل جائے اور اس کے تباہ کن اثرات ان میں عام ہو جائیں۔

اسی طرح اسلام کے ممالک میں ایسی بیماری بھی عنقریب ظاہر ہوگی جس کو پہلے نہ پہچانا جائے گا یعنی عورتوں کا اکیلے رہنا جو اپنے گندے اثرات ان شہروں میں پھیلا چکی ہیں جہاں ایک سے زیادہ شادی حرام ہے اور یہ پریشان کن نسبت سے ظاہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو رہی ہے جو جنگوں کے بعد ایسا ہوتا ہے۔ ❶

تعدد کو مقید کرنا:

بری تطبیق سے اور اسلامی تعلیمات کے خیال نہ کرنے کی وجہ سے ان لوگوں کو بڑی غلط دلیل ملی جو تعدد کو مقید کرنا چاہتے ہیں کہ آدمی کے لیے ایک سے زائد شادی جائز نہ کی جائے حتی کہ قاضی یا کوئی اور تحقیق کرے۔ ان اداروں میں سے کوئی ادارہ جو اس سے متعلقہ ہیں کہ اس کی حالت اور مالی قدرت کی معرفت کی تحقیق کرے پھر اسے شادی کی اجازت دے۔

یہ اس لیے کہ گھریلو زندگی بہت سارے اخراجات کا تقاضا کرتی ہے۔ جب کئی شادیوں سے خاندان کے یہ افراد بڑھ جائیں گے تو خاوند پر بوجھ بھی بڑھ جائے گا اور وہ ان پر خرچ کی ذمہ داری سے کمزور ہوگا۔ وہ ان کی ایسی تربیت سے بھی عاجز رہے۔ جس نے ان میں سے صالحین لوگ پیدا کرنے تھے۔ جو زندگی کی تکالیف اور اس کے نتائج کو برداشت کرسکیں۔ اس سے بھی جہالت بڑھے گی اور جاہل بھی زیادہ ہوں گے۔ اور امت کے افراد کی کثیر تعداد بکھر جائے گی۔ وہ اسی طرح جوان ہوں گے کہ فساد کے ان جراثیم کو اٹھائے ہوں گے جو ان کی ہڈیوں کو کھوکھلا کرتے رہیں گے۔

پھر آج کل تو کوئی شخص صرف اسی لیے اور شادی کرتا ہے کہ شہوت پوری ہو یا وہ مال کا لالچی ہوتا ہے نہ وہ کئی شادیوں کی حکمت کی کوشش کرتا ہے نہ اس میں کوئی مصلحت تلاش کرتا ہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ جس عورت کی موجودگی میں وہ اور شادی کرتا ہے اس کا حق مارتا ہے۔ اور اس کی اولاد کو تکلیف دیتا ہے انہیں وراثت سے محروم کرتا ہے اور سوکنوں کی طرف سے بہن بھائیوں میں عداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ پھر یہ عداوت خاندانوں تک پھیل جاتی ہے۔ جھگڑا سخت ہو جاتا ہے اور ہر بیوی دوسری سے انتقام لینے کی کوشش کرتی ہے اور چھوٹی باتیں بھی بڑی ہو جاتی ہیں حتی کہ

---

❶ از کتاب ''محمد رسول اللہ'' ترجمہ الاستاذ ڈاکٹر عبدالحلیم محمود۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات یہ معاملہ قتل تک پہنچ جاتا ہے۔

یہ تعدد کے بعض نتائج ہیں اسی سے قید کی دلیل لی گئی ہے۔ ہم اس کا فوراً یہ جواب دیتے ہیں: اس کا یہ علاج تو نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے جائز کیا ہے اسے روک دیں۔ اس کا علاج تو اس طرح ہوسکتا ہے کہ تعلیم وتربیت ہو اور لوگوں کو دین کے مسائل سمجھائے جائیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے انسان کے لیے کھانا پینا جائز رکھا ہے لیکن اس طرح کہ حد سے تجاوز نہ کرے۔ اگر کھانے' پینے میں اسراف کرے گا تو اس کے نتیجے میں اس میں امراض وعلل پیدا ہو جائیں گے۔ اس کا اتنا قصور کھانے پینے کی طرف تو نہیں لوٹے گا جتنا بے پرواہی اور اسراف کی طرف لوٹے گا۔ ایسی حالت کا علاج کھانے پینے کو روک کر نہیں ہوگا بلکہ اس کو وہ طریقہ سکھایا جائے گا جو پیش آنے والے نقصان سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔

پھر جو لوگ کئی شادیوں کو صرف قاضی کی اجازت سے جائز کہتے ہیں وہ ان لوگوں کے حالات سے دلیل لے رہے ہیں جنہوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ وہ دانستہ ونادانستہ ان خرابیوں سے تجاہل برت رہے ہیں جو کئی شادیوں کو روکنے سے پیش آتے ہیں جو نقصان کئی شادیوں کے جواز سے آئے ہیں۔ وہ نقصان منع کرنے سے کہیں ہلکا ہے۔ پھر یہ ضروری ہے کہ کم نقصان والے کو جائز کر کے زیادہ نقصان والے سے بچا جائے۔ اس قاعدے کی پیروی کرلیں کہ ''دو نقصانوں میں سے کم تر کو قبول کرلیا جائے'' اور قاضی کا وہ امر چھوڑ دیا جائے جس کا حصول ممکن بھی نہیں۔ یہاں جانچ کے کوئی ایسے صحیح معیار بھی نہ ہیں جو لوگوں کے حالات وطبیعتوں کو پہچان سکیں۔ پھر اس کا نقصان نفع سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

مسلمان پہلے سے اب تک ایک سے زائد شادی کرتے آئے ہیں ہم کو یہ بات نہیں پہنچی کہ کسی نے کئی شادیوں کو روکنے کی کوشش کی ہو یا اس گزشتہ گھڑے ہوئے طریقے پر مقید کیا ہو۔ ہمیں بھی وہی کافی ہے جو انہیں کافی تھا۔ ہمارے لائق نہیں کہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیں اور اس شریعت میں نقص نکالیں جس نے وہ خوبیاں جمع کیں کہ دوست تو دوست دشمنوں نے بھی ان فضائل کی گواہی دی ہے۔

تعدد زوجات کی تاریخ: ❶

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نظام اسلام کے ظہور سے پہلے بھی کئی قبائل میں موجود تھا۔ ان میں سے عبریون' عرب' صقالیہ اور سلافیون ہیں۔ اب ان کی طرف ان زیادہ ممالک کی نسبت ہوئی جنہیں اب ہم روس' لتھوانیا' لٹویا' استونیا' بولونیا اور چیکوسلواکیہ اور یوگوسلاویہ کہتے ہیں۔ جرمنی اور سکسونیا کی بعض قومیں جن کی طرف زیادہ ممالک کی نسبت ہے جنہیں اب جرمنی' النمسا' سویسرا' بلجیم' ہالینڈ' ڈنمارک' سویڈن' نرویج اور انجلترا کہا جاتا ہے کہ وہاں بھی یہ نظام تھا اس لیے اب یہ دعویٰ کرنا درست نہ ہے کہ اسلام اس نظام کو لایا ہے حقیقت بھی ایسے ہی ہے کہ کئی شادیوں کا نظام ابھی تک کئی ان قوموں میں بھی پھیلا ہوا ہے جن کا دین اسلام نہ تھا جیسے افریقہ' ہندوستان' چین اور جاپان ہیں۔

اسی طرح پھر یہ دعویٰ بھی درست نہ ہے کہ یہ نظام انہی قوموں میں ہے جن کا دین اسلام ہے۔ حقیقت بھی ایسی ہی ہے کہ اصل میں کئی شادیوں کی حرمت کا مسیحی دین سے کچھ تعلق نہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ انجیل میں کہیں بھی کئی شادیوں کی حرمت پر کوئی واضح نص نہ ہے۔ اور جب کہ مسیحیت کی طرف اول سبقت کرنے والے یورپی ایک بیوی کے نظام پر چلے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اکثریت بت پرست یورپی قومیں جن میں شروع شروع میں مسیحیت پھیل گئی جو کہ یونان اور رومانیہ کی قومیں ہیں یہ ان کی تقلید تھی کہ وہ کئی شادیوں کی حرمت کے گلے پڑے تھے۔ جب انہوں نے مسیحیت کو قبول کرلیا تو وہ انہیں کے راستوں پر چل پڑے جس پر انہوں نے اس سے

---

❶ از کتاب حقوق الانسان فی الاسلام للاستاذ ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے اپنے باپوں کو پایا تھا۔ تب ایک بیوی والا نظام ان کے ہاں ایسا آنے والا نظام نہیں تھا جسے وہ نیا دین لایا جسے انہوں نے اپنایا تھا۔

یہ تو وہ پرانا نظام تھا جس پر ان کی قدیم بت پرستی قائم تھی۔

یہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کے بعد عیسائیت کا نیا نظام کئی شادیوں کی حرمت پر برقرار رہ گیا جس سے یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ حرمت دین کی تعلیمات سے ہے اس کے برعکس بذات خود انجیل کے سپاروں میں کہیں کچھ ایسا نہ ہے جس سے حرمت کی دلیل ہو۔ حقیقت ایسے ہی ہے کہ کئی شادیوں کا نظام واضح طور پر صرف انہی اقوام میں ظاہر ہوا جو تہذیب میں ترقی یافتہ تھیں۔ جب کہ یہ ان ابتدائی قوموں میں جو ترقی میں پیچھے ہیں ان میں یہ نظام کم پھیلا ہے یا ہی نہیں۔ جیسا کہ معاشرتی ماہرین اور تہذیب کے مؤرخین نے جن میں سرفہرست سترمارک' ھوبھوس' ھیلیر اور جنز برج ہیں نے بھی یہ بات طے کی ہے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک بیوی والا نظام اکثر انہی قوموں میں نمایاں ہے جو ابتدائی اور ترقی میں پیچھے ہیں۔ یہ وہ قومیں ہیں جو شکار پر گزارہ کرتے ہیں یا پھل جمع کرتے ہیں جن کی وجہ سے طبیعت درگزر کی سخاوت کرتی ہے اور ان قبائل میں بھی یہی نظام نمایاں ہے جو ابتدا سے ترقی پذیر ہیں اور یہ وہ اقوام ہیں جن کا زراعت سے نیا نیا تعلق ہے۔ حال یہ ہے کہ کئی شادیوں والا نظام واضح طور پر بس انہی اقوام میں ہے جنھوں نے تہذیب کے کئی مراحل طے کر لیے ہیں۔ یہ وہ اقوام ہیں جو شکار کی ابتدائی گزران سے بڑھ کر اس مرحلہ تک آئے کہ جانوروں سے مانوس ہوا جائے۔ ان کی تربیت کی جائے انہیں چرایا جائے پھر ان سے قیمت حاصل کی جائے اور وہ اقوام جو پھل جمع کرنے کے ابتدائی مرحلے سے پوری زراعت کے مرحلے تک آ گئے۔

معاشرتی ماہرین اور تہذیب کے مؤرخین میں سے اکثر کی یہ رائے ہے کہ کئی شادیوں والے نظام کا کمر بند کھلے گا۔ ان کو اپنانے والی اقوام کی تعداد بڑھے گی۔ جب بھی اسے قبول کریں گے تو اقوام ترقی میں بڑھیں گی اور ان کی تہذیبوں کے بند کھلیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ان معترضین کا یہ خیال بھی صحیح نہ ہے کہ کئی شادیوں کا نظام جلد کمزور تہذیب سے متعلق ہے بلکہ اس کے برعکس یہ واقعات کے ساتھ ساتھ پورا رائج ہے۔

تاریخی پہلو سے بھی نظام تعدد کی یہ صحیح وضع ہے اور اس کا مسیحی موقف بھی یہی ہے اور اس کے پھیلنے کی بنیاد سے متعلق یہی حقیقت ہے اور ترقی یافتہ تہذیب سے بھی یہی متعلق ہے ہم نے اس نظام کی تدبیر کے لیے یہ ذکر نہیں کیا بلکہ بس اس لیے ذکر کیا تاکہ اس کے نصاب میں امور کو رکھ دیا جائے تاکہ وہ بیان کیا جائے جس پر انگریز کا تحقیق و تاریخ کو غلط کرنے والا حملہ مشتمل ہے۔

شادی میں ولایت

ولایت حق شرعی ہے جو معاملے کے مطابق کسی اور پر لازم کر کے اسے نافذ کرتا ہے۔ ایک ولایت خاصہ ہے اور ایک ولایت عامہ ہے۔ نفس اور مال پر جو ولایت ہو اسے ولایت خاصہ کہتے ہیں یہاں ولایت علی النفس ہی مقصود ہے یعنی شادی میں نفس پر ولایت۔

ولی کی شرائط:

ولی میں شرط ہے کہ وہ آزاد، عاقل اور بالغ ہو خواہ وہ شخص جس پر اُسے ولی بنایا گیا ہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو۔ غلام، مجنون اور بچے کی ولایت معتبر نہ ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی اپنے اوپر ولایت بھی معتبر نہیں ہے تو کسی اور پر بالاَولیٰ نہیں ہونی چاہیے اس پر ایک اور شرط ''اسلام'' کی زیادہ کی جاتی ہے جب کہ جس پر ولایت کی گئی ہے وہ مسلمان ہو کیونکہ کسی غیر مسلم کی مسلم پر ولایت جائز نہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴾ [سورة النساء:١٦١]

''اور اللہ ہرگز کافروں کے لئے مومنوں پر کوئی غلبہ نہ بنائے گا۔''

عدالت کا شرط نہ ہونا:

ولی ہونے میں عادل ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ فسق شادی کرانے کی صلاحیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو نہیں چھین لیتا الا یہ کہ وہ فسق سے خرابی کی حد تک پہنچ جائے۔ کیونکہ ایسی حالت میں ولی کو اس کے ہاتھ میں ہونے والے شخص پر امین نہیں سمجھا جائے گا۔ پھر ولایت میں بھی اس کا حق چھین لیا جائے گا۔

شادی پر عورت کی اپنی ولایت کا اعتبار:

اکثر علماء کا مذہب ہے کہ عورت نہ اپنی شادی کر سکتی ہے نہ کسی اور کی اور یہ بھی کہ عورت کی عبارت سے نکاح منعقد بھی نہ ہوگا۔ جب کہ عقد کے صحیح ہونے میں ولایت شرط ہے اور عقد کرنے والا ہی ولی ہوتا ہے انہوں نے ان دلائل سے حجت لی ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ﴾

''اور تم نکاح کراؤ اپنے میں سے بے خاوند عورتوں کا اور جو تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک ہوں۔'' [سورۃ النور:۳۲]

② اور اس فرمان سے:

﴿ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ﴾ [سورۃ البقرۃ:۲۲۱]

''اور تم مشرکوں کو نکاح نہ دو حتیٰ کہ وہ مومن ہو جائیں۔''

ان دونوں آیات سے حجت کی صورت یہ ہے کہ نکاح کے ساتھ مردوں کو خطاب کیا۔ عورتوں کو نہیں گویا یہ فرمایا: اے ولیو! اپنی ولایت والی عورتوں کا مشرکوں سے نکاح نہ کرو۔

③ حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے'' اسے احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا[1] اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا اور نفی کا تعلق صحت سے ہے جو کہ دونوں مجازوں میں سے ذات کے زیادہ قریب ہے۔ ولی کے بغیر شادی باطل ہوگی جیسا کہ عنقریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آتا ہے۔

---

[1] احمد بن حنبل' مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۹۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ امام بخاریؒ نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ ''کہ تم ان کو نہ رکو'' فرمایا کہ مجھے معقل بن یسار نے بتایا کہ یہ میرے متعلق اتری۔ کہتے ہیں میں نے ایک آدمی سے اپنی بہن کی شادی کی۔ اس نے اسے طلاق دے دی پھر جب عدت گزر گئی تو پھر پیغام نکاح دینے آیا۔ میں نے اسے کہا میں نے اس سے تیری شادی کی' تیرے گھر بھیجا' تمہیں اس سے عزت دی۔ پھر تو نے اسے طلاق دے دی۔ اب پھر تم پیغام نکاح دینے آئے ہو۔ اللہ کی قسم تم اس کی طرف دوبارہ نہیں لوٹ سکتے وہ ایک اچھا آدمی تھا عورت بھی اس کی طرف لوٹ جانا چاہتی تھی۔ اللہ نے یہ آیت اتاری: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ ''کہ تم ان کو نہ روکو'' میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ اب میں کرتا ہوں۔ کہتے ہیں پھر میں نے اس سے اس کی شادی کر دی۔ [1]

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں اس آیت میں سبب نزول ہی اس کی بڑی قوی دلیل ہے اور یہ بڑی صریح حجت ہے کہ ولی کا اعتبار ہے ورنہ روکنے کا کوئی معنی ہی نہ ہوتا۔ اگر وہ خود اپنا نکاح کر سکتی تو وہ بھائی کی محتاج نہ ہوتی جو اپنا معاملہ خود کر سکتا ہے اسے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے کسی اور نے روک دیا ہے۔

⑤ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر خاوند اس کے ساتھ داخل ہوا ہے تو اسے اس کی فرج کو حلال سمجھنے کی وجہ سے حق مہر ملے گا۔ اگر ولیوں کا جھگڑا ہو جائے [2] تو اس کا حاکم ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو''۔ اسے احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ اور ترمذیؒ نے روایت [3] کیا اور کہا حدیث حسن ہے جب کہ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق [2] یعنی وہ شادی کرانے سے انکار کریں۔

[3] احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۶ ص ۶۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن جریجؒ سے ابن علیہ کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کہ اس نے کہا میں نے اس متعلق زہری سے پوچھا تو انہوں نے اسے نہ پہچانا اور ابن علیہ کے سوا کسی نے ابن جریجؒ سے یہ بات نہیں کہی۔ زہری سے اسے ایک جماعت نے ذکر کیا لیکن انہوں نے یہ بات ذکر نہیں کی۔ اگر زہری سے یہ بات ثابت بھی ہو جائے تو اس میں کچھ حجت نہیں کیونکہ اس سے اس کو ثقہ راویوں نے نقل کیا ہے جن میں سلیمان بن موسیٰ ہے جو کہ ثقہ اور امام ہے اور جعفر بن ربیعہ سے بھی روایت کیا۔ اگر امام زہری بھول گئے ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ابن آدم بھول سے بچا ہوا تو نہیں ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں: اس متعلق ازواج النبی ﷺ سے صحیح روایات مروی ہیں۔ حضرت عائشہ ام المومنین اور زینب رضی اللہ عنہا سے۔ پھر اس سے متعلق پوری تیس احادیث بیان فرمائیں۔ ابن المنذر کہتے ہیں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کی خلاف کچھ نہیں جانتے۔

⑥ انہوں نے یہ بھی کہا وجہ یہ ہے کہ شادی کے کئی مقاصد ہیں اور عورت اکثر جذبات کے آگے جھک جاتی ہے وہ اچھا چناؤ نہیں کر سکتی۔ پھر اس سے ان مقاصد کا حصول چھوٹ جاتا ہے۔ اسے عقد کے معاملے میں خود پیش آنے سے روک دیا گیا۔ اور معاملہ اس کے ولی کی طرف سپرد کر دیا تاکہ شادی کے مقاصد مکمل طور پر حاصل کیے جاسکیں۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اس باب میں جو نبی مکرم ﷺ کی حدیث ''لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ'' ہے اس پر اہل علم صحابہؓ میں سے عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ، ابن عمر، ابن مسعود اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن مسیب، حسن بصری، شریح، ابراہیم نخعی اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ کا بھی اسی پر عمل ہے یہی حضرت سفیان ثوری، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد، ابن شبرمۃ، اسحاق، ابن حزم، ابن ابی لیلیٰ، طبری اور ابو ثور کا قول ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ کی حدیث میں جب کہ وہ بیوہ ہوئیں اوران کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا خود انہوں نے نکاح نہیں کیا۔ اس میں اس شخص کے قول کا بطلان ہے جو کہتا ہے کہ بالغہ عورت خود اپنے نکاح کی مالکہ ہے اور ولی کے بغیر خود نکاح کرسکتی ہے اگر معاملہ ایسے ہوتا تو آپ خود حضرت حفصہؓ کو پیغام نکاح دینے سے نہ رکتے جب کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے قریب تھی۔ گویا آپؐ اس کو پیغام دیتے جو نہ اپنے معاملے کا اختیار رکھتی ہے نہ خود نکاح کرسکتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف کی رائے ہے کہ عاقلہ اور بالغہ عورت خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ ہو۔ وہ بالفعل اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ لیکن بہر حال اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی شادی کا معاملہ اپنے ولی کے سپرد کردے تاکہ وہ عام ہونے سے بچ جائے جب کہ وہ خود نکاح کی ولی ہوگی تو وہ اجنبی مردوں کی موجودگی میں سب کے سامنے آئے گی۔ اس کے وارث [1] ولی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں مگر اس صورت میں وہ اعتراض کرسکتا جب کہ اس نے کفو کے بغیر یا مہر مثل سے کم مہر پر شادی کرے۔

اگر وہ کفو کے بغیر اور اپنے وارث ولی کی رضا کے بغیر نکاح کرے تو امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے۔ اور ابویوسفؒ سے بھی۔ ان کے مذہب میں فتویٰ بھی یہی ہے کہ اس کی شادی صحیح نہ ہے۔ کیونکہ ہر ولی اچھے انداز میں معاملہ اٹھا بھی نہیں سکتا نہ ہر قاضی عدل کرتا ہے اس لیے لڑائی کا دروازہ بند کرنے کے لیے انہوں نے شادی کی عدم صحت کا فتویٰ دیا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ولی کو حق اعتراض حاصل ہے کہ وہ حاکم سے تفریق طلب کرے تاکہ عار کی تکلیف ختم ہو سکے اور یہ تفریق تب تک ہو سکتی ہے جب تک اس نے اپنے خاوند سے بچہ جنم نہ دیا ہو یا واضح حمل نہ ہو۔ لیکن جب ایسا ہو تو اس سے حق تفریق ساقط ہو جاتا ہے تاکہ اولاد کا نقصان نہ ہو اور حمل ضائع ہونے سے بچ جائے۔ لیکن اگر خاوند برابر کا ہو اور مہر مہر مثل سے کم ہو پھر خاوند [2] اسے قبول کرے تو

---

[1] کتاب میں عاصب کا لفظ ہے جس کا مطلب وارث ہے۔

[2] ہمارے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر پھر بھی نکاح نہ ہوگا۔ اسی کی تائید قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ میں ہے۔ (واللہ اعلم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقد لازم ہو جائے گا اگر اس نے رد کر دیا تو معاملہ قاضی کی طرف اٹھایا جائے گا تا کہ وہ اسے فسخ کر دے۔ لیکن اگر اس کا وارث ولی نہ ہو کہ سرے سے اس کا ولی ہے ہی نہیں یا ولی تو ہے مگر غیر وارث۔ تو اس صورت میں کسی کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہ ہے۔ خواہ اس نے نکاح برابری سے کیا ہو یا غیر برابری سے یا مہر مثل سے کیا ہو یا اس سے کم پر کیا ہو۔ کیونکہ اس حالت میں معاملہ اسی اکیلی کی طرف لوٹے گا اور وہ خاص اپنے ہی حق میں تصرف کرے گی۔ اس کا کوئی ولی نہیں ہے کہ اس کی غیر کفو سے شادی کرنے پر اسے عار ملے اور مہر مثل اس کے خود دستبردار ہونے سے ساقط ہو جائے گا۔

جمہور احناف نے درج ذیل ادلّہ سے دلیل ہے۔

① اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ [البقرة: ٢٣٠]

"اگر وہ اس کو طلاق دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوتی حتیٰ کہ اس کے سوا کسی خاوند سے نکاح کر لے۔"

② اس فرمان سے بھی:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾ [سورة البقرة: ٢٣٢]

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو تو وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم ان کو مت روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کریں۔"

ان دونوں آیات میں شادی کی نسبت عورت کی طرف ہے اور نسبت میں اصل یہی ہوتا ہے کہ وہ فاعل حقیقی کی طرف ہوتی ہے۔

③ پھر وہ مستقل طور پر خرید و فروخت وغیرہ کا معاملہ کر سکتی ہے تو اسے یہ بھی مستقل اختیار ہے کہ وہ اپنی شادی بھی خود کر سکتی ہے کیونکہ اس اور اس عقد میں کوئی فرق نہیں ہے گو کہ شادی میں اسے کے ولی کو بھی حق ہے لیکن اس کا حق اس میں ختم تو نہیں ہوگا۔ اس کا حق تب باطل شمار ہوگا جب کہ وہ اس کا غلط استعمال کرے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غیر کفو سے شادی کرے گی۔ کیونکہ اس کے غلط تصرف سے اس کے ولیوں کو عار لاحق ہوگی۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شادی میں ولایت کی شرط والی احادیث ناقص اہلیت والی پر محمول کی جائیں گی اس طرح کہ وہ چھوٹی یا پاگل ہو اور عام کی تخصیص اور اُسے بعض افراد پر قیاس کے ساتھ بند کرنا اکثر اہل اصول کے ہاں جائز ہے۔

شادی سے پہلے عورت سے اجازت لینا ضروری ہے:

عورت کی ولایت میں جو کچھ بھی اختلاف ہے۔ ولی پر واجب ہے کہ پہلے عورت کی رائے لے لے اور عقد سے قبل اس کی رضا معلوم کر لے۔ کیونکہ شادی ہمیشہ کی معاشرت ہے کیونکہ یہ مرد اور عورت میں ہمیشہ کی شراکت ہے محبت میں ہمیشگی نہ رہے گی جب تک اس کی رضا معلوم نہ ہوگی۔

اسی وجہ سے شریعت نے عورت کو کنواری ہو یا شادی شدہ مجبور کرنے سے منع کیا ہے اور اس سے بھی منع کیا ہے کہ اس پر جبر کیا جائے جس کو وہ اچھا نہیں سمجھتی۔ اور اس کی اجازت سے پہلے اس پر نکاح کو باطل قرار دیا ہے۔ ظلم کرنے والے کے اختیارات کو باطل کرنے کے لیے وہ فسخ نکاح کے ساتھ حق مطالبہ بھی رکھتی ہے۔

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شادی شدہ عورت اپنے ولی سے زیادہ خود اپنی حق دار ہے[1] اور کنواری سے اس کے نفس کے متعلق اجازت لے لی جائے۔ اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے:[2]

اسے بخاری کے سوا جماعت نے روایت کیا ہے[3] اور احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت میں ہے: ''اور کنواری سے اس کا باپ مشورہ کرے گا'' یعنی اس کا

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود زیادہ حق رکھتی ہے ولی اس کی رضامندی کے بغیر اس کی شادی نہیں کر سکتا۔ اس کا یہ مطلب نہ ہے کہ وہ ولی کے بغیر خود ہی اپنی شادی کر سکتی ہے۔

[2] یعنی اس کی خاموشی اس کی طرف سے اجازت ہے۔

[3] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۷ حدیث نمبر ۶۶۔ ۱۴۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح کرنے سے پہلے اس سے اس کا معاملہ پوچھے گا۔ ❶

② حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
شادی شدہ ❷ کا نکاح اس سے مشورے کے بغیر اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا اذن کیسے ہے؟ فرمایا یہ کہ وہ خاموش ہو جائے۔ ❸

③ حضرت خنساء بنت خذامؓ سے روایت ہے: کہ اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی جب کہ وہ پہلے شادی شدہ تھی۔ وہ رسول اللہؐ کے پاس آئی تو آپؐ نے اس کا نکاح رد کر دیا۔ اسے مسلم کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے۔ ❹

④ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس نے کہا میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا جب کہ میں ناپسند کرتی ہوں تو آپؐ نے اسے اختیار دے دیا۔ [اس کو احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے]

⑤ حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: کہتے ہیں "ایک لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہا میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میری شادی کر دی تاکہ میرے ذریعے وہ اپنی مالی کمزوری دور کرے۔ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔ اس نے کہا جو میرے باپ نے کر دیا میں اسے جائز کہتی ہوں۔ لیکن میں نے چاہا یہ تھا کہ میں عورتوں کو بتا دوں کہ باپوں کو معاملے کا کچھ اختیار نہیں"۔

[اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں]

---

❶ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم بمطابق حوالہ گزشتہ۔

❷ یہاں لفظ ایم ہے یعنی وہ عورت جس کا اب خاوند نہ ہو۔ اس کی رضامندی کی بصراحت ضرورت ہے وہ زبان سے کرے یا کسی اور طرح۔

❸ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۶ حدیث نمبر ۶۱۔ ۱۴۱۹۔

❹ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۱۹۴ حدیث نمبر ۵۱۳۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹی لڑکی کی شادی:

یہ گزشتہ احکام تو بالغہ لڑکی کے حوالے سے تھے۔ رہی چھوٹی لڑکی تو اس کا باپ یا اس کا دادا اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی اپنی تو کوئی سوچ نہیں ہے۔ باپ اور دادا دونوں اس کے حق کا خیال رکھتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی شادی ان کے والد حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے کر دی جب کہ وہ چھوٹی تھیں۔ کیونکہ وہ ایسی عمر میں نہ تھیں جس میں ان کی اجازت معتبر تھی اور انہیں بالغہ ہونے پر اختیار نہیں ملا تھا۔ شافعیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو اور اس سے اجازت نہ لیں باپ یا دادا اس کا نکاح نہیں کر سکتے تا کہ اسے نہ چاہتے ہوئے شادی کی قید میں نہ ڈال دے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ باپ دادا کے علاوہ ولیوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ چھوٹی لڑکی کا نکاح کریں اگر شادی کر دی تو درست نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ، اوزاعیؒ اور سلف کی ایک جماعت کا قول ہے کہ تمام ولی کر سکتے ہیں اور وہ صحیح بھی ہوگا جب وہ بالغہ ہوگی اسے اختیار بھی ملے گا۔ یہ روایت زیادہ صحیح ہے جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امامہ بنت حمزہؓ کی شادی کی جب کہ وہ غیر بالغہ تھیں اور جب وہ بالغ ہوئیں انہیں اختیار بھی ملا۔ اور نبی مکرم ﷺ نے اس کی ولایت اور قرابت کی وجہ سے ہی شادی کی تھی۔ اپنے درجہ نبوت کی وجہ سے نہیں کی تھی کیونکہ اگر درجہ نبوت کی وجہ سے اس کی شادی کرتے تو بوقت بلوغت انہیں اختیار کا حق نہ ملتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾ . [سورة الاحزاب : ٣٦]

''اور کسی مؤمن کے لئے اور نہ ہی کسی مؤمنہ کے لئے یہ حق ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو ان کو ان کے معاملے میں کچھ اختیار رہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمرؓ علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ ابن عمرؓ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے۔

زبردستی کی ولایت:

زبردستی کی ولایت اس شخص پر ثابت ہوتی ہے جس میں اہلیت نہ ہو جیسے پاگل اور تمیز نہ کرنیوالا بچہ ہے جیسا کہ زبردستی کی یہ ولایت ناقص الاہلیت پر بھی ثابت ہوتی ہے جیسے بچہ اور وہ نادان ہے جو تمیز کر سکتے ہوں۔

زبردستی کی ولایت کے ثبوت کا معنی یہ ہے کہ: ولی کو عقد زواج کا حق ہے کہ جس ولی کو ان لوگوں پر ولایت کا حق ہے وہ ان کی رائے لینے کے بغیر نکاح کر سکتا ہے اور جو اس کی ولایت میں ہے اس پر ولی کا عقد نافذ بھی ہوگا اور مولی علیہ کی رائے پر موقوف نہ رہے گا۔

شارع نے اس پر زبردستی کی ولایت کو مولی علیہ کے مصالح پر غور کرتے ہوئے ثابت کیا ہے۔ کیونکہ جس میں اہلیت نہیں ہے یا ہے تو سہی لیکن کم ہے۔ وہ دونوں اپنی مصلحت پر غور نہیں کر سکتے۔ ایسے کے پاس ایسی عقلی قدرت بھی نہیں ہے جس کے ساتھ وہ اپنے طے کیے ہوئے معاملات میں مصلحت کی طاقت پا سکے۔ نہ وہ ان تصرفات میں مصلحت پا سکتا ہے جو بچپن' پاگل پن اور نادانی کی وجہ سے اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہیں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس میں اہلیت نہیں ہے یا کم ہے اس کا معاملہ ولی کی طرف لوٹے گا لیکن جس میں بالکل اہلیت نہیں ہے اگر وہ اپنا نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔ کیونکہ معاملات کو نئے سرے سے بنانا اور تصرفات کرنا اس کی عبارات میں معتبر نہیں ہیں کیونکہ اس میں فرق کرنے کی حس نہیں ہے جو کہ اہلیت میں بنیاد ہے۔

رہا ناقص الاہلیت کہ جب وہ اپنی شادی خود کرلے تو اس کا نکاح صحیح ہوگا۔ لیکن تب جب کہ اسے لازم کرنے کی شرائط پوری ہوں لیکن وہ اس کی یعنی ولی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازت پر موقوف ہوگا اگر وہ اسے جائز کہے گا تو وہ جائز ہوگا اگر چاہے تو اسے رد کرے۔

احناف کہتے ہیں یہ زبردستی کی ولایت عصبات نسبیہ کے لیے بچوں' مجنونوں اور نادانوں پر ثابت ہے۔ احناف کے علاوہ دیگر لوگوں نے بچوں' مجنونوں اور نادانوں میں فرق کیا ہے۔ ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجنونوں اور نادانوں پر باپ' دادا' وصی اور حاکم کی ولایت ثابت ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ کن لوگوں کی ولایت چھوٹے بچے اور بچی پر ثابت ہوتی ہے؟ امام مالکؒ اور احمدؒ کہتے ہیں کہ صرف باپ اور وصی کے لیے ثابت ہے کسی اور کے لیے ثابت نہیں ہے جب کہ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ باپ اور دادا کے لیے ثابت ہے۔

ولی کون ہیں؟

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے جن میں امام مالک' ثوری' لیث اور شافعی بھی ہیں کہ شادی میں عصبہ ہی ولی بن سکتے ہیں' خالو' ماموں' ماں کے بیٹے اور ذوی الارحام کو ولایت کا حق نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں: عورت کا نکاح اسی عبارت سے ہوگا جسے قریبی ولی تعبیر کرے۔ اگر وہ نہ ہو تو دور کے ولی کی تعبیر سے منعقد ہوگا۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو پھر حاکم کی عبارت سے منعقد ہوگا۔ [1] اگر ولی کی اجازت سے یا بغیر اجازت کے عورت اپنا نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہوگا اور موقوف بھی نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ عصبہ کے علاوہ قریبی بھی شادی میں ولی

---

[1] یعنی ان کے نزدیک ضروری ہے کہ ترتیب اس طرح ہو: باپ پھر دادا باپ کا باپ پھر باپ اور ماں کی طرف سے بھائی' پھر باپ کی طرف سے بھائی' پھر اس بھائی کا بیٹا جو باپ اور ماں کی طرف سے ہے' پھر (اور) بھائی کا بیٹا' پھر چچا' پھر اس کا بیٹا اسی ترتیب پر۔ پھر حاکم مطلب یہ ہے کہ اپنے سے قریب والے کی موجودگی میں کوئی شادی نہیں کروا سکتا۔ کیونکہ یہ حق عصبہ سے ملتا ہے جو کہ وراثت کے مشابہ ہے۔ اگر کسی نے اس ترتیب کے خلاف شادی کی تو شادی درست نہ ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن سکتے ہیں صاحب ''روضۃ الندیہ'' نے اس موضوع میں بڑی عمدہ تحقیق کی ہے کہتے ہیں میرے نزدیک جو موقف اعتماد کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ کہا جائے گا۔

ولی عورت کے قریبی ہیں: قریبی تو قریبی پھر قریبی' جب اس کی شادی کرنے والا ان ولیوں کے علاوہ کوئی اور ہو اور عورت اپنے غیر کفو سے شادی کرے تو جن لوگوں کو اس سے عار پہنچے گی (وہ ولی ہوں گے) جو معنی عصبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ ذوی الارحام میں بھی پایا جائے گا۔ جیسے ماں کی طرف سے بھائی ذوی الارحام اور بیٹی کا بیٹا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چچاؤں وغیرہ کی اولاد کی موجودگی میں ان دونوں پر ان سے بھی سخت عیب آتا ہے۔ پھر ولایت کو عصبہ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ اسے وراثت والوں کے ساتھ خاص کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور جس کا یہ خیال ہے اس پر نقل یا دلیل واجب ہے جبکہ نکاح میں ولی بننے کا شرعی یا لغوی معنی یہ والا نہ ہے۔ کہتے ہیں بلاشبہ بعض قریبی بعض سے زیادہ حق دار ہوتے ہیں اور یہ قرب مال میں سے حصے کے حقدار بننے کے اعتبار سے نہیں ہے۔ نہ یہ اس میں تصرف کے حق دار ہونے کے اعتبار سے ہے حتی کہ اسے میراث کی طرح سمجھ لیا جائے یا چھوٹے کی ولایت کی طرح سمجھ لیا جائے بلکہ اس میں دوسری بات کا اعتبار ہے اور وہ اعتبار یہ ہے کہ ولی ہر وہ شخص ہے جسے اس کی طرف سے عیب و عار پہنچتا ہے۔ اور یہ عصبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دوسروں کو بھی پہنچتی ہے۔ بلاشبہ بعض قریبی بعض سے اس امر میں زیادہ دخل رکھتے ہی۔ باپ اور بیٹے دوسروں سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر ماں باپ کی طرف سے بھائی' پھر باپ کی طرف سے بھائی پھر ماں کی طرف سے بھائی پھر بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد' پھر بھائیوں اور بہنوں کی اولاد' پھر چچا' خالو' ماموں پھر اسی طرح جو ان کے بعد ہیں۔ جو اسے بعض کے ساتھ خاص کرتا ہے بعض کو چھوڑ کر اس پر دلیل لازم ہے لیکن اگر اس کے ہاتھ میں صرف وہی اقوال ہیں جنہیں پہلے بیان کر دیا گیا تو ہم اس پر اعتماد کرنے والے نہیں ہیں۔ [الروضۃ الندیۃ ج ۲ ص ۱۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولایت میں ہونے والی عورت سے آدمی کے خود نکاح کا جواز:

آدمی کے لیے جائز ہے کہ اپنی ولایت میں موجود لڑکی سے خود شادی کرے۔ اسے دوسرے ولی کی ضرورت نہیں لیکن یہ تب ہوگا جب کہ وہ عورت اسے اپنے لیے بطور خاوند پسند کرے۔ حضرت سعید بن خالد عن ام حکیم بنت قارظؓ سے مروی ہے انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے بہت سے لوگوں نے پیغام نکاح دیا ہے ان میں سے جس سے مناسب سمجھو اس سے میرا نکاح کر دو۔ انہوں نے کہا کیا تو اس معاملے کو میرے سپرد کرتی ہے؟ کہتی ہیں جی ہاں۔ کہا: میں نے تم سے شادی کر لی۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر شادی شدہ عورت اپنے ولی کو کہے: جس سے تم مناسب سمجھو میری شادی کر دو۔ پھر وہ خود اس سے شادی کر لے یا جس کو اس کے لیے پسند کرے اس سے شادی کر دے تو عقد لازم ہو جائے گا۔ اگرچہ اسے اصل خاوند کا علم نہ ہو۔ یہ احناف 'لیث' ثوری اور اوزاعی کا مذہب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور داؤد کہتے ہیں: اس کی شادی حاکم وقت یا اس جیسا ولی یا اس سے دور کا ولی کرے گا۔ کیونکہ ولایت عقد میں شرط ہے۔ پھر (ناکح) نکاح کرنے والا نکاح کرانے والا نہیں ہوسکتا جیسا کہ وہ اپنے نفس سے بیع نہیں سکتا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ اور جناب داؤد کی رائے سے بحث کی ہے وہ کہتے ہیں ان کی یہ جو بات ہے کہ نکاح کرنے والا نکاح کرانے والا بن جائے یہ جائز نہ ہے۔ ہمیں ان کی اس بات میں اختلاف ہے جب کہ نکاح کرنے والا نکاح کرانے والا ہوسکتا ہے جیسے ان کا دعوئی ہے ویسے ہی ہمارا بھی دعوئی ہے۔ رہی ان کی یہ بات کہ جیسے اس کا اپنے نفس سے بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ یہاں اس کا ذکر مناسب نہ ہے جب کہ جائز ہے کہ وہ کسی کو کسی چیز کو بیچنے کا وکیل بنائے اور وہ اسے اپنے لیے خرید لے اگر اس میں کچھ اختلاف نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس کی صحت پر وہ دلیل لائے جسے امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کیا اور ان سے شادی کر لی ان کی آزادی کو ان کا حق مہر مقرر کیا ان پر ہر ایک حیس سے ولیمہ کیا۔ کہتے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ولایت والی عورت سے خود شادی کر لی۔ یہی آپ ﷺ کے سوا لوگوں کے لیے بھی حجت ہے۔ پھر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾[النور:٣٢]

''اور تم میں سے جو بے خاوند عورتیں ہوں اُن کی شادی کروا دو اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے جو نیک ہوں اگر وہ فقیر ہوں' عنقریب اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔''

جس نے کسی کی بیوی کی رضا سے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ کر لیا تو اس نے وہ کر دیا جو اللہ نے اسے حکم دیا اللہ عزوجل نے اس سے منع نہیں کیا کہ عورت کا نکاح کرنے والا خود اس کا نکاح کرانے والا ہو پھر یہ بات درست ہے کہ وہ نکاح لازم ہو جائے گا۔

ولی کا غائب ہونا:

جب ایسا قریب ولی موجود ہو جس میں ولایت کی سب شرائط پوری ہوں تو اس کے ہوتے ہوئے بعید کو ولایت کا حق نہیں ہے۔ مثلاً جب باپ حاضر ہو تو بیٹے کو شادی کی ولایت کا حق حاصل نہیں ہے نہ چچا وغیرہ کو یہ حق ہے۔ پھر ان میں سے کوئی چھوٹی لڑکی یا جو اس کے حکم میں ہیں ان کی شادی بغیر اس کے باپ کی اجازت اور وکیل بنانے کے خود ہی کرا دے تو وہ نکاح فضول ہوگا۔ اور اس کا عقد اس کی اجازت پر موقوف ہوگا جس کو اصل ولایت کا حق حاصل ہے وہ باپ ہے۔ جب قریب ولی نہ ہوگا تو کفو مرد سے پیغام دینے والا اس کی رائے کا انتظار نہ کرے گا۔ اور ولایت اگلے ولی کو منتقل ہو جائے گی تاکہ مصلحت فوت نہ ہو۔ غائب ولی جب آئے تو اسے یہ حق حاصل نہ ہے کہ جس اگلے درجے کے ولی نے اس کی شادی میں دلچسپی لی ہے اس پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتراض کرے۔ کیونکہ وہ غیب ہونے کی وجہ سے معدوم کی طرح تھا۔ اور اگلے کا حق ثابت ہو جائے گا یہ احناف کا مذہب ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں جب قریب ولی کی موجودگی میں دور والے ولی نے شادی کرادی تو نکاح ہو جائے گا اور جب قریب ولی غائب ہوگا تو اگلے ولی کی طرف اس کی شادی کی ولایت منتقل نہ ہوگی بلکہ حاکم اس کی شادی کرائے گا۔

''بدایۃ المجتہد'' والے فرماتے ہیں: اس متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا قول مختلف ہے۔

ایک دفعہ انہوں نے کہا: جب قریبی کی موجودگی میں دور والا ولی شادی کرادے تو نکاح فسخ ہوگا۔ ایک دفعہ کہا نکاح جائز ہے: پھر ایک دفعہ کہا: قریب ولی کو اختیار ہے کہ جائز کرے یا فسخ کردے۔ یہ سب اختلاف باپ کے سوا ولی کے متعلق اس کی کنواری بیٹی اور وصی کے متعلق اس کی زیر پرورش لڑکی کے بارے میں ہے۔ ان کے اس قول میں اختلاف نہیں ہے کہ ''ان دونوں صورتوں میں نکاح فسخ ہے'' یعنی جب باپ کی موجودگی میں اس کی کنواری بیٹی کی کوئی اور شادی کرائے جب کہ وصی کی موجودگی میں اس کی زیر پرورش لڑکی کی شادی اس کے علاوہ کوئی کرائے۔ جب قریبی ولی نہ ہو تو دور والے ولی کی طرف ولایت منتقل ہونے میں امام مالک رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہم موقف ہیں۔

قید والا قریب ولی دور والے کی طرح ہے:

''المغنی'' میں ہے جب قریبی ولی قریب مسافت میں بند ہو یا قید ہو کہ جس کی واپسی ممکن نہ ہو تو وہ دور والے کی طرح ہے۔ دوری بذات خود معتبر نہ ہوگی بلکہ اپنی نظر میں اسے شادی تک پہنچنا مشکل ہو یہی بات یہاں پائی جا رہی ہے۔ اسی طرح جب یہ بھی پتا نہ ہو کہ وہ دور ہے یا نزدیک ہے؟ یا ہے تو قریب مگر اس کی جگہ کا علم نہیں ہے تو وہ بھی دوری کی طرح ہے۔

دو ولیوں کا عقد:

جب کسی عورت کی شادی دو ولی کرادیں تو وہ عقد ایک ہی وقت میں ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے یا ایک پہلے اور دوسرا بعد میں ہوا ہوگا۔ اگر دونوں بیک وقت ہوئے تو دونوں عقد ہی باطل ہو جائیں گے اگر وہ دونوں ایک دوسرے کے بعد ہوں تو بیوی پہلے کی ہوگی خواہ دوسرا اس کے ساتھ داخل ہوا یا نہ ہوا ہو۔ جب اسے اس بات کا پتا ہے کہ اس کی اپنی شادی سے پہلے اس کی شادی کسی اور سے ہوئی ہے لیکن پھر بھی وہ اس کے ساتھ داخل ہوا تو وہ زانی ہوگا اور حد کا مستحق ہوگا لیکن اگر اسے پتا ہی نہیں ہے تو بیوی پہلے کو ملے گی اور اس کی لاعلمی کی وجہ سے اس پر کوئی حد نہ ہوگی۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس عورت کی شادی دو ولی کر دیں تو وہ پہلے خاوند کی بیوی بنے گی''۔

اسے احمد و اصحاب (1) سنن نے بیان کیا اور امام ترمذیؒ نے صحیح کہا۔ اس حدیث کے عموم کا یہی تقاضا ہے کہ وہ پہلے کی بیوی ہے خواہ دوسرا اس کے ساتھ داخل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

وہ عورت جس کا کوئی ولی نہ ہو اور نہ وہ قاضی تک پہنچ سکے:

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: جب عورت ایسی جگہ ہو جہاں کوئی حاکم نہیں ہے نہ اس کا کوئی ولی ہے۔ وہ اپنا معاملہ کسی اپنے قابل اعتماد ہمسائے کے سپرد کر دے گی وہ اس کی شادی کرا دے گا۔ اور اس حالت میں وہی اس کا ولی ہوگا کیونکہ لوگوں کے لیے شادی ضروری ہے۔ اور وہ جس طرح ممکن ہو اچھے طریقے سے وہ یہ معاملہ کر دیں گے۔ (2)

اسی بنیاد پر امام مالکؒ کمزور حال والی عورت کے متعلق کہتے ہیں: اس کی شادی وہ کرائے گا جس کی طرف وہ اپنا معاملہ سپرد کر دے گی۔ کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ پھر وہ اس کے مشابہ ہے جس کے پاس حاکم حاضر نہیں ہے۔ وہ مجموعی طور پر اس طرف رجوع کرے گی کہ مسلمان ہی اس کے ولی ہیں۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں: جس عورت کا ولی نہ ہو جب وہ کچھ ساتھیوں میں ہو اور وہ

---

(1) احمد بن حنبل، مسند احمد ج ۵ ص ۸۔ (2) الجامع الاحکام القرآن از علامہ قرطبی ج ۳ ص ۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنا معاملہ کسی آدمی کے سپرد کر دے تاکہ وہ اس کی شادی کروائے تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ حاکم بنانے کے قبیل سے ہے اور جسے حاکم بنایا گیا وہ حاکم کے قائم مقام ہے۔

ولی کا روکنا:

اسی بات پر علماء کا اتفاق ہے۔ ولی اپنی زیر ولایت لڑکی کو روک نہیں سکتا۔ نہ یہ جائز ہے کہ وہ اسے شادی سے روک کر اس پر ظلم کرے۔ جب کوئی شخص کفو بھی ہے اور مہر مثل دے کر اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ جب ایسی حالت میں ولی اسے روکے تو عورت کو حق ہے کہ اپنا معاملہ قاضی تک لے جائے تاکہ وہ اس کی شادی کرادے۔ اس صورت میں ولایت اس ظالم ولی سے نچلے درجے کے ولی کی طرف منتقل نہ ہوگی۔ بلکہ وہ بالفعل قاضی کی طرف لوٹے گی۔ کیونکہ روکنا ایک ظلم ہے اور مظالم کو ختم کرنا قاضی کی ذمہ داری ہے۔

اگر وہ روکنا کسی قابل قبول عذر کی وجہ سے ہو مثلاً خاوند کفو نہیں ہے۔ یا حق مہر مہر مثل سے کم ہے یا اس سے زیادہ کفو والا رشتہ موجود ہے۔ اس حالت میں اس سے ولایت منتقل نہ ہوگی اور نہ وہ رکاوٹ ڈالنے والا شمار ہوگا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں:

میری بہن کے لئے پیغام نکاح مجھے آتے تھے۔ میرا ایک چچازاد آیا تو میں نے اپنی بہن کا نکاح اس سے کر دیا۔ پھر اس نے اسے ایسی طلاق دی جس میں اسے رجوع کا حق تھا۔ لیکن عدت گزرنے تک اس نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر جب اس کے پیغام نکاح مجھے آئے تو وہ بھی پیغام لایا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی تم سے اس کی شادی نہ کروں گا کہتے ہیں پھر میرے متعلق یہ آیت اتری:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ..... الآية ﴾ . [سورة البقرة : ۲۳۲]

”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو تو وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم ان کو مت روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کریں۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور اس سے اس کا نکاح کر دیا۔ ❶

یتیم لڑکی کی شادی:

یتیم لڑکی کی شادی قبل بلوغت جائز ہے اور اولیاء اس کے نکاح کے ولی بنیں گے جبکہ بلوغت بعد اسے حق اختیار رہے گا۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' امام احمدؒ اور ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ' وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَآءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ . [سورة النساء : ۱۲۷]

''وہ تجھ سے عورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجیے کہ اللہ تم کو ان کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اور جو تم پر پڑھی جاتی ہیں کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق جن کو تم نہیں دیتے جو ان کے لئے فرض کیا گیا اور تم شوق رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی ولایت میں ہوتی ہے۔ وہ اس کے نکاح میں رغبت رکھتا ہے۔ لیکن اس کے مروج مہر میں انصاف نہیں کرتا۔ انہیں نکاح سے منع کر دیا گیا مگر صرف اسی صورت میں جب کہ وہ ان کے مروجہ حق مہر میں انصاف کریں۔ ❷ سنن اربعہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

''یتیم لڑکی سے اس کے متعلق مشورہ لے لیا جائے اگر وہ خاموش ہو جائے تو یہ اس کی اجازت ہے اور اگر وہ انکار کر دے تو اس پر کچھ جواز نہیں ہے''۔ ❸

امام شافعیؒ کہتے ہیں: یتیم لڑکی سے بلوغت کے بعد ہی نکاح کرنا درست ہے

---

❶ دیکھئے تفسیر قرطبی زیر آیت ۲۳۲ سورۃ البقرہ۔ ❷ ایضاً۔

❸ سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۷۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''یتیمہ سے مشورہ لے لیا جائے گا۔'' [1]

اور مشورہ بلوغت کے بعد ہی ہوگا کیونکہ چھوٹی لڑکی سے مشورے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ایک عقد کرنے والے سے نکاح منعقد ہو جائے گا:

جب خاوند اور بیوی دونوں کی ولایت ایک ہی شخص کے سپرد ہو تو اس کے لیے عقد کا والی بننا جائز ہے۔ دادے کے لیے جائز ہے کہ اپنے چھوٹے پوتے سے اپنی چھوٹی نواسی کی شادی کر دے۔ جیسا کہ بصورت وکیل بھی اس کے لیے جائز ہے۔

قاضی کی ولایت:

دو حالتوں میں ولایت قاضی کی طرف منتقل ہوگی۔

① جب ولیوں کا جھگڑا ہو جائے۔

② جب ولی موجود نہ ہو۔ خواہ بالکل نہ ہو یا غیر حاضر ہو۔ اگر کفو حاضر ہے اور بالغہ عورت اس پر راضی ہو۔ ولیوں میں سے کوئی حاضر نہ ہو۔ مثلاً غائب ہو۔ اگرچہ قریبی جگہ میں ہو جب کہ عورت کے علاقے سے باہر ہو۔ اور کفو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں قاضی کو عقد کا حق حاصل ہے۔ ہاں اگر عورت اور جو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ غیر حاضر کے آنے تک انتظار پر راضی ہوں۔ عورت کو اس کا حاصل ہے اگرچہ مدت طویل ہو جائے لیکن عورت جب راضی نہیں ہے تو انتظار واجب کرنے کی کوئی مناسبت ہی نہیں ہے حدیث میں ہے:

''تین چیزوں میں دیر نہ کی جائے: وہ یہ ہیں کہ نماز جب کہ اس کا وقت ہو چکے۔ اور جنازہ جب وہ حاضر ہو۔ اور بغیر شوہر کے عورت جب کہ اسے کفو مل جائے''۔

---

[1] احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۵۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے اس متعلق جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں سب ضعیف ہیں مگر سب سے کم ضعف والی یہی روایت ہے۔ [1]

شادی میں وکالت

مجموعی طور پر جائز معاملات میں وکالت جائز ہے کیونکہ اکثر لوگوں کو اپنے معاملات میں اس کی ضرورت رہتی ہے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر وہ معاملہ جس کو انسان خود کرسکتا ہے اس میں کسی اور کو وکیل بنانا بھی جائز ہے۔ جیسے خرید وفروخت' کرایہ پر دینا' حقوق کا تقاضا' حقوق کے مطالبے میں جھگڑا کرنا' شادی' طلاق اور دیگر وہ معاملات جن میں نیابت قبول ہوسکتی ہے۔ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہؓ کی شادی میں بطور وکیل ذمہ داری ادا کرتے تھے۔ ابوداؤد نے حضرت عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا کیا تمہیں پسند ہے کہ میں تیری شادی فلاں عوت سے کردوں؟ اس نے کہا جی ہاں اور ایک عورت سے پوچھا کیا تو اس بات پر رضامند ہے کہ میں تیری شادی فلاں مرد سے کروں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے ان کی آپس میں شادی کرادی۔ پھر وہ صحابیؓ اس کے ساتھ داخل بھی ہوئے لیکن نہ حق مہر مقرر کیا نہ اسے کچھ دیا اور وہ حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔ جو لوگ حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے انہیں خیبر سے حصہ ملا تھا۔ جب ان کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کی شادی مجھ سے کی تھی۔ میں نے نہ اس کا مہر مقرر کیا نہ اسے کچھ دیا ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا خیبر والا حصہ اسے حق مہر میں دیا۔ اس نے وہ حصہ لے لیا اور ایک لاکھ میں اسے بیچ دیا۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں طرفوں سے ایک ہی وکیل وکالت کرسکتا ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ وہ مہاجرین حبشہ میں سے تھیں۔

---

[1] احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۰۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجاشی نے ان کی شادی رسول اللہ ﷺ سے کردی جب کہ وہ نجاشی کے پاس ہی تھیں۔ اس عقد کے ذمہ دار حضرت عمرو بن امیہ الضمری تھے جو رسول اللہ ﷺ کے اس متعلق مقرر کردہ وکیل تھے۔ نجاشی نے چونکہ حق مہر ادا کیا تھا اس وجہ سے شادی کی نسبت انہی کی طرف ہوئی۔

کسے وکیل بنانا درست ہے اور کسے وکیل بنانا درست نہیں ہے:

عاقل' بالغ اور آزاد آدمی کے لیے وکیل بنانا درست ہے کیونکہ وہ کامل الاہلیت ہے۔[1] کیونکہ جو کامل الاہلیت ہے وہ اپنی شادی میں اپنی وکالت کرسکتا ہے جو شخص اس طرح کرسکتا ہو وہ اپنی طرف سے کسی اور کو وکیل بنا سکتا ہے۔

لیکن جب کوئی شخص اہلیت نہ رکھتا ہو یا کم اہلیت رکھتا ہو تو وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ جیسے مجنون' بچہ' غلام اور نادان ہے۔ ان میں سے کسی کو مستقلاً اپنی شادی کا حق حاصل نہیں ہے۔ جبکہ بالغہ عورت کی وکالت کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے کہ کیا ایک عاقلہ اپنی شادی میں وکیل بنا سکتی ہے۔ اختلاف اس صورت میں ہے کہ اس کی عبارت سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ جیسے مرد کی طرف سے وکیل بنانا درست ہے اسی طرح عورت کی طرف سے بھی درست ہے۔ کیونکہ وہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔ جب تک یہ اس کے حقوق میں سے ایک حق ہوگا اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی کو اسے ادا کرنے کا ذمہ دار بنا دے۔

جمہور علماء کہتے ہیں: صرف اس کے ولی کو اس کے نکاح کا حق ہے کوئی اور اس پر وکیل نہ بنے گا گو کہ جیسے پہلے گزرا ہے اس کی رضا ضروری ہے۔

بعض علماء شافعیہ کے ہاں باپ' دادا اور دیگر اولیاء میں فرق ہے۔ انہوں نے کہا باپ اور دادا کو وکیل بنانے کی ضرورت نہیں لیکن دیگر ولیوں کے لیے وکیل بنانا

---

[1] وکیل بنانے میں ان شرطوں کا اعتبار ضروری ہے۔ حنفی کہتے ہیں تمیز والے بچے اور غلام کو وکیل بنا لینا درست ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے۔

مطلق اور مقید وکالت:

وکالت مطلق بھی جائز ہے اور مقید بھی۔

مطلق وکالت یہ ہے کہ کسی اور آدمی کو اپنی شادی کا وکیل بنادے مگر کسی معین عورت یا مہر یا مقدار مہر کی تعیین کی قید نہ لگائے۔

مقید وکالت یہ ہے کہ شادی میں اسے وکیل بنائے اور کسی خاص عورت کی یا خاص خاندان کی عورت کی یا مہر کی متعین مقدار کی قید لگادے۔

مطلق وکالت کا حکم:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وکیل کسی قید سے مقید نہ ہوگا۔ اگر وکیل اپنے موکل کی شادی عیب والی عورت سے یا کفو کے بغیر یا مہر مثل سے زائد پر کردے تو یہ جائز ہوگا۔ عقد صحیح ہوگا اور جاری ہوگا کیونکہ اطلاق کا تقاضا یہی ہے۔

جب کہ امام ابویوسفؒ اور محمدؒ فرماتے ہیں: اس کے لیے عیوب سے سلامتی' کفو اور مہر مثل کی قید لازم ہے۔ اس تھوڑی سے زیادتی سے درگزر کیا جائے گا جو عام طور پر لوگ حق لے لیتے ہیں۔ ان دونوں کی دلیل یہ ہے: جو کسی اور کو وکیل بناتا ہے وہ صرف اسی لیے تو وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کی اپنی نسبت اچھے چناؤ میں اس کا زیادہ مددگار ہوگا۔ قید چھوڑنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کوئی عورت مرضی سے لے آئے کیونکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ اس کی ہم مثل بیوی اور مہر مثل کی بنیاد پر بیوی اختیار کرے۔ اسی مفہوم کو ملحوظ رکھنا اور اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے کیونکہ جو عرف میں معروف ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے شرط سے مشروط کیا گیا ہے۔ یہی وہ رائے ہے کہ جس کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

مقید وکالت کا حکم:

اس میں مخالفت جائز نہیں ہے مگر صرف اس وقت کہ جب وہ اس سے بہتر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز لائے۔ اس طرح کہ جو بیوی وکیل نے چنی ہے وہ اس کی بیوی سے زیادہ خوبصورت اور افضل ہے جو موکل نے متعین کی تھی یا مہر اس مہر سے کم ہو جو اس نے مقرر کیا ہے۔

جب مخالفت کسی اور بات میں ہو تو نکاح درست ہو گا لیکن موکل پر لازم نہ ہو گا۔ چاہے اسے جائز کرے چاہے تو اسے رد کر دے۔ احناف کہتے ہیں جب عورت وکیل بنانے والی ہو وہ یا تو معین چیز پر وکیل بنائے گی یا غیر معین چیز پر۔ اگر اس کو معین وکیل بنایا تو اس پر عقد صرف اسی صورت میں لازم ہو گا جب کہ اس کی ہر بات میں وہ موافق ہو خواہ وہ شادی کی طرف سے ہو یا مہر کی طرف سے۔

اگر وکالت غیر معین ہو تو غیر معین شادی کا حکم دے۔ مثلاً اس طرح کہہ دے کہ میں تمہیں وکیل بناتا ہوں کہ تم میری شادی کسی مرد سے کرا دو۔ پھر وہ اپنے ساتھ اس کی شادی کر لے یا اپنے باپ یا بیٹے کے ساتھ کر دے تو عقد لازم نہ ہو گا۔ کیونکہ اس پر الزام آئے گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو نکاح عورت کی اجازت پر موقوف ہو گا۔

پھر اگر اس نے اس کی شادی کسی اور مرد سے کر دی۔ پھر اس میں اگر خاوند کفو ہو گا اور مہر مہر مثل ہو گا اس صورت میں عقد لازم ہو گا اسے یا اس کے ولیوں کو اس کے رد کا اختیار نہ ہو گا۔ لیکن اگر خاوند تو کفو ہو مگر مہر مہر مثل سے کم ہو اور ایسا دھوکہ عام ہو تو عقد نافذ نہ ہو گا۔ بلکہ عورت اور اس کے ولیوں کی اجازت پر موقوف ہو گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو یہ حق حاصل ہے۔ لیکن اگر خاوند غیر کفو ہو تو نکاح فاسد ہو گا۔ خواہ مہر مہر مثل ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو۔ اسے اجازت بھی شامل نہ ہو گی۔ اجازت تو نکاح صحیح موقوف میں ہوتی ہے نکاح فاسد میں تو نہیں ہوتی۔

شادی میں وکیل ایلچی اور نمائندہ ہے:[1]

شادی میں وکالت دیگر معاملات سے مختلف ہوتی ہے جو شادی میں وکیل

---

[1] یعنی اپنے موکل کا سفیر اور اس کے ارادے کی تعبیر کرنے والا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ بس ایک ایلچی اور نمائندہ ہوتا ہے اس کی طرف عقد کے حقوق نہیں لوٹیں گے نہ اس سے مہر کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے[1] جب وکیل بیوی کی طرف سے ہو تو اس کی یہ ذمہ داری نہ ہے کہ وہ بیوی کو خاوند کی اطاعت میں داخل کرے۔ جو بیوی کی طرف سے وکیل ہے وہ اس کے حق مہر پر بھی اس کی اجازت کے بغیر قبضہ نہیں کرسکتا۔ پھر اس کی اجازت اسے حق مہر لینے کا وکیل بنانے کے مترادف ہے۔ یہ وکالت شادی کی اس وکالت سے الگ ہے جو کہ محض نکاح پورا ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔

شادی میں ہمسری

اس کی تعریف:

برابری اور مماثلت کو کفو کہتے ہیں۔ کفء' کفاء' کفء سب کا معنی ہم مثل ہوتا ہے۔ شادی کی موضوع میں اس کا مقصد یہ ہے کہ خاوند بیوی کا کفو ہو یعنی درجے میں اس کے برابر کا ہو۔ معاشرتی معاملات اور مال و کردار کی سطح میں اس جیسا ہو۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب عورت اور مرد کا مرتبہ برابر ہوگا تو یہ زوجیت کی زندگی کی کامیابی کا زیادہ باعث ہوگا اسے ناکامی اور نامرادی سے بہت بچانے والا ہوگا۔

اس کا حکم:

لیکن اس کفو کا حکم کیا ہے اور اس کا کس حد تک اعتبار ہوسکتا ہے۔ ابن حزمؒ کا مذہب ہے کہ یہ کفو معتبر نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کسی بھی مسلم کو بشرطیکہ وہ زانی نہ ہو اسے کسی بھی مسلمان عورت سے شادی کا حق ہے بشرطیکہ وہ زانیہ نہ ہو۔ کہتے ہیں تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں کسی مجہول النسبہ زنجیہ کے بیٹے پر حرام نہیں ہے کہ وہ کسی ہاشمی

---

[1] الا یہ کہ اس نے خاوند کی طرف سے مہر کا ذمہ لیا ہو تو اس سے ضامن کے طور پر مطالبہ ہوگا نہ کہ وکیل کے طور پر۔

[2] یہ غالباً حبشہ کے ایک علاقہ کی طرف نسبت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ کی بیٹی سے شادی کرے۔ وہ مسلمان جو فاسق ہے اور فسق کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ بشرطیکہ وہ زانی نہ ہو۔ وہ اس مسلمان عورت کا کفو ہے جو کہ فاسقہ ہو لیکن زانیہ نہ ہو کہتے ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ [سورة الحجرات آیت : ۱۰]

''مومن سب بھائی بھائی ہی تو ہیں۔''

اور اللہ عزوجل نے تمام مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾ . [سورة النساء آیت : ۳]

''تو جو عورتیں تمہیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو۔''

اللہ عزوجل نے ان عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح کرنا ہم پر حرام ہے پھر اس کے بعد اللہ پاک نے فرمایا:

﴿ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ﴾ . [سورة النساء آیت : ۲٤]

''ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال کردی گئی ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے آزاد کردہ حضرت زیدؓ سے کیا اور حضرت مقدادؓ کا نکاح حضرت ضباعہؓ بنت زبیر بن عبدالمطلب سے کیا۔ کہتے ہیں جو ہم نے فاسق مرد اور فاسقہ عورت کے حوالے سے بات کی ہے جو اس میں ہماری مخالفت کرتا ہے اسے چاہیے کہ پھر فاسق کا نکاح فاسقہ سے جائز کرے۔ اور فاسقہ کے لیے صرف فاسق سے نکاح جائز کرے اور یہ بات کوئی نہیں کہے گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ . [سورة الحجرات آیت : ۱۰]

''مومن سب بھائی بھائی ہی تو ہیں''۔

اور اللہ پاک نے فرمایا:

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ .[سورة التوبة : ۷۱]

''مؤمن مرد اور مؤمنہ عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقامت و کردار میں کفو کا اعتبار:

ایک جماعت کا مذہب ہے کہ کفو معتبر ہے۔لیکن اس کا اعتبار صرف استقامت و کردار میں ہے نہ یہ نسبت میں معتبر ہے نہ کاروبار نہ مالداری اور نہ کسی اور چیز میں معتبر ہے۔ ایک نیک شخص جس کا عمدہ نسب نہ ہے اس کے لیے اعلیٰ نسب والی عورت سے شادی کرنا جائز ہے اور ایک گھٹیا کام والے شخص کو بلند مرتبہ عورت سے شادی کرنا جائز ہے۔ کم حیثیت والا شخص زیادہ حیثیت وشہرت والی عورت سے شادی کرسکتا ہے فقیر ایک مالدار اور غنی عورت سے نکاح کرسکتا ہے جب کہ وہ ایک پاکدامن مسلم ہو۔ ولیوں میں سے کسی کو اس پر نہ اعتراض کا حق ہے نہ وہ علیحدگی کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔ اگر چہ وہ اس ولی کے مقام کے برابر بھی نہ ہو جو عقد کا والی ہوا لیکن یہ سب عورت کی رضا سے ہوگا۔ پھر جب کسی مرد میں استقامت کی شرط پوری نہ ہو تو وہ ایک نیک عورت کا کفو نہیں ہوسکتا۔ اگر کنواری لڑکی ہو اور اس کے باپ نے فسق والے شخص سے شادی کرنے میں اس پر جبر کیا ہو تو اسے فسخ عقد کے مطالبے کا حق ہے۔ ''بدایۃ المجتہد'' میں ہے مذہب مالکیہ میں اس بات اختلاف نہ ہے کہ جب کسی کنواری لڑکی کا باپ اس کی شادی شراب پینے والے یا مجموعی طور پر کسی فاسق سے کردے تو اسے اپنے نفس کو نکاح سے روکنے کا حق حاصل ہے اور حاکم کو بھی اس فیصلے پر نظر ڈالنے کا حق ہے۔ پھر وہ ان میں علیحدگی کرادے گا۔ اسی طرح جب اس کا باپ اس کی شادی ایسے شخص سے کردے کہ جس کا مال حرام ہے۔ یا وہ طلاق کی قسمیں بہت کھاتا ہو اس مذہب کے دلائل درج ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾ [سورة الحجرات : ١٣]

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمہارے قبائل اور خاندان بنائے تا کہ تم باہم متعارف ہو۔ بے شک تم میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ تمام لوگ پیدائش میں اور انسانی قدر و قیمت میں برابر ہیں۔ کوئی آدمی کسی ایک سے صرف اللہ عزوجل کے تقویٰ کی بنیاد پر ہی باعزت ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے اور لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہو۔

② امام ترمذیؒ نے حسن سند سے حضرت ابوحاتم المزنیؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے کہ اس کا دین وکردار تمہیں اچھا لگے تو اس سے شادی کردو اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فساد اور فتنہ عظیم کھڑا ہوگا۔[1] انہوں نے کہا اگر اس میں کچھ کمی ہو؟ فرمایا بس جس کا دین وکردار تمہیں پسند ہو تو اس سے شادی کردو تین دفعہ فرمایا اس حدیث میں ولیوں کو خطاب کیا ہے کہ وہ اپنی زیرولایت لڑکیوں کی شادی ان سے کردیں۔ جو دین، امانت اور کردار والا انہیں پیغام نکاح دے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے کہ اچھے اخلاق والے سے شادی نہ کریں گے اور حسب، نسب، حیثیت اور مال میں رغبت رکھیں تو پھر ایسا فتنہ وفساد کھڑا ہوگا جس کی حد نہ ہوگی۔

③ ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنو بیاضیہ ابوہند سے شادی کرو اور اس سے رشتے لے لو۔ اور ابوہند ایک حجام تھا۔ معالم السنن[2] میں فرمایا: اس حدیث میں امام مالکؒ اور ان کے ہم مذہبوں کی دلیل ہے کہ کفو صرف دین میں ہے اور ابوہند بنو بیاضہ کا آزاد کردہ تھا ان میں سے نہیں تھا۔

④ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش کو زید بن حارثہ کا پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے انکار کردیا اور ان کے بھائی عبداللہ نے بھی انکار کردیا کیونکہ وہ قریشی نسب تھیں اور وہ نبی مکرم ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں ان کی ماں امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں اور زید رضی اللہ عنہ غلام تھے پھر اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا:

---

❶ یہاں تک روایت جامع الترمذی میں ہے ج ۳ ص ۳۹۴ حدیث نمبر ۱۰۸۴۔

❷ یہ سنن ابی داؤد کی شرح ہے جو ابوسلیمان الخطابی کی تالیف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ﴾ . [سورة الاحزاب : ٣٦]

''اور کسی مؤمن کے لئے اور نہ ہی کسی مؤمنہ کے لئے یہ حق ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو ان کو ان کے معاملے میں کچھ اختیار رہے۔''

ان کے بھائی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ انہوں نے ان کی شادی زید رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ ❶

⑤ ابو حذیفہؓ نے سالم کی شادی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ سے کی۔ اور وہ انصار کی ایک عورت کے آزاد کردہ تھے۔

⑥ حضرت بلالؓ بن ❷ رباح کی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بہن سے ہوئی۔

⑦ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے کفو والی شادی سے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا سارے لوگ ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ عربی ہوں عجمی ہوں ان میں قریشی ہوں ہاشمی ہوں بشرطیکہ وہ مؤمن مسلمان ہوں۔

یہی مالکی مذہب ہے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: یہی بات حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ محمد بن سیرینؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، سے منقول ہے۔ اور ابن القیمؒ نے بھی اسے راجح کہا ہے۔ کہتے ہیں نبی مکرم ﷺ کا حکم بھی یہی تقاضا کرتا ہے کہ اول و آخر کفو میں دین ہی معتبر ہوگا۔ مسلمان عورت کی شادی کافر مرد سے اور پاکدامنہ کی شادی بدکردار مرد سے نہ کی جائے۔ قرآن و سنت میں اس کے علاوہ اور کسی چیز کا کفو معتبر نہ ہے۔ ایک مسلمان عورت کی زانی ناپاک شخص سے شادی حرام ہے۔ نہ نسب کا اعتبار کیا نہ کاروبار، مالداری اور نہ کام کا اعتبار کیا۔ ایک مسلمان پاکدامن معمولی غلام کے لیے جائز ہے کہ وہ عمدہ نسب والی مالدار عورت سے شادی کر لے۔ اور غیر قریشیوں کو قریشی عورت سے اور غیر ہاشمیوں کو ہاشمی عورتوں

---

❶ دیکھیے تفسیر القرطبی۔ سورۃ الاحزاب:٣٦۔ ❷ یہ مؤذن مصطفیٰ ہیں۔ حبشی اور آزاد کردہ غلام تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اور فقیر مردوں کو مالدار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔[1]

جمہور فقہاء کا مذہب:

گو کہ مالکیہ وغیرہ وہ علماء جن کا اشارہ پہلے گزرا ہے ان کی رائے ہے کہ کفو صرف دین میں ثابت قدمی اور صلاح میں معتبر ہے اور کسی چیز میں نہیں۔ ان کے علاوہ دیگر فقہاء کی رائے بھی ہے کہ کفو دین میں' اخلاق میں اور صلاح میں معتبر ہے۔ فاسق مرد ایک پاکدامنہ عورت کا کفو نہیں ہوسکتا۔ لیکن وہ کفو کو صرف اسی میں ختم نہیں کر دیتے۔ بلکہ ان کی رائے ہے کہ یہاں اور بھی باتیں ہیں جن کا اعتبار ضروری ہے۔ ذیل میں ہم ان امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

① : نسب ہے۔ عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں' قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں' عجمی مرد عربیہ عورت کا کفو نہیں ہے۔ اور عام عربی قریشیہ کا کفو نہیں ہے۔

① اس کی دلیل یہ ہے امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا کفو ایک خاندان دوسرے خاندان کا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کا کفو ہے مگر موچی اور حجام نہیں ہیں۔

② بزار نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور موالی ایک دوسرے کے کفو ہیں''۔

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان ہے کہتے ہیں کہ میں اعلیٰ حسب والیوں کو ضرور روکوں گا کہ وہ صرف کفو سے شادی کریں۔ [بروایت دار قطنی]

ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے ابن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا: یہ جھوٹ ہے اور بے اصل ہے۔ امام دار قطنی نے ''العلل'' میں فرمایا: یہ صحیح نہ ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں یہ منکر اور موضوع ہے۔ رہی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

---

[1] زاد المعاد ج ۴ ص ۲۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حدیث: اس میں سلیمان بن ابی الجون ایک راوی ہے جس کے متعلق ابن قطان کہتے ہیں وہ معلوم نہیں ہے۔ پھر اس میں خالد بن معدان حضرت معاذؓ سے روایت کرتے ہیں ان کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ نسب میں کفو کے اعتبار سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہ ہے۔ اس مذکور انداز میں نسب میں کفو کے اعتبار میں حنفیہ اور شافعیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن ان میں دو قریشیوں میں باہم کی بیشی کا اختلاف ہے۔ احناف کی رائے ہے کہ ہاشمی مرد قریشیہ کا کفو ہے۔ شافعیہ کے صحیح مذہب میں یہ ہے کہ قریشی ہاشمیہ اور مطلبیہ ❶ عورت کا کفو نہ ہے۔ ان کا استدلال اس روایت سے ہے جسے حضرت واثلہ بن الاسقع نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے بنو اسماعیل میں سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، اور قریش سے بنو ہاشم کو، اور مجھے بنو ہاشم سے چن لیا ہے۔ میں بہتر ہوں، بہتر سے، بہتر سے ہوں"۔ [مسلم]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کو دوسروں پر مقدم کیا جائے دیگر لوگ سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

جبکہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اور حضرت ابوالعاص بن الربیع سے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا اور وہ دونوں عبد شمس سے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی جب کہ وہ عدوی تھے۔

لیکن علم کا شرف جو ہے ہر نسب اور شرف اس سے نیچے ہے۔ عالم کسی بھی عورت کا کفو بن سکتا ہے اس کا نسب جو بھی ہو۔ اگر چہ اس کا نسب معروف بھی نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں۔ ان کے بہترین جاہلیت میں اسلام میں بھی بہترین ہیں جب کہ وہ علم حاصل کر لیں"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

❶ جو عورت بنو عبدالمطلب سے ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾
''اللہ تم میں سے جو ایمان لائے اور جو علم دیئے گئے ہیں ان کو درجات میں بلند کرتا ہے۔[سورة المجادلة : ۱۱]

اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾.[سورة الزمر : ۱۰]
''کہہ دیجیے کیا برابر ہیں جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے۔''

یہ باتیں تو عرب کی نسبت سے تھیں۔ رہے عجمی تو کہا گیا ہے ''ان میں کوئی نسب کا کفو نہیں ہوتا''۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اکثر اصحاب سے مروی ہے۔ ان کے آپس میں بھی نسبوں میں کفو معتبر ہے اور عرب پر قیاس کیا جائے۔ کیونکہ جب ان میں سے کوئی عورت کم نسب والے مرد سے نکاح کر لے تو انہیں بھی عار دلائی جاتی ہے۔ تو علت کے ایک ہونے کی وجہ سے ان کا بھی عرب والا حکم ہوگا۔

② آزادی: غلام آزاد عورت کا کفو نہیں ہے۔ نہ آزاد کیا ہوا اس عورت کا کفو ہے جو اصلاً آزاد ہو۔ جس کے آباء میں سے کسی کو غلامی ملی ہو وہ بھی ایسی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا جس کو یا اس کے آباء میں سے کسی کو غلامی نہ ملی ہو۔ کیونکہ آزاد عورت کو اس میں عار ملے گی کہ وہ ایک غلام کے نکاح میں ہے یا ایسے شخص کے نکاح میں ہے کہ جس کے آباء میں سے کوئی غلام گزرا ہو۔

③ اسلام: یعنی اصلوں کے اسلام کا کفو ہونا۔ یہ غیر عرب میں معتبر ہے۔ عرب میں یہ معتبر نہ ہے۔ کیونکہ وہ اصل کے اسلام سے فخر نہیں کرتے بلکہ محض انساب سے باہم فخر کرتے ہیں۔ رہے دیگر غیر عرب آزاد کردہ اور عجمی تو وہ اصل کے اسلام پہ فخر کرتے ہیں۔ اسی بنیاد پر جب ایک مسلمہ عورت کے باپ اور دادے مسلمان ہوں تو اس کا کفو وہ مرد نہیں ہو سکتے جو خود تو مسلمان ہوں مگر ان کا باپ اور دادا مسلمان نہ ہوں۔ اور جس عورت کا صرف باپ مسلمان ہو اس کا کفو وہ مرد ہی ہوگا جس کا صرف باپ مسلمان ہو۔ وہ اس عورت کا کفو ہے جس کا باپ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دادے مسلمان ہوں۔ کیونکہ آدمی کا تعارف بس باپ اور دادے پر مکمل ہو جاتا ہے۔ اس سے اوپر کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ جس کا صرف باپ مسلمان ہو وہ اس عورت کا کفو ہو سکتا ہے جس کے کئی آباء مسلمان ہوں۔ کیونکہ ان کے ہاں تعارف محض باپ سے مکمل ہو جاتا ہے جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک باپ اور دادے کے بغیر تعریف مکمل نہ ہے۔

④ پیشہ: جب عورت ایسے خاندان سے ہو جو اچھے پیشہ سے منسلک ہوں۔ پھر برے پیشے والا اس کا کفو نہیں ہوگا۔ لیکن جب پیشے قریب قریب ہوں تو باہم تھوڑا بہت فرق معتبر نہ ہوگا۔ پیشوں کی عمدگی اور گھٹیا پن میں عرف معتبر ہوگا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جگہ یا وقت میں کوئی پیشہ اچھا ہوتا ہے جب کہ وہی پیشہ کسی جگہ یا وقت میں گھٹیا ہوتا ہے جو پیشے میں کفو کے قائل ہیں ان لوگوں نے گزشتہ حدیث سے دلیل لی ہے کہ "عرب بعض بعض کے کفو ہیں مگر موچی یا حجام" امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا گیا آپ اسے ضعیف کہتے ہوئے بھی کس طرح اپناتے ہیں۔ فرمایا اس پر عمل جاری ہے۔

"المغنی" میں ہے کہ یہ عرف والوں کے موافق وارد ہوا ہے۔ اس لیے بھی کہ عمدہ کاروبار اور شریف پیشوں والے اپنی بیٹیوں کی شادی گھٹیا پیشوں والوں' جیسے موچی' رنگنے والا' صفائی کرنے والا اور اوجھڑی صاف کرنے والا۔ سے کرنا عیب سمجھتے ہیں۔ اسی کی تعبیر پر لوگوں کا عرف چل پڑا تو یہ نسب کے نقص کے مشابہ ہو گیا۔ یہ شافعیہ کا مذہب ہے اور احناف سے امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا مذہب ہے۔ ایک روایت امام احمد اور ابوحنیفہؒ سے بھی ایسے ہی مروی ہے اور امام ابو یوسف سے ایک روایت اس طرح ہے کہ کفو میں پیشہ معتبر نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب کہ وہ کھولا جائے۔

⑤ مال: اس کے اعتبار میں شافعیہ کا اختلاف ہے بعض اس کو معتبر کہتے ہیں ان کے ہاں فقیر مرد مالدار عورت کا کفو نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت سمرہؓ سے مروی ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے''۔

انہوں نے کہا: اس لیے کہ فقیر کا خرچ مالدار کے خرچ سے کم ہے۔ جب کہ ان میں سے بعض کے نزدیک پیشے میں کفو معتبر نہ ہے۔ کیونکہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔ اور صاحب حیثیت لوگ اس کا فخر نہیں کرتے۔ انہوں نے شاعر کا یہ قول کہا:

ہم ایک زمانے تک مفلسی وفقر[1] سے غنی رہے

دونوں نے ہمیں زمانے بھر کے جاموں سے پلایا

ہماری غنا نے ہمیں قرابت داروں پر کبھی سرکشی میں

نہ بڑھایا نہ فقر نے ہمارے حسبوں پر عیب لگایا

احناف کے ہاں مال معتبر ہے اور اس میں یہ بھی معتبر ہے کہ وہ حق مہر اور خرچ کا مالک ہو اور اس قدر ہو کے اگر وہ ان دونوں کا یا دونوں میں سے ایک کا مالک نہ ہو تو وہ کفو نہیں ہوگا۔ اور مہر سے مراد اس کی اتنی مقدار ہے جس کا فوری ادا کرنا متعارف ہو۔ کیونکہ اس کے علاوہ تو عرفی طور پر دیر میں ادا ہونے والا ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ان کے ہاں مہر کے بغیر صرف خرچ کی قدرت ہونا معتبر ہے کیونکہ اس میں سستی ہوتی ہے اور باپ کی آسودگی سے آدمی بھی اس پر قادر شمار ہوگا۔ مال میں کفو کے متعلق امام احمدؒ سے بھی ایک روایت یہ ہے کیونکہ اگر خاوند تنگدست ہے تو اس میں خوشحال بیوی کے لیے تکلیف کا پہلو ہے کیونکہ تنگدستی اس کے خرچ اور اس کی اولاد کی مدد میں رکاوٹ ڈالے گی۔ اور اس لیے بھی کہ لوگ فقیری کو نقص سمجھتے ہیں۔ اور اس میں نسب کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر بات کرتے ہیں۔

⑥ عیوب سے سلامتی: اسے اصحاب شافعی نے معتبر رکھا ہے اور جو مالک سے ابن نصر نے ذکر کیا ہے اس میں یہ ہے کہ عیوب سے سلامت ہونا کفو میں شمار ہوتا

---

[1] یہاں تصعلك کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب فقیری ہے ''عُروۃ الصعالیك'' ایک عربی آدمی تھا جو اپنی غنیمت سے فقیروں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کھانا دیتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جس شخص کو ایسا عیب لاحق ہو جو فسخ کو ثابت کرنے والا ہو تو ایسا مرد اس عورت کا کفو نہیں ہے جو اس عیب سے سلامت ہے اور ان کے نزدیک اگر عیب فسخ کو ثابت کرنے والا نہیں بلکہ نفرت دلانے والا ہے جیسے نابینا' کوئی عضو کٹا ہوا' بری جسامت والا تو اس میں دو وجوہ ہیں۔ رویانی نے اسے پسند کیا کہ ایسے عیب والا کفو نہیں ہے۔ جب کہ احناف اور حنابلہ نے اسے معتبر نہ رکھا ہے۔

''المغنی'' میں ہے: عیوب سے سلامتی کفو کی شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کے نہ ہونے سے نکاح نہ ہوگا لیکن اس میں اختیار صرف عورت کو ہوگا ولیوں کو نہیں۔ کیونکہ اس کا نقصان عورت کو خاص ہوتا ہے لیکن ولیوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ عورت کو کوڑھی' برص والے اور پاگل سے شادی کرنے سے روک سکتے ہیں۔

یہ کس میں معتبر ہے:

اور کفاءۃ/ہمسری صرف مرد میں معتبر ہے عورت میں نہیں۔ یعنی مرد میں یہ شرط ہے کہ وہ عورت کو کفو اور مثل ہو۔ یہ شرط نہیں ہے کہ عورت مرد کی کفو ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے:

پہلا: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''جس کی لونڈی ہو اس نے اسے اچھی تعلیم دلائی' اس سے اچھا سلوک کیا' پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی تو اس کے لیے دو اجر ہیں''۔ [بخاری و مسلم]

دوسرا: نبی کریم ﷺ کا ہم مرتبہ کوئی نہیں ہے جب کہ انہوں نے کئی قبائل میں شادیاں کیں اور انہوں نے حضرت صفیہؓ سے شادی کی جب وہ یہودیہ تھیں بعد میں مسلمان ہوئیں۔

تیسرا: عادتاً یہ ہوتا ہے کہ اونچے درجے والی بیوی کو جب وہ غیر کفو سے شادی کرے عیب و عار دلائی جاتی ہے جو اعلیٰ درجے کا خاوند ہے اگر وہ اپنے سے کم یا کمتر درجے والی عورت سے شادی کرے تو اسے عار نہیں دلائی جاتی۔

کفو عورت اور ولیوں کا حق ہے:

جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ کفو عورت اور ولیوں کا حق ہے۔ ولی کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز نہ ہے کہ عورت کی شادی غیر کفو سے کر دے مگر اس عورت کی اور سب ولیوں کی رضا سے یہ (جائز ہے) کیونکہ جب اس کی شادی غیر کفو سے ہوگی تو ولیوں کو عار پہنچے گی۔ پھر ان سب کی رضا کے بغیر شادی جائز نہ ہے جب وہ اور اس کے ولی راضی ہوں تو اس کی شادی جائز ہوگی کیونکہ ممانعت ان کے حق کی وجہ سے تھی۔ جب وہ راضی ہوں گے تو ممانعت ختم ہو جائے گی۔ شافعیہ کہتے ہیں: کفاءۃ اس کا حق ہے جیسے مال میں ولایت کا حق ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت میں فرمایا: یہ سب قریب اور دور کے ولیوں کا حق ہے اگر ان میں سے کوئی راضی نہ ہو تو اسے فسخ کا حق ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ یہ اللہ کا حق ہے اگر ولی اور بیوی اس بات پر راضی ہوں کہ وہ کفاءۃ کو ساقط کر دیں تو ان کی رضا صحیح نہ ہے۔ لیکن یہ روایت اس بنیاد پر ہے کہ کفو دین میں ہے اور کسی چیز میں نہیں ہے جیسا کہ روایات میں سے ایک روایت میں ان سے مروی ہے۔

اس کے اعتبار کا وقت:

کفو کا وجود نکاح ہوتے وقت ہی معتبر ہے اگر اس کے اوصاف سے کوئی وصف نکاح کے بعد پیش آیا تو یہ نقصان دہ نہیں نہ یہ واقعات میں سے کسی کو بدل سکتا ہے نہ یہ عقد نکاح میں اثر انداز ہوگا۔ کیونکہ شادی کی شرائط بوقت عقد ہی معتبر ہوتی ہیں۔

اگر عقد کے وقت آدمی اچھی نوکری والا یا خرچے کی قدرت والا یا نیک تھا۔ پھر حالات بدل گئے۔ اس نے گھٹیا پیشہ اختیار کر لیا یا خرچے سے عاجز آ گیا یا اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کر لی لیکن یہ سب شادی کے بعد ہوا تو شادی اپنی حالت پر برقرار رہے گی۔ کیونکہ زمانہ الٹ پلٹ ہوتا ہے آدمی ہمیشہ ایک ہی حال پر برقرار نہیں رہتا۔ عورت پر ضروری ہے کہ ان حالات کو قبول کرے۔ اور صبر و تقویٰ اختیار کرے بے شک یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق زوجیت

جب نکاح صحیح ہو جائے گا تو اس پر اس کے نتائج مرتب ہوں گے اور اس کے تقاضوں کے موافق حقوق زوجیت واجب ہوں گے۔ ان حقوق کی تین اقسام ہیں:

① جو بیوی کے حقوق خاوند پر واجب ہیں۔

② جو خاوند کے حقوق بیوی پر واجب ہیں۔

③ بعض حقوق دونوں میں مشترک ہیں۔

جب خاوند اور بیوی میں سے ہر ایک اپنے حقوق کو ادا کرے گا اور اپنی ذمہ داری کو اٹھائے گا تبھی اطمینان اور ذہنی سکون کے اسباب وافر ہوں گے اور زوجیت کی سعادت مکمل ہوگی۔ ذیل میں ان حقوق کی کچھ تفصیل ہے:

جو حقوق دونوں میں مشترک ہیں:

جو حقوق دونوں میں مشترک ہیں وہ یہ ہیں:

① زوجیت کی زندگی کا حلال ہونا اور دونوں میں سے ہر ایک کا دوسرے سے فائدہ حاصل کرنا۔ یہ حلت ان دونوں میں مشترک ہے۔ آدمی کے لیے بیوی سے وہ حلال ہے جو بیوی سے خاوند کے لیے حلال ہے۔ یہ فائدہ حاصل کرنا دونوں کا حق ہے اور یہ دونوں کی باہمی شراکت سے ہی ممکن ہے۔ کیونکہ اس حق کو اکیلے کوئی ادا نہیں کرسکتا۔

② سسرالی حرمت: یعنی بیوی خاوند کے آباء پر، اس کے اجداد پر، بیٹوں پر اور اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کی فروع پر بھی حرام ہے۔ جیسا کہ خود مرد بیوی کی ماؤں[1] پر، اس کی بیٹیوں پر اور اس کے بیٹے اور بیٹیوں کی اولادوں پر حرام ہے۔

③ محض عقد کے پورا ہونے سے وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

---

[1] یعنی ماں، نانی وغیرہ مراد ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب عقد پورا ہونے کے بعد دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہوگیا تو دوسرا وارث بنے گا۔ اگرچہ دخول تمام نہ بھی ہوا ہو۔

④ جو خاوند صاحب بستر ہوتا ہے اس کی طرف بچے کی نسبت ثابت ہو جاتی ہے۔

⑤ معروف طریقے سے زندگی گزارنا زوجین میں سے ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے کے ساتھ اچھی زندگی گزارے حتیٰ کہ ان پر محبت کی چھاؤں ہو اور سلامتی ان پر سایہ فگن ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء : ١٩]

''اور ان کے ساتھ مناسب طریقے سے زندگی گزارو۔''

بیوی کے وہ حقوق جو خاوند پر واجب ہیں:

بیوی کے جو حقوق خاوند پر واجب ہیں ان میں سے یہ بھی ہیں:

① مالی حقوق: جو حق مہر اور خرچ پر مشتمل ہیں۔

② غیر مالی حقوق: جیسے یہ کہ اگر خاوند نے ایک سے زائد شادیاں کی ہوں تو ان میں عدل کرے۔ اور یہ بھی کہ بیوی کو تکلیف نہ دے۔ ذیل میں ہم اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔

حق مہر

اسلام نے جو عورت کا اچھا خیال اور احترام رکھا اس میں سے یہ بھی ہے کہ اسے اس کا حق ملکیت دیا۔ جب کہ زمانہ جاہلیت میں اس کا حق ہضم کیا جاتا تھا اور اس کا یہ پہلو کمزور تھا۔ حتیٰ کہ اس کے خالص حق میں بھی اس کا ولی تصرف کرتا تھا۔ اس کے لیے ملکیت کا موقع نہ چھوڑتا۔ نہ اسے اختیار کا موقع دیتا۔ اسلام نے اس سے یہ بوجھ اٹھا دیا اور اس کے لیے مہر فرض کیا۔ اور خاوند کے ذمے یہ اس کا حق رکھا اس کے باپ کا نہیں۔ اور اس کے قریبی لوگوں کو بھی اس کی رضا و اختیار کے بغیر اس کا مال لینے کا حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ [سورة النساء : ٤]

”اور تم عورتوں کو ان کے حق مہر عطیہ دے دو اگر وہ تمہارے دل کی خوشی سے کچھ اچھا جانیں تو اس کو کھلے دل فراخ کھاؤ۔“

یعنی عورتوں کو ان کے مہر فرضی عطیہ کے طور پر دے دو جن کے مقابلے میں کوئی عوض نہ ہے۔ لیکن اگر وہ ملکیت کے بعد بغیر زبردستی' حیاء اور دھوکے کے اپنے مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے فراخ دلی سے لے لو' نہ اس میں کچھ رکاوٹ ہے نہ کچھ گناہ ہے۔ اگر عورت اپنے مال میں سے کچھ حیاء کی وجہ سے یا خوف ودھوکے کی وجہ سے دے تو اس کا لینا جائز نہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ' اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ . [سورة النساء : ٢٠ ، ٢١]

”اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ بیوی بدلنا چاہو اور تم نے ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دیا ہو تو تم اس سے کچھ نہ لو کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان اور واضح گناہ؟ اور تم اس کو کیسے لیتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کی طرف الگ ہوئے اور انہوں نے تم سے پختہ وعدہ پکڑا تھا۔“

یہ مہر عورت کے لیے فرض ہے جیسا کہ یہ معنی ثابت ہو رہا ہے پھر اس طرح آدمی کے قوام ہونے سے عورت کا دل خوش ہوگا اور وہ راضی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ . [سورة النساء آیت : ٣٤]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا ہے۔"

تعلق کی مضبوطی اور مودت و محبت کے وجود کی نسبت بھی اسی سے منسوب ہوگی۔

مقدار مہر:

شریعت نے اس کی قلت و کثرت کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ کیونکہ لوگ غنی و فقر میں مختلف ہوتے ہیں اور وسعت و تنگی میں لوگ جدا جدا ہوتے ہیں۔ ہر علاقے کا اپنا طریقہ اور رواج ہے تعیین چھوڑ دی گئی تا کہ ہر کوئی اپنی طاقت کے مطابق دے دے۔ اور اپنی حالت اور خاندانی عادت کے حساب سے ادا کریں۔ سب نصوص میں یہی بات ہے کہ مہر میں صرف یہی شرط ہے کہ وہ کوئی قیمت والی چیز ہو۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کم ہو یا زیادہ' یہ بھی جائز ہے کہ وہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہو' کھجوروں کا بھرا ہوا پیالہ ہو یا کتاب اللہ کی تعلیم ہو۔ یا جو اس کے مشابہ کوئی چیز ہو۔ لیکن اس صورت میں جب کہ دونوں عقد کرنے والے اس پر راضی ہوں۔

① حضرت عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے جوتوں کے عوض شادی کر لی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اپنے نفس سے راضی ہے جبکہ تیرا مال دو جوتے ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں آپ نے اسے جائز قرار دیا" بروایت احمد' ابن ماجہ' ترمذی اور انہوں نے صحیح بھی کہا۔ [1]

② حضرت سہلؓ بن سعد سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ میں نے اپنا نفس آپؐ کے لیے ہبہ کیا' پھر کافی دیر کھڑی رہی۔ ایک آدمی اٹھا کہا اے اللہ کے رسولؐ! اگر آپؐ کو اس کی حاجت نہیں تو اس کی شادی مجھ سے کر دیں۔ آپؐ نے اس سے کہا کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو اسے حق مہر میں دو گے؟ اس نے کہا میرے پاس تو صرف میری یہ چادر ہے۔

---

[1] احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۳ ص ۳۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ چادر اس کو دے دو گے تو خود بیٹھے رہو گے کچھ اور تلاش کرو۔ اس نے کہا مجھے کچھ نہیں ملا' آپؐ نے فرمایا: ''ڈھونڈو اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو'' اس نے تلاش کیا کچھ نہ ملا' نبی مکرم ﷺ نے اسے فرمایا: ''کیا تمہیں کچھ قرآن آتا ہے''؟ اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورۃ یاد ہے' سورتوں کے نام لینے لگا' آپؐ نے اسے کہا میں نے اس کی شادی تم سے قرآن کے عوض کر دی''۔ [1]

③ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دیا انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! تم جیسا لوٹایا تو نہیں جا سکتا لیکن بات یہ ہے کہ تم کافر ہو جب کہ میں مسلمان ہوں مجھے تم سے شادی کرنا حلال نہیں ہے۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو یہی میرا مہر ہوگا اس کے علاوہ تم سے کچھ نہیں مانگتی پھر یہی ان کا مہر ہوا''۔

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مہر تھوڑی سی چیز بھی ہو سکتی ہے اور نفع کو مہر بھی بنایا جا سکتا ہے قرآن سکھانا بھی ایک نفع ہے۔ احناف نے مقدار مہر کم از کم دس درہم مقرر کیے جیسا کہ مالکیہ نے تین درہم کو مقرر کیا ہے۔ اس اندازے کا سہارا کسی ایسی دلیل پر نہیں ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے اور نہ کوئی قابل اعتبار حجت ہے۔

حافظ کہتے ہیں: کمتر حق مہر کے متعلق جو احادیث ہیں ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے گزشتہ احادیث پر تعلیق لگاتے ہوئے امام ابن القیمؒ نے فرمایا: اسی کو حضرت ام سلیمؓ نے اختیار کیا کہ ابوطلحہؓ کے اسلام سے فائدہ اٹھائیں ان کے اسلام لانے کی صورت میں اپنے نفس کو صرف کر دیا۔ یہ انہیں خاوند کے خرچ کیے ہوئے مال سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ کیونکہ بنیادی طور پر حق مہر عورت کا شرعی حق ہے جس سے وہ فائدہ حاصل کرے اگر وہ دین' خاوند کے اسلام اور قرآن کی قراءت پر راضی

---

[1] محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۱۹۰ حدیث نمبر ۵۱۳۵۔
ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۴۰۔ حدیث نمبر ۷۶۔ ۱۴۲۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے تو یہ جلیل القدر، نافع ترین اور افضل ہے۔ کیونکہ عقد مہر سے خالی تو نہیں ہوتا۔ جو مقدار مہر تین یا دس درہم بطور نص مقرر تھا اس کے حکم کا درجہ صحت مہر میں ایسا کہاں ہے جو ہم نے نص اور قیاس سے ذکر یا ہے اس عورت اور ہبہ کرنے والی عورت جس نے اپنا نفس نبی مکرم ﷺ کے لیے ہبہ کیا تھا میں کوئی برابری نہیں ہے۔ اور وہ مؤمنوں کے علاوہ نبی مکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

عورت نے جو اپنا نفس نبی کریم ﷺ کے لیے ہبہ کیا تھا اس میں نہ تو حق مہر تھا نہ ولی تھا۔ برخلاف اس کے جس میں ہم بات کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس نکاح میں تو حق مہر بھی ہوتا ہے اور ولی بھی۔ اگرچہ وہ مہر مالی نہ بھی ہو کیونکہ اس نے مال کی بجائے اس کو عوض بنالیا چونکہ اس کا فائدہ اسی کو ہے اس نے اپنے خاوند کے لیے محض ہبہ نہیں کیا تھا جیسے وہ کچھ مال ہبہ کر دے۔ اس ہبہ کی گئی کے برخلاف جس کو اللہ نے اپنے پیارے رسولؐ کے ساتھ خاص کر دیا ان احادیث کا یہی تقاضا ہے۔ اس میں ان لوگوں نے اختلاف کیا جنہوں نے کہا کہ حق مہر صرف مال بن سکتا ہے کوئی اور نفع نہیں علم و تعلم بھی حق مہر نہیں بن سکتا جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور ایک روایت امام احمدؒ سے بھی یہی ہے ان کا بھی اختلاف ہے جنہوں نے کہا کہ مہر تین درہم تک ہو سکتا جیسا کہ امام مالک کا قول ہے یا دس درہم سے کم مہر نہیں جیسے امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ اس میں دیگر شاذ مسلک بھی ہیں جن پر نہ کتاب وسنت کی کوئی دلیل ہے نہ اجماع وقیاس کی نہ کسی صحابی کا فرمان ہماری ان مذکورہ احادیث میں جس نے دعویٰ کیا کہ یہ نبیؐ کے ساتھ خاص ہیں اور اب منسوخ ہو چکی ہیں۔ اہل مدینہ کا عمل اس کے برخلاف ہے۔ یہ محض دعویٰ ہے جس پر دلیل نہیں ہے اصل بھی اس کا رد کر رہی ہے۔ اہل مدینہ کے سردار حضرت سعید بن مسیب تابعیؒ نے اپنی بیٹی کی شادی دو درہم کی بنیاد پر کر دی۔ ان پر کسی نے انکار نہ کیا۔ بلکہ اسے ان کے فضائل ومناقب میں شمار کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے پانچ درہم کے بدلے شادی کی نبی مکرم ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ حق مہر کی مقدار کے عوض میں صرف شارع کو حق حاصل ہے رہی کثرت کی بات تو کثیر کی حد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے منبر پر منع کیا کہ چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ باندھا جائے۔ نیچے اترے ایک قریشی عورت نے اعتراض کیا کہتی ہے: کیا آپؓ نے اللہ کا فرمان نہیں سنا کہ:

﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا ﴾ . [النساء : ٢٠]

''اور تم نے اُن میں سے کسی عورت کو ایک خزانہ دیا ہو۔''

انہوں نے فرمایا: اے اللہ معاف فرما: عمرؓ سے تو سارے لوگ ہی زیادہ فقیہ ہیں پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے پھر فرمایا:

''میں نے تم کو چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع کیا تھا۔ اب جو اپنے مال سے جتنا چاہے دے دے''

اسے سعید بن منصور نے اور ابو یعلیٰ نے اچھی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مصعبؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: عورتوں کے حق میں مہر میں چالیس اوقیہ چاندی سے زیادہ نہ کرو۔ جس نے اس سے زیادہ دیا تو وہ اضافی حصہ بیت المال میں ضبط کیا جائے گا۔ ایک عورت نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا حق نہیں ہے۔ فرمایا کیوں؟

اس نے کہا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا ﴾ . [النساء : ٢٠]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت کی رائے درست ہے مرد نے غلطی کی۔ [1]

حق مہر میں بہت زیادتی مکروہ ہے:

بات جو بھی ہے بہر حال اسلام چاہتا ہے کہ مردوں' عورتوں کے لیے جس قدر زیادہ تعداد میں ممکن ہو سکے شادی کے مواقع میسر ہوں۔ تا کہ ہر کوئی پاکیزہ' حلال راستے سے فائدہ حاصل کرے یہ تبھی ہو سکتا ہے جب کہ اس ذریعہ اور طریقہ آسان

[1] یہ روایت بہت معروف ہے لیکن سنداً درست نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ حتیٰ کہ وہ فقراء لوگ بھی اس پر قدرت رکھیں جن کو زیادہ مال خرچ کرنا مشکل ہے۔ خصوصاً ایسے لوگ ہیں بھی بکثرت ۔ پھر اسلام نے بہت بڑے حق مہر کو مکروہ کہا۔ اور بتایا کہ جس شادی میں جتنا مہر کم ہوگا اتنی ہی وہ مبارک ہوگی نیز بتایا کہ تھوڑا مہر عورت کی برکت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''برکت کے لحاظ سے وہ نکاح بڑا ہے جس میں خرچہ کم ہو''۔

اور فرمایا: اچھا اخلاق' آسان نکاح اور ہلکا حق مہر عورت کی برکت میں سے ہے اور گراں مہر' مشکل نکاح اور بداخلاقی عورت کی نحوست سے ہے''۔

لیکن اکثر لوگ ان تعلیمات سے ناآشنا رہے۔ اسے چھوڑ دیا اور جاہلیت کی طرح بہت بھاری حق مہر باندھنے لگے۔ نکاح کو چھوڑ دیا گیا۔ صرف اسی صورت میں جب کہ خاوند اتنی کثیر رقم دے جس سے خاوند تنگ ہو' پریشان ہو' جیسے عورت تو کوئی سامان تجارت ہو جس کی قیمت لگائی جاتی ہے اور اس سے تجارت کی جاتی ہے۔

اس سے بہت سے شکوے پیدا ہوئے لوگوں نے شادی کے مسئلے کو اتنا پیچیدہ کیا کہ جس سے مردوں' عورتوں کو برابر نقصان ہوا۔ اس سے بہت سے شر اور فساد پیدا ہوئے۔ شادی کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا اور حلال تک پہنچنا حرام سے زیادہ مشکل ہو گیا۔

مہر کو جلدی اور بدیر ادا کرنا:

مہر کو جلدی اور دیر سے ادا کرنا جائز ہے۔ یا کچھ حصہ جلدی اور دوسرا دیر سے ادا کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے لوگوں کی عادتیں اور رواج ہوں۔ کچھ حصہ جلدی دینا مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منع کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ دیئے بغیر داخل ہوں۔ انہوں نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''وہ تیری حطمی ذرہ کہاں ہے؟ وہی اسے دے دو''۔ [بروایت ابوداؤد' نسائی' حاکم اور اسے صحیح بھی کہا]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہتی ہیں:

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں عورت کو کچھ دیئے بغیر اس کے خاوند پر داخل کر دوں''۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو کچھ دیئے بغیر اس پر داخل ہونا جائز ہے جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ دلالت کرتی ہے کہ اس سے رکے رہنا مستحب ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: ''وہ مستحب سمجھتے تھے کہ جب تک اسے کچھ نہ دے تب تک اس پر داخل نہ ہو''۔

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہمیں سنت سے یہ طریقہ پہنچا ہے کہ مرد عورت کے پاس نہ جائے حتیٰ کہ اسے پہلے کچھ خرچ یا لباس دے دے اسی پر مسلمانوں کا عمل ہے''۔ خاوند کو حق ہے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور عورت پر لازم ہے کہ اپنا نفس اس کے سپرد کر دے۔ وہ اس پر انکار نہیں کر سکتی گو کہ جو مہر اسے جلدی دینے کی شرط لگائی ہے وہ نہ بھی دیا ہو۔ اگر چہ اس کے لیے اس کا فیصلہ ہوگا۔

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس نے شادی کی اور مہر مقرر کیا یا نہ کیا تو عورت چاہے یا نہ چاہے اسے داخل ہونے کا حق ہے اور مرد چاہے یا نہ چاہے عورت کے حق میں مقرر حق مہر کا فیصلہ ہوگا البتہ اس کی وجہ سے اس کے پاس جانے سے روکا نہ جائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ جلدی دخول کا فیصلہ ہوگا جس قدر مرد کے پاس گنجائش ہے اس کے حساب سے عورت کے حق مہر میں عورت کے لیے فیصلہ ہوگا۔ پھر اگر کچھ مہر مقرر نہ کیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔ ہاں اگر اس سے کم یا زیادہ پر باہم رضا مندی ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: عورت چاہے یا نہ چاہے مرد کو داخل ہونے کا حق ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب مہر دیر سے ادا کیا جائے۔ کیونکہ وہی تو دیر پر راضی ہوئی تھی۔ یہ اس کے حق کو ساقط نہیں کر دے گا۔ اگر اس کے مہر میں سے کچھ یا سب کا جلدی وعدہ کیا تو جو جلدی دینے کی شرط لگائی تھی اس کی ادائیگی تک اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے عورت پر داخل ہونا جائز نہ ہے اور عورت کو بھی حق حاصل ہے کہ جس چیز کی جلدی ادائیگی پر ان کا اتفاق ہوا تھا اس کے ادا کرنے تک اپنے آپ کو روکے رکھے۔

ابن المنذر رکہتے ہیں: جن علماء سے ہم علم محفوظ کرتے ہیں ان کا اجماع ہے کہ مہر دینے تک عورت اپنے نفس کو خاوند کے داخل ہونے سے روک سکتی ہے۔ المحلی والے نے اس رائے پر اعتراض کیا ہے فرماتے ہیں: ''مسلمانوں میں سے کسی میں بھی اختلاف نہ ہے کہ جب خاوند اس سے نکاح کرلے تو وہ اس وقت سے اس کی بیوی ہے۔ وہ عورت کے لیے حلال ہے اور عورت مرد کے لیے حلال ہے جس نے اسے حق مہر وغیرہ کی ادائیگی تک اسے روکا تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نص کے بغیر آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان حائل ہوا۔''

لیکن حق وہی ہے جو ہم نے کہا: نہ مرد کو اس کی عورت پر حق سے روکا جائے گا نہ عورت کو اس کے مہر والے حق سے روکا جائے گا۔ لیکن عورت چاہے یا نہ چاہے مرد کو اس پر داخل ہونے کا حق ہے اور مرد چاہے یا نہ چاہے اس کے پاس جس قدر مال ہے اس کے حساب سے اس سے حق وصول کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ سے اس قائل کے قول کی صحت صحیح طرح مروی ہے جس نے کہا:

''ہر حق والے کو اس کا حق دے دو''۔

مقرر مہر پورا پورا کب واجب ہوتا ہے؟

جب درج ذیل حالات میں سے کوئی حالت ہو تو مقرر مہر مکمل واجب ہے:

① جب حقیقی دخول حاصل ہوا ہو کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾. [سورة النساء: ۲۰، ۲۱]

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ بیوی بدلنا چاہو اور تم نے ان میں سے کسی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک خزانہ دیا ہو تو تم اس سے کچھ نہ لو کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان اور واضح گناہ۔ اور تم اس کو کیسے لیتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کی طرف الگ ہوئے اور انہوں نے تم سے پختہ وعدہ پکڑا تھا۔"

② جب زوجین میں سے کوئی ایک دخول سے پہلے فوت ہو جائے اس پر اجماع ہے۔

③ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ جب اس کے ساتھ خلوت صحیحہ کر لی تو مقرر مہر واجب ہو گیا یہ اس طرح ہو گا کہ خاوند اور بیوی کسی ایسی جگہ خلوت میں ہوں جہاں ان پر کسی اور کے مطلع ہونے سے امن ہو۔ اور دونوں میں سے کسی کو بھی کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو جیسے دونوں میں سے کسی کا فرضی روزہ ہو۔ یا عورت حائضہ ہو یا کوئی حسی رکاوٹ بھی نہ ہو مثلاً دونوں میں سے کوئی ایسی مرض میں مبتلا نہ ہو جو دخول حقیقی سے مانع ہو۔ یا کوئی رواجی رکاوٹ ہو اس طرح کہ ان کے پاس کوئی تیسرا بھی ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے زائدہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہتے ہیں:

"ہدایت یافتہ خلفائے راشدین نے فیصلہ کیا ہے کہ جب دروازہ بند کر دیا اور پردہ لٹکا دیا تو حق مہر واجب ہو گیا"۔

جناب وکیع حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا:

"اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے جب پردہ لٹکا دیا اور دروازہ بند کر دیا تو حق مہر واجب ہو گیا۔ کیونکہ جس طرح سپرد کرنے کا حق تھا اسی طرح وہ عورت کی طرف سے پایا گیا تو پھر بدل برقرار ہو گا"۔

اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سارا مہر صرف وطی پر برقرار ہو گا خلوۃ صحیحۃ سے صرف آدھا مہر واجب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ [سورة البقرة : ٢٣٧]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر تم ان کو چھونے سے پہلے طلاق دے دو اور ان کے لیے حق مہر تم نے مقرر کیا ہے تو جو تم نے ان کے لیے فرض کیا ہے اس سے آدھا ادا کر دو''۔

مسیس جو دخول حقیقی ہے اگر طلاق اس سے پہلے واقع ہوئی ہے تو مقرر مہر سے آدھا مہر واجب ہوگا۔ جس حالت میں خلوت میں مسیس واقع نہ ہوا اس سے پورا مہر واجب نہیں آتا۔

قاضی شریح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے نہیں سنا کہ اللہ کریم نے اپنی کتاب میں کسی دروازے یا پردے کا ذکر کیا ہو۔ لہٰذا اگر وہ کہے کہ اس نے اسے نہیں چھوا تو نصف مہر ہے''۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے: وہ ایسے آدمی کے متعلق جس کے پاس اس کی عورت داخل ہوئی پھر وہ اسے طلاق دے دے۔ فرماتے تھے جب وہ کہتا ہے کہ اس نے عورت کو ہاتھ نہیں لگایا: اس پر آدھا حق مہر ہے۔

حضرت عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے:

''جماع تک پورا مہر واجب نہ ہوگا''۔

زواج فاسد میں دخول سے مقرر مہر واجب ہے:

جب آدمی کسی عورت سے شادی کرے اس کے ساتھ داخل بھی ہو پھر اسباب میں سے کسی بھی سبب سے شادی کی خرابی سامنے آئی تو سارا مہر واجب ہوگا۔ جیسا کہ ابوداؤدؒ نے اسے بیان کیا کہ ''بصرہ بن اکثمؓ نے ایک کنواری لڑکی سے اس کے محلے میں شادی کی۔ پھر اس پر داخل ہوا وہ زنا سے حاملہ تھی اس نے اس بات کا تذکرہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تو نے اس کی شرمگاہ کو حلال کیا اس کے عوض میں حق مہر اسے ملے گا۔ اور ان کو الگ الگ کر دیا''۔ اس حدیث میں یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے کہ نکاح فاسد سے بھی مہر واجب ہے۔ جبکہ اس کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب آدمی کسی عورت سے شادی کرے جو کہ زنا سے حاملہ ہے تو اس کا نکاح فاسد و باطل ہوگا۔

مہر ذکر کیے بغیر شادی:

مہر ذکر کیے بغیر شادی ہو سکتی ہے اسے زواج تفویض کہا جاتا ہے۔ عام علماء کے قول میں یہ صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ﴾ [سورة البقرة: ٢٣٦]

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کو ان کو چھوئے بغیر طلاق دے دو یا ان کے حق مہر کو بھی مقرر نہ کیا ہو''۔

آیت کا معنی یہ ہے کہ چھونے اور مہر مقرر کرنے سے طلاق دینے میں کچھ حرج نہیں اور طلاق تو نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے۔ جب اس نے بغیر مہر ذکر کیے شادی کر لی اور شرط لگائی کہ عورت کو کوئی مہر نہ دے گا۔ اس متعلق قول یہ ہے کہ شادی صحیح نہ ہے۔ یہ مالکیہ اور ابن حزم کا مذہب ہے کہتے ہیں: اگر شرط لگالے کہ کوئی حق مہر نہیں ہے تو شادی رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں فسخ ہے فرمایا:

''ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے''۔ ❶

اور یہ شرط بھی کتاب اللہ میں نہیں ہے لہٰذا یہ بھی باطل ہے بلکہ اللہ عزوجل کی کتاب کو اس کے الٹ کر رہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾. [سورة النساء:٤]

''کہ ان کو ان کے حق مہر خوشی سے دے دو''۔ ❷

تب تو وہ نکاح باطل ہوگا اس مذکور نکاح کی صحت بھی ایسی تصحیح کی بنیاد پر ہے جو

❶ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۴ ص ۳۷۶ حدیث نمبر ۲۱۶۸۔ ❷ دیکھیے تفسیر القرطبی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بذات خود صحیح نہ ہے۔ اس نکاح کی کوئی صحت نہیں جب کہ احناف اس کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ شادی کے معاملے میں مہر نہ تو رکن ہے نہ شرط ہے۔

دخول سے یا اس سے قبل موت سے مہر مثل لازم ہے:

جب آدمی عورت کے ساتھ داخل ہو یا اس حالت سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو عورت کو مہر مثل اور میراث ملے گی جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: انہوں نے اسی طرح کہ مسئلہ میں فرمایا: میں اس متعلق اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور اگر درست ہوا تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلطی ہو گئی تو وہ میری کوتاہی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس عورت کو ان عورتوں جتنا مہر ملے گا نہ کم نہ زیادہ۔ ❶ اس پر عدت بھی لازم ہے اور میراث بھی ملے گی۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوئے بغیر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ؐ نے اس میں وہی فیصلہ کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے متعلق کیا: ❷ ''یہی امام ابوحنیفہؒ، احمدؒ اور داؤدؒ کا مذہب ہے اور امام شافعیؒ سے بھی یہی صحیح مروی ہے۔

مہر مثل:

وہ مہر مثل ہی ہے جس کی عورت مستحق ہے۔ اس کا مہر اسی طرح ہو گا جو اس جیسی عورتوں کا ہوتا ہے۔ وہ برابری خواہ عمر میں ہو، خوبصورتی، مال، عقل، دین، کنواری اور ثیبہ ہونے میں ہو یا شہر میں برابری ہو۔ اس میں سے ہر ایک کے اختلاف کی وجہ سے مہر مختلف ہوتا ہے جیسا کہ بچے ہیں یا نہیں ہیں کہ عام طور پر ان صفات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ مہر کی مقدار بھی مختلف ہو گی۔ اور مماثلت اس عورت کے عصبہ کی طرف سے بھی معتبر ہے جیسے اس کی بہن، پھوپھی، چچاؤں کی بیٹیاں ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں

---

❶ مروی الفاظ میں وکس کا مطلب کم ہونا اور شطط کا مطلب زیادہ ہے۔

❷ احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۷۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ مماثلت عورت کی قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ذوی الارحام میں بھی معتبر ہے۔ اگر باپ کی طرف سے کوئی ایسی عورت نہیں ہے جو ان صفات سے متصف ہو جن سے وہ عورت موصوف ہو جس کے مہر کی مقدار کا اندازہ لگانا مقصود ہے تو پھر کسی ایسی اجنبی عورت کا اعتبار ہوگا کہ جس کے باپ کا خاندان اس عورت کے باپ کے خاندان کے ہم پلہ ہو۔

مہر مثل سے کم پر چھوٹی لڑکی کی شادی:

امام شافعیؒ، ابوداودؒ، ابن حزمؒ اور احناف میں سے صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ باپ کے لیے جائز نہ ہے کہ اپنی چھوٹی لڑکی کی شادی مہر مثل سے کم پر کرے۔ اس متعلق اس کے باپ کا حکم لازم نہ آئے گا اور لامحالہ اس کا مہر مہر مثل تک پہنچایا جائے گا۔ کیونکہ مہر تو لڑکی کا حق ہے اس کے مال میں اس کے باپ کا کوئی اختیار نہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں جب باپ اپنی چھوٹی لڑکی کی شادی کرے اور اس کے مہر سے کم کر دے تو باپ کے لیے یہ جائز ہے لیکن باپ اور دادا کے علاوہ یہ کسی اور کے لیے جائز نہ ہے۔

آدھا حق مہر:

www.KitaboSunnat.com

جب آدمی نے حق مہر مقرر کیا پھر دخول سے پہلے اس عورت کو طلاق دے دی تو آدھا مہر لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ . [سورة البقره: ۲۳۱]

"جب تم عورتوں کو چھونے سے پہلے طلاق دے دو جب کہ تم نے ان کا مہر مقرر کر دیا ہے تو آدھا مقرر مہر تم دو دے گے الا یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اگر تم معاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور آپس میں فضل کو نہ بھولو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے‘‘۔

فائدے کا وجوب:

جب خاوند اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دے دے جب کہ اس کے لیے حق مہر مقرر نہ کیا ہو تو اس پر کچھ مالی فائدہ دینا واجب ہے تا کہ اس سے جو چھوٹ گیا ہے اس کا عوض بن جائے۔ یہ تسریح جمیل اور تسریح بالاحسان کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَإِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖ ﴾ . [سورة البقرة:٢٢٩]

’’کہ اچھے طریقے سے رکھے یا احسان سے رخصت کردے‘‘۔

اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا نہ اس کے ساتھ داخل ہوا گیا تو اس کے لیے مالی فائدے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور یہ فائدہ بھی مرد کی مالداری کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ اس کی کوئی حد معین نہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ إِن طَلَّقۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ مَا لَمۡ تَمَسُّوهُنَّ أَوۡ تَفۡرِضُواْ لَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى ٱلۡمُوسِعِ قَدَرُهُۥ وَعَلَى ٱلۡمُقۡتِرِ قَدَرُهُۥ مَتَٰعَۢا بِٱلۡمَعۡرُوفِۖ حَقًّا عَلَى ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴾ . [سورة البقرة: ٢٣٦]

’’تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ ان کو چھوا نہ ہو یا ان کے لیے حق مہر مقرر نہ کیا ہو تو ان کو فائدہ دو۔ وسیع رزق والے پر اس کا اندازہ ہے اور تنگ رزق والے پر اس کا اندازہ ہے۔ معروف طریقے سے فائدہ دینا مومنین پر حق ہے۔

مہر ساقط ہونا:

ہر علیحدگی جو قبل الدخول عورت کی طرف سے ہو اس میں خاوند پر بیوی کے لیے کچھ واجب نہ ہے مرد سے سارا مہر ساقط ہو جائے گا۔ جیسا کہ عورت مرتد ہو جائے یا مرد کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنگی یا عیب کی وجہ سے نکاح فسخ کر دے یا مرد عورت کو اس کے عیب یا خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح فسخ کر دے۔ اور فائدہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے لینے سے پہلے ہی عوض کو تلف کر دیا۔ پھر سارا بدل بھی ساقط ہوگا جیسے بیچنے والا لینے سے پہلے ہی بیچی ہوئی چیز کو ضائع کر دے۔ اسی طرح تب بھی مہر ساقط ہو جائے گا جب کہ وہ اپنے ساتھ داخل ہونے سے پہلے اسے بری کر دے یا اسے ہبہ کر دے۔ اس حال میں وہ عورت کے ساقط کرنے کی وجہ سے ساقط ہوگا کہ وہ خاص اسی کا حق ہے۔

نکاح/عقد کے بعد حق مہر پر زیادتی کرنا:

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں: بیوی کے ساتھ داخل ہونے کے بعد یا فوت ہونے کی صورت میں عقد کے بعد حق مہر پر زیادہ کرنا ثابت ہے۔ اگر طلاق داخل ہونے سے پہلے دی تو اسے صرف مقرر مہر کا نصف [1] ملے گا۔ امام مالکؒ کہتے ہیں: اگر اس کے ساتھ داخل ہوا تو زیادتی ثابت ہے اور اگر داخل ہونے سے پہلے طلاق دے دی تو مقرر شدہ نصف مہر کے ساتھ زیادہ کا نصف بھی دینا ہوگا۔ اگر داخل ہونے سے پہلے فوت ہو گیا اور ابھی قبضہ بھی نہیں ہوا تو زیادتی باطل ہوگی۔ جبکہ عقد کی وجہ سے مقرر مہر ملے گا۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں یہ ایک نیا ہبہ ہے۔ اگر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اگر نہیں تو باطل ہو گیا۔ امام احمدؒ کہتے ہیں: اضافے کا بھی اصل والا حکم ہے۔

پوشیدہ اور ظاہری کا حق مہر:

جب دونوں عقد کرنے والے پوشیدہ میں مہر پر اتفاق کر لیں پھر ظاہر میں وہ اس سے زیادہ معاملہ کر لیں پھر اختلاف کریں اور معاملہ فیصلے تک لے جائیں تو قاضی کس بنیاد پر فیصلہ دے گا؟ امام ابو یوسفؒ نے کہا: وہ اس پوشیدہ مہر کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا جس پر وہ دونوں متفق ہوئے تھے۔ کیونکہ وہی حقیقی ارادے کی طرح ہے جو

---

[1] اس پر عمل جاری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں عقد کرنے والوں کا مقصد تھا۔ ایک قول ہے کہ ظاہری مہر کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔ کیونکہ عقد میں تو وہی مذکور ہے اور جو پوشیدہ میں ہے اس کا علم اللہ کے سپرد ہے کیونکہ حکم ظاہر کے پیچھے ہی لگتا ہے۔

یہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا مذہب ہے جبکہ اثرم کی روایت میں ہے کہ امام احمدؒ کا ظاہر قول یہی ہے شعبی' ابن ابی لیلیٰ اور ابوعبید کا بھی یہی قول ہے۔

مہر کا قبضہ:

اگر بیوی چھوٹی ہو تو اس کا باپ اس کا مہر لے گا کیونکہ وہ اس کے مال کا والی ہے اس کو وہ لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کی بیچی ہوئی چیز کی قیمت ہے۔

اگر اس کا باپ اور دادا نہ ہو تو اس کے مالی ولی کو اس کا مہر لینے کا حق ہے وہ اسے حسابی [1] عدالتوں میں بطور امانت رکھ دے گا۔ وہ اس خاص عدالت کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف نہیں کرے گا۔ رہی بڑی ثیبہ کا حق مہر تو جب وہ سمجھدار ہو اس کے حق مہر پر وہ قبضہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے جب باپ اُس کی موجودگی میں قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت سمجھی جائے گی۔ خاوند کا ذمہ ختم ہو جائے گا کیونکہ اپنے مہر میں قبضے کی اجازت دینا ایسے ہے جیسے اس کی بیچی ہوئی چیز کی قیمت ہے۔

سمجھ دار کنواری لڑکی کا حق مہر اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر لے لے تو جائز نہیں ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ لڑکی سمجھ دار ہے ثیب کی طرح۔ ایک قول ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر بھی مہر لے سکتا ہے کیونکہ رواج میں بھی یہ ہے اور یہ کنواری چھوٹی کے مشابہ ہے۔

جہیز

جہیز وہ گھریلو سامان ہے جس کو عورت اور اس کے گھر والے تیار کرتے ہیں

[1] یعنی جو عدالت یا اتھارٹی پبلک اکاؤنٹس کی مجاز ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تا کہ وہ گھر میں اس کے ساتھ رہے جب کہ خاوند اس کے ساتھ داخل ہو۔ رواج اسی پر جاری ہے جہیز کی تیاری اور گھریلو سامان کی تیاری کی ذمہ داری بیوی اور اس کے گھر والے ادا کرتے ہیں۔ شادی کی مناسبت سے بیوی کی خوشی داخل کرنے کے طریقوں میں سے ایک یہ بھی طریقہ ہے۔ نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک چادر، مشک اور ایک تکیہ جس میں اذخر بھرا تھا جہیز تیار کیا تھا۔ (1)

یہ بس ایک رواج ہے جس پر لوگوں کی عادت جاری ہے۔ شرعی طور پر گھریلو تیاری اور جن سامانوں کی ضرورت ہو مثلاً بستر، آلات سامان وغیرہ تو اس کا ذمہ دار خاوند ہوگا بیوی پر ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری نہ ہے۔ اس کا مہر جیسا بھی ہو گو مہر میں سامان کی وجہ سے اضافہ ہوا ہو۔ کیونکہ عورت حق مہر کی مستحق تو اس بدلے میں ہوتی ہے جو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ زوجیت کے گھر کے لیے سامان تیار کرنے کی وجہ سے نہیں۔ مہر خالص اسی کا حق ہے نہ خاوند کا ہے نہ اس کے باپ کا اور نہ کسی اور کو اس پر حق ہے۔

مالکیہ کی رائے ہے کہ مہر خالص بیوی کا حق نہیں ہے۔ اس وجہ سے جائز نہ ہے کہ اس میں سے اپنے نفس پر کچھ خرچ کرے۔ نہ اس سے وہ قرض ادا کرے گی جو اس پر لازم ہے۔ لیکن اگر ضرورت مند ہو تو اس سے خرچ کر سکتی ہے۔ اور اس سے تھوڑی سی چیز لے سکتی ہے وہ اس سے تھوڑا قرضہ جیسے ایک درہم ہو وہ بھی ادا کر سکتی ہے لیکن اس صورت میں جب کہ حق مہر اس سے زیادہ ہو جو ہم نے ذکر کیا اس

---

(1) اس روایت کی حقیقت اور لفظ جھز سے جہیز پر استدلال محل نظر ہے۔ گزشتہ دنوں ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں اس حوالے سے بعض مضامین شائع ہوئے جن میں محترم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کا مضمون ''جہیز قطعاً سنت نہیں'' کے عنوان سے ۱۸ جون ۲۰۰۴ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ جس کے نتیجے ''لفظ جھز سے استدلال کی اصل حقیقت'' کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے یہاں اس موضوع کو سمجھنے کے لیے اس مضمون کا مطالعہ بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اس پر کچھ فرض نہ ہے۔ کیونکہ وہ اپنے خاوند کے لیے معروف طریقے سے جہیز تیار کر سکتی ہے یعنی جس قدر اس جیسی عورت کی طرف سے اس جیسے مرد کے لیے عموماً بنایا جاتا ہے۔

اگر قبل دخول حاضر ہو اور وہ اس پر قبضہ کر چکی ہو تو وہ اس سے جہیز بنا سکتی یا بعد میں قبضہ کر کے اس سے بنا سکتی ہے۔ جبکہ وہ مدت دخول سے پہلے آ جائے۔ اگر خاوند کے داخل ہونے تک وہ مؤخر ہو جائے تو عورت پر لازم نہیں کہ جو بعد میں قبضہ کرے اس میں سے جہیز تیار کرے۔ ہاں اس وقت لازم ہوگا جب کہ اس کی شرط لگا لی گئی ہو یا رواج میں ایسے جاری ہو۔ قانون احوال شخصیہ کا نظام بنانے والوں نے اس پہلو میں امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔ قانون نمبر ۶۶ میں آیا ہے کہ ''جس قدر مناسب ہو اور جو مہر دخول سے پہلے جلدی لے لے اس میں سے وہ اپنے نفس کے لیے جہیز لازم کرے گا۔ جب کہ کسی اور چیز پر اتفاق نہ ہو۔ اگر مرد کچھ مہر جلدی نہ دے تو عورت پر جہیز لازم نہ ہے۔ ہاں اگر اتفاق اور رواج کا تقاضا ہو تو پھر بنائے گی۔ جب عورت اپنے مال سے اپنے لیے جہیز خریدے یا اس کا باپ اس کے لیے خریدے وہ خالص اس عورت کا حق ہوگا۔ خاوند وغیرہ میں سے کسی کو اس میں حق نہ ہے۔ اسے حق ہے کہ خاوند اور اس کے مہمانوں کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت دے۔ جیسا کہ اس کو یہ بھی حق ہے کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے سے روک سکتی ہے۔ اگر وہ روک دے تو اس پر کچھ زبردستی نہ ہوگی۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: خاوند کو جائز ہے کہ رواج کے مطابق وہ اپنی بیوی کے جہیز سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرچہ

یہاں خرچ سے ہر اس چیز کا پورا ہونا مراد ہے جس کی بیوی کو ضرورت ہوتی ہے۔ کھانا' گھر' دوا اور یہ تب بھی دینا ہو گا کہ جب بیوی مالدار ہو یہ کتاب وسنت اور اجماع کی رُو سے واجب ہے۔

کتاب اللہ سے:

① اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے واجب ہے:

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ . [سورة البقرة : ٢٣٣]

''اور اس کے باپ پر معروف طریقے سے ان کا رزق اور لباس فرض ہے کسی نفس کو اس کی طاقت کے موافق ہی مکلف کیا جاتا ہے''

مولودلہ سے باپ مراد ہے اور اس حکم میں رزق سے مراد کافی کھانا ہے اور کسوۃ سے لباس مراد ہے اور معروف وہ ہے جو شرع کے عرف میں متعارف ہو اس میں کمی بیشی نہ ہو۔

② اللہ کا یہ فرمان:

﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ . [سورة الطلاق : ٦]

''تم ان کو رہائش دو جہاں تم رہتے ہو اپنی گنجائش سے اور ان کو ضرر نہ دو تا کہ تم ان پر تنگی ڈالو اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو ان پر خرچ کرو حتی کہ وہ وضع حمل کریں۔''

③ اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے بھی:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰهَا ﴾ . [سورة الطلاق : ۷]

''وسعت والے کو چاہیے کہ اپنی وسعت سے خرچ کرے۔ اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے اس کو دیا ہے اس سے خرچ کرے۔ اللہ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر جس قدر اسے دیا''۔

سنت سے:

اس کا وجوب اس طرح ہے

④ مسلم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا:

''عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کے کلمے سے لیا ہے۔ اور اللہ کے کلمے سے ان کی عصمتوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جنہیں تم ناپسند کرتے ہو وہ انہیں تمہارا بستر نہ روندنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو واضح نہ ہو اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم ان کو معروف طریقے سے کھانا اور لباس دو''۔ ❶

⑤ بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ: ہند بنت عتبہ آئی اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے۔ مجھے اور میرے بچوں کو کچھ نہیں دیتا بس وہ جو میں اس کی لاعلمی میں لے لیتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

''جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کافی ہو مناسب طریقے سے لے لو''۔ ❷

⑥ حضرت معاویہؓ قشیری سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! ہم میں سے کسی ایک کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو تم کھاؤ وہ اس کو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو وہ اسے بھی پہناؤ اس کے چہرے پر نہ مارو۔ اسے بدصورت نہ کہو اور صرف گھر کی حد تک اُسے چھوڑ دو''۔ ❸

---

❶ مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۸۶ حدیث نمبر ۱۴۷۔ ۱۲۱۸

❷ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۵۰۷ حدیث نمبر ۵۳۶۴۔
و مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۳۸ حدیث نمبر ۷۔ ۱۷۱۴

❸ احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۴ ص ۴۴۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجماع سے:

ابن قدامہ نے کہا: اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب خاوند، بیوی بالغ ہوں تو خاوندوں پر نافرمان بیوی کے علاوہ سب بیویوں کا خرچ واجب ہے اسے ابن المنذر وغیرہ نے ذکر کیا۔ کہتے ہیں اس میں عبرت کی قسم ہے وہ یہ کہ عورت خاوند کے پاس قیدی ہے جو اسے کمائی اور اختیار سے مانع ہے پھر ضروری ہے کہ وہی اس پر خرچ کرے۔

خرچہ واجب ہونے کی وجہ:

شریعت نے بیوی کا خرچ خاوند پر لازم کیا ہے۔ کیونکہ صحیح شادی کی وجہ سے وہ خاوند کے پاس بند ہو جاتی ہے۔ اس کے حق میں قیدی ہوتی ہے۔ وہ اس سے ہمیشہ فائدہ لیتا ہے۔ عورت پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کرے۔ اس کے گھر میں ٹھہری رہے۔ اس کے گھر کو آراستہ کرے اس کے بچوں کو گود لے ان کی تربیت کرے۔ اسی طرح مرد پر لازم ہے کہ اس کی کفایت کی ذمہ داری ادا کرے۔ اس پر خرچ کرے اور یہ حقوق تب تک ہیں جب تک نافرمانی نہ ہو اور زوجیت کی زندگی قائم رہے۔ یا کوئی اور رکاوٹ نہ ہو اور یہ اس عمومی قاعدے پر عمل کرنے کے لیے ہے:

"ہر وہ شخص جو کسی اور کے فائدے اور حق کے لیے روکا گیا ہو تو اس کا خرچ اسی پر واجب ہے جس کی وجہ سے وہ روکا گیا ہے"۔

خرچ کے حق دار بننے کی شرائط:

نفقہ کا حق دار بننے کے لیے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

① عقد زواج صحیح ہو۔

② عورت اپنا نفس خاوند کے سپرد کر دے۔

③ اسے فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ جہاں خاوند جانا چاہتا ہے جانے سے انکار نہ کرے۔ ❶

⑤ وہ دونوں فائدہ حاصل کرنے والوں میں سے ہوں۔

اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط پوری نہ ہو تو خرچ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جب نکاح ہی صحیح نہ ہوگا بلکہ فاسد ہوگا۔ اس صورت میں تو فساد کو ختم کرنے کے لیے جدائی واجب ہوگی۔

اگر عورت اپنے نفس کو خاوند کے سپرد نہ کرے یا اسے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دے یا جس طرف خاوند جانا چاہتا ہے وہ ادھر جانے سے انکار کردے ان حالات میں نفقہ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ قید ہونا ثابت ہی نہیں ہوا جو اس کا سبب ہے۔ جیسا کہ سودا بیچنے والا اگر دینے سے انکار کردے یا اس کی جگہ کے علاوہ اور جگہ پر دے دے تو چیز کی قیمت لازم نہ آئے گی۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور وہ دو برس بعد آپؐ پر داخل ہوئیں۔ آپؐ نے ان پر تب ہی خرچ کیا جب کہ وہ ان کے پاس آئیں۔ گزشتہ زمانہ کا خرچ آپؐ پر لازم نہ آیا۔ جب عورت نے اپنا نفس خاوند کے سپرد کردیا لیکن ابھی اتنی چھوٹی ہے کہ اس جیسی سے جماع نہیں کیا جاتا۔ مالکیہ اور شافعیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نفقہ واجب نہ ہوگا کیونکہ فائدہ حاصل کرنے کا مکمل اختیار نہ پایا گیا پھر وہ خرچ کے عوض کی مستحق نہ ہوگی۔ وہ کہتے ہیں اگر عورت بڑی ہو لیکن خاوند چھوٹا ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ واجب ہے کیونکہ عورت کی طرف سے تو امکان موجود ہے۔ پورے طور پر فائدہ لینا تو مرد کی طرف سے مشکل ہوا ہے اسی طرح اگر عورت مرد کی طرف سونپ دی جائے وہ بوڑھا ہو اور اس سے بھاگ جائے تو نفقہ واجب ہے۔

حنفیوں کے نزدیک فتویٰ یہ ہے کہ جب خاوند چھوٹی لڑکی کو گھر رکھنا چاہے اور مانوسیت کے لیے اسے اپنے پاس رکھے پھر بھی نفقہ واجب ہے کیونکہ وہ خود اس

---

❶ ماسوائے اس کے کہ اگر خاوند سفر کے ذریعہ سے عورت کو تکلیف دینا چاہتا ہو یا عورت کو اپنی جان یا مال کی حفاظت پر خدشہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کم احتباس پر راضی ہوا ہے۔ اگر اسے گھر میں نہ رکھے تو نفقہ واجب نہ ہے۔ اگر عورت ایسی بیماری میں ہو جس میں خاوند کو اس سے مباشرت میں کوئی رکاوٹ ہے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کردے تو اس کے لیے نفقہ فرض ہوگا لیکن یہ زوجیت کی زندگی کے حسن اور اس معروف طریقے کے مطابق نہیں ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ کیونکہ مرض اس چیز کو چھوڑنے والا ہے جس نے اس کے لیے نفقہ فرض کرنا تھا۔ ایسے ہی رتقاء[1] نحیفہ[2] اور کسی ایسے عیب والی جس سے خاوند کو مباشرت میں رکاوٹ ہو اسی میں داخل ہے اسی طرح اگر خاوند عنین، مجبوب[3]، خصی ہو یا ایسے مرض میں مبتلا ہو جو عورتوں سے مباشرت میں مانع ہو یا اسے قرض یا کسی جرم میں روکا گیا ہو جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ فائدہ حاصل کرنے کا موقع عورت کی طرف سے تو پایا گیا ہے مشکل مرد کی طرف سے ہے۔ یہ ایک ایسا سبب ہے جسے کوتاہی کی طرف منسوب نہیں کرسکتے۔ وہ خود ہی ہٹا جس نے اپنے آپ کا حق چھوڑ دیا ہے۔ جب عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اور شرعی عذر کے بغیر زوجیت کے گھر سے کسی دوسرے گھر میں منتقل ہو تو نفقہ واجب نہیں یا بغیر اجازت سفر کرے یا بغیر اجازت حج کا احرام باندھ لے۔[4]

اگر اس کی اجازت سے سفر کیا۔ اس کی اجازت سے احرام باندھا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کی اطاعت اور قبضے سے نہیں نکلی ہے۔ اسی طرح اگر وہ عورت جس گھر میں وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اپنے پاس داخل ہونے سے روک دے تو بھی اس کے لیے نفقہ واجب نہ ہے۔ نہ اس نے مرد سے کسی اور گھر میں منتقل ہونے کا مطالبہ کیا کہ اس نے انکار کیا ہو۔ اگر اس نے اس سے منتقل ہونے کا مطالبہ کیا پھر اس نے انکار کردیا پھر وہ اسے داخل ہونے سے روکے تو پھر خرچہ ساقط نہیں ہوگا۔ اسی

---

1. اس کا مفہوم پیچھے گزر چکا 2. کمزور
3. ان الفاظ کے معانی بھی پیچھے گزر چکے ہیں۔
4. ان سب صورتوں میں خرچہ واجب نہ رہے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اگر عورت کسی جرم یا قرض میں قید کی گئی ہے یا اسے ظلماً روکا گیا ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا لیکن اگر مرد نے خود ہی اسے اپنے قرضہ کی سزا میں بند کیا ہے کیونکہ وہی ہے جس نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی غاصب اسے غصب کرے اور اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان حائل ہو جائے تو غصب کی مدت میں وہ نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک کمانے والی عورت ہے وہ کمائی کے لیے گھر سے نکلتی ہے۔ اور اس کے منع کرنے کے باوجود رکتی نہ ہے تو وہ بھی خرچے کی مستحق نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ نفلی روزے یا اعتکاف کی وجہ سے اپنے نفس کو روکے رکھے اس کا نفقہ بھی واجب نہ ہوگا۔ ان تمام صورتوں میں عورت خرچ کی مستحق نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے کسی شرعی وجہ کے بغیر خاوند کے حق استمتاع کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر وہ اس کے حق کو شرعی وجہ سے فوت کرتی ہے تو اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر گھر غیر شرعی ہونے کی وجہ سے یا خاوند کے اپنے نفس اور مال پر امین نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت سے نکلی ہے تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

عورت مسلمان ہوگئی جب کہ مرد مسلمان نہ ہوا:

جب خاوند اور بیوی دونوں کافر ہوں دخول کے بعد وہ مسلمان ہوگئی لیکن خاوند مسلمان نہ ہوا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ استمتاع کا حق مرد کی طرف سے مشکل ہوا ہے۔ وہ اس کے ازالے پر قادر ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ یہ ایسے ہے جیسے مسلمان اپنی بیوی سے غائب ہو۔

خاوند کا مرتد ہونا نفقہ سے مانع نہ ہے:

اگر خاوند شادی کے بعد مرتد ہو گیا تو عورت کا خرچہ ساقط نہ ہوگا کیونکہ وطی سے رکاوٹ مرد کی طرف سے ہے۔ اور وہ اسلام کی طرف لوٹ کر اس کے ازالے پر قادر ہے۔ برخلاف بیوی کے ارتداد کے کہ اس طرح اس کا نفقہ ساقط ہوگا۔ کیونکہ اس نے اپنی طرف سے گناہ کر کے فائدہ کو روکا۔ وہ نافرمان کی طرح ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفقہ کے مستحق ہونے کے سبب میں ظاہریہ کا مسلک:

نفقہ کے وجوب کے سبب میں ظاہریہ کے ہاں دیگر رائے ہے۔ وہ بذات خود زوجیت ہے۔ جب زوجیت موجود ہوگی۔ نفقہ واجب ہوگا۔ ان کے اسی مذہب کی بنیاد پر وہ چھوٹی لڑکی اور نافرمان کے لیے نفقہ ثابت کرتے ہیں۔ وہ ان شرائط کو نہیں دیکھتے جو دیگر فقہاء نے لگائی ہیں۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں آدمی جب نکاح کرے گا تب سے بیوی پر خرچہ کرے گا اس کو رخصی کی دعوت دی گئی یا نہ دی گئی ہو گو وہ لڑکی بچپن پنگھوڑے میں ہو نافرمان ہو یا نہ ہو۔ غنی ہو یا فقیر ہو باپ والی ہو یا یتیم ہو۔ کنواری ہو یا شادی شدہ' آزاد ہو یا غلام ہو۔ اور یہ مرد کے حال کے بقدر ہوگا کہتے ہیں: ابوسلیمان ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا قول ہے۔ صغیرہ کا نفقہ واجب ہوگا جب سے اس سے عقد کرے گا۔ حضرت حکم بن عتیبہ نے ایک عورت کے متعلق فتویٰ دیا جو غصے سے خاوند کے گھر سے نکل جائے۔ کہ کیا اس کے لیے خرچ ہے؟ کہا ہاں ہے اور صحابہؓ میں سے کسی سے بھی نافرمان کا خرچہ روکنا مروی نہ ہے۔ یہ تو ایسا حکم ہے جو نخعی' شعبی' حماد بن ابی سلیمان' حسن اور زہری سے مروی ہے۔ ہم ان کے پاس کوئی حجت نہیں جانتے سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا: خرچہ جماع کے مقابلے میں ہے اگر وہ جماع سے روک دے تو نفقہ سے بھی روکی جائے گی۔ (ان کی گفتگو کچھ تصرف سے ختم ہوئی)

خرچ کا اندازہ اور اس کی بنیاد:

جب بیوی اپنے خاوند کے ساتھ مقیم ہو اور وہ اس پر خرچ کی ذمہ داری ادا کر رہا ہو۔ اور کافی ضروریات حاضر کرنے کا نگران ہو جیسے کھانا' لباس وغیرہ ہے۔ ایسی صورت میں عورت کو مقرر خرچ کا مطالبہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ خاوند اس پر ضروری خرچ کی ذمہ داری ادا کر رہا ہے۔ جب خاوند کنجوس ہو۔ بیوی کی ضرویات کا خیال نہیں کرتا۔ یا اسے خرچ کے بغیر ناحق ہی چھوڑ رکھا ہے۔ اس صورت میں بیوی مقرر خرچ' کھانا' لباس اور گھر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ قاضی کو اختیار ہے کہ عورت کے حق میں خرچ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا فیصلہ کر دے۔ جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے تو خاوند پر اس کا خرچ لازم کر دے۔

جیسا کہ عورت کو یہ بھی حق ہے کہ مرد کی لاعلمی میں معروف طریقے سے بقدر کفایت لے[1] لے کیونکہ اس نے اس کے ضروری حق کو روکا جب کہ وہ اس کی مستحق تھی۔ یہ مستحق کو حق حاصل ہے کہ جب بھی قدرت دے دے۔ ان حق کو ہاتھ میں لے لے۔ دلیل وہ روایت ہے جسے احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔ کہ ہند نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے۔ وہ مجھے اس قدر نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو سکے مگر وہی ملتا ہے جو میں اس کی لاعلمی میں لے لیتی ہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو تجھے اور تیرے بچوں کو مناسب طریقے سے کافی ہو وہ لے لو''۔[2]

حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ عورت کی کفایت کے حساب سے خرچہ مقرر کیا جائے گا لیکن ساتھ معروف کی قید رہے گی یعنی جو اہل خانہ کے ہاں ہر لحاظ سے اکثر مروج ہو اور یہ زمانوں، جگہوں، حالات اور لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔

''الروضۃ الندیۃ'' والے کی رائے ہے کہ: کھانے کی نسبت کفایت میں عمومی طور پر ہر وہ چیز آ جائے گی جس کی بیوی کو ضرورت ہے۔ پھل بھی اس میں داخل ہوں گے۔ اور جو عید وغیرہ خوشی کے وقت زیادہ خرچ مروج ہے اور ساری وہ چیزیں بھی اس میں داخل ہوں گی جو مسلسل استعمال کی وجہ سے ذہنوں میں اتر گئی ہیں۔ کیونکہ جب یہ نہ ملیں تو طبیعت میں پریشانی، بے چینی یا خرابی آ جاتی ہے۔

کہتے ہیں اس میں دوا وغیرہ داخل ہیں اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کے فرمان نے

---

[1] بشرطیکہ وہ سمجھدار ہو اور لینے میں فضول خرچی نہ کرے۔

[2] متفق علیہ۔ اور حوالہ ابھی پیچھے گزرا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشارہ کیا: فرمایا:

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ .[البقرۃ:۲۳۳]

''اور اس کے باپ پر ان کا کھانا اور لباس معروف طریقے سے لازم ہے''۔

یہ خرچوں میں سے ایک خرچے کی ایک قسم پر نص ہے۔ جس پر خرچ لازم ہے اس پر ضروری ہے کہ جسے دینا ہے اسے رزق دے اور جو ہم نے ذکر کیا ہے رزق اس سب کو شامل ہے پھر انہوں نے دوائیوں کی قیمت اور ڈاکٹر کی فیس کے عدم وجوب پر بعض فقہاء کی رائے ذکر کی ہے۔ کیونکہ اس سے بدن کی حفاظت مقصود ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کہ اگر گھر میں سے کچھ گر جائے تو فرد پر اس کو صحیح کرنا ضروری ہے۔ پھر ترجیح اس بات کو دی ہے کہ خرچ میں علاج بھی داخل ہے اور فرض ہے کہتے ہیں: ''الغیث'' میں ہے کہ دوا زندگی کی حفاظت کے لیے ہے تو یہ بھی نفقہ کے مشابہ ہے۔

کہتے ہیں: اور یہی حق ہے کہ یہ آپؐ کے قول کے عموم کے تحت داخل ہے جو فرمایا: ''جو تمہیں کافی ہو'' اور اللہ کے فرمان ''رزقھن'' کے تحت داخل ہے کیونکہ پہلا صیغہ لفظ ''مَا'' کے اعتبار سے عام ہے کیونکہ یہ مصدر مضاف ہے اور یہ عموم کے صیغوں میں سے ہے۔ اس کو بعض مستحقین کے ساتھ خاص ہونا الحاق سے مانع نہیں ہے۔ کہتے ہیں ہماری مذکورہ مجموع گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ جس کے ذمہ کسی کا رزق ہے اس سے وہ مراد ہے جو اسے مناسب انداز سے کفایت کرے۔ جس کو خرچ ملنا ہے اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا۔ وہ اسے خود لے گا حتی کہ بعض حالات میں اسراف کے خدشے سے وہ آ جائے جو سائل نے وارد کیا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب خبر دینے والوں کی خبر اور تجربہ کاروں کا تجربہ کفایت کی مقدار کو واضح کر دے تو جتنی مقدار کفایت کی ہے وہ خود اس سے لے لے جس میں اسراف نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کے لفظ ''بالمعروف'' سے بھی یہی مراد ہے۔ یعنی غیر معروف نہ ہو یعنی فضول خرچی اور کنجوسی نہ ہو۔ ہاں جب آدمی اپنے اوپر واجب خرچہ نہیں دیتا تو ہمارے لیے جائز ہے کہ جسے خرچہ ملنا ہے اسے اجازت دے دیں کہ بقدر کفایت وہ لے لے۔ لیکن تب جب کہ وہ سمجھ دار ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تب نہیں کہ جب وہ اسراف والوں میں سے ہو اور فضول خرچ ہو۔ اس صورت میں جس کے ذمہ خرچہ ہے اس کے مال پر اسے قدرت نہ دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ ﴾ .[سورة النساء:٥]

"کہ بیوقوفوں کو اپنے مال نہ دو"۔

پھر کہا لیکن ہم پہ واجب ہے کہ جس پر خرچہ لازم ہے وہ خودسر ہے اور جس نے خرچہ لینا ہے وہ سمجھ دار نہیں ہے تو جس میں سمجھ داری نہیں اس کے ولی کو اختیار دیں کہ وہ لے لے یا کوئی عادل آدمی لے لے۔ [انتہی]

جو خرچ بیوی کے لیے واجب ہے اس میں سے ضروریات بھی ہیں جیسے کنگھی، صابن، تیل اور سب وہ چیزیں جن سے صفائی کی جاتی ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں خوشبو اگر بدبو [1] کو ختم کرنے کے لیے ہو تو لازم ہے کیونکہ وہ صفائی کے لیے ضروری ہے۔ لیکن اگر وہ لذت اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہے تو لازم نہیں ہے کیونکہ یہ مرد کا حق ہے اسے مجبور نہ کیا جائے۔

احناف کی رائے یہ ہے کہ شرع میں نفقہ مقرر نہیں ہے۔ خاوند پر بیوی کے لیے واجب ہے کہ اسے بقدر کفایت کھانا، سالن، سبزیاں، پھل، تیل، گھی اور تمام چیزیں جو زندگی کے لیے ضروری ہیں وہ رواج کے حساب سے لا کے دے۔ اور یہ جگہوں، وقتوں اور حالات کے حساب سے مختلف ہوتا رہتا ہے جیسا کہ اس پر گرمی اور سردی کا لباس بھی ضروری ہے انہوں نے بیوی کے خرچ کا خاوند کی حیثیت کے مطابق اندازہ لگایا ہے۔ تنگی اور آسانی میں خواہ بیوی کی حالت جیسی بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴾.

[سورة الطلاق : ٧]

---

[1] یہاں لفظ "سهوكة" ہے جس کا مطلب ناپسندیدہ بو ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کشادگی والے کو بقدر وسعت خرچ کرنا چاہیے۔ اور جس پر اس کا رزق تنگ ہو اسے چاہیے کہ جو اللہ نے اسے دیا ہے اس سے خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اسے دیا ہے۔ عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی کرے گا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ ﴾[سورة الطلاق : ٦]

''اپنی گنجائش سے جہاں تم رہتے ہو انہیں بھی وہیں رکھو''۔

مقدار نفقہ میں شافعیہ کا مذہب:

شافعیہ نے مقدار نفقہ کو کفایت میں نہیں چھوڑا۔ بلکہ کہتے ہیں یہ شرع سے مقرر ہے۔ گو کہ انہوں نے خاوند کے تنگی اور آسانی والے حالات کے اعتبار میں احناف سے اتفاق کیا ہے کہ خوشحال خاوند پر جو اپنے مال اور کمائی سے خرچ کی قدرت نہیں رکھتا اس پر یومیہ دو مد لازم ہیں۔ اور جو تنگدست اپنے مال اور کمائی سے خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اس پر یومیہ ایک مد ہے۔ اور جو درمیانہ درجے کا ہے اس پر ڈیڑھ مد لازم ہیں۔ انہوں نے اپنے اس مذہب پر اللہ تعالیٰ کے فرمان سے دلیل لی ہے فرمایا:

﴿ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ﴾ .

''کشادگی والے کو بقدر وسعت خرچ کرنا چاہیے جس پر اس کا رزق تنگ ہو اس کو چاہیے کہ جو اللہ نے اسے دیا ہے اس سے خرچ کرے''۔ [الطلاق:۷]

وہ کہتے ہیں اللہ نے خوشحال اور تنگ دست میں فرق کر دیا ہے۔ اور ہر ایک پر اس کے مناسب حال خرچ لازم کیا ہے۔ لیکن مقدار واضح نہیں کی لہٰذا وہ اجتہاد سے ضروری ہوئی جس پر نفقہ کو قیاس کیا جائے اس میں سب سے مناسب کفارے میں کھانا ہے۔ کیونکہ وہ شرع کی روشنی میں بھوک کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اور اوزاعی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فدیے میں جو سب سے زیادہ ہے کفارہ وہ مسکین کے لیے دو مد ہیں اور جو سب سے کم کفارہ ہے وہ بحالت روزہ جماع کر لینے سے لازم ہے وہ ایک مدّ ہے۔ اگر متوسط ہو تو اس پر ڈیڑھ مد واجب ہیں۔ اسے خوش حال کے ساتھ ملانا بھی ممکن نہیں کیونکہ وہ اس سے کم ہے اور تنگدست کے ساتھ ملانا بھی ممکن نہیں کیونکہ وہ اس سے زیادہ حیثیت والا ہے۔ پھر اس پر ڈیڑھ مد لازم کیا گیا۔ وہ کہتے ہیں: اگر عورتوں پر اندازہ مقرر کیے بغیر کفایت کا دروازہ کھول دیا جائے تو نہ ختم ہونے والے جھگڑے شروع ہو جائیں اس مقدار کو متعین کرنا معروف کے لائق ہے۔

یہی اختلاف کھانے' سالن' گوشت اور پھل میں بھی ضروری ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا: خاوند کی آسانی اور تنگی کے حساب سے لباس بھی واجب ہے۔ خوشحال کی بیوی کا لباس وہ ہوگا جو عام طور پر اس شہر میں اونچے درجے کا لباس ہو اور تنگدست کی بیوی کا لباس موٹے قطن اور کتان وغیرہ کا ہوگا۔ اور درمیانہ درجے کے والے کی بیوی کو درمیانہ لباس ملے گا۔

مرد کی خوشحالی' تنگدستی اور درمیانہ درجے کے حساب سے اسے گھر دینا بھی ضروری ہے۔ ساتھ ساتھ مرد کی حالت کے حساب سے گھریلو ساز و سامان بھی ضروری ہے۔ انہوں نے کہا: جب خاوند تنگدست ہو وہ کم از کم اس پر بقدر کفایت مناسب طریقے سے کھانا' سالن اور کم از کم کافی لباس گرمی اور سردی کے حساب سے دے گا۔

اگر وہ درمیانے درجے کا ہو تو وہ اس سے کھلا خرچہ اور اچھے درجے کا لباس دے گا۔ خرچ اور لباس معروف اسی لیے ہے کیونکہ بیوی سے تکلیف ہٹانا ضروری ہے یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اندازے سے مناسب مقدار واجب کر دے۔ معروف کی یہی تفسیر ہے۔

جس پر اب عدالتوں میں عمل ہو رہا ہے:

جو شافعیہ اور بعض احناف کا مذہب ہے کہ خاوند کی مالی حیثیت کا خیال رکھا جائے گا۔ جب کہ خرچہ مقرر کیا جائے۔ یہ وہی ہے جس پر اب عدالتوں میں عمل جاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یہ ۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۲۵ کی شق نمبر ۱۶ کے مطابق ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے:

"عورت کے خرچ کی مقدار مرد کی آسانی اور تنگی کے حسب حال ہوگی بیوی کی حالت جیسی بھی ہو یہی انصاف ہے کیونکہ گزشتہ دونوں آیات کے یہ موافق ہے"۔

خرچہ کی مقدار اصل اور نقد کے حساب سے:

یہ بات درست ہے کہ مقرر نفقہ روٹی' سالن' لباس متعین قسموں میں سے ہو جیسا کہ یہ بھی درست ہے کہ نقداً ان کی قیمتوں کو مقرر کر دیا جائے تا کہ وہ اس سے ضرورت کی چیزیں خرید لے۔ یہ بھی درست ہے کہ وہ سالانہ' ماہانہ' ہفتہ وار اور روزانہ کے حساب سے خرچہ مقرر کر دے۔ جس حساب سے بھی خاوند کو آسانی ہو۔

جس پر اب عدالتوں میں عمل چل رہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ماہانہ کھانے کا بدل اور چھ ماہ کے لباس کا بدل مقرر کر دے۔ اس بات کا لحاظ کر کے اسے سال میں ایک گرمی اور دوسرے سردی کے لباس کی ضرورت ہے۔ بعض قاضی ماہانہ خرچ کی رقم کو تین قسم میں مقرر کرتے ہیں لیکن اس میں تفصیل نہ ہے۔ اور اس میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جو عورت کے لیے مقرر کیا ہے۔ وہ کھانا' لباس اور گھر اس کو کافی ہو جو خاوند کی تنگی اور آسانی کے حساب سے ہوگا۔

قیمتوں یا خاوند کی مالی حالت کا بدلنا:

جب خرچ مقرر کیا ہے اگر اس کے حساب سے ریٹ بدل جائیں۔ یا خاوند کی مالی حالت بدل جائے وہ تبدیلی یا تو ریٹ بڑھنے کی صورت میں ہوگی یا گھٹنے کی صورت میں خاوند کی مالی حالت یا اس سے اچھی ہوگی یا بری ہو جائے گی۔ ان حالات میں سے ہر حالت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جب وقت مقرر سے ریٹ بڑھ جائیں تو بیوی کو زیادہ خرچ کے مطالبے کا حق حاصل ہے اور جب ریٹ کی کمی ہو جائے تو خاوند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو خرچہ کم کرنے کے مطالبے کا حق ہے۔ جب خرچ مقرر کرنے کے وقت کے بعد خاوند کی حالت اچھی ہو جائے تو بیوی کو زیادہ خرچ کے مطالبے کا حق ہے۔ اگر خاوند کی حالت کمزوری میں بدل جائے تو وہ اسے بیوی کو خرچ کم کرنے کے مطالبے کا حق حاصل ہے۔

خرچہ مقرر کرنے میں غلطی:

اگر خرچہ مقرر کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ مقرر کردہ غلط تھا خاوند کی حالت تنگی اور آسانی کے حساب سے وہ بیوی کو کافی نہیں ہے۔ تو بیوی کو حق ہے کہ وہ خرچے کی مقدار میں نظر ثانی کا مطالبہ کرے اور قاضی پر بھی ضروری ہے کہ خاوند کی حالت کا لحاظ رکھ کر بیوی کے لیے کافی کھانے اور لباس کی مقدار مقرر کرے۔

خرچہ کا قرض خاوند کے ذمے صحیح قرض شمار ہوگا:

ہم کہتے ہیں جن شرائط کا ذکر ہو چکا ہے جب وہ پوری ہوں تو خاوند کے ذمے بیوی کا خرچ لازم ہے۔ جب سبب کے وجود اور شرط پورا ہونے پر خاوند کے ذمے بیوی کا خرچ ضروری ہو پھر اس کی ادائیگی سے رکا رہے تو یہ مرد کے ذمے اس کا قرض ہوگا۔ اور اس کی صورت ان قرضوں والی ہوگی جو دیئے یا معاف کیے بغیر ساقط نہیں ہوتے۔ یہی شافعیہ کا مذہب ہے۔

جب سے ۱۹۲۰ء میں قانون نمبر ۲۵ جاری ہوا تب سے اسی پر عدالتوں کا عمل جاری ہے۔ اس میں ہے:

شق نمبر ۱: جس بیوی نے اپنا نفس خاوند کے سپرد کیا اگرچہ حکمی طور پر ہی ہو اس کا خرچہ مرد کے ذمے اس وقت سے قرض ہے جب سے واجب ہونے کے باوجود خرچ کرنے سے رکا ہوا ہے۔ یہ قاضی کے فیصلے اور دونوں کی باہم رضا پر موقوف نہ ہوگا۔ اور عورت کا قرض دیئے یا معاف کیے بغیر ساقط نہیں ہوگا۔

شق نمبر ۲: وہ مطلقہ جو خرچہ کی مستحق ہے اس کا خرچ بھی قرض شمار ہوگا۔ اور یہ تاریخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق سے شمار ہوگا جیسا کہ گزشتہ شق میں آیا ہے۔

اور جس محکمے نے یہ [1] شقیں جاری کی ہیں ان کی طرف سے اس قانون پر ہدایات بھی آئی ہیں جو یہ ہیں:

شق نمبر ۱: بیوی یا مطلقہ کے خاوند کے ذمہ میں قرض شمار کرنے میں فیصلے یا رضا کی شرط نہیں ہوگی بلکہ جب سے خاوند کے ذمے واجب ہونے کے باوجود وہ خرچہ بند کیا گیا ہے وہ اس وقت سے قرض شمار ہوگا۔

شق نمبر ۲: خرچ کا قرضہ بھی صحیح قرضہ ہوگا صحیح قرضہ وہی ہے جو دیئے یا معاف کیے بغیر ساقط نہیں ہوتا۔ ان دونوں حکموں پر یہ چیزیں لاگو ہوتی ہیں:

① بیوی یا مطلقہ کو حق ہے کہ پچھلی ساری مدت خواہ ایک مہینے سے بھی زیادہ ہو خاوند کے ذمے خرچ کے فیصلے کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ جب وہ دعویٰ کرے کہ خاوند نے اس مدت میں خواہ لمبی ہو یا چھوٹی خرچہ واجب ہونے کے باوجود اسے بغیر خرچے کے چھوڑے رکھا۔ جب یہ ثبوت کے طریقوں میں سے کسی بھی طریقے سے ثابت ہو جائے اگرچہ وہ اس تحقیق کی گواہی کے ذریعے ثابت ہو جس پر نظام کی شق نمبر ۱۷۸ کی شکل نے دلالت کی ہے۔ تو اس صورت میں عورت کے مطالبہ کے موافق اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔

② خرچہ کا قرض زوجین میں سے ایک کی موت یا طلاق گو کہ خلع ہو سے ساقط نہیں ہوگا۔ جب تک زوجیت قائم ہے مطلقہ کو مطلق حق ہے کہ جو خرچ اس کا جمع ہو گیا ہے وہ لے سکتی ہے جب تک کہ اس نے اسے طلاق یا خلع کا عوض نہ بنایا ہو۔

③ بعد میں پیدا ہونے والی نافرمانی جمع شدہ خرچ کو ساقط نہیں کرے گی۔ نافرمانی مطلق طور پر وجوب سے مانع تو تب ہے جب کہ وہ اس کی بیوی ہو یا نافرمانی میں عدت گزار رہی ہو۔

---

[1] یہ وزارت عدل ہے جس کا نام وزارت حقانیہ تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قانون کے اجراء کے بعد کچھ بیویوں نے اسے غنیمت سمجھا اور خرچ کا مطالبہ چھوڑ دیا۔ حتی کہ جمع شدہ رقم بہت بڑی ہوگئی تو اس ساری رقم کا مطالبہ کر دیا جس سے خاوند کو مشقت اٹھانا پڑی اور ان کے کندھوں پر بوجھ بن گیا۔ پھر اس امر پر غور کیا گیا کہ خاوندوں سے اس تکلیف کو کیسے ختم کیا جائے۔

شرعی عدالتوں کے منصوبہ کے نظام میں ۱۹۳۱ کے قانون نمبر ۷۸ کی شق نمبر ۹۹ کے فقرہ نمبر ۶ میں آیا ہے جس کا اصل مضمون اس طرح ہے:

''جب مقدمہ پیش ہوا اس وقت سے گزشتہ مدت اگر تین سال عیسوی سے زیادہ ہوا تو نفقہ کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا''۔

اس قانون کے اس فقرہ کے حوالے سے وضاحتی نوٹ میں آیا جس کا اصل مضمون اس طرح ہے:

''گزشتہ مدت کے خرچ کے متعلق غور کیا گیا ہے کہ تخصیص القضاء کے قانون کو لیتے ہوئے۔ کہ تین عیسوی سالوں سے زیادہ مدت کا دعویٰ سنا نہ جائے۔ اس کا حساب دعویٰ پیش کرنے کی تاریخ سے ہوگا۔ اس لیے بھی کہ اگر گزشتہ مدت میں جمع شدہ خرچ کے مطالبے کا دعویٰ اٹھانے کی اجازت دے دی جائے تو احتمال ہے کہ کئی سالوں کے دعوؤں کا مطالبہ کر دیا جائے۔ اور جس پر خرچ لازم ہے وہ اس پر مشقت بن جائے گا۔ اس بات پر انصاف سے غور کیا گیا کہ صاحب حق کو نفقہ کا مطالبہ شروع شروع میں ادا کیا جائے۔ اس طرح کہ وہ تین سالوں سے زیادہ دیر سے نہ ہوا سے سماع دعویٰ کے منع کے راستے میں رکھا گیا۔

اس حکم میں خرچ کا مطالبہ کرنے والے کو کوئی نقصان نہیں ہوا کیونکہ اسے تین سال گزرنے سے پہلے تو مطالبہ کا حق حاصل ہے اور آج تک اسی قانون پر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے۔[1]

---

[1] گو کہ ہمارے نزدیک اس کی بھی کوئی مناسب حکمت نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفقہ کے قرض کو معاف کرنا اور اس کا بدلہ لینا:

اگرچہ وہ خرچہ جس کی عورت مرد کے خلاف مستحق بنتی ہے مرد کے ذمہ قرضہ ہے جو اس وقت سے ہے جب سے وہ بغیر وجہ شرعی کے دینے سے رکا ہوا ہے تو بیوی کے لیے درست ہے کہ وہ سارا قرضہ یا کچھ حصہ اس سے معاف کر دے۔ اور اگر وہ اپنے مستقبل میں ملنے والے خرچ سے معاف کرتی ہے تو یہ صحیح نہ ہے۔ کیونکہ وہ ابھی تک قرض ثابت ہی نہیں ہوا اور وہ معافی تو تبھی ہوگی جب کہ بالفعل ثابت ہو جائے۔ اگر خرچ ماہانہ یا سالانہ ہے تو اس میں سے آئندہ ایک مہینے یا سال کا خرچ معاف کر سکتی ہے۔ جب کہ خرچہ صحیح قرض شمار ہوتا ہے جو دیئے یا معاف کیے بغیر ساقط نہیں ہوتا اور خاوند کے ذمہ میں وہ قرض ہے دونوں میں سے ایک نے دونوں قرضوں کا بدلہ لینے کے لیے مطالبہ کر دیا تو دونوں قرضوں کو قوت میں برابر کرنے کے لیے اس کے مطالبے کا جواب دیا جائے گا۔

قرض لینے میں حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ وہ عورت کے خوشحال اور تنگدست ہونے کی حالت میں فرق کرتے ہیں۔ اگر عورت مالدار ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے نفقے کی جگہ اس کے قرضے کا حساب کرے۔ کیونکہ جس کے ذمے حق بنتا ہے اسے اختیار ہے کہ اپنے نفس مال سے چاہے اس کو ادا کرے۔ اور وہ بھی اس کے مال میں سے ہے۔ لیکن اگر عورت تنگدست ہے تو اس طرح نہیں ہوگا۔ کیونکہ قرض اس کی قوت سے بڑھ کر واجب ہے۔ جو خاوند کا قرض عورت کے ذمے ہے وہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تنگ دست کو ڈھیل دینے کا حکم دیا ہے۔

فرمایا:

﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ﴾ [سورة البقرة: ٢٨٠]

''اور اگر وہ تنگدست ہو تو اس کو آسانی تک ڈھیل دینا ہے''۔

مرد کو چاہیے کہ جو عورت کے ذمے ہے اسے ڈھیل دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفقہ جلدی دینا اور استحقاق میں رکاوٹ طاری ہونا:

جب خاوند اپنی بیوی کو ایک سال یا ایک مہینے کا خرچ جلدی دے دیتا ہے پھر دوران مدت اسے ایسی چیز لاحق ہوگئی جس سے وہ نفقہ کی مستحق نہیں بنتی مثلاً خاوند' بیوی میں سے کوئی فوت ہو جائے یا بیوی نافرمان ہو جائے۔

پھر خاوند کو حق ہے کہ جس مدت میں وہ خرچ کی حق دار نہیں اس مدت کا خرچ اس سے واپس لے لے۔ کیونکہ اس نے خاوند کے حق میں رکنے کی وجہ سے اس کا مستحق ہونا تھا۔ جب موت یا نافرمانی سے رُکنا ختم ہوگیا پھر عورت پر لازم ہے کہ باقی مدت کی نسبت سے جو خرچہ وہ پہلے لے چکی ہے وہ واپس کرے۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ اور محمد بن الحسن رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

عدت والی کا خرچ:

طلاق رجعی اور حمل کی عدت والی عورتوں کے لیے اس فرمان کی وجہ سے نفقہ واجب ہے۔ فرمایا:

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ ﴾. [سورة الطلاق:٧]

''اور جہاں تم رہتے ہو انھیں بھی اپنی وسعت سے رکھو''۔

اور حاملات کے متعلق اس فرمان کی وجہ سے واجب ہے:

﴿ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ .

''اور اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان پر خرچ کرو''۔ [سورة الطلاق:٧]

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حاملہ کا نفقہ واجب ہے خواہ وہ طلاق رجعی والی ہو یا طلاق بائنہ والی ہو یا عدت وفات والی معتدہ ہو جو طلاق بائن والی ہو لیکن حاملہ نہ ہو اس کے نفقہ کے متعلق تین اقوال پر اختلاف ہے:

① اس کو رہائش ملے گی مگر خرچ نہ ملے گا یہ امام مالک رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے ان کی دلالت اللہ کے اس فرمان سے ہے:

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ ﴾. [سورة الطلاق:٧]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کہ اپنی گنجائش سے جہاں تم رہتے ہو انہیں بھی رکھو"۔

② اسے خرچ بھی ملے گا اور رہائش بھی۔ یہ حضرت عمرؓ بن خطاب' عمرؒ بن عبدالعزیز' ثوری' احناف کا قول ہے۔ ان کی دلیل اللہ کے اس فرمان کے عموم سے ہے جو فرمایا:

﴿ اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ ﴾ .[سورۃ الطلاق:۷]

"کہ اپنی گنجائش سے جہاں تم رہتے ہوں انہیں بھی رکھو"۔

یہ رہائش کے وجوب میں نص ہے' شرعی طور پر جہاں رہائش واجب ہے وہاں طلاق رجعی میں سکنیٰ ہو یا حمل میں ہو یا بیوی ہونے کی صورت میں ہو۔ بہرصورت رہائش کے وجوب کے تابع ہو کر خرچ بھی واجب ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ بنت قیس پر اس حدیث[1] کا انکار کیا جو انہوں نے وارد کی تھی۔ ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول پر نہیں چھوڑیں گے ہمیں یہ بھی نہیں پتا کہ وہ بھول گئی ہے یا اس نے یاد رکھا ہے۔ حضرت فاطمہ کو یہ بات پتا چلی تو انہوں نے کہا:

"میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾ . [سورۃ الطلاق : ۱]

"انہیں ان کی عدت کے موافق طلاق دے دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو۔ انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ نہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ واضح بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جس نے اللہ کی حدوں سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے شاید اللہ اس

[1] حدیث فاطمہ بنت قیس کو حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔ دیکھئے الاصابہ ج ۴ ص ۳۹ نمبر ۸۰۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا کر دے"۔

تین طلاقوں کے بعد کون سا معاملہ نیا آئے گا۔

③ نہ اسے رہائش ملے گی نہ خرچ ملے گا اور یہ امام احمدؒ، داؤدؒ، ابوثورؒ، اسحاقؒ کا قول ہے اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، جابر رضی اللہ عنہ، حسن رحمہ اللہ، عطاء رحمہ اللہ، شعبی رحمہ اللہ، ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ، اوزاعی اور امامیہ سے بھی مروی ہے۔

ان کی دلیل وہ روایت ہے جسے بخاری و مسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے بیان کیا ہے فرماتی ہیں:

"مجھے میرے خاوند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طلاقیں دیں اور نہ مجھے رہائش دی نہ خرچ دیا"۔ ❶

بعض روایات میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رہائش اور خرچہ تو صرف اسے ملے گا جس پر اس کے خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے"۔

احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا:

"تجھے صرف حاملہ ہونے کی صورت میں نفقہ ملے گا"۔ ❷

غیر حاضر کی بیوی کا خرچ:

سن ۱۹۲۰ کے قانون نمبر ۲۵ کی شق نمبر ۵ میں آیا ہے:

"جب خاوند کہیں قریب ہی غائب ہو۔ اور اس کا کوئی ظاہری مال ہو اس کے مال میں اس پر خرچ کا حکم جاری کیا جائے گا۔ اگر اس کے پاس ظاہری کوئی مال نہ ہو تو قاضی معروف طریقوں سے اس کو نوٹس بھیجے گا اور وقت

---

❶ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۴۷۷ حدیث نمبر ۵۳۲۳۔
و مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۲۱ حدیث نمبر ۵۱۔۱۴۸۱

❷ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۷۱۹ حدیث نمبر ۲۲۹۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقرر کرے گا۔ اگر اس نے وہ چیز نہیں بھیجی جو بیوی اپنے نفس پر خرچ کرتی ہے تو مدت گزرنے پر قاضی اسے طلاق دے دے گا۔ اگر وہ کہیں دور غائب ہو اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو یعنی اس کی جگہ کا پتا نہ ہو یا وہ گم ہو گیا ہو اور ثابت ہو کہ مال بھی نہیں ہے جس سے اس کی بیوی خرچ کرے تو اس پر قاضی طلاق واقع کرے گا''۔

غیر مالی حقوق

گزر چکا ہے کہ بیوی کے جو حقوق خاوند کے ذمے ہیں ان میں سے کچھ مالی ہیں جیسے حق مہر اور خرچہ ہے۔ اور کچھ غیر مالی حقوق ہیں جنہیں ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

ا۔ عورت کے ساتھ اچھی زندگی گزارے:

سب سے پہلے خاوند پر بیوی کا حق یہ ہے کہ اس کی عزت کرے، اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارے، اس کے ساتھ مناسب معاملہ اختیار کرے اور اس کا دل جوڑنے کے لیے جو چیز پہلے دینا ممکن ہو وہ پہلے دے دے۔ اس پر مزید یہ کہ اس کی طرف سے ہونے والی بات کو برداشت کرے یا اس پر صبر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾. [سورة النساء : ١٩]

''اور ان کے ساتھ مناسب طریقے سے زندگی گزارو، اگر تم انہیں ناپسند کرو۔ تو شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں تمہارے لیے خیر کثیر رکھی ہو''۔

کامل اخلاق اور ایمانی پرورش کے مظاہر سے یہ بات بھی ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ نرمی اور رقت رکھنے والا ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو اور تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہو''۔ [1]

[1] محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۵ ص ۷۰۹ حدیث نمبر ۳۸۹۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کی عزت کرنا، مکمل شخصیت اور اس کی توہین کرنا ملامت والا اور گھٹیا ہونے کی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''ان کی عزت باعزت شخص ہی کرتا ہے اور ان کی توہین ملامت زدہ شخص ہی کرتا ہے''۔

اس کی عزت میں یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ نرمی کرے اور اس سے کھیلے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نرمی اختیار کرتے آپ ﷺ ان سے مقابلہ کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ مقابلہ کیا تو میں آگے بڑھ گئی۔ پھر آپؐ ٹھہرے رہے حتی کہ جب میں موٹی ہوگئی [1] تو آپؐ نے مجھ سے مقابلہ کیا پھر آپؐ مجھ سے بڑھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ اس کے بدلہ میں ہے''۔ [2]

احمد اور اصحاب السنن نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''ابن آدم جن چیزوں سے بھی کھیلتا ہے سب باطل ہیں صرف تین مستثنیٰ ہیں: اپنے کمان سے تیر پھینکنا، اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا اور اپنی بیوی سے کھیلنا یہ تینوں حق ہیں''۔

عورت کی عزت میں سے یہ بھی ہے کہ اس کو بلند مرتبہ دے اور اس کو تکلیف دینے سے اجتناب کرے۔ اگر چہ پریشان کن بات سے ہی ہو۔ حضرت معاویہؓ بن حیدہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

''جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے چہرے پر نہ مار۔ اسے بدصورت نہ کہے اور گھر کی حد تک ہی اسے چھوڑے''۔ [3]

---

[1] یعنی ان کا جسم بھر گیا۔ [2] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۶۵ حدیث نمبر ۲۵۷۸۔

[3] احمد بن حنبل، مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت میں کمال کا تصور تو ہے ہی نہیں اس لیے انسان کو چاہیے کہ جیسے وہ ہے اس کے ساتھ ایسے ہی گزارہ کرے۔ رسول مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''عورتوں کے متعلق خیر کی وصیت لے لو۔ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ بیٹھو گے۔ اگر تم اسے چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی''۔ ❶

اس میں اشارہ ہے کہ عورت کی طبیعت میں فطری ٹیڑھ ہے اس کی اصلاح کی کوشش ممکن نہیں ہے اور وہ کمان کی طرح ٹیڑھی پسلی کی ہے۔ جو سیدھا ہونا قبول ہی نہیں کرتی۔ لیکن اس کے باوجود ضروری ہے کہ وہ جیسے ہے اس کے ساتھ زندگی گزارے اور اس کے ساتھ بہترین معاملہ کرے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اگر وہ معاملات میں سے کسی معاملے میں ٹیڑھ کی طرف جارہی ہے تو اسے ادب نہ سکھایا جائے اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی نہ کی جائے۔ کبھی آدمی بیوی کی خوبیوں اور فضائل سے چشم پوشی کرتا ہے اور اس کی کچھ بری عادات کی ٹوہ میں رہتا ہے۔ اسلام اُسے نصیحت کرتا ہے کہ عورت کی برائیوں اور خوبیوں میں موازنہ نہ کیا جائے کہ جب وہ اس کی کوئی برائی دیکھے تو کوئی ایسی عادت بھی دیکھے گا جو اسے اچھی لگتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ❷

''کوئی مومن کسی مؤمنہ سے بغض نہ رکھے اگر وہ اس کی کوئی عادت بری دیکھے گا تو اس کی دوسری خصلت سے راضی ہوگا''۔

۲۔ اس کی حفاظت کرے:

خاوند پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کی حفاظت کرے۔ اور جو چیز اس کی شرافت

---

❶ محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۵۳ حدیث نمبر ۵۱۸۶۔
ومسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۱ حدیث نمبر ۶۰۔ ۱۴۶۸۔

❷ یہاں لفظ لا یفرک ہے جس کا مطلب بغض ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مخدوش کرے' اس کی عزت پے دھبہ لگائے' اس کی کرامت کو ذلیل کرے ہر اس چیز سے اس کی حفاظت کرے جو بری بات اس کے متعلق سنے اسے دور کرے۔ یہی غیرت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کو غیرت آتی ہے اور مومن کو بھی غیرت آتی ہے اور اللہ کو تب غصہ آتا ہے جب بندہ حرام کام کرے''۔ ❶

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہے۔ اسی غیرت کی وجہ سے اس نے ظاہری' باطنی بے حیائیاں حرام کردی ہیں۔ اور اللہ سے بڑھ کر کسی کو مدح پسند نہیں اس وجہ سے اس نے اپنی ذات کی ثناء کی ہے اور اللہ سے بڑھ کر کسی کہ عذر پسند نہیں اسی لیے اس نے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے رسول بھیجے''۔ ❷

اسی طرح مروی ہے کہ سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو درگزر کیے بغیر اسے تلوار سے ماروں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔ اللہ کی اسی غیرت کی وجہ سے اس نے ظاہری و باطنی بے حیائیاں حرام کردی ہیں''۔ ❸

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ ماں باپ کا نافرمان' دیوث اور رجلۃ النساء''۔

---

❶ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۱۹ حدیث نمبر ۵۲۲۳۔

❷ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۸ ص ۳۰۱ حدیث نمبر ۴۶۳۷۔

❸ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۳۹۹ حدیث نمبر ۷۴۱۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بروایت نسائی، بزار، حاکم اور صحیح الاسناد بھی کہا: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے، دیوث، رجلۃ من النساء اور بکثرت شراب پینے والا''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت شراب پینے والے کا تو ہمیں پتا ہے۔ دیوث کیا ہے؟ فرمایا: ''وہ ہے جسے کوئی پرواہ نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون آیا ہے''۔ ہم نے کہا: ''الرجلة من النساء'' کیا ہے؟ فرمایا: ''جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں''۔ اسے طبرانی نے روایت کیا۔ منذری کہتے ہیں اس کے راویوں میں کوئی مجروح نہیں ہے۔ جب آدمی پر یہ واجب ہے کہ اپنی بیوی پر غیرت کرے اسی طرح اس سے یہ بھی مطلوب ہے کہ اس غیرت میں معتدل رہے۔ اس سے برا گمان کر کے مبالغہ نہ کرے۔ اور اس کی سب حرکات وسکنات نوٹ کرنے میں زیادتی نہ کرے۔ یہ چیز زوجیت کے تعلق کو خراب کرتی ہے اور جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جسے ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے:

''بعض غیرت ایسی ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور بعض ایسی ہے جسے برا رکھتا ہے اور بعض فخر اللہ کو محبوب ہے اور بعض فخر ناپسند ہے۔ جو غیرت اللہ کو پسند ہے وہ شک میں غیرت ہے۔ اور جو غیرت اللہ کو ناپسند ہے وہ بغیر شک غیرت کرنا ہے اور جو فخر اللہ کو محبوب ہے وہ لڑائی کے وقت اپنے آپ پر اور صدمے کے وقت فخر کرنا ہے اور جو فخر اللہ کو برا لگتا ہے وہ جھوٹا تکبر ہے''۔ ❶

---

❶ یہاں لفظ ریبۃ ہے جس کا مطلب شک اور گمان ہے۔ یہ برا ہوتا ہے کیونکہ یہ برے گمان سے ہے۔ بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۱۴ حدیث نمبر ۲۶۵۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیوی پر زیادہ غیرت نہ کرو تمہاری وجہ سے اس پر الزام لگ سکتے ہیں۔

③ خاوند کا اپنی بیوی کے پاس آنا:

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں آدمی کا اپنی بیوی کے پاس آنا واجب ہے اور اس کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک دفعہ اس کے پاس جائے۔ اگر وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔ ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوگا۔

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ .[سورة البقرة:٢٢٦]

”جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے“۔

جمہور کا مذہب بھی امام ابن حزم رحمہ اللہ والا ہے کہ اگر آدمی پر کوئی عذر نہ ہو تو بیوی کے پاس آنا واجب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس پر واجب نہ ہے کیونکہ یہ دیگر حقوق مرد کا ایک کی طرح حق ہے اس پر واجب نہ ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے نص بیان کی ہے کہ اس کی مقدار چار مہینے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایلاء کرنے والی کے حق میں یہ مدت مقرر کی ہے اسی طرح دیگر کے متعلق حکم لے لیں گے جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے سفر پر جائے پھر اسے لوٹنے سے کوئی عذر مانع نہ ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اسے چھ مہینے وقت دیا جائے گا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آدمی اپنی بیوی سے کتنی دیر غائب رہ سکتا ہے؟ کہا چھ مہینے۔ پھر اسے خط لکھا جائے گا اگر وہ انکار کر دے تو حاکم دونوں کے درمیان علیحدگی کر دے گا۔

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابو حفص نے اپنی سند سے زید بن اسلم سے بیان کیا ہے کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو مدینہ کے گشت پر تھے کہ وہ ایک عورت کے گھر کے پاس سے گزرے وہ یہ شعر کہہ رہی تھی ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رات مجھ پر لمبی ہو گئی اور اس کے کنارے سیاہ ہو گئے
اس لیے لمبی ہو گئی کہ کوئی دوست نہیں جس سے میں کھیلوں
اللہ کی قسم اگر اللہ اکیلے کا ڈر نہ ہوتا تو
اس چارپائی کے کنارے حرکت میں ہوتے
لیکن میرا رب اور میری حیا مجھے کافی ہیں
میرے شوہر کی عزت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اس کی سواری کو روندا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ فلاں عورت ہے۔ اس کا خاوند اللہ کے راستے میں گیا ہوا ہے۔ آپؓ نے اسے اس کے ساتھ رہنے کا پیغام بھیجا اور اس کے خاوند کو پیغام بھیج کر واپس بلوایا۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ کہا اے بیٹی! عورت اپنے شوہر سے کتنی دیر صبر کر سکتی ہے؟ وہ بولیں۔ سبحان اللہ! آپؓ جیسا مجھ جیسی سے اس متعلق پوچھتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ''اگر میرا مسلمانوں کے لیے فیصلے کا ارادہ نہ ہوتا تو میں تم سے سوال نہ کرتا'' کہنے لگیں پانچ ماہ یا چھ ماہ تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لئے سفر جہاد میں چھ ماہ مقرر کر دیئے کہ وہ ایک مہینے میں جائیں چار مہینے وہاں ٹھہریں اور ایک مہینے میں واپس آئیں۔ شافعیہ میں سے امام غزالیؒ کہتے ہیں چار راتوں میں ایک دفعہ آنا مناسب ہے یہی بات عدل والی ہے کیونکہ بیویوں کی تعداد چار ہے تو اس حد تک تاخیر جائز ہے۔ ہاں عورت کی پاکدامنی کی ضرورت کے حساب سے مرد کم' زیادہ بھی کر سکتا ہے کیونکہ اسے پاکدامن رکھنا ضروری ہے گو کہ اس سے وطی کا مطالبہ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ مطالبہ اور اس کے پورا کرنے کی تنگی کی وجہ سے ہے۔ محمد بن معن الغفاری سے مروی ہے کہتے ہیں:

ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہتی ہے اے امیر المومنینؓ! میرا خاوند دن کو روزہ رکھتا ہے۔ رات کو قیام کرتا ہے میں اس کی شکایت کرنا ناپسند کرتی ہوں وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

آپؓ نے اسے کہا تیرا خاوند بڑا اچھا آدمی ہے وہ اپنی بات دہراتی رہی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ اپنا جواب دہراتے رہے۔ کعب الاسدی نے کہا اے امیرالمومنینؓ! یہ عورت اپنے خاوند کا شکوہ کر رہی ہے کہ وہ اس کے بستر سے دور رہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جیسے تم نے اس کی بات سمجھی ہے اب فیصلہ بھی کرو۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں اس کے خاوند کو میرے پاس لایا جائے۔ جب اسے لایا گیا تو حضرت کعبؓ نے اس سے کہا تیری بیوی تیرا شکوہ کر رہی ہے اس نے کہا کیا کھانے میں یا پینے میں؟ کہا نہیں، عورت بولی:۔

اے حکمت والے قاضی جسے سمجھداری عطا ہوئی ہے
میرے بستر سے میرے خاوند کو اس کی مسجد نے غافل کر دیا
اس کی عبادت نے اسے میرے بستر سے بے رغبت کر دیا ہے
اے قاضی، کعب فیصلہ کردو اسے واپس نہ جانے دو
دن رات یہ سوتا نہیں ہے
عورتوں کے معاملے میں میں اس کی تعریف نہیں کرتی

اس آدمی نے کہا:۔

مجھے عورتوں اور حجلہ عروسی سے بے رغبت کر دیا
میں وہ آدمی ہوں جسے اُترے ہوئے نے غافل کر دیا
جو کچھ سورۃ نحل میں اور سبع طوال میں ہے
اور اللہ کی کتاب میں واضح ڈرانا ہے

کعبؓ نے کہا:۔

اے آدمی تم پر اس کا بھی حق ہے
سمجھ دار کے لیے چار میں اس کا ایک حصہ ہے
وہ اسے دے دے اور بہانے چھوڑ دے

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے دو دو، تین تین اور چار چار بیویاں حلال کی ہیں۔ تمہارے پاس تین دن اور راتیں ہیں جن میں تو اپنے رب کی عبادت کرتا رہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! مجھے نہیں معلوم کہ تیرے دونوں معاملوں میں سے کس پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تعجب کروں کیا تیرا ان دونوں کا معاملہ سمجھنا یا دونوں میں فیصلہ کرنا؟ جاؤ میں نے تمہیں بصرہ کی قضاء سپرد کی۔

سنت سے ثابت ہے کہ آدمی کا اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی صدقات میں سے ہے اللہ اس پر بھی اسے ثواب دے گا۔ مسلم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے اپنی بیوی کے جماع میں بھی اجر ہے''۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے کوئی اپنی شہوت کو آئے اور اسے اس پر اجر ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ''کیا خیال ہے اگر وہ اسے حرام میں رکھے تو اسے گناہ ہوگا؟ اسی طرح جب وہ اسے حلال جگہ رکھے گا تو اس کو اجر ملے گا'' مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کھیلے کودے نرمی کرے۔ بوسہ لے اور اس کی حاجت پوری ہونے تک انتظار کرے۔ ابویعلی نے حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے پھر اس کی حاجت پوری ہونے سے پہلے اس کی حاجت پوری ہو جائے تو اس کو جلدی میں نہ ڈالے تا آنکہ اس کی حاجت پوری ہو''۔

گزر چکا ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

''کیوں نہ کنواری کہ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی''۔ [1]

④ بوقت جماع پردہ کرنا:

اسلام ہر حال میں پوشیدہ مقام کو چھپانے کا حکم دیتا ہے الا یہ کہ اسے کھولنے کا تقاضا ہو۔ حضرت بہز بن حکیم بن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم اپنے ستروں میں سے کسے کھولیں اور کسے چھوڑیں؟ فرمایا اپنے ستر کی حفاظت کر مگر اپنی بیوی اور لونڈی سے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ جب لوگ ایک دوسرے میں ہوں؟ فرمایا: اگر تم یہ کرسکو کہ اسے کوئی نہ دیکھے تو نہ دیکھے۔ کہتے ہیں میں نے کہا جب کوئی تنہا ہو؟ فرمایا: اللہ سب لوگوں سے بڑھ کر حیاء کا مستحق ہے۔

---

[1] حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے ترمذی نے روایت[1] کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث میں بوقت جماع ستر کھولنے کا جواز ہے لیکن اس کے ساتھ یہ مناسب نہ ہے کہ خاوند بیوی مکمل طور پر برہنہ ہو جائیں۔ عتبہ بن عبد السلیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو پردہ کرے اور دونوں گدھوں[2] کی طرح بے لباس نہ ہوں“۔ [اسے ابن ماجہ نے روایت کیا]

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم بے لباس ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (یعنی فرشتے) ہوتے ہیں جو قضائے حاجت اور آدمی کے بیوی کے پاس جانے کے علاوہ تم سے جدا نہیں ہوتے ان سے حیا کرو اور ان کی عزت کرو“۔

اسے ترمذی نے روایت[3] کیا اور کہا کہ حدیث غریب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”نہ آپؐ نے مجھ کو دیکھا نہ میں نے آپؐ کو دیکھا“۔

⑤ بوقت جماع بسم اللہ پڑھنا:

بوقت جماع انسان کے لیے بسم اللہ اور اعوذ باللہ پڑھنا مسنون ہے۔ بخاری و مسلم وغیرھما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ کہے: اے اللہ ہم کو اور جو تو ہمیں عطا کرے اسے شیطان سے بچا اگر اس ملاپ میں ان کے مقدر

---

[1] محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۵ ص ۱۶ حدیث نمبر ۲۷۹۴۔

[2] یہاں لفظ عیرین ہے جس کا مطلب دو گدھے ہیں۔

[3] محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۵ ص ۱۱۲ حدیث نمبر ۲۸۰۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اولاد ہوگی تو شیطان کبھی اس کو تکلیف نہ دے گا"۔ ❶

⑥ دوران مباشرت خاوند بیوی کے درمیان جو کچھ ہوتا ہے اسے بتانا حرام ہے:

جماع کا ذکر اور اس کی باتیں کرنا انسانیت کے خلاف ہے یہ اس لغو میں آتا ہے جس کا نہ کوئی فائدہ ہے نہ ضرورت ہے انسان کو چاہیے کہ جب تک اسے بتانے کا تقاضا نہ ہو اس سے بچے۔ صحیح حدیث میں ہے۔

"انسان کے اچھے اسلام میں سے یہ بھی ہے کہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے"۔

اللہ پاک نے لغو باتوں سے اعراض کرنے والوں کی تعریف کی ہے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ . [مومنون : ۳]

"اور وہ لوگ جو لغو باتوں سے منہ پھیرتے ہیں"۔

جب ضرورت ہو یا اس متعلق بات کرنے کا تقاضا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میرا خاوند میرے پاس آنے سے عاجز ہے اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! میں اس کو ادھیڑتا ہوں چمڑہ ادھیڑنے کی طرح جب خاوند اور بیوی مباشرت کی تفصیل ذکر کریں گے اور جو کچھ ان میں قول و فعل جاری ہوا اس کو کھول دیں گے تو ایسا کرنا حرام ہوگا۔ حضرت ابوسعید سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے برے مرتبے پر وہ لوگ ہوں گے کہ جو آدمی بیوی کی طرف جاتا ہے وہ اس کی طرف جاتی ہے پھر وہ اس کے راز کو کھول دیتا ہے"۔ [بروایت احمد] ❷

حضرت ابوہریرہؓ سے بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا اپنی جگہ پر بیٹھے رہو۔ کیا تم میں کوئی آدمی

---

❶ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۶ ص ۳۳۵ حدیث نمبر ۳۲۷۱۔
و مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵۸ حدیث نمبر ۱۱۶۔۱۴۳۴۔

❷ اس مفہوم کی روایت صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶۰ حدیث نمبر ۱۲۳۔۱۴۳۷ کے تحت موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہے جو بیوی کے پاس جائے دروازہ بند کر لے اور پردہ بھی لٹکا دے۔ پھر باہر آ کر باتیں کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے اس طرح کیا؟ سب لوگ چپ رہے۔ پھر آپ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کیا تم میں سے بھی کوئی ایسی بات کرتی ہے؟ کعب کی لونڈی ایک گھٹنے پر گھسٹتی ہوئی آئی اور آگے بڑھی تا کہ رسول اللہ اسے دیکھیں اور اس کی بات سنیں۔ کہا اللہ کی قسم! مرد بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور عورتیں بھی کرتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں پتہ ہے کہ ایسا کرنے والے کی کیا مثال ہے اس کی مثال ایک شیطان اور شیطانہ کی سی ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے سے راستے میں ملتا ہے اس سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور لوگ انہیں دیکھتے رہتے ہیں۔

[بروایت احمدؒ ابوداؤد]

⑦ آدمی کا وہاں آنا جہاں نہ آنا چاہیے:

فطرت متنفر ہوتی ہے اور طبیعت انکار کرتی ہے اور شریعت اسے حرام کرتی ہے کہ عورت کے پاس اس کی دبر میں آیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ﴾. [البقرة:٢٢٣]

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی کے پاس جیسے چاہو آؤ''۔

حرث کھیتی اور گاڑنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے اولاد کی جگہ مراد ہے یعنی جو کھیتی کی گئی ہے۔ کھیتی میں آنے کے حکم سے مراد یہ ہے کہ انہیں حکم ہے کہ وہ خاص فرج ہی میں آئیں۔ ثعلب نے کہا: شعر ؎

رحم ہمارے لیے کھیتی کی زمینیں ہیں ہم پر بیج ڈالنا لازم جبکہ اللہ پر اگانا ہے

یہ ایسے ہے جیسے اللہ نے فرمایا:

﴿ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ﴾ . [سورة البقرة : ٢٢٢]

''ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا''۔

اور جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ . [البقرة : ۲۲۳]

”یعنی جیسے تم چاہو“۔

اس آیت کا سبب نزول وہ ہے جسے بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے:

”یہودی نبی مکرم ﷺ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے جب آدمی اپنی بیوی کے پاس دبر کی جانب سے قبل میں آئے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے“۔ ❶

انصار اس بات میں یہودیوں کی پیروی کرتے تھے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ .[البقرة:۲۲۳]

”تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی کے پاس جس طرح چاہو آؤ“

یعنی تم اپنی بیویوں کے پاس جس کیفیت سے بھی جاؤ حرج نہیں بشرطیکہ فرج میں جاؤ اور تمہارا کھیتی کا مقصد ہو۔

عورت کی دبر میں آنے کی ممانعت کی وضاحت میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

”عورتوں کے پاس ان کی پشتوں یا کہا پیٹھوں میں نہ آؤ“۔ ❷

اسے ثقہ راویوں نے بیان کیا۔ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورت کی دبر میں آنے والے کے بارے میں فرمایا:

”یہ چھوٹی لواطت ہے“

احمد اور اصحاب السنن کے ہاں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

”جو بیوی کی دبر میں آیا وہ ملعون ہے“۔ ❸

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

---

❶ محمد بن اسماعیل صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۸۹ حدیث نمبر ۴۵۲۸۔
ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵۸ حدیث نمبر ۱۱۷۔ ۱۴۳۵

❷ احمد بن حنبل مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۳۔ ❸ احمد بن حنبل، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جب خاوند نے بیوی سے دبر میں وطی کی اور وہ دونوں اس پر راضی رہے عورت نے بات مان لی دونوں پر تعزیر لگائی جائے گی یا ان کے درمیان ایسے علیحدگی کردی جائے گی جیسے ایک بدکار اور جس کے ساتھ وہ بدکاری کرے اُن میں علیحدگی کردی جاتی ہے"۔

⑧ عزل اور منصوبہ بندی:[1]

گزر چکا ہے کہ اسلام کثرت نسل کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ اس سے قبائل اور امتوں کی نسبت طاقت وقوت کے مظاہر سامنے آتے ہیں اور:

"عزت تو زیادہ والے کی ہے"۔

شادی کی مشروعیت کے اسباب یہ فرمان بنا رہا ہے۔

"زیادہ جنم دینے والیوں اور محبت کرنے والیوں سے شادی کرو۔ میں تمہاری کثرت سے بروز قیامت امتوں پر فخر کروں گا"۔[2]

لیکن اس کے باوجود اسلام خاص حالات میں منصوبہ بندی سے روکتا نہیں ہے کہ مانع حمل دوائی لے لی جائے یا رکاوٹ کے دیگر طریقوں میں سے کوئی مناسب طریقہ اختیار کرلیا جائے۔ اس حالت میں منصوبہ بندی مباح ہوگی۔ جب مرد کے بچے بہت زیادہ ہوں اور وہ صحیح طور پر ان کی تربیت کے فرائض انجام نہ دے پاتا ہو۔ اسی طرح جب عورت کمزور ہے یا مسلسل بحالت حمل رہتی ہے۔ یا خاوند فقیر ہے تو ایسے حالات میں منصوبہ بندی مباح ہے بلکہ بعض علماء کی رائے کے مطابق ان حالات میں صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

امام غزالیؒ نے ان حالات کے ساتھ وہ حالت بھی ملادی ہے کہ جب عورت کو اپنی خوبصورتی کا خوف ہو تو زوجین پر لازم ہے کہ وہ نسل بڑھانے سے رک

---

[1] عزل یہ ہے کہ مرد جماع کے بعد اپنا پانی باہر خارج کرتا ہے تاکہ حمل نہ ہو۔

[2] سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۴۲ حدیث نمبر ۲۰۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں۔ بلکہ بہت سے اہل علم کا مذہب ہے کہ یہ مطلقاً جائز ہے انہوں نے اس مذہب پر درج ذیل فرامین سے دلیل لی ہے:

① بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہتے ہیں: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے جب کہ قرآن اترتا تھا''۔ [1]

② مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے اس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی مگر آپ نے ہمیں اس سے منع نہیں کیا''۔ [2]

اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے اس میں رخصت دی ہے کچھ حرج نہیں سمجھا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں ہمیں اس متعلق حضرت سعد ابن ابی وقاص، ابوایوب انصاری، زید بن ثابت اور ابن عباس وغیرہ سے رخصت مروی ہوئی ہے۔ امام مالک اور شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اس بات پر متفق ہیں کہ یہ زندہ درگور کرنا نہ ہے جب تک اس پر سات حالات گزر نہ جائیں۔ قاضی ابویعلی وغیرہ نے اپنی سند سے عبید بن رفاعۃ عن ابیہ سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر کے پاس علی' زبیر اور سعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے باہم عزل کا ذکر کیا' پھر کہا اس میں کوئی حرج نہ ہے۔ ایک آدمی نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب تک اس پر سات حالات نہ گزریں تب تک زندہ درگور کرنا نہیں ہوتا جب کہ وہ مٹی کا جسم بنے پھر نطفہ بنے پھر خون کا لوتھڑا بنے' پھر گوشت بنے پھر ہڈیاں بنیں پھر گوشت چڑھے پھر مٹی کی تخلیق میں بنے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ آپ کی عمر لمبی کرے آپ نے سچ کہا۔

اہل ظاہر کی رائے ہے کہ حمل روکنا حرام ہے انہوں نے حضرت جذامہ بنت وہب کی حدیث سے دلیل لی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ سے عزل کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا: ''یہی تو چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے''۔ [3] امام غزالی نے اس کا جواب

---

[1] محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۰۵ حدیث نمبر ۵۲۰۸۔
ومسلم بن حجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶۵ حدیث نمبر ۱۳۸۔۱۴۴۰۔

[2] دیکھئے صحیح مسلم بمطابق حوالہ گزشتہ۔ [3] مسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶۷ حدیث نمبر ۱۴۱۔۱۴۴۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہوئے کہا صحیح کتب میں اس کے جواز میں صحیح احادیث مروی ہیں۔ رہا آپ کا اسے چھوٹا زندہ درگور کرنا۔ یہ ایسے ہے جیسے آپؐ نے فرمایا: ''یہ چھوٹا شرک ہے'' یہ کراہت کو لازم کرتا ہے جو صرف چھوٹی کراہت ہے حرام نہیں ہے اور کراہت سے مقصد یہ ہے کہ یہ بہتر کے خلاف ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ مسجد میں بیٹھنے والے کے لئے ذکر و نماز کی مشغولیت کے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے۔ (1) بعض ائمہ جو حنفی ہیں کی رائے ہے کہ جب عورت اجازت دے تو جائز ہے اگر اجازت نہ دے تو مکروہ ہے۔

اسقاط حمل کا حکم

جب نطفہ رحم میں ٹھہر جائے اور اس پر ایک سو بیس دن گزر جائیں تو ایسے (2) جنین کو ساقط کرنا حلال نہ ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک نفس پر ظلم ہوگا جو دنیا و آخرت میں سزا کو لازم کرے گا۔ رہا اس مدت سے پہلے حمل خراب کرنا اور جنین کو ساقط کرنا۔ جب اس کا تقاضا موجود ہو تو ساقط کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر وہاں کوئی سبب حقیقی نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ سبل السلام والے نے کہا:

روح پھونکے جانے سے پہلے عورت کا نطفہ ساقط کرنے کا علاج کرانا جائز بھی ہے اور اس کا عدم جواز بھی ہے اس کی بنیاد عزل کے اختلاف پر ہے۔ جس نے اسے جائز کہا وہ اسے بھی جائز کہتا ہے اور جس نے اسے حرام کہا وہ اس علاج کو بالاولیٰ حرام کہتا ہے اور عورت کا حمل کو سرے سے ختم کرنے کی دوا استعمال کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ انتھی۔

امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ: ایک موجود اور حاصل کی ہوئی چیز کو ختم کرنا ظلم ہے فرمایا: اس کے کئی درجے ہیں: نطفہ رحم میں گیا اور عورت کے پانی سے مل گیا تو وہ زندگی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایسے حمل کو خراب کرنا جرم ہے۔ اگر وہ خون کا لوتھڑا اور گوشت بن گیا تو جرم بڑا ہو جائے گا اور اگر اس میں روح پھونک دی گئی اور اس کی تخلیق برابر (یعنی پوری) ہو گئی تو جرم اور بھی بڑا ہو جائے گا۔

---

(1) حالانکہ مسجد میں بیٹھنا مکروہ نہ ہے اور نہ ہی ثواب سے خالی ہے چونکہ خالی بیٹھ رہنے سے ذکر افضل ہے۔ اس لیے یہ کہا کہ خلاف اولیٰ ہے۔ (2) جنین وہ بچہ ہے جو رحم مادر میں ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایلاء

ایلاء کی تعریف:

اس کا لغوی معنی ہے قسم کھا [1] کر رک جانا اور شریعت میں قسم کھا کر بیوی کے جماع سے رک جانا ایلاء کہلاتا ہے اس میں اللہ کی قسم یا روزے کی یا صدقہ یا حج یا طلاق کی قسم کھانا سب برابر ہے۔ جاہلیت میں آدمی قسم کھالیا کرتا کہ وہ ایک برس، دو برس یا اس سے بھی زیادہ مدت بیوی کو نہ چھوئے گا۔ اور اس سے مقصد اسے تکلیف دینا اور لٹکی چھوڑنا ہوتا تھا کہ نہ وہ اس کی بیوی ہوتی نہ وہ مطلقہ ہوتی۔ اللہ پاک نے اس تکلیف دہ امر کے لیے ایک حد مقرر کرنا چاہی۔ اسے چار مہینوں کی مدت تک متعین کر دیا۔ اس میں آدمی اپنی پیاس کو سیراب کرے گا اور سمجھداری کی طرف لوٹ آئے گا۔ اگر وہ اس مدت کے اندر یا آخر میں رجوع کرے اس طرح کہ قسم توڑ دے، بیوی کو چھولے اور اس میں اپنی قسم کا کفارہ دے دے (تو ٹھیک ہے) ورنہ طلاق دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآءِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآءُوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾.

[سورة البقرة: ۲۲۷]

"اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں چار مہینے (اس کا) انتظار کرنا ہے اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ طلاق دینے کا ارادہ کرلیں تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے"۔

---

[1] یولی ایلا۔ جب کوئی قسم کھائے وہ مول ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایلا کی مدت: ❶

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص چار مہینوں سے زیادہ بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالے تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا۔ اختلاف تو اس میں ہے جو چار مہینے تک اس کے پاس نہ جانے کی قسم کھالے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں اس کے لیے ایلاء کا حکم ثابت ہوگا۔ جمہور کا مذہب ہے جن میں تینوں امام بھی ہیں کہ اس کے لیے ایلاء کا حکم ثابت نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چار مہینے مدت مقرر کی ہے اس کے پورا ہونے پر رجوع ہے یا طلاق ہے۔

ایلاء کا حکم:

جب اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھالی۔ اگر چار مہینوں کے اندر اسے چھولیا تو ایلاء ختم ہوگیا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔ اگر مدت گزر گئی اور اس نے اس سے جماع نہ کیا تو جمہور علماء کی رائے میں بیوی کو حق ہے کہ وہ وطی کا یا طلاق کا مطالبہ کرے۔ اگر وہ دونوں سے انکار کرتا ہے تو امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ حاکم اس پر طلاق ڈال دے گا تاکہ بیوی سے تکلیف کو ہٹایا جائے۔ جبکہ امام شافعیؒ اور اہل ظواہر کی رائے یہ ہے کہ قاضی خود طلاق نہیں دے گا بلکہ خاوند پر دباؤ ڈالے گا اور اسے قید کرے گا حتی کہ وہ خود ہی طلاق دے جب کہ احناف کی رائے یہ ہے کہ جب مدت گزر جائے لیکن مرد نے اس سے جماع نہیں کیا تو محض وقت گزرنے سے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی اور خاوند کو رجوع کا حق نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنے وطی کے حق کو بلاوجہ غلط استعمال کیا۔ اس نے بیوی کے حق کو ختم کردیا اور اس طرح وہ اس پر ظلم کرنے والا ہوگا۔

امام مالکؒ کی رائے ہے کہ جب تکلیف دینے کی غرض سے ترک وطی کا ارادہ کرلیا تو خاوند پر ایلاء کا حکم لازم آئے گا اگرچہ اس پر قسم نہ کھائی ہو۔ کیونکہ جیسے قسم کی صورت میں بیوی پر تکلیف واقع ہوتی ہے وہ تو اس حالت میں بھی ہوتی ہے۔

❶ یہ قسم کے وقت سے شروع ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ طلاق جو ایلاء کی وجہ سے ہوتی ہے:

جو طلاق ایلاء سے واقع ہوتی ہے وہ بائن ہے کیونکہ اگر وہ رجعی ہو تو خاوند کے لیے بیوی کو رجوع پر مجبور کرنا ممکن ہوتا کیونکہ یہ تو اس کا حق ہے اس طرح عورت کے لیے کوئی فائدہ ثابت نہیں ہوتا۔ نہ اس سے ضرر ختم ہوا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔ جب کہ امام مالک' شافعی' سعید بن میتب' ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا مذہب یہ ہے کہ وہ رجعی طلاق ہے کیونکہ اس کے بائن ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اس لیے بھی کہ یہ اس بیوی کی طلاق ہے جو مدخول بھا عوض کے بغیر ہے نہ اس میں پوری واپسی ہے۔

ایلاء والی عورت کی عدت:

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایلاء والی عورت بھی دیگر مطلقات کی طرح عدت گزارے گی۔ کیونکہ وہ بھی مطلقہ ہے۔ حضرت جابرؓ بن زید نے کہا: اگر اسے چار ماہ میں تین حیض آ چکے ہیں تو اس پر عدت گزارنا لازم نہیں ہے۔

ابن رشد کہتے ہیں: یہ ایک جماعت کا قول ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ عدت تو براءۃ رحم کے لیے بنائی گئی ہے جبکہ اس عورت کو یہ براءت ویسے ہی حاصل ہو چکی ہے۔

خاوند کا اپنی بیوی پر حق

بیوی پر خاوند کا حق یہ بھی ہے کہ غیر معصیت میں اس کی اطاعت کرے اور اپنے نفس اور اس کے مال میں اس کی حفاظت کرے نیز کسی بھی ایسے کام کی مرتکب ہونے سے رک جائے جس سے خاوند تنگ ہو۔ اس کے لیے ماتھے پر شکن نہ ڈالے اور بری صورت میں اس کے سامنے نہ آئے اور یہ اس کے حقوق میں سب سے بڑا حق ہے۔ حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے فرماتی ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت پر سب سے بڑا کس کا حق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا اس کے خاوند کا فرماتی ہیں مرد پر سب سے بڑا کس کا حق ہے؟ فرمایا اس کی ماں کا''۔

رسول اللہ ﷺ اس فرمان کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی ایک کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ مرد کو سجدہ کرے کیونکہ مرد کا عورت پر حق بڑا ہے''۔ ❶

اللہ پاک نے نیک عورتوں کا وصف بیان کیا فرمایا:

﴿ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ﴾ .

''نیک عورتیں جو اطاعت کرنے والی اور اللہ کی حفاظت سے غیب میں حفاظت کرنے والی ہیں''۔ [سورۃ النساء:۳۴]

قَانِتَاتٌ: فرمانبرداری کرنے والی عورتیں' حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ یعنی جو اپنے خاوندوں کی عدم موجودگی میں ان کی حفاظت کرتی ہیں۔ جان و مال میں ان کی خیانت نہیں کرتیں۔

جو خوبیاں عورت میں ہونی چاہیں ان میں سے یہ سب سے بڑی خوبی ہے۔ اسی سے زوجیت کی زندگی ہمیشہ رہتی ہے اور خوش بخت ہوتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورتوں میں سے بہترین وہ ہے کہ جب تو اسے دیکھے تجھے خوش کردے' جب تو اسے حکم دے تو وہ تیری فرمانبرداری کرے اور جب تو اس سے غائب ہو تو اپنے نفس اور تیرے مال میں وہ تیری حفاظت کرے''۔ ❷

بیوی کا ان عادات کی پابندی کرنا اللہ کی راہ میں جہاد شمار ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی مکرم ﷺ کے پاس آئی

---

❶ محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۵ حدیث نمبر ۱۸۵۳۔

❷ احمد بن حسین البیہقی' شعب الایمان۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح۔ تحقیق الألبانی ج ۲ ص ۲۰۷ حدیث نمبر ۳۲۷۲۔ ۳۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے لگی: اے اللہ کے رسولؐ میں آپ ﷺ کی طرف عورتوں کی نمائندہ ہوں یہ جہاد اللہ نے مردوں پر فرض کیا ہے اگر وہ ماریں تو انہیں اجر ملتا ہے اگر وہ شہید کر دیئے جائیں تو زندہ ہوتے ہیں انہیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے جبکہ ہم عورتیں ان کے کام کرتی ہیں ہمیں اس سے کیا ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمہیں جو عورتیں بھی ملیں انہیں پیغام دے دینا کہ خاوند کی فرمانبرداری اس کے حق کا اعتراف کرنا اس کے برابر ہے اور اس کو تم میں سے کم ہی ادا کرنے والیاں ہیں''۔

اس حق کی عظمتوں سے یہ بھی ہے کہ اسلام نے خاوند کی فرمانبرداری کو فرائض دینیہ کی ادائیگی اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب عورت پانچ نمازیں پڑھے۔ اپنے مہینے کے روزے رکھے' اپنی عزت کی حفاظت کرے' شوہر کی فرمانبرداری کرے اسے کہا جائے گا کہ جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہو داخل ہو جاؤ''۔ [احمد' طبرانی] ❶

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو عورت اس حال میں فوت ہوگئی کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی اور اکثر عورتیں جہنم میں خاوند کی نافرمانی' اس کے احسان کی ناقدری کی وجہ سے داخل ہوں گی''۔ ❷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے جہنم میں جھانکا تو وہاں زیادہ تر عورتیں تھیں یہ خاوند کی ناقدری کرتی ہیں' ان میں سے کسی پر زندگی بھر احسان کرتے رہو اگر یہ تم سے کچھ

---

❶ علامہ ہیثمی نے اسے کشف الاستار میں ج ۲ ص ۱۸۱ حدیث نمبر ۱۴۷۳ کے تحت درج کیا ہے۔

❷ محمد بن عیسیٰ جامع الترمذی ج ۳ ص ۴۶۶ حدیث نمبر ۱۱۶۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوتاہی دیکھیں گی تو کہتی ہیں: میں نے تم سے کبھی خیر نہیں دیکھی''۔ ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے۔ مرد غصے کی حالت میں رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں''۔ ❷

لیکن یہ حق اطاعت معروف کے ساتھ مقید ہے۔ کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔ اگر مرد اسے نافرمانی کا حکم دے تو عورت پر اس کی مخالفت ضروری ہے۔ اور خاوند کی فرمانبرداری یہ بھی ہے کہ نفلی روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ نفلی حج اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے۔

ابوداؤد الطیالسی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خاوند کا حق اس کی بیوی پر یہ ہے کہ اسے اپنے نفس سے نہ روکے اگر چہ وہ کجاوے ❸ پر ہو۔ فرض کے سوا ایک روزہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ اگر ایسا کرے گی تو گناہ گار ہوگی اور وہ اس سے قبول بھی نہیں ہوں گے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کچھ نہ دے اگر وہ دے گی تو اجر مرد کو مل جائے گا اور عورت پر بوجھ ہوگا اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے بھی نہ نکلے۔ اگر نکلے گی تو اللہ تعالیٰ اور غضب والے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں حتی کہ وہ واپس آ جائے یا توبہ کر لے اگر چہ روکنے میں خاوند ظلم بھی کرتا ہو''۔

---

❶ متفق علیہ۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج ۱ ص ۴۵۰ حدیث نمبر ۱۴۲۹۔۴

❷ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۱۴ حدیث نمبر ۵۲۴۸۔
ومسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۸۹۰ حدیث نمبر ۸۰۔۲۴۳۹۔

❸ یہاں لفظ قتب ہے جس کا مطلب اونٹ کی پشت پر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو داخل نہ کرنا جس کو خاوند ناپسند کرے:

خاوند کا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ جسے خاوند برا سمجھتا ہے اس کی اجازت کے بغیر اسے گھر میں داخل نہ ہونے دے۔ حضرت عمرو بن الاحوص الجشمی سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا:

''عورتوں کے متعلق خیر کی وصیت لے لو۔ سنو وہ تمہاری قیدی [1] ہیں۔ اس کے علاوہ تم ان سے کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ الا یہ کہ وہ واضح بے حیائی کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں الگ کر دو اور اس قدر ضرب لگاؤ جو واضح نہ ہو۔ اگر تمہاری بات مان جائیں تو ان پر کوئی راہ تلاش نہ کرو، سنو تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ جنہیں تم ناپسند کرتے ہو وہ انہیں تمہارے بستروں پر نہ بیٹھنے دیں اور تمہارا ناپسندیدہ لوگوں کو تمہارے گھر نہ آنے دیں اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کا کھانا اور لباس اچھے طریقے سے انہیں مہیا کرو۔

[اسے ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے] [2]

عورت کا اپنے خاوند کی خدمت کرنا:

خاوند اور بیوی کے تعلقات میں بنیاد یہ ہے کہ مرد اور عورت کے حقوق وواجبات میں برابری ہے اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ .

''اور انہیں اسی طرح حق ملیں گے جس طرح ان پر مناسب طریقے سے لازم ہیں اور مردوں کو ان پر درجہ حاصل ہے''۔ [سورۃ البقرۃ:۲۲۸]

---

[1] یہاں لفظ عوان ہے جس کا مطلب قیدوالیاں ہے۔

[2] اس مفہوم کی ایک متفق علیہ روایت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۵۳ حدیث نمبر ۵۱۸۶۔ اور صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۱ حدیث نمبر ۶۰۔ ۱۴۶۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت عورت کو اسی طرح حق دے رہی ہے جس طرح ان پر مردوں کے حق ہیں جب عورت سے کسی چیز کا مطالبہ ہوگا تو مرد سے بھی اسی طرح مطالبہ ہوگا۔ خاوند اور بیوی میں باہم عمل اور آپس میں زندگی کو منظم کرنے کی جو بنیاد اسلام نے مقرر کی ہے وہ ایک فطری بنیاد ہے۔ مرد باہر کے کام' محنت' کمائی پر زیادہ قادر ہوتا ہے جب کہ عورت گھر کو سنوارنے' بچوں کی تربیت اور گھر میں راحت واطمینان کا ماحول مہیا کرنے کی زیادہ قدرت رکھتی ہوے۔ مرد کو اس کے مناسب حال کا مکلف بنایا جاتا ہے جب کہ عورت کو اس کا مکلّف بنایا جاتا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہے۔

اس طرح گھر کے اندر اور باہر ہر پہلو سے ایک نظام بن جاتا ہے اس طرح خاوند اور بیوی میں سے کسی کو اپنے لیے گھر کے اسباب کی تقسیم کا سبب مقرر نہیں کرنا پڑتا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر کی خدمت پر مقرر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کام اور کمائی کا حکم دیا۔

بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی مکرم ﷺ کے پاس چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں آنے والی تکلیف کی شکایت کرنے اور خادمہ لینے آئیں تو رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تم دونوں کو اس چیز سے بہتر نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا ہے؟ جب تم اپنے بستروں پر آجاؤ تو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے''۔ [1]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں: میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی خدمت' سارے گھر کی خدمت کرتی تھی۔ ان کا ایک گھوڑا تھا میں اس کے زخم درست کرتی اس کے لیے گھاس لاتی' اس کی ذمہ داری ادا کرتی تھی یعنی وہ اسے چارہ ڈالتیں' اسے پانی پلاتیں' ڈول گانٹھتیں' آٹا گوندتی اور دو تہائی فرسخ سے اپنے سر پر گٹھلیاں لاتی تھیں۔ [2]

---

[1] مسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۹۲ حدیث نمبر ۸۱ ۔ ۲۷۲۸۔

[2] یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں احادیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جیسے مرد پر عورت کے خرچے کی ذمہ داری ہے اسی طرح عورت پر بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر کی نگرانی کرے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ کی وجہ سے پریشانی کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ تو نہیں کہا کہ اس پر کچھ لازم نہیں وہ بھی کام تم کرو۔

اسی طرح جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اپنے خاوند کی خدمت کو دیکھا تو یہ نہیں کہا کہ تم پر کچھ خدمت لازم نہیں بلکہ انہیں خدمت پر برقرار رکھا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویوں کو خدمت پر برقرار رکھا باوجودیکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ بعض خوشی سے کرتی ہیں جب کہ بعض ناخوشی سے کرتی ہیں۔

ابن القیمؒ کہتے ہیں اس امر میں کوئی شک نہیں اور اس میں اونچے درجے اور کم درجے کی عورت میں کوئی فرق نہیں اور نہ مالدار اور فقیر میں کوئی فرق ہے۔ دیکھو کہ یہ جہاں کی عورتوں میں اعلیٰ عورت اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہیں وہ رسولؐ کے پاس شکایت لائیں لیکن آپؐ نے ان کی شکایت نہیں سنی[1]، بعض مالکی علماء کہتے ہیں[2] عورت پر اپنے گھر کی خدمت ضروری ہے اگر وہ باپ کی خوشحالی اور مالداری کی وجہ سے اونچے درجے میں ہے تو اس پر گھریلو نظام چلانا اور خادموں کو حکم دینا ضروری ہے۔ اگر درمیانے درجے کی ہے تو اس پر بستر بچھانا وغیرہ لازم ہے اور اگر وہ اس سے بھی کم درجے کی ہے تو اس پر ضروری ہے کہ گھر میں جھاڑو دے' کھانا پکائے' چیزوں کو دھوئے اور اگر وہ کرد' دیلم اور جبل کے علاقوں کی عورتوں سے ہے تو اسے انہیں کاموں میں مکلف بنایا جائے گا جن کی وہ مکلف ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾. [سورة البقرة : ٢٢٨]

''اور انہیں اسی طرح حق ملیں گے جس طرح ان پر معروف طریقے سے لازم ہیں''۔

مسلمانوں کے علاقوں میں پہلے بھی اور اب بھی وہی رواج ہیں جو ہم نے

---

[1] یعنی ان کی شکایت نہ سنی۔ [2] تفسیر القرطبی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کیے کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویاں آٹا پیسنا' روٹی' کھانا پکانا' بستر بچھانا اور کھانا پیش کرنا اور دیگر کام کیا کرتی تھیں۔ ہمارے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے اس سے انکار کیا ہو نہ اسے انکار کی کوئی گنجائش ہے بلکہ وہ اس میں کوتاہی کی وجہ سے انہیں مارتے تھے وہ خدمت کی بنیاد پر ہی انہیں اپنے پاس رکھتے تھے۔ اگر وہ اس کی مستحق نہ ہوتیں تو وہ ان سے مطالبہ نہ کرتے۔ یہی صحیح مذہب ہے امام مالکؒ، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے مذہب کے برخلاف ہے کہ عورت پر اس کے خاوند کی خدمت واجب نہ ہے وہ کہتے ہیں عقد زواج کا مقصد تو محض فائدہ حاصل کرنا ہے۔ خدمت کرانا اور منافع خرچ کرنا تو نہیں ہے لیکن مذکور احادیث اس کے نقل اور اچھے اخلاق سے ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔

خاوند اور بیوی کے درمیان سچ سے تجاوز:

گھر کے نظام کی حفاظت کرنا' خاندانی تعلقات کو مضبوط کرنا ان مقاصد میں سے ہے جن کی وجہ سے سچ سے تجاوز کرنا جائز ہے۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ابن ابی عذرہ الدؤلی جن عورتوں سے شادی کرتا ان سے خلع کر لیتا تھا۔ عورتوں کے متعلق اس کی نسبت وہ بات مشہور ہوگئی جو اسے ناپسند تھی۔ جب اسے اس بات کا پتا چلا تو اس نے حضرت عبداللہ بن ارقم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے آیا پھر اپنی بیوی سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں [1] کیا تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟

اس نے کہا: مجھے اللہ کی قسم نہ دو۔

کہتے ہیں: میں تمہیں اللہ کی قسم ہی دیتا ہوں۔

اس نے کہا: ہاں (نفرت کرتی ہوں)

اس نے ابن ارقمؓ سے کہا سن رہے ہو؟ پھر چلے' حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا: تم باتیں کرتے ہو کہ میں ظلم کرتا ہوں' ان سے خلع کر لیتا ہوں۔ ابن ارقم سے

---

[1] یعنی اللہ کے نام سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھے انہوں نے ابن ارقم سے پوچھا تو انہوں نے انہیں بتا دیا۔ انہوں نے ابن ابی عذرہ کی بیوی کو پیغام بھیجا۔ وہ اور اس کی پھوپھی آئیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم ہی ہو جو اپنے خاوند سے کہتی ہو کہ تم اس سے نفرت کرتی ہو؟ اس نے کہا: میں پہلی ہوں جو اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اللہ کے حکم کی طرف لوٹتی ہوں۔ اس نے مجھے اللہ کی قسم دی تو میں نے جھوٹ بولنے میں حرج سمجھا۔ امیر المومنینؓ کیا میں جھوٹ بول دیتی؟ فرمایا: ہاں جھوٹ بول دیتی۔ اگر تم میں سے کوئی ہم میں سے کسی سے محبت نہ کرتی ہو اسے یہ بات نہ بتائے کیونکہ ایسے تو بہت کم گھر ہیں جن کی بنیاد محبت پر ہو لیکن پھر بھی لوگ اسلام اور باہم حسب نسب کی وجہ سے زندگی گزارتے ہیں۔ بخاری و مسلم نے حضرت ام کلثومؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"لوگوں میں اصلاح کرانے والا جھوٹا نہیں ہے کہ وہ اچھی بات پہنچائے اور اچھی بات کہے"

اور کہتی ہیں: میں نے نہیں سنا کہ لوگوں کی باتوں میں سے تین کے علاوہ جھوٹ کی رخصت ہو۔

"یعنی لڑائی میں، لوگوں کی اصلاح میں اور خاوند کی بیوی سے اور بیوی کی خاوند سے بات میں"۔ [1]

بیوی کو زوجیت والے گھر میں ٹھہرانا:

خاوند کا حق یہ بھی ہے کہ وہ بیوی کو زوجیت والے گھر میں رکھے اور بغیر اجازت اس سے نکلنے سے منع کر دے۔ گھر کی شرط یہ ہے کہ وہ اس کے مناسب ہو۔ زوجیت کی زندگی برقرار رکھنے کا اہل ہو۔ اور ایسے ہی گھر کو شرعی طور پر گھر کہا جائے گا۔ اگر گھر اس کے لائق نہ ہو اور نہ وہاں وہ حقوق زوجیت پورے کرنے ممکن ہوں جو شادی سے مقصود ہوتے ہیں تو وہاں ٹھہرنا اس کے لیے لازم نہ ہے کیونکہ گھر غیر شرعی

---

[1] متفق علیہ۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج ۲ ص ۶۲۱۔ حدیث نمبر ۵۰۳۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مثلاً یہ کہ وہاں اور لوگ بھی رہتے ہیں جن کی موجودگی میں زوجیت والی زندگی گزارنا ممکن نہ ہے یا اس کی وجہ سے عورت کو تکلیف پہنچتی ہے یا اسے اپنے سامان کا ڈر ہو۔ اسی طرح اگر گھر ضروری سہولتوں سے خالی ہو یا ایسے حال میں ہے جس سے بیوی پر وحشت طاری ہوتی ہے یا ہمسائے برے ہیں۔

بیوی کو منتقل کرنا:

خاوند کو یہ بھی حق ہے کہ بیوی سمیت جہاں چاہے منتقل ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ﴾ . [سورة الطلاق : ٧]

''اپنی گنجائش سے جہاں تم رہتے ہو انہیں بھی رکھو اور ان پر تنگی کرنے کے لیے انہیں تکلیف نہ دو''۔

اور تکلیف کی نفی تقاضا کرتی ہے کہ بیوی کو منتقل کرنے کا مقصد بیوی کو تکلیف دینا نہ ہو بلکہ ضروری ہے کہ اس سے زندگی گزارنا اور شادی کے دیگر مقاصد حاصل کرنا مراد ہو۔ اگر اس سے اسے تکلیف دینا یا تنگ کرنا مقصد ہے مثلاً وہ اس لیے منتقل ہونے کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے مہر ہبہ کر دے یا اپنے ضروری نفقہ سے کچھ چھوڑ دے یا وہ اس پر امن نہ رکھتا ہو تو ایسے حالات میں عورت کو انکار کا حق حاصل ہے اور قاضی کو بھی لازم ہے کہ وہ اس کی بات نہ ماننے کا فیصلہ کر دے۔

فقہاء نے اس حق کو استعمال کرنے کی یہ بھی قید لگائی ہے کہ اسے منتقل کرنے میں اس پر تکلیف کا خوف نہ ہو مثلاً اس طرح کہ راستہ پر امن نہ رہے یا وہ اس پر ایسی مشقت ڈالتا ہے جو عام طور پر وہ برداشت نہیں کر سکتی یا وہاں دشمن کا خوف ہو جب ان میں سے کوئی خدشہ تو عورت کو سفر سے انکار کرنے کا حق ہے۔

قانونی نوٹس کی ایک شق میں درج ذیل بات آئی ہے کہ: جب خاوند اور بیوی کو نقل ہونے یا نہ ہونے میں کچھ ایسی مصلحتیں ہیں جو نہ ضبط ہیں نہ متعین ہیں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ان کی صورتیں بتائے بغیر انہیں عام رکھا اور اس میں قاضی کی سمجھداری' حکمت اور عدالت پر اعتماد کیا ہے۔ یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ صرف خاوند کا ذاتی طور پر بیوی پر امن سے ہونا اسے منتقل ہونے پر مجبور کرنے میں مصلحت کے ثابت ہونے پر کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ دوسرے حالات کو بھی سامنے رکھا جائے جن کا تعلق خاوند اور بیوی سے ہے ان شہروں کے حالات کا بھی خیال رکھا جائے گا جن سے منتقل ہوئے اور جن کی طرف منتقل ہوئے۔ مثلاً منتقل ہونے کا باعث کوئی ایسی مصلحت ہو جو معتبر ہو اور منتقل ہوئے بغیر کم ہی وہ فائدہ حاصل ہو اور خاوند اس طرح کی حالت میں ہو کہ عورت کے سفر کے خرچے پر قادر ہو اور اس کے ہاتھ میں کچھ اضافی رقم بھی ہو جس پر غالب گمان ہو کہ اگر وہاں تجارت کرے تو اس قدر فائدہ ہو کہ جو اس کا اور اس کے گھر والوں کا خرچ پورا کر سکے یا کوئی فنی کاروبار ہو جس سے وہ اپنا اور گھر والوں کا خرچ ادا کر سکے اور دونوں شہروں کا درمیانی راستہ جان' مال اور عزت کے لیے پر امن ہو اور بیوی بھی اپنے شہر سے دوسرے شہر منتقل ہونے میں سفر کی مشقت کو برداشت کر سکتی ہو اور جس جگہ وہ جا رہے ہیں وہ فطری طور پر بخاروں' وباؤں اور امراض پیدا کرنے والی نہ ہو۔

اور ان دونوں شہروں کے گرم اور سرد موسم کا اتنا اختلاف بھی نہ ہو جو مزاج اور طبیعتیں برداشت نہ کر سکیں وہ اس طرح کہ جیسی عورت کی اپنے اصلی گھر میں عزت محفوظ تھی یہاں بھی اسی طرح محفوظ رہے اور وہاں اسے کوئی تہذیبی یا مالی کوئی پریشانی لاحق نہ ہو۔ ایسے حالات میں اس قسم کی بہت سی چیزوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور یہ حالات جگہوں اور افراد کے اختلاف سے بدلتے رہتے ہیں جو سمجھدار قاضی پر مخفی نہیں ہوتے۔ اس موضوع کی تفصیل میں جو کچھ کہا جا سکتا ہے یہ مجموعہ کلام سب سے بہتر ہے۔

بیوی کا اپنے گھر سے نہ نکلنے کی شرط لگانا:

جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور شرط لگائی کہ وہ اسے اس کے گھر سے نہ نکالے گا یا اس کو اس کے شہر سے دوسرے شہر کی طرف نہیں نکالے گا تو مرد پر اس شرط کو پورا کرنا ضروری ہے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی بنیاد پر کہ فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پوری ہونے کی سب سے زیادہ حق دار وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو"۔ [بروایت بخاری' مسلم' وغیرہما عن عقبہ بن عامر] [1]

امام احمد' اسحاق رحمہ اللہ بن راھویہ رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

ان کے علاوہ دیگر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مرد پر یہ شرط پوری کرنا ضروری نہیں ہے۔ اسے گھر سے منتقل کرنے کی اجازت ہے اور اس حدیث کے بارے میں کہا جو شرط پوری کرنا ضروری ہے وہ صرف مہر کے بارے میں۔ رہے حقوق زوجیت جو عقد کا تقاضا ہیں نہ کہ دوسرے وہ اس کا تقاضا نہیں ہیں۔ چھٹے حصے الشروط فی الزواج میں اس کا اختلاف اور علماء کے مفصل اقوال گزر چکے ہیں۔

بیوی کو کام سے روکنا:

علماء نے ایسے کام میں جو خاوند کے حق کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے یا اسے تکلیف دیتا ہے یا گھر سے نکلنے کا باعث بنتا ہے اور اس کام میں جس میں تکلیف نہیں ہے فرق کیا ہے پہلے سے منع کیا ہے اور دوسرے کی اجازت دی ہے۔

فقہائے احناف میں سے ابن عابدین کہتے ہیں۔ قابل تحریر بات یہ ہے کہ مرد عورت کو ایسے کام سے روکے جو مرد کے حق کو کم کرتا ہے یا اسے تکلیف دیتا ہے یا اس کے لیے گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ رہا وہ کام جس میں ضرور نہیں ہے اسے روکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی طرح وہ ایسے کام سے بھی نہ روکے جو فروض کفایہ میں سے ہو اور عورت کے ساتھ خاص ہیں جیسے دائی والا کام۔

عورت کا طلب علم کے لیے نکلنا:

جو علم عورت سیکھنا چاہتی ہے اگر وہ اس پر فرض [2] ہے تو خاوند پر لازم ہے کہ

---

1. محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ص ۲۱۷ حدیث نمبر ۵۱۵۱۔
2. فرض علم: اس عمل کا علم ہے جس کو اللہ نے فرض کیا ہے کیونکہ جس پر اللہ نے عمل فرض کیا ہے اس کا علم بھی فرض ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے وہ سکھائے اگر وہ خود سکھا سکتا ہو۔ اگر وہ خود نہیں سکھا سکتا تو پھر اس پر لازم ہے کہ اسے علماء اور علم کی مجالس میں جانے دے تاکہ وہ احکام دینیہ سیکھ لے اگرچہ خاوند کی اجازت نہ بھی ہو لیکن اگر بیوی احکام میں سے اپنے فرائض کا علم رکھتی ہے یا خاوند دین کی سمجھ رکھتا ہے اور اس کو سکھانے کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے تو عورت کو اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے کا حق نہ ہے۔

نافرمانی کے وقت بیوی کو ادب سکھانا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾. [سورة النساء : ٣٤]

''اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو۔ ان کو وعظ کرو، اور بستروں میں الگ چھوڑ دو، اور انہیں مارو۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر اور راہ تلاش نہ کرو''۔

بیوی کا نشوز یہ ہے کہ خاوند کی نافرمانی کرے۔ کہا نہ مانے اس کے بستر پر آنے سے انکار کرے یا اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نکل جائے۔

اسے نصیحت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ کی یاد دلائی جائے۔ ڈرایا جائے اور اسے وہ ضروری حق بتایا جائے جو اس پر اطاعت میں فرض ہے۔ جو اس پر اس کے خاوند کا حق ہے اس کی تنبیہ کی جائے۔ مخالفت اور نافرمانی کی وجہ سے اسے جو گناہ ہوتا ہے اس کی نظر اس طرف متوجہ کی جائے اور اسے بتایا جائے کہ اس طرح اس کا خرچ اور لباس کا حق ختم ہو جائے گا اور بستر میں الگ چھوڑنا یہ ہے کہ اس کا بستر الگ کر دے۔ رہا کلام میں چھوڑنا تو وہ تین دن سے زیادہ جائز نہ ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کو حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے''۔ ❶

---

❶ احمد و ابوداؤد۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج ۳ ص ۶۲۱ حدیث نمبر ۵۰۳۵۔ ۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی کو پہلی دفعہ نافرمانی پر نہ مارا جائے آیت میں کچھ پوشیدگی اور مقدر عبارت ہے یعنی:

﴿ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ ﴾ . [النساء : ٣٤]

''کہ جن کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو انہیں نصیحت کرو''۔

اگر پھر بھی نافرمانی کریں تو ''بستر الگ کردو'' اگر پھر بھی اسی پر ڈٹی رہیں ''پھر ان کو مارو'' یعنی اگر وہ وعظ سے نہ سمجھے تو اس کو مارنے کا حق ہے۔ رسول مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جن لوگوں کو تم ناپسند کرتے ہو وہ انہیں تمہارے بستروں پر نہ بیٹھنے دیں اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس طرح مار سکتے ہو جو زیادہ شدت والی ضرب نہ ہو اور مرد پر لازم ہے کہ وہ چہرے اور ان جگہوں سے بچے جہاں نقصان کا خدشہ ہو کیونکہ مقصد تو ادب سکھانا ہے نقصان کرنا نہیں ہے''۔ [1]

ابوداؤد نے حضرت حکیم بن معاویہ قشیری عن ابیہ سے بیان کیا ہے کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی ایک کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ فرمایا:

''جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ۔ جب تم پہنو اسے بھی پہناؤ' چہرے پر نہ مارو' اسے بدصورت نہ کہو' صرف گھر کی حد تک اسے چھوڑ دو''۔ [2]

خاوند کے لیے عورت کا خوبصورت بننا:

اچھی بات ہے کہ عورت خاوند کے لیے سرمہ لگا کر' مہندی لگا کر اور خوشبو لگا کر خوبصورت بنے اور اسی طرح کہ زینت لگا لے۔

امام احمد نے حضرت کریمہ بنت ھمام سے بیان کیا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتی ہیں: ام المومنین! آپ مہندی کے متعلق کیا کہتی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے حبیب ﷺ کو اس کا رنگ اچھا لگتا تھا لیکن اس کی بو نا[3] پسند تھی لیکن تم میں سے کسی پر حرام نہیں ہے کہ دو حیض کے درمیان یا ہر حیض کے وقت اسے لگا لے۔

---

[1] مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۳۔ [2] سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۰۶ حدیث نمبر ۲۱۴۲۔

[3] مسند احمد۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج ۲ ص ۴۹۸ حدیث نمبر ۴۴۶۶ ۔ ۴۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار زینت

اس کا معنی:

جس چیز کو چھپانا ضروری ہے اسے ظاہر کرنے کا تکلف تبرج کہلاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ برج سے نکلنے سے بنا ہے برج محل کو کہتے ہیں۔ پھر اس کا استعمال عورت کی حیاء/حشمت سے نکلنے' فتنہ والی چیزوں کے اظہار اور محاسن کو ظاہر کرنے کے متعلق ہونے لگا۔

قرآن میں لفظ تبرج:

قرآن میں لفظ تبرج دو جگہ وارد ہوا ہے۔

پہلا مقام: سورۃ نور میں ہے اللہ پاک کے فرمان میں آیا ہے:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِيْنَةٍ وَّ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ﴾ . [سورة النور : ٦٠]

''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی امیدوار نہیں ہیں ان پر گناہ نہیں ہے کہ وہ زینت کو ظاہر نہ کرتے ہوئے اپنے کپڑے رکھ دیں اور اگر وہ پاکدامنی چاہیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے''۔

دوسرا مقام: سورۃ الاحزاب میں اس کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ آئی ہے۔

اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ . [سورة الاحزاب : ٣٣]

''اور جاہلیت اولیٰ کی طرح اظہار زینت نہ کرو''۔

یہ دین اور تہذیب کے خلاف ہے:

جن چیزوں سے انسان حیوانوں سے منفرد ہوتا ہے وہ لباس پہننا اور زینت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا استعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴾.

"اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے۔ اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں"۔ [سورۃ الاعراف: ۲۶]

لباس اور زینت شہریت وتہذیب کے مظاہر میں سے ہیں۔ اس سے برہنہ ہونا حیوانیت اور ابتداء کی طرف لوٹنا ہے اور زندگی اپنی فطری ڈگر پر چل رہی ہے۔ اسے پیچھے آنا ممکن نہیں ہے مگر اس طرح کہ وہ بے فائدہ عمر کی طرف آ جائے جو اس کی آراء کو بدل دے اس کے افکار میں تغیر لا دے۔

جب لباس پہننا ایک ترقی یافتہ انسان کے لوازمات میں سے ہے تو یہ عورت کی نسبت اور بھی زیادہ لازم ہے کیونکہ یہ ان حفاظتی چیزوں میں سے ہے جو عورت کے دین، شرف، کرامت، پاکدامنی اور اس کی حیاء کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ تمام صفات مرد سے زیادہ عورت کے مناسب ولائق ہیں یہیں سے حیاء وحشمت عورت سے زیادہ قریب اور ثابت ہوتی ہے۔ عورت کی ملکیت میں سب سے معزز چیز شرف حیاء اور پاکدامنی ہے۔

سب سے گراں چیز جو عورت کی ملکیت میں ہے وہ شرف حیاء پاک، دامنی اور ان خوبیوں کی پابندی ہے۔ وہ بھی اس انداز کی کہ عورت کی انسانیت اپنی بلند تر صورت میں ہو۔ اچھی عورت اور اچھے معاشرے میں یہ بات نہ ہے کہ عورت حفاظت اور آبرو سے خالی ہو جائے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ جنسی خواہش علی الاطلاق تمام خواہشات سے سخت تر اور شدید تر ہوتی ہے۔ بے حیائی، بے پردگی اس خواہش کو ابھارنے والی اور اس کو اس کی رسی سے کھولنے والی ہے۔ اس کے آگے حدود، قیود اور بند باندھنا اس کی حدت کو کم کرتا ہے۔ اس کے شعلے بجھاتا ہے اور اسے ایسی تہذیب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے جو انسان اور اس کی عزت کے لائق ہے۔اس وجہ سے اسلام نے عورت کے لباس کا خاص خیال رکھا ہے۔قرآن نے عورت کے لباس کی حدود کی تفصیل بتائی ہے حالانکہ قرآن کا یہ اسلوب نہ ہے کہ وہ جزئی مسائل کی تفصیل بتائے۔قرآن کہتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ .

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو۔ وہ اپنے اوپر اپنے گھونگھٹ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور وہ تکلیف نہ دی جائیں۔'' [سورۃ الاحزاب:۵۹]

خطاب نبی مکرم ﷺ کی بیویوں' ان کی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس حکم کے نفاذ کا مطالبہ سب عورتوں کے لیے ہے۔اس سے مستثنیٰ کوئی نہ ہے۔وہ پاکیزگی کے کیسے ہی درجہ پر ہو۔گو وہ پاکیزگی میں نبی مکرم ﷺ کی بیویوں اور بیٹیوں کی طرح ہو۔قرآن نے اس معاملہ پر بہت ذمہ داری لی ہے۔ اس کی بڑی تفصیل دی ہے۔قرآن بیان کرتا ہے کہ کس حصہ کا کھولنا حلال ہے اور کس کا پردہ واجب ہے۔قرآن فرماتا ہے:

﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ .... الخ﴾ . [سورة النور:۳۱]

''اور مومنہ عورتوں سے کہہ دو وہ اپنی نظروں کو جھکا کے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو نہ کھولیں مگر جو اس میں سے کھلا رہے اور وہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈال دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر ......الخ﴾

حتیٰ کہ اگر عورت بوڑھی ہو جو نہ خود نکاح کا شوق رکھنے والی ہو نہ اس میں کوئی شوق رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ (اس کے متعلق بھی) فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ اللّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِيْنَةٍ وَّ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾. [سورة النور : ٦٠]

''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں تو ان پر حرج نہ ہے کہ وہ اپنے کپڑوں کو رکھ دیں اپنی زینت کو ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں اور اگر وہ بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے۔''

اسلام میں اس قضیہ کو اہمیت دیتا ہے۔ وہ اس عمر کا تعین کرتا ہے جہاں سے عورت پردہ شروع کرتی ہے۔ رسول مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''اے اسماء جب عورت حیض کو پہنچ جائے اس کے لیے اس کے اور اس کے علاوہ دیکھا جانا حلال نہ ہے آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا''۔ ❶

عورت ایک فتنہ ہے مردوں کے لیے اس سے زیادہ نقصان دہ کوئی نہ ہے۔ ❷ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''عورت جب آ رہی ہوتی ہے اس حالت میں آتی ہے کہ اس کے ساتھ شیطان ہے اور جب جا رہی ہوتی ہے اس حالت میں جاتی ہے کہ اس کے ساتھ شیطان ہے''۔ ❸

عورت کا اپنے لباس سے نکلا ہونا اور فتنہ کی جگہوں کا اظہار اس سے اس کی حیاء و شرف والی سب سے بڑی خوبی چھین لیتا ہے اور اس کو انسانی درجہ سے نیچے گرا دیتا ہے جو گندگی اس کو لگ جاتی ہے اس کو جہنم کے علاوہ کوئی پاک نہیں کر سکتا۔ رسول مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

---

❶ ابوداود بحوالہ مشکوۃ المصابیح۔ تحقیق الالبانی ج ۲ ص ۴۸۱ حدیث نمبر ۴۳۷۲-۶۹

❷ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ج ۹ ص ۱۳۷ حدیث نمبر ۵۰۹۶۔

❸ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲۱ حدیث نمبر ۹-۱۴۰۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میری امت کے دو گروہ ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (پہلے) وہ مرد جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے اور (دوسرے) وہ عورتیں جو ننگیاں ہیں' مائل ہونے والیاں اور مائل کرنے والیاں ہیں۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی جب کہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے سونگھی جاتی ہے''۔ ❶

زمانہ نبوت میں نبی کریم ﷺ اظہار زینت کا کوئی موقع دیکھتے تو عورتوں کی توجہ اس جانب مبذول کراتے کہ یہ اللہ کے حکم سے فسق ہے رسول مکرم ﷺ ان کو جادۂ مستقیم کی طرف لوٹاتے۔ خاوند اور ولیوں کو اس بے راہ روی کا نتیجہ بتاتے اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے۔

① حضرت موسیٰ بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک عورت حضرت ابوہریرہؓ کے قریب سے گزری جبکہ اس سے بہت خوشبو اٹھ رہی تھی۔ آپؓ نے اس کو فرمایا: ''اے جبار کی لونڈی تم کہاں جا رہی ہو؟ کہنے لگی مسجد کی طرف۔ فرمایا: جب کہ تو نے خوشبو لگا رکھی ہے؟ کہا جی ہاں۔ فرمایا: جاؤ غسل کر کے آؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ اس عورت کی نماز قبول نہیں کرتے جو مسجد کی طرف اس حال میں نکلی کہ اس سے خوشبو پھوٹ رہی ہے حتی کہ لوٹ جائے اور غسل کرے''۔ غسل کا حکم تو اس کی خوشبو ختم کرنے کے لیے دیا گیا ہے۔

② حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی عورت بخور ❷ کی خوشبو لگائے وہ عشاء میں ہرگز حاضر نہ ہو'' یعنی عشاء کی نماز میں۔ ❸

③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مزینہ (قبیلہ) کی عورت اپنی زینت پر اتراتی ہوئی مسجد کی

---

❶ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

❷ یہ ایک ٹہنی کی خوشبو ہے جسے عورتیں جلاتی تھیں۔

❸ صحیح مسلم بحوالہ مشکوۃ المصابیح بتحقیق الالبانی ج ۱ ص ۳۳۳ حدیث نمبر ۱۰۶۱۔۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف آئی۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی عورتوں کو لباس' زینت اور مسجد میں خوشبو لگانے سے روکو۔ بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہ ہوئی جب تک ان کی عورتوں نے زینت نہ پہنی اور مسجد میں خوشبو نہ لگائی''۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمرؓ اس بڑے فتنہ کے وقوع سے ڈرتے تھے۔ وہ اس کی قبل وقوع تحقیق کرتے تھے۔ اس بنیاد پر پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ آپؓ سے مروی ہے کہ ایک رات آپ گشت کر رہے تھے۔ آپؓ نے ایک عورت کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا:

کیا شراب کی طرف کوئی راہ ہے کہ میں اسے پی لوں
یا نصر بن حجاج کی طرف کیا کوئی راہ ہے؟

فرمایا: عمرؓ کے عہد میں تو یہ نہ ہوگا۔ جب صبح ہوئی۔ نصر بن حجاج کو بلوایا گیا۔ آپ نے اس کے چہرے کو لوگوں میں سب سے خوبصورت پایا آپ نے اس کے بال مونڈنے کا حکم دیا۔ اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوگیا تو آپ نے اس کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اس بے راہ روی کا سبب:

جہالت اور اندھی تقلید اس خط مستقیم سے ہٹ جانے کا باعث ہوئی۔ استعماری آ گئے۔ انہوں نے اسے مقصد اور مطلب بنالیا۔ اب رواج بن گیا ہے کہ مسلمان مرد مسلمان عورت کو بے پردہ' اپنے مقامات فتنہ کو پیش کرنے والی' اپنی زینت میں نکلنے والی' سینہ' گلہ' کمر' بازو اور پنڈلیوں کو کھولنے والی پاتا ہے۔ وہ اپنے بال کاٹنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتی بلکہ وہ کریم' پاؤڈر اور خوشبو لگانا ضروری سمجھتی ہے۔ نیز بھڑکیلے لباسوں کی پسند بھی ہے اور اب فیشنوں کے اظہار کے لیے خاص موسمی سٹائل ہیں۔ جن میں ہر طرح بھڑکانے اور ابھارنے والے لباس پہنے جاتے ہیں تو عورت کو اپنے فخر اور ترقی کے مظاہر کی وجہ سے دیکھے گا کہ وہ برائی اور بدکاری کی جگہوں پر جاتی ہے۔ رقص وسرود کی محافل میں' کلبوں میں' پارکوں میں' سینما میں' گراؤنڈ میں' ہوٹلوں اور محفلوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں۔ وہ اپنی گراوٹ کی انتہاء کو اس وقت پہنچتی ہے جب وہ گرمیوں میں[1] ٹھنڈے مقامات اور علاقوں کا رخ کرتی ہے۔ یہ بھی پسندیدہ عادت بن گئی ہے کہ حسن کے مقابلے منعقد ہوتے ہیں جن میں عورت مردوں کے سامنے کھل کر آتی ہے جانچ پرکھ کرنے والے جج کی جانچ میں اس کے بدن کا ہر ہر حصہ ہوتا ہے بے حیا مردوں اور عورتوں اور آوارہ لوگوں کی آنکھ اور کان پر ان کے ہر ہر عضو بدن کا نظارہ ہوتا ہے۔ اخبارات وغیرہ کو ذرائع ابلاغ کو اس گھٹیا بن پر ابھارنے کا بہت موقع ملتا ہے۔ نیز عورت کو کم قیمت' سستے حیوانی درجے تک پہنچانے کا موقع بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ اس گھٹیا پن کے پھیلاؤ میں فیشنی ملبوسات کے تاجروں کا بھی بڑا کردار ہے۔

اس بے راہ روی کے نتائج:

اس بے راہ روی کے نتائج یہ سامنے آئے کہ بدکاری کی کثرت ہوئی' زنا پھیل گیا' خاندانی نظام تباہ ہوگیا' فرائض دینیہ سے غفلت برتی گئی' بچوں کی نگہداشت چھوڑ دی گئی' شادی[2] کے مسائل مشکل ہوگئے' حرام کا حصول حلال سے آسان تر ہوگیا۔ مجموعی طور پر اس بے دینی نے اخلاقی گراوٹ پیدا کی اور ان آداب کو ختم کر کے رکھ دیا جن کی بنیاد پر ہم لوگ تمام ادیان و مذاہب میں اچھے ہوتے تھے۔

یہ بے راہ روی اس حد کو پہنچ گئی کہ مسلمان کے ذہن پر کوئی پریشانی نہیں گزرتی۔ بے حیائی اور بے غیرتی کا پرچار کرنے والوں نے کئی رنگ اپنا لیے۔ انہوں نے خوبصورت بنانے اور استعمال زینت کی کئی راہیں بنالیں۔ اس کے لیے انہوں نے نظام پیش کیے۔ اور ان باتوں کی تعلیم کے لیے ادارے قائم کیے۔ الاھرام اخبار نے ''عورت کے ہمراہ'' عنوان کے تحت درج ذیل اعلان جاری کیا ہے: ''عورت کے بالوں کی درستی کے لیے اسکندریہ میں پہلا تعلیمی انسٹیٹیوٹ/ادارہ''۔ ''ایک ماہ بعد انسٹی ٹیوٹ/ادارے میں جرمن تجربہ کار تدریس کے فرائض سرانجام دے گا''۔ اسکندریہ

---

[1] جیسے لندن وغیرہ ٹھنڈے علاقے ہیں یا ہمارے ملک میں مری اور شمالی علاقہ جات ہیں۔

[2] اس سے جائز شادی اور نکاح مراد ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عورتوں کے بالوں کے درستی کا محکمہ عورتوں کے بالوں کو درست کرنے کا ادارہ پہلی مرتبہ قائم کر رہا ہے۔ یہ ادارہ محکمہ کے ممبران کے عطیات سے قائم کیا گیا ہے۔ کسی نے مشینری دی' کسی نے بال درست کرنے کا آلہ دیا' کسی نے بالوں کے کلپ دیئے اور کسی نے قالین۔ اس طرح ادارہ وجود میں آیا۔ اس سے پہلے محکمہ نے ایک چھوٹا سا کلب کرائے پر لیا تاکہ مستقبل میں ایک بہت بڑے ادارے کی بنیاد بن جائے۔ محکمہ نے اپنے تمام ممبران ''فنی ماہرین'' پر لازمی حکمنامہ جاری کیا ہے کہ وہ ان پیریڈز/اسباق میں ضرور حاضر ہوں جن میں کچھ دکھایا جائے۔ جن میں ادارہ میں طلبہ کے سامنے عملی کام/ پریکٹیکل ہوتا ہے کہ اس کی تعلیم اور تجربہ حاصل ہو۔ کل صبح محکمہ کے ہیڈ دفتر واقع ''کلیوباترہ'' میں اس کا افتتاح محکمہ کے ایک ممبر نے بالوں کو کاٹنے کے طریقے پر لیکچر دے کر کیا۔ اس کاٹنے کے فن میں بعض اور طریقے بتائے۔ پھر وہ ایک انسانی مجسمے کے پاس کھڑا ہو گیا جس کا نام اس نے ''شعلہ'' رکھا تھا یہ کسی کلب سے لیا تھا اس کے بال سنوارنے لگا۔ وہ اس کے ساتھ تشریح بھی کرتا اور بالوں کو سنوارتا بھی تھا۔ اس ادارہ میں بالوں کی درستی' خضاب' بالوں کے مختلف رنگوں' ناخن کاٹنے' مساج اور جلد کو ملائم کرنے کے فن کی تعلیم دی جائے گی۔

قاہرہ میں محکمہ کے سربراہ نے کہا (جو اسکندریہ میں محکمہ کا ڈائریکٹر بھی ہے) اس طرح کا ادارہ پانچ ماہ سے قاہر میں بھی قائم ہے۔ تھوڑی مدت ہونے کے باوجود اس نے اچھا نتیجہ پیش کیا ہے۔ طلبہ اور طالبات محکمہ کے ممبران کے ہاں گفتگو کے تبادلہ سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان کے سامنے خاکے/ پتلے رکھے جاتے ہیں ان کی تشریح کی جاتی ہے جس سے ان کی مہارت کی سطح بلند ہوتی ہے۔ انہوں نے جرمن کے ان ماہرین سے بھی استفادہ کیا جو یہاں آئے۔ انہوں نے طلبہ کے سامنے لیکچرز دیئے اور پریکٹیکلز بھی کیے۔ جلد ہی آئندہ ماہ میں ایک جرمن ماہر اسکندریہ کے انسٹیٹیوٹ/ادارہ میں آئے گا۔ محکمہ اسی ماہ میں حکومت کے تعاون سے بالوں کی درستی کے فن میں ایک مقابلہ منعقد کرے گا۔ ابتدائی/ پرائمری انداز میں اس انسٹیٹیوٹ/ ادارے میں ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفتہ کی تعلیم کا کورس بھی ہوتا ہے (الاھرام نے جو خبر شائع کی ہے وہ ختم ہوئی)۔

یہ ان بے فائدہ جانے والے اموال کے علاوہ ہے جو بناؤ سنگھار کے آلات میں برباد ہو رہے ہیں۔ صرف قاہرہ میں بالوں کی درستی کے بیوٹی پارلرز کی تعداد ایک ہزار [1] ہو گئی ہے۔ ہر سال دس ملین کی بناؤ سنگھار کی پنسلیں / برش' عطریات اور پاؤڈر بکتے ہیں۔ یہ خرابی ایک جگہ تک محدود نہ رہی بلکہ یہاں سے تجاوز کر کے علم کے مراکز' تربیت کے اداروں اور کالجز یونیورسٹیوں تک پہنچ گئی۔ ضروری تو یہ تھا کہ اس شعبہ کو گراوٹ سے بچایا جائے تاکہ اس کا احترام اور مقدس بنیاد باقی رہ جائے۔ ''اخبار الیوم'' اخبار میں بتاریخ ۱۹۶۲/۹/۲۹ء درج ذیل مضمون آیا ہے: یونیورسٹی کی لڑکی یونیورسٹی کے احترام کے مقامات اور فیشن کی اشیاء کے مقامات میں فرق نہیں کرتی۔

ہر سال میں ان دنوں جب یونیورسٹی اپنے دروازے (داخلے) کھولنے کا اعلان کرتی ہے۔ اخبارات ورسائل یونیورسٹی کی لڑکی پر لکھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کے لباس اور میک اپ پر مباحثے پیش کرتے ہیں۔ بعض کا مطالبہ ان کا لباس ایک ہونے کا ہے جب کہ دیگر بعض کا مطالبہ ہوتا ہے کہ ان کے میک اپ پر پابندی ہونی چاہیے۔ رائٹر/مضمون نگار کہتی ہے۔ میں ان آراء کی تائید نہیں کرتی کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ لڑکی کے لباس کی پسند اس کی شخصیت سے پروان چڑھتی ہے اور اس کے ذوق کو بنانے پر مدد دیتی ہے باہر کی اکثر یونیورسٹیوں کی لڑکیاں ایک جیسا لباس نہیں پہنتیں نہ ان کو میک اپ سے منع کیا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں ان انتہاء پسند آراء والوں میں سے اکثر کو برا بھی نہیں کہتی۔ یونیورسٹی کی لڑکی سے ان کا مطالبہ ہمارے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ اس لڑکی کو یہ علم نہیں ہوتا کہ بطور طالبہ/سٹوڈنٹ میرے لیے کون سا لباس اور کون سا میک اپ مناسب ہے۔ وہ اس متعلق کچھ بھی محنت سے نہیں سوچتی کیونکہ اس کو اکثر یونیورسٹی کے احترام کے مقامات اور فیشن کی اشیاء کے مقامات (فیشن کی دوکانوں اور ہالوں) اور کلبوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ صبح ہی صبح

---

[1] یہ کم وبیش آج سے نصف صدی قبل کے مصر کے شہر قاہرہ کی حالت ہے۔ آج اس کی اور دیگر ممالک اسلامیہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے اللہ ہمیں ہدایت دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی تنگ/ چست ٹائٹ فراک پہن کر یونیورسٹی جاتی ہے جس کی تنگی / ٹائٹنگ اس کو چلنے بھی نہیں دیتی۔ ساتھ اونچی ایڑی والا جوتا پہن لیتی ہے۔ جب وہ اسے اتارتی ہے تو اس کی جگہ ایک کھلا فراک پہن لیتی ہے جس کے نیچے ایک سے زائد جیبونۃ [1] ہے جو چلتے وقت لڑکی کا چلنا مشکل کر دیتا ہے اور اس کو چلنے والی ابا جور [2] کے مشابہ کر دیتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اگر لڑکی کو اپنی کتابیں اور لیکچر کی کاپیاں بھول بھی جائیں لیکن وہ بال مونڈنا یا کنگن اور کلپ کبھی نہ بھولے گی جس سے وہ اپنے کانوں' سینے' بازوؤں اور بالوں کو بغیر کسی ذوق اور ترتیب سے آراستہ کرتی ہے۔ پھر مضمون نگار آگے چل کر کہتی ہے۔ میری رائے میں یہ سب کچھ اس بات پر آ رہا ہے کہ یونیورسٹی کی لڑکی اپنی تعلیم کو اچھی طرح نہیں لیتی وہ تو اپنی زینت اور جمال کو اس پر فوقیت دیتی ہے۔

فرض کریں کہ اس کے برعکس والا معاملہ درست ہے یعنی جس وقت عورت کی ثقافت اعلیٰ درجہ میں ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں یونیورسٹی کی لڑکی کو اپنے لباس اور زینت سے صرف نظر کا مشورہ دے رہی ہوں۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے اسباق پر توجہ دے۔ پھر اپنے چہرے کا میک اپ ہلکا سا رکھے۔ اگر یونیورسٹی کے احترام کا خیال نہ ہے تو کم از کم اپنے چہرے کی جلد کا خیال ہونا چاہیے جس کو میک اپ کی کثرت خراب کر دیتی ہے۔ یہ وہ عمر ہے جب چہرے کی تازگی / رونق کئی طرح کے بناوٹی میک اپ سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔

پھر اس کے بعد میں اس سے مطالبہ کرتی ہوں کہ زیورات کے استعمال کی ایک حد ہو۔ کشادہ لباس پہنے جائیں جو یونیورسٹی کی لڑکی کے مناسب ہوں مثلاً شیزیۃ [3] اور تائیر [4] کے کھلی لائینوں والے فراک۔ وہ فراک جس میں قمیص کا حصہ نیچے کو لٹکتا ہے اس میں معمولی کشادگی بھی ہو جس میں حرکت مشکل نہ ہو۔ قمیص اور بلوزہ [5] یا قمیص

---

[1] لباس کا نام ہے۔

[2] تا [5] ملک مصر میں عورتوں کے مختلف ملبوسات کے نام ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بلوفرایا[1] قمیص اور جیکٹ پہنا کرے۔ ان ملبوسات کی پسند میں ہلکے اور پروقار رنگوں کو اختیار کرے جو اس کے ساتھی طلبہ میں موضوع گفتگو نہ بنے رہیں۔ میرا یونیورسٹی اور کالج کی لڑکی سے مطالبہ ہے کہ وہ اس بات کو مان لے میں لڑکی کے سرپرستوں سے بھی لازمی مطالبہ کروں گی کہ وہ اپنی لڑکیوں کے لباس پر پوری نگاہ رکھیں۔ نئے زمانے کی لڑکی کی زندگی کا اول وآخر ہدف بے حیائی اور برائی کے ساتھ اپنی جانب نظروں کو متوجہ کرنا نہ ہو۔ آج اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے تہذیب' علم اور ذوق سلیم سے آراستہ کیا جائے۔ اس کا میلان اس پر بس نہ ہو جائے کہ اس نے دفتر میں سیکرٹری بننا ہے جو افسر کے ٹیلی فونوں کے جواب دے۔ اس کے آگے تو میدان کھلا ہے کہ وہ وزارت کے دفتر تک پہنچے۔[2] یہ ایک مضمون نگار عورت کے ایک اخبار کی ایک تحریر ہے یہ اپنی ہم جنس لڑکیوں پر برس رہی ہے اور اس غلط طرز عمل پر افسوس کر رہی ہے۔ یہی وہ حالت ہے جس نے قاہرہ میں سیر کے لیے آنے والیوں کو یہ کہنے پر مجبور کیا۔ حالانکہ مغربی عورت اس گراوٹ پر نہیں سوچا کرتی جس میں مشرقی عورت گر گئی ہے۔ ۲۷ مارچ ۱۹۶۲ء کے ''اھرام'' اخبار کے عنوان ''عورت کے ہمراہ'' میں یہ مضمون آیا ہے۔

مغربی عورت مشرقی عورت سے اپنی تقلید پر راضی نہ ہے۔

اس عنوان کے تحت لکھا ہے: مغرب کی پسندیدہ چیزوں کا عربی عورت کی طرف سے اہتمام' اپنے معاملات اور انداز میں اس کا مغربی عورت کی تقلید کرنا اس بات کو مغرب کی سیاح عورتیں پسند نہیں کرتیں جو قاہرہ کی سیر کو آتی ہیں۔ باہر اس کا کوئی مرتبہ نہیں بڑھتا جیسا کہ وہ سمجھتی ہے اس رائے کی وضاحت اس انگریز صحافی نے

---

[1] ملک مصر میں عورتوں کے مختلف ملبوسات کے ناموں میں سے ایک ہے۔

[2] یہ اس کی رائے ہے جب کہ شرعاً اس کی بھی ضرورت نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جس نے آخر میں قاہر کی سیر کی تھی۔ اس نے اپنے اخبار میں مضمون لکھا جس میں وہ کہتی ہے:

''مجھے تو ائیر پورٹ کی زمین پر اترتے ہی بہت صدمہ ہوا۔ میں یہ تصور کرتی تھی کہ میں عنقریب ایک مشرقی عورت سے ملوں گی جس کا مطلب کامل عورت ہے۔ میرا مقصد وہ عورت نہ ہے جو حجاب اور کالی چادر اوڑھتی ہے بلکہ وہ مشرقی عورت جو ترقی یافتہ ہے وہ مشرقی روایات کے بنے ہوئے لباس پہنتی ہے۔ وہ مشرقی طریقہ اپناتی ہے۔ لیکن مجھے اس میں سے کچھ بھی نہ ملا۔ وہاں کی عورت بالکل اس عورت کی طرح ہے جو آپ کو کسی بھی یورپی ائیر پورٹ پر اتر کر نظر آتی ہے۔ ملبوسات بھی بالکل ویسے ایک ہی طرح کے۔ بالوں کی سیٹنگ بھی اس طرح کی۔ میک اپ بھی وہی حتی کہ انداز گفتگو اور چال ڈھال بھی۔ بعض دفعہ تو زبان بھی فرنچ ہوگی یا انگلش۔ مجھے مشرقی عورت سے اس بات پر دکھ ہوا کہ اس نے یہ سمجھ لیا کہ ترقی اور تمدن مغربی عورت کی تقلید میں ہے وہ بھول گئی کہ وہ اپنے خوبصورت مشرقی رواج کو محفوظ رکھتے ہوئے جس طرح چاہتی ترقی کر سکتی ہے اور آگے بڑھ سکتی ہے۔'' ۹ جون ۱۹۶۲ء کے ''جمہوریۃ'' اخبار نے اس عنوان کے تحت مضمون شائع کیا ہے کہ امریکی مضمون نگار کہتی ہے:

اختلاط سے روکو اور عورت کی آزادی بند کرو:

اخبار نے اس عنوان کے تحت بڑی قیمتی اور واضح گفتگو نقل کی ہے۔ اخبار نے آغاز کلام کے بعد امریکی مضمون نگار کو قارئین سے گفتگو کے لیے پیش کیا۔ اخبار کہتا ہے: امریکی صحافی ''ہیلسیان ستانسبری'' قاہر سے چلی گئی اس نے یہاں کئی ہفتے گزارے۔ اس دوران اس نے سکولز' یونیورسٹیز' جوانوں کے ادارے' معاشرتی تنظیمیں' نوخیزوں' عورتوں اور بچوں کے مراکز دیکھے مختلف علاقوں میں بعض خاندان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھے۔ یہ اس کا تحقیقی ریسرچ کا سفر تھا کہ وہ عربی معاشرے میں جوانوں اور عورتوں کی مشکلات کا اندازہ لگائے۔ ہیلیسان ایک چلتی پھرتی صحافی ہے۔ دو سو پچاس سے زائد امریکی اخبارات سے اس کا رابطہ ہے۔ اس کا روزانہ کا مضمون ہے جسے لاکھوں لوگ پڑھتے ہیں اور بیس برس سے کم عمر کے نوجوانوں کی مشکلات کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اس نے ریڈیو ٹیلی ویژن اور اخبار میں بیس سال سے زائد کام کیا ہے۔ اس نے دنیا کے تمام ممالک کی سیر کی ہے۔ اس کی عمر پچپن برس ہے۔ اخبار کے اس مقدمہ ابتدائیہ کے بعد امریکی صحافی جس نے ایک ماہ ہمارے ملک میں گزارا کہتی ہے:

"بے شک عربی معاشرہ ایک کامل اور سلامت معاشرہ ہے۔ اس معاشرہ کے لیے مناسب یہ ہے کہ یہ اپنی ان عادات کو مضبوط پکڑے جو لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک معقول حد میں مقید کرتی ہیں۔ یہ معاشرہ یورپی اور امریکی معاشرہ سے مختلف ہوتا ہے۔ تمہارے ہاں موروثی عادات ہیں جو عورت پر پابندی لازم کرتی ہیں۔ باپ اور ماں کا احترام لازم کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ جو بڑی چیز لازم کرتی ہیں وہ کھلے معاشرے اختلاط کا عدم جواز ہے جو آج یورپ اور امریکہ میں خاندان اور معاشرے کو تباہ کر رہا ہے۔ اسی لیے جو پابندیاں عربی معاشرہ چھوٹی لڑکی پر لگاتا ہے (میرا مطلب بیس برس سے کم والی ہے) یہ پابندیاں اچھی اور نفع مند ہیں۔

لہٰذا میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ تم اپنی عادات اور اخلاق کو مضبوط پکڑو۔ اختلاط سے روکو' لڑکیوں کی آزادی مقید کرو۔ بلکہ زمانہ حجاب کی طرف لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لیے یورپ اور امریکہ کے کھلے معاشرے' آزادی اور دیوانگی سے بہتر ہے۔ بیس برس سے کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط روک دو۔ ہم نے اس وجہ سے امریکہ میں بڑی مشکل اٹھائی ہے۔ امریکی معاشرہ ایک پیچیدہ معاشرہ بن گیا ہے جو فحاشی و عریانی کی ہر صورت سے بھرپور ہے۔ بیس برس سے قبل اختلاط کی قربانیوں نے جیلوں' سڑکوں' شراب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانوں اور گھروں کو چھکے سے بھر دیا ہے۔ جو آزادی ہم نے اپنے چھوٹے بچوں اور لڑکیوں کو دی ہے اس نے ان میں گروہ بنا دیئے ہیں۔ نوخیزوں کے گروہ جیمس دین کے گروہ' نشہ آوروں کے گروہ اور غلامی۔ بلاشبہ اختلاط' کھلے معاشرے اور آزادی نے یورپی اور امریکی معاشرے میں خاندان ختم کر دیئے۔ اخلاق و بلند صفات زائل کر دیں۔ جدید دور میں بیس برس سے کم عمر لڑکی جوانوں سے اختلاط کرتی ہے' کھلے عام ڈانس کرتی ہے' شراب اور سگریٹ پیتی ہے۔ وہ منشیات کا یہ استعمال' تہذیب' آزادی اور کھلے معاشرے کے نام پر کرتی ہے۔

یورپ اور امریکہ میں یہ بھی عجب ہے کہ بیس برس سے کم کی لڑکی جس کے ساتھ چاہے رہے' کھیلے اور کودے یہ سب اس کے خاندان کی نظروں اور کانوں کے سامنے ہے۔ وہ اپنے والدین' اساتذہ اور نگرانی کرنے والوں کو چیلنج دیتی ہے۔ ان سے آزادی اور اختلاط کے نام پر جھگڑا کرتی ہے۔ بے لگامی اور آزادی رائے پر ان سے اختلاف کرتی ہے۔ چند سیکنڈ میں شادی کر لیتی ہے اور چند منٹ میں طلاق ہو جاتی ہے۔ اس میں اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کرنا پڑتا کہ دستخط کرنے میں بیس روپے لینے ہیں ایک یا چند راتوں کی دلہن بنتا ہے۔ اس کے بعد طلاق ہے بسا اوقات (پھر) شادی اور پھر دوسری مرتبہ طلاق''۔

اس بگڑتی ہوئی صورتحال کا علاج:

اس بات کے بغیر چھٹکارہ نہ ہے کہ ایسا مضبوط منصوبہ پیش کیا جائے جوان تباہ کن باتوں سے بچائے اور وہ درج ذیل باتوں کو اپنانا ہے۔

① دینی سوچ کو پھیلانا اور لوگوں کو اس شدید طوفان سے بچاؤ کے لیے خطرات سے آگاہ کرنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② ایک قانون وضع کرنے کا مطالبہ جو اخلاق و آداب کی حفاظت کرے جو اس کی پابندی نہ کرے اس کو سخت سزا دینا۔

③ اخبارات وتمام ذرائع ابلاغ کو عریاں تصویریں نشر کرنے سے روکنا نیز فیشنی پتلے، مجسمے بنانے والوں پر نگاہ رکھنا۔

④ بے حیائی کے رقص اور مقابلہ حسن پر پابندی اور اس سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو ذلیل کرنا۔

⑤ مناسب ملبوسات کا اختیار جو راہبات[1] کے ملبوسات سے مشابہ ہو نیز جو بھی کسی باقاعدہ کام پر ہو اسے اس لباس کے پہننے کا پابند بنانا۔

⑥ ہر شخص اپنے سے آغاز کرے۔ پھر دوسرے کو دعوت دے۔

⑦ فضیلت' عزت' حفاظت اور پردہ پر رہنمائی۔

⑧ فارغ اوقات کو مصروف رکھنے والا کام تاکہ اس طرح کی فضولیات کے لیے وقت سے گنجائش نہ نکلے۔

⑨ وقت کو علاج کا ایک حصہ سمجھنا کیونکہ ان باتوں کو لمبے وقت کی ضرورت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض لوگوں کو طوفانوں کے ساتھ چلنا اور نئے سواروں کے ہمراہ ہو جانا اچھا لگتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تبدیلی ضروری ہے جو جدید تہذیبی تقاضے سے آئی ہے۔ ہم تبدیلی کی راہ پر چلنے اور اس کی حد تک پہنچنے سے منع نہیں کرتے بس ہم کو اس بات کا خدشہ ہے کہ تبدیلی کو دین' اخلاق اور آداب کے حوالہ سے سمجھا جائے۔ بلاشبہ دین اور اس کے تابع اخلاقی اور ادبی تعلیمات اللہ کی طرف سے وحی ہیں جسے اس نے سب حالات اور ہر زمان و مکان کے لیے مشروع کیا ہے۔ گو کہ دنیا کے معاملات اور زندگی

[1] اگر راہبات (گرجا گھروں کی پادری عورتوں) کا لباس اسلامی لباس سے موافق ہو تو مشابہت درست ہے۔ ورنہ اسلامی حکم کی موجودگی میں کسی کی مشابہت کی ضرورت نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ضروریات میں تبدیلی جائز ہے لیکن یہ اللہ کے دین میں جائز نہ ہے۔

خود دین نے ہی تو انسانی عقل کے لیے کائنات کے کناروں کو کھولا تاکہ وہ اس میں غور کرے۔ اس میں موجود قوتوں اور برکتوں سے نفع اٹھائے وہ اپنی زندگی کو بدلے تاکہ جو ترقی اور آگے بڑھنا اس کے مقدر میں ہے وہ اس کے قریب پہنچے جو چیز تبدیلی قبول کرتی اور جو تبدیلی قبول نہیں کرتی ان میں یہاں بہت فرق ہے۔ دین کوئی کھلونا نہیں ہے جو خواہشات کے تابع ہو جائے اسے شہوتیں اور رغبتیں جس طرح چاہیں موڑ دیں۔[1]

مرد کا اپنی بیوی کے لیے خوبصورتی اختیار کرنا:

مرد کا اپنی بیوی کے لیے مزین ہونا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں بھی اپنی بیوی کے لیے مزین ہوتا ہوں جیسے وہ میرے لیے مزین ہوتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں اپنا سارا حق جو[2] اس پر واجب ہے وصول کرلوں اور وہ مجھ پر لازم اپنا حق واجب کردے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [سورۃ البقرۃ: ۲۲۸]

"اور عورتوں کے لئے اس طرح حق ہے جو ان پر ہے معروف طریقے سے۔"

امام قرطبیؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کے متعلق فرماتے ہیں: علماء نے کہا:

"مردوں کی زینت ان کے حالات کے فرق سے ہے۔ وہ اس پر اپنی مہارت[3] ومناسبت سے عمل کریں گے کبھی کوئی زینت کسی وقت میں مناسب ہوتی ہے اور دوسرے وقت میں نہیں ہوتی کوئی زینت جوانوں کے

---

[1] ہم نے اہمیت کے پیش نظر اس موضوع پر بات لمبی کردی ہے کیونکہ یہ ان معاشرتی مشکلات میں سے ایک ہے جس پر بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ یہاں تک مؤلف کی بات ہے لیکن ہماری گزارش ہے کہ یہاں اصل موضوع پر مناسب بات نہیں ہو سکی۔ واللہ اعلم۔

[2] یعنی سب لے لوں۔ [3] الّلیق کا مطلب لیاقت وذہانت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائق ہوتی ہے جب کہ ایک بوڑھوں کے لائق ہوتی ہے نوجوانوں کے مناسب نہیں ہوتی کہتے ہیں لباس کا معاملہ بھی ایسے ہی ہے۔ اس سب میں حقوق مطلوب ہوں گے اور وہ اپنی لیاقت و مناسبت سے عمل کریں گے تا کہ وہ اپنی بیوی کے ہاں اس زینت سے رہیں جس سے وہ خوش ہو اور جو زینت اسے دیگر مردوں سے پاکدامن رکھے"۔

فرماتے ہیں خوشبو' مسواک' خلال' میل سے صاف ہونا' پاک رہنا❶' بال اتارنا اور ناخن کاٹنا یہ سب حالات کے مطابق واضح ہے۔ خضاب بوڑھوں کے لیے ہے۔ انگوٹھی نوجوانوں اور بوڑھوں سب کے لیے زینت ہے اور یہی مردوں کا زیور ہے۔ مرد پر یہ بھی ضروری ہے کہ جب عورت کو مرد کی حاجت ہو اس وقت اس کے لیے نرمی رکھے تا کہ اسے پاکدامن رکھے اور دوسروں کی طرف جھانکنے سے بے پرواہ رکھے اور اگر مرد خیال کرے کہ وہ اس کے بستر کے حق کی ادائیگی سے عاجز ہے تو اسے چاہیے کہ ایسی ادویات استعمال کرے جو اس کی قوت باہ کو زیادہ کریں اور اس کی شہوت کو اس قدر تقویت دیں کہ وہ اپنی بیوی کو پاکدامن رکھ سکے۔❷

---

❶ یہاں لفظ رمی بالدرن ہے یعنی میل اتارنا۔

❷ بعض لوگ منشیات مثلاً حشیش افیون وغیرہ کے استعمال پر لگ جاتے ہیں۔ اس پر انہوں نے ایسی آنکھیں بند کی ہیں کہ ہوش نہیں آتی وہ درحقیقت خود پر اور اپنے خاندانوں پر ایسا ظلم کر رہے ہیں جس سے بڑا کوئی ظلم نہ ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ وہ اس میں رخصت اپنی شہوتوں کے پیچھے لگ کے اور خواہشات کی تکمیل کے لیے بناتے ہیں۔ علماء کا مذہب ہے کہ حشیش حرام ہے اس کا لین دین کرنے والا شرابی کی حد کا مستحق ہوگا۔ اس کو حلال جاننے والا کافر اور اسلام سے مرتد ہوگا۔ اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔ یہ اس کے جسم کو کمزور کرنے سے الگ باتیں ہیں۔ اس میں قوت اور چستی ختم ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ام زرع کی حدیث ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: گیارہ عورتیں بیٹھیں انہوں ❷ نے باہم عہد وعقد کیا کہ وہ اپنے خاوندوں کی باتوں سے کچھ نہ چھپائیں گی۔

پہلی نے کہا: میرا خاوند پہاڑ پر اونٹ کے کمزور ❸ گوشت کی طرح ہے نہ اتنا آسان ❹ ہے کہ اس تک چڑھا جائے نہ اتنا موٹا ہے کہ اس تک جایا جائے۔ ❺

دوسری نے کہا: میں اپنے خاوند کی خبر بتا نہیں سکتی اس ڈر سے کہ میں اس کا کچھ نہ چھوڑوں گی اگر ذکر کروں گی تو اس کی چھوٹی، بڑی ہر بات بتا دوں گی۔ ❻

---

❶ نسائی نے اس حدیث کا سبب ذکر کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے جاہلیت میں اپنے باپ کے مال پر فخر کیا۔ وہ دس لاکھ اوقیہ تھا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہؓ چپ ہو جا۔ میں تیرے لیے ایسے ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔ ایک سبب یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عائشہ وفاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان (اختلافی) گفتگو چل پڑی رسول اللہ ﷺ آئے۔ فرمایا: اے حمیراء کیا تو میری بیٹی سے رکنے والی نہیں؟ میری اور تیری مثال ایسے ہے جیسے ابوزرع ام زرع کے ساتھ تھا۔ کہنے لگیں اے اللہ کے رسولؐ! تو ہمیں ان دونوں کا واقعہ بتائیں۔ فرمایا ایک بستی میں گیارہ عورتیں تھیں جن کے خاوند اچھے نہ تھے کہنے لگیں آؤ ہم اپنے خاوندوں کی عادات کا ذکر کریں اور ہم جھوٹ نہ بولیں۔ یہ بستی یمن میں تھی ایک قول ہے کہ یہ عورتیں مکہ میں تھیں۔ ایک قول ہے کہ جاہلیت میں تھیں۔

❷ یعنی اپنے اوپر عہد لازم کیا اور سچ کا عقد کیا۔ ❸ جو اچھا نہیں لگتا۔

❹ بڑا شور کرنے والا اور سخت ہے اس پر چڑھنا ایسے مشکل ہے جیسے پہاڑ ہو۔

❺ یہ گوشت کی صفت ہے یعنی وہ کمزور ہے لہٰذا اس کا یہ شوق نہیں رکھا جاتا کہ اس تک پہنچا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا خاوند بہت کنجوس، بد اخلاق ہے اور اس سے مایوسی ہے۔

❻ یعنی اس کے خاوند میں بہت عیب ہیں جو بتائے نہیں جاسکتے لہٰذا اشارہ ہی ذکر کرنا کافی ہے تفصیل نہیں بتا سکتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری نے کہا: میرا خاوند لمبا تڑنگا ہے۔ اگر بولتی ہوں تو مجھے طلاق دی جاتی ہے چپ ❶ رہوں تو مجھے لٹکایا جاتا ہے۔

چوتھی نے کہا: میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا ہے نہ اس سے خوف ہے نہ اکتاہٹ۔ ❷

پانچویں نے کہا: میرا خاوند گھر آتا ہے تو چیتا ہوتا ہے باہر ہوتا ہے تو شیر ہوتا ہے جو گھر چھوڑ گیا اس کے بارے میں پوچھتا نہیں۔ ❸

چھٹی نے کہا: میرا خاوند جب کھاتا ہے سب چٹ کر جاتا ہے جب پیتا ہے تو سب پانی چوس جاتا ہے۔ لیٹتا ہے تو چادر لپیٹ لیتا ہے۔ ہاتھ بھی نہیں ڈالتا کہ غم معلوم کرے۔ ❹

ساتویں نے کہا: میرا خاوند جاہل یا مست ہے احمق یا ثقیل سینے والا ہے۔ ہر بیماری اس میں موجود ہے۔ سر پھوڑ دیتا ہے یا ہاتھ توڑ دیتا ہے یا دونوں کام ہی کر دیتا ہے۔ ❺

آٹھویں نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کا سا نرم ہے اس کی خوشبو زعفران کی سی ہے۔ ❻

---

❶ یعنی اگر میں اس کے عیوب کو ذکر کروں اس تک خبر پہنچے مجھے طلاق دے دے گا اور اگر چپ رہوں تو بھی معاملہ معلق ہے۔ یعنی نہ خاوند والی اور نہ طلاق والی پھر بھی اس کے ساتھ ہی ہوں اور بد خلقی کے باوجود رہ رہی ہوں۔

❷ اس نے اپنے خاوند کی اچھی معاشرت اور اعتدال حال کی صفت بتائی۔ نیز اس کا باطن سلامت ہے گویا کہتی ہے: اس کے پاس کوئی تکلیف اور دکھ نہ ہے۔

❸ یعنی بڑا بہادر، سخی اور چشم پوش ہے۔ اپنے مال کی تلاش میں نہیں رہتا۔ بہت درگزر کرنے والا ہے۔

❹ یعنی بہت کھاتا پیتا اور سوتا ہے بیوی کی خواہشات کا بالکل خیال نہیں رکھتا۔

❺ وہ عورت کے پاس آنے سے کچھ عاجز ہے لیکن عورتوں کو بہت مارتا ہے۔

❻ یعنی اس کی جلد خرگوش کی طرح نرم و ملائم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نویں نے کہا: میرا خاوند اونچے ستونوں والا‘ لمبی تلوار والا اور بڑی راکھ والا ہے اور مجلسیں اس کے گھر کے قریب ہیں۔ ❶

دسویں نے کہا: میرا خاوند مالک ہے‘ مالک کیا ہے؟ اس سے کہیں بہتر ہے اس کے اونٹ بکثرت باڑوں میں موجود ہیں باہر چلنے کو کم جاتے ہیں۔ جب وہ باجے کی آواز سنتے ہیں تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ ذبح ہونے والے ہیں۔ ❷

گیارھویں نے کہا: میرا خاوند ابوزرع تھا۔ کیا بات ہے ابوزرع کی؟ اس نے میرے کانوں کو زیورات سے بھر دیا گوشت سے میرے بازو بھر دیئے۔ مجھے موٹا کر دیا کہ میں خود کو موٹا سمجھنے لگی۔ میں ایک تھوڑی بکریوں والے گھر میں رہتی تھی اس نے مجھے اونٹ‘ گھوڑے‘ کھیت‘ کھلیان والے گھر میں رکھا۔ پھر بھی میں بات کروں تو مجھے برا نہیں کہتا۔ سو جاؤں تو صبح تک سوتی۔ پیتی تو خوب سیراب ہو جاتی۔ ابوزرع کی ماں‘ ابوزرع کی ماں کیا ہے؟ اس کا توشہ خانہ ❸ بھرا ہوا ہے گھر کھلا ہے۔ ابوزرع کا بیٹا‘ ابوزرع کا بیٹا کیسا ہے؟ اس کے سونے کی جگہ ننگی تلوار ❹ جتنی ہے اور چار ماہ کا بکری کا بچہ اسے سیر کر دیتا ہے۔ ❺ ابوزرع کی بیٹی کیسی ہے؟ اپنے باپ کی فرمانبردار اپنی ماں کی فرمانبردار۔ اس کا لباس بھرا ہے۔ ❻ سوکن/ پڑوس کی جلن ہے۔ ❼ ابوزرع کی لونڈی!

---

❶ وہ بڑا سخی ہے۔ اس کا گھر گھروں کے درمیان ہے تاکہ لوگ آسانی سے پہنچ سکیں۔ کسی کو اس سے ملاقات میں رکاوٹ نہ ہے۔

❷ یعنی وہ عنقریب مہمانوں کے لیے ذبح کیے جائیں گے۔ یہ جو کہا ہے کہ مالک کیا ہے؟ مالک اس سے بہتر ہے یہ استفہام تعظیم اور تعجب کے وقت ہوتا ہے۔

❸ یعنی اس کا گھر اسباب دنیا سے بھرا ہوا ہے۔

❹ یعنی بہت چھوٹی جگہ ہے یا کم نیند والا ہے۔

❺ یعنی وہ عمدہ اور کم کھاتا ہے۔

❻ یہ اس کی کمال شخصیت اور جسمانی خوبصورتی سے کنایہ ہے۔

❼ اصل تو پڑوسن کا لفظ ہے لیکن پڑوسن جلے تو کا کردار سوکن کی طرح ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوزرع کی لونڈی کیسی ہے؟ ہماری بات کو پھیلاتی نہیں ہے۔ ❶ وہ کچھ کھانا بھی نہیں چراتی ❷ اور گھر کو کوڑے کرکٹ سے بھی نہیں بھرتی۔ ❸ کہتی ہے ابوزرع نکلا جب کہ لوگ مکھن نکال رہے تھے۔ ❹ وہ ایک عورت کو ملا اس کے دو بچے اس کے پہلو میں چیتوں کی طرح دواناروں ❺ سے کھیل رہے تھے۔ اس نے مجھے طلاق دے کر اس سے نکاح کرلیا۔ اس کے بعد میں نے ایک سردار سے نکاح کرلیا جو عمدہ گھڑسوار اور اچھا نیزہ باز ہے۔ اس نے مجھے جانور دے دیئے ہیں اور ہر آسائش کا جوڑا جوڑا دیا ہے۔ مجھے کہتا ہے ام زرع کھاؤ پیو اور اپنے اقارب کو بھی سیراب کرو۔ وہ کہتی ہے یہ جو بھی اُس نے مجھے دیا ہے یہ سب کچھ ملا کر ابوزرع کے چھوٹے برتن جتنا بھی نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمہارے لیے ایسے ہوں جیسے ابوزرع' ام زرع کے لیے تھا''۔ ❻❼

شادی سے پہلے خطبہ

عقد کرنے والے یا کسی اور کے لیے مستحب ہے کہ عقد سے پہلے خطبہ پڑھے اور وہ کم از کم الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیے۔

---

❶ یعنی راز افشاء نہیں کرتی۔

❷ کہ وہ اٹھا کے اپنے گھر نہیں لے جاتی۔

❸ یعنی اچھی صفائی رکھتی ہے۔

❹ یعنی صبح کے وقت۔

❺ شارحین حدیث نے کہا اس سے مراد اس کے پستان ہیں۔

❻ ایک روایت میں اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ'' الا یہ کہ اس نے اس کو طلاق دے دی جب کہ میں تجھے طلاق نہ دوں گا'' نسائی کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! بلکہ آپ ابوزرع سے بہتر ہیں''۔

❼ صحیح بخاری۔ کتاب النکاح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہ ہو وہ جذام والے [1] ہاتھ کی طرح ہے''۔ [2]

[بروایت ابوداؤد' ترمذی اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر وہ کام جو الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے وہ کٹا ہوا ہے''۔ [بروایت ابوداؤد وابن ماجہ] [3]

یعنی ہر قابل اعتناء کام جو الحمد اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ برکت سے خالی ہے۔ اس سے خاص الحمد للہ کہنا مراد نہیں ہے بلکہ اللہ کا ذکر مقصود ہے تاکہ یہ مفہوم دوسری احادیث سے متفق ہو جائے۔ افضل تو یہ ہے کہ وہ خطبہ حاجت کے مطابق خطبہ دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الخیر [4] اور خواتیم عطا کیے گئے یا فواتح الخیر کہا۔

انہوں نے ہمیں نماز کا خطبہ اور حاجت کا خطبہ سکھایا۔ نماز کا خطبہ یہ ہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

ترجمہ: ''تمام بدنی زبانی' بدنی' مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ کی سلامتی اس کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہو۔ ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کا رسولؐ ہیں''۔

اور حاجت کا خطبہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ

---

[1] وہ ہاتھ جس کو جذام/کوڑھ کی بیماری ہو۔ [2] سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۵ ص ۱۷۳ حدیث نمبر ۴۸۴۱۔ [3] محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۱۰ حدیث نمبر ۱۸۹۴۔ [4] یعنی بہترین کلمات۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

ترجمہ ”بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے بخشش مانگتے ہیں اور اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال برائیوں سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اور اس کے رسولؐ ہیں“۔

پھر خطبہ کے ساتھ اللہ کی کتاب کی تین آیات بھی ملا لو:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾. [سورة آل عمران : ۱۰۲]

”اے مومنو! تم اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم صرف مسلمان ہونے کی حالت میں مرنا“۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾. [سورة النساء:۱]

”اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو۔ بلاشبہ اللہ تم پر نگہبان ہے“۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ . [سورة الاحزاب:۷۱]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو وہ تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے تو وہ بہت بڑی کامیابی سے کامیاب ہوگیا''۔ ❶

اگر خطبہ نہ بھی ہو تو بھی نکاح درست ہے بنی سلیم کے ایک آدمی سے مروی ہے میں نے ایک عورت کے لیے پیغام نکاح نبی مکرم ﷺ کو دیا جس نے اپنا نفس نبی ﷺ کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا تو آپؐ نے اس کو فرمایا:

''میں نے تمہارے پاس موجود قرآن کے عوض تیرا اس سے نکاح کردیا۔ آپؐ نے خطبہ نہ پڑھا''۔ ❷

اس کی حکمت:

حجۃ اللہ البالغہ میں مؤلف نے فرمایا:

''جاہلیت والے نکاح سے پہلے خطبہ دیتے تھے اور اس سے پہلے اپنی قوم کے فخریہ قصے وغیرہ بیان کرتے۔ اسے وہ اپنے مقصد اور اظہار فخر کا ذریعہ بناتے۔ اس طریقہ کا اجراء بھی ایک مصلحت تھا کیونکہ خطبہ کی بنیاد تشہیر پر ہے۔ تشہیر یہ ہے کہ چیز کو سب لوگوں کے سامنے لایا جائے۔ نکاح میں تشہیر کے وجود کا مقصد یہ ہے کہ وہ زنا سے ممتاز ہوجائے اور خطبہ بھی اہم کاموں میں مستعمل ہوتا ہے اور نکاح کا امر عظیم ہونا اور باہم اس کا خیال رکھنا بھی مقاصد میں سے بہت بڑا مقصد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی

---

❶ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۰۹ حدیث نمبر ۱۸۹۲۔

❷ روایت کا پہلا حصہ صحیح بخاری میں ہے دیکھئے ج ۹ ص ۱۹۱ حدیث نمبر ۵۱۳۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد کو باقی رکھا اور وضع کو بدل دیا۔ اس طرح کہ دیگر مصلحتوں کے ساتھ ایک اور مصلحت ملادی وہ یہ کہ ہر ارتفاق کے ساتھ اس کا مناسب ذکر مطلوب ہے تا کہ اللہ کے شعائر میں سے ہر عمل کی تعظیم کی جائے اس لیے کہ دین حق تمام آراء و اعلام سے پھیل جائے اور اس کی علامات و امارات ظاہر ہوں۔ چنانچہ اس میں ذکر کی کچھ اقسام جیسے اللہ کی حمد' مدد حاصل کرنا' بخشش چاہنا' پناہ مانگنا' توکل کرنا' شہادت دینا اور قرآن کی آیات کی تلاوت کو مسنون کر دیا اور اس قول سے اس مصلحت کی طرف اشارہ کیا اور ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہ ہو وہ کوڑھ زدہ ہاتھ کی طرح ہے''۔ ❶

اور اس قول سے بھی کہ:

''ہر وہ کلام جو الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے وہ کٹا ہوا ہے''۔ ❷

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''حلال اور حرام میں آواز اور نکاح میں دف بجانے کا فرق ہے''۔ ❸

نکاح کے بعد دعا:

زوجین میں سے ہر ایک کے لیے مسنون دعا کرنا مستحب ہے۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب کوئی شخص شادی کرتا تو نبی ﷺ فرماتے:

''اللہ تیرے لیے برکت کرے اور تم پر برکت اتارے اور خیر میں تم دونوں کو اکٹھا کرے''۔ ❹

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں:

''مجھ سے نبی کریم ﷺ نے شادی کی' مجھے میری امی گھر لائیں تو گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں انہوں نے کہا: ''خیر پر اور برکت اور اچھے نصیب پر''۔ ❺

---

❶ احمد بن حنبل' مسند امام احمد ج ۲ ص ۳۵۹۔ ❷ احمد بن حنبل' مسند امام احمد ج ۲ ص ۳۴۳

❸ ایضاً ج ۳ ص ۴۱۸۔ ❹ ایضاً ج ۲ ص ۳۸۱۔ ❺ صحیح بخاری و ابوداؤد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ حضرت حسن سے مروی ہے کہتے ہیں: عقیل بن ابی طالب نے بنی جشم کی ایک عورت سے شادی کی تو انہوں نے کہا:

''تم میں اتفاق واتحاد ہو اور اولاد نصیب ہو''

عقیل نے کہا: ایسے کہو جیسے رسول اللہ ﷺ نے کہا:

''اللہ تم میں اور تم پر برکت دے''۔ (نسائی)

شادی کا اعلان:

شرعاً شادی کی اطلاع دینا مستحسن ہے تاکہ یہ ممانعت والے پوشیدہ نکاح سے خارج ہو جائے۔ نیز پاکیزہ چیزوں سے خوشی کا اظہار ہو۔ یہ کام مشہوری کا حقدار بھی ہے تاکہ ہر خاص و عام اور دور و نزدیک والا جان لے۔ اس لیے بھی کہ جو شادی کی بجائے تنہا رہنے کو ترجیح دیتے ہیں ان کو شوق دلانے کا باعث بنے۔ شادی کا بازار اور کاروبار رواج پائے۔ اطلاع ایسے ہی ہوگی جیسے رواج چلتا ہے اور ہر جماعت اس پر کاربند ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ ممنوعات کا ارتکاب نہ ہو جیسے شراب پینا' مردوں عورتوں کی مخلوط مجلسیں وغیرہ۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم اس نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مسجد میں رکھو اور اس پر دف بجاؤ''۔ ❶

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس کو مساجد میں کرنے سے اس کا بہت اعلان واطلاع اور مشہوری ہوگی کیونکہ مساجد لوگوں کی عام اجتماع کی جگہیں ہیں۔ خصوصاً پہلے زمانوں میں جب کہ مساجد عمومی مجالس کی جگہ ہوا کرتی تھیں۔

---

❶ محمد بن عیسیٰ' جامع الترمذی ج ۳ ص ۳۹۸ حدیث نمبر ۱۰۸۹۔

بعض لوگ ایسی احادیث سے شادیوں میں باجے' ڈھول اور بینڈ کی اجازت نکالتے ہیں جو درست نہ ہے کیونکہ شرعاً جو مذکور ہے اس پر اضافہ اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے بڑھنا حرام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور حسن بھی کہا اور حاکم نے بھی بیان کیا ہے اور صحیح بھی کہا یحییٰ بن سلیم سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے محمد بن حاطب کو کہا: میں نے دو عورتوں سے شادی کی لیکن کسی کی شادی میں آواز یعنی دف کو نہیں بجایا۔ محمد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے:

''حلال وحرام میں دف کی آواز کا فرق ہے''۔ ❶

شادی کے وقت گانا:

اسلام نے جن چیزوں کو جائز کہا اور محبوب بتایا ان میں سے شادی کے وقت گانا بھی ہے تاکہ نفس خوش ہو جائے اور کھیل کود سے دلوں میں چستی آ جائے۔ اس میں ضروری ہے کہ یہ دیوانگی، بے پردگی، بے حیائی، لچر اور فضول باتوں سے پاک ہو۔

① حضرت عامر بن سعد سے مروی ہے کہتے ہیں:

''میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شادی میں گیا۔ وہاں لڑکیاں گا رہی تھیں میں نے کہا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور بدری صحابہ ہو۔ تمہارے پاس یہ کچھ کہا جا رہا ہے؟ انہوں نے کہا: اگر چاہو تو ہمارے ساتھ سنو چاہو تو چلے جاؤ ہمیں شادی میں کھیل کی اجازت دی گئی ہے''۔ ❷

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فارعۃ بنت اسعد کو دلہن بنایا اور ان کے ساتھ ان کے خاوند نبیط رضی اللہ عنہ بن جابر انصاری کے گھر تک گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عائشہ تمہارے ساتھ کوئی کھیل نہیں تھا؟ انصار کو تو کھیل اچھا لگتا ہے''۔ ❸

اسی حدیث کی بعض روایات ❹ میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

❶ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۳ ص ۳۹۸ حدیث نمبر ۱۰۸۸۔

❷ نسائی بحوالہ مشکوۃ المصابیح، تحقیق الالبانی ج ۲ ص ۱۷۵ حدیث نمبر ۳۱۵۹۔۲۰۔

❸ احمد بن حنبل، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۱۔

❹ بمطابق حوالہ گزشتہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تم نے اس کے ساتھ لڑکی کو کیوں نہ بھیجا جو دف بجاتی اور گیت گاتی"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا کہتی؟ فرمایا وہ کہتی:

ہم تمہارے ہاں آئے ہم تمہارے ہاں آئے تم ہمیں مبارک دو ہم تمہیں مبارک دیں۔ اگر سرخ سونا نہ ہوتا تو یہ تمہاری وادی میں نہ اترتی اور اگر گندمی گندم نہ ہوتی تو تمہاری کنواریاں موٹی نہ ہوتیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ کہتی ہیں: نبی مکرم ﷺ میری رخصتی کے وقت آئے آپ میرے بستر پر بیٹھے۔ ہماری لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بدر میں ❶ میرے آباء کے قتل کا ندبہ پڑھ رہی تھیں ان میں سے ایک بولی:

اور ہم میں وہ نبی ہے جو کل کے متعلق جانتا ہے

رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

"یہ چھوڑ دو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہو"۔ ❷ [بروایت ابوداؤد' ترمذی' بخاری]

---

❶ ان کی بہادری کا تذکرہ کر رہی تھیں۔

❷ اس سے آپ نے منع فرمایا کیونکہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا ایک اور روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کل کی خبریں اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔ (مستدرک حاکم نیز وہ فرماتے ہیں یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی کو وصیتیں، نصیحتیں

بیوی کو نصیحت کرنا مستحب ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جب کسی عورت کو خاوند کے پاس بھیجتے تو اسے خاوند کی خدمت اور اس کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دیتے۔

شادی کے وقت بیٹی کو باپ کی نصیحت:

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ نے اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

- جوش سے بچنا یہ طلاق کی چابی ہے۔
- ڈانٹ ڈپٹ سے بچنا اس سے بغض پیدا ہوتا ہے۔
- سرمے کو لازم پکڑنا یہ زینت کو بڑھاتا ہے۔
- سب سے بہترین خوشبو پانی ہے۔

خاوند کی بیوی کو نصیحت:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا:

”جب تم دیکھو کہ میں غصے میں ہوں تو مجھے راضی کرنا۔ جب میں دیکھوں کہ تم غصے میں ہو میں تمہیں راضی کروں گا۔ ورنہ ہم اکٹھے نہ رہ سکیں گے“۔

ایک خاوند نے اپنی بیوی کو کہا:

تو مجھ سے درگزر کرنا میری محبت کو ہمیشہ حاصل کر سکے گی\
میرے جوش کے وقت نہ بات کر جب میں غصہ میں ہوں\
تو مجھے ایک مرتبہ بھی دف کے مارنے کی طرح عیب نہ لگا\
بے شک تو نہیں جانتی کہ غیب کیا جانے والا کیسے ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو زیادہ شکوہ مت کر یہ قوتوں کو لے جاتا ہے
اور میرا دل تجھے برا جانے گا کہ دل اُلٹے رہتے ہیں
میں نے دیکھا ہے دل میں محبت کو اور تکلیف کو
جب یہ دونوں اکٹھے ہوں محبت نہیں ٹھہرتی چلی جاتی ہے

شادی کے وقت ماں کی بیٹی کو نصیحت:

عمرو بن حجر کندہ کے فرماں روا نے ام ایاس بنت عوف بن محلم الشیبانی کو پیغام نکاح دیا۔ جب شادی کا وقت ہوا تو اسے اس کی ماں امامہ بنت حارث نے علیحدگی میں نصیحت کی جس میں خوش بخت حیات زوجیت کی بنیادی نصیحتیں اور وہ حقوق ہیں جو بیوی پر لازم ہیں اس نے کہا:

"اے بیٹی! اگر اچھے ادب کی وجہ سے نصیحت چھوڑ دی جاتی تو میں تمہیں نصیحت نہ کرتی لیکن یہ غافل کو یاددہانی ہے اور سمجھ دار کے لیے مددگار ہے"۔

اگر کوئی عورت ماں باپ کی مالداری اور اس کی طرف شدید حاجت سے خاوند سے بے پرواہ رہ سکتی تو سب لوگوں سے زیادہ اس سے غنی ہوتی لیکن عورتیں مردوں کے لیے اور مرد عورتوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں بیٹی! تم جس فضا سے جارہی ہو اس سے جدا ہو رہی ہو اور جس میں تم رہی ہو اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر جارہی ہو جسے تم پہچانتی نہیں ہو اور اس ساتھی کے پاس جارہی ہو جس سے مانوس نہیں ہو وہ تم پر ملکیت کی وجہ سے نگران و مالک ہوگا۔ تم اس کی لونڈی بننا وہ تیرا غلام اور ساتھی بن جائے گا تو اس میں دس باتوں کا خیال رکھنا یہ تیرا ذخیرہ ہوں گی۔

- پہلی اور دوسری یہ کہ اس کے لیے قناعت کے ساتھ عاجز رہنا' اچھی طرح سن کر فرمانبرداری کرنا۔
- تیسری اور چوتھی یہ کہ اس کی آنکھ اور ناک کی جگہوں کا خیال رکھنا تمہاری کسی بری چیز پر اس کی نظر نہ پڑے اور وہ تم سے صرف اچھی خوشبو ہی سونگھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- پانچویں اور چھٹی یہ کہ اس کے کھانے اور نیند کے وقت کا خیال رکھنا' مسلسل بھوکا رہنا جوش دلاتا ہے اور نیند خراب ہونا غصے کا سبب ہوتا ہے۔
- ساتویں اور آٹھویں یہ کہ اس کے مال' اس کی خدمت' عیال اور ملکیت کی چوکیداری کرنا۔ مال میں اچھا اندازہ رکھنا اور بچوں میں حسن تدبیر سے کام لینا۔
- نویں دسویں یہ کہ اس کی حکم عدولی نہ کرنا' راز فاش نہ کرنا۔ اگر اس کے حکم کی مخالفت کروگی تو اس کے سینے میں جوش آئے گا۔ اگر راز فاش کروگی تو اس کے دھوکے سے امن میں نہ رہوگی۔ پھر اگر وہ پریشان ہو تو اس کے ساتھ خوش اندازی سے پرہیز کرنا اور اگر وہ خوش ہو تو اس کے سامنے اظہار غم سے باز رہنا۔

ولیمہ

① ولیمہ کی تعریف:

ولیمہ وَلْمٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی جمع ہے کیونکہ زوجین جمع ہوتے ہیں یہ شادی کا خاص کھانا ہے۔ القاموس میں لکھا ہے کہ ولیمہ شادی کا کھانا ہے۔ یا ہر وہ کھانا جو دعوت وغیرہ کے لیے بنایا جائے۔ اَوْلَمَ کا مطلب صنع بھی ہے یعنی اس نے بنایا۔

② ولیمہ کا حکم:

جمہور علماء کا مذہب اس کا سنت موکدہ ہونا ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

① رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمانا:
"ولیمہ کرو گو ایک بکری ہو"۔ [1]

② حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا ایسا ولیمہ نہ کیا جیسا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری سے ولیمہ کیا۔ [2]

---

[1] محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۰۴ حدیث نمبر ۵۱۴۸۔

[2] محمد بن اسماعیل' صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۳۲ حدیث نمبر ۵۱۶۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شادی کے لیے ولیمہ ضروری ہوتا ہے''۔(بروایت احمد اس کی سند میں حرج نہ ہے جیسا کہ حافظ نے فرمایا)

④ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کا ایسا ولیمہ نہ کیا جیسا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھیجتے میں لوگوں کو ولیمہ کے لیے بلاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روٹی اور گوشت کھلایا تا آنکہ لوگ سیر ہو گئے۔ [1]

⑤ بخاری کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔ [2]

یہ جو مختلف حالتیں ہیں اس کی بنیاد آپ کا کسی بیوی کو دوسری پر فضیلت دینا نہ ہے بلکہ اس کا سبب آسانی اور تنگی دونوں حالتیں ہیں۔

③ اس کا وقت:

ولیمہ کا وقت نکاح کے وقت یا اس کے بعد ہے یا عورت کے پاس داخل ہونے پر یا اس کے بعد۔ اس معاملہ میں طریقہ اور رواج کے حساب سے گنجائش ہے۔ بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہونے کے بعد لوگوں کو ولیمہ پر بلایا تھا۔

④ داعی کی دعوت قبول کرنا:

جس کو ولیمہ کی دعوت دی جائے۔ داعی کی دعوت قبول کرنا اس پر واجب ہے۔ اس میں اہتمام کا اظہار اور اس کو خوشی اور مسرت بہم پہنچانا ہے۔

---

[1] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۰۴ حدیث نمبر ۵۱۴۸۔

[2] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۳۸ حدیث نمبر ۵۱۷۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے اسے اس میں جانا چاہیے''۔ ❶

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے دعوت کو چھوڑا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی''۔ ❷

③ انہی سے مروی ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر مجھے ایک کھر (پائے کے کھانے) کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں۔ اگر مجھے ایک بازو/ دست تحفہ دیا جائے تو میں ضرور قبول کروں گا''۔ ❸

اگر دعوت عام ہو کسی شخص یا جماعت کے لیے خاص نہ ہو قبول کرنا واجب نہ ہے اور نہ مستحب۔ مثلاً داعی کہتا ہے: اے لوگو! ولیمہ کی دعوت قبول کرو۔ وہ متعین نہیں کرتا یا کہے کہ جس کو تو ملے دعوت دے دے۔ جیسے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی۔ اپنی بیوی کے پاس داخل ہوئے۔ میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حیس ❹ بنایا۔ اس کو ایک تور ❺ میں ڈالا۔ کہنے لگی اے میرے بھائی ❻ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جا۔ میں وہ لے گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے رکھ پھر فلاں اور فلاں اور جس کو تو ملے دعوت دے دے۔ آپ نے جن کے نام لیے اور جن کو میں ملا میں نے دعوت دے دی۔ [مسلم] ❼

---

❶ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۴۰ حدیث نمبر ۵۱۷۳۔

❷ محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۴۴ حدیث نمبر ۵۱۷۷۔

❸ دیکھیے صحیح البخاری' کتاب الأطعمة۔ ❹ حیس کھجور کو گھی اور پنیر کے ساتھ ملا کر بنایا جاتا ہے۔

❺ تور ایک برتن ہے۔ ❻ اصل کتاب میں ''اخی'' یعنی میرے بھائی لکھا ہے لیکن سیاق کلام اور حقائق کی رو سے ''اے میرے بیٹے'' کہنا درست ہے۔ ❼ حوالہ پیچھے گزرا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک قول ہے کہ داعی کی دعوت قبول کرنا فرض کفایہ ہے۔ ایک قول ہے کہ مستحب ہے۔ پہلا حکم زیادہ واضح ہے کیونکہ نافرمانی کا اطلاق ترک واجب پر ہی ہوتا ہے۔ یہ تھا شادی کا ولیمہ۔ رہا نکاح کے ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا تو مستحب ہے [1] اور جمہور علماء کے ہاں واجب ہے۔ بعض شافعیہ کا مذہب مطلقاً وجوب کا ہے۔ ابن حزم کے خیال میں یہ جمہور صحابہؓ اور تابعینؒ کا قول ہے کیونکہ احادیث میں ایسا ذکر ہے جس سے ہر دعوت قبول کرنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے وہ دعوت شادی کی ہو یا کوئی اور۔

⑤ دعوت قبول کرنے کے وجوب کی شرائط:

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس کے وجوب کی شروط درج ذیل ہیں:

① داعی مکلّف' آزاد اور سمجھدار ہو۔

② فقراء کی بجائے اغنیاء کو خاص نہ کرتا ہو۔

③ کسی شخص کے خوف یا لالچ سے یا کوئی اظہار محبت مقصود نہ ہو۔

④ اصح قول کے مطابق داعی مسلمان ہو۔

⑤ مشہور قول کے مطابق ولیمہ پہلے دن کے ساتھ خاص ہو۔

⑥ اس سے پہلے کسی نے دعوت نہ دی ہو۔ اگر پہلے کسی نے دعوت دی ہے تو دوسرے کی بجائے پہلے کی واجب ہوگی۔

⑦ وہاں حاضر ہونے میں کوئی تکلیف دہ برائی وغیرہ نہ ہو۔

⑧ اس کو کوئی عذر نہ ہو۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں جس کو کوئی عذر ہو یا راستہ دور ہو جس سے مشقت لاحق ہو تو پیچھے رہ جانے میں کوئی حرج نہ ہے۔

⑥ فقراء کو چھوڑ کر اغنیاء کی دعوت کی کراہت:

ولیمہ میں فقراء کو چھوڑ کر اغنیا کو بلانا مکروہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] شادی اور نکاح کے ولیمہ کے فرق پر مؤلف نے کچھ توضیح نہیں فرمائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ ولیمہ کا برا کھانا ہے جس میں آنے والے کو روکا جائے اور انکار کرنے والے کو بلایا جائے۔ جس نے دعوت کو قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی''۔ ❶

بخاری میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''برا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے جس کے لیے اغنیاء کو بلایا جاتا ہو اور فقراء کو چھوڑا جاتا ہو''۔ ❷

غیر مسلموں کی شادی:

غیر مسلموں کی شادی کے متعلق ایک عام قاعدہ یہ ہے کہ ''ان کا جو کچھ شرع کے موافق ہو جب وہ مسلمان ہوں تو اسے برقرار رکھا جائے گا''۔ کفار کے نکاحوں کے پیچھے رسول اللہ ﷺ نہیں پڑے کہ وہ کیسے ہوئے؟ آیا وہ اسلام میں معتبر قرار دی گئی شروط سے ملتے تھے کہ صحیح کہے جائیں یا ملتے نہ تھے کہ باطل کر دیئے جائیں؟ اس حالت میں خاوند کے اسلام کے وقت کو ملحوظ رکھا گیا۔ اگر وہ ایسا ہوتا کہ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا درست ہے تو آپ دونوں کو برقرار رکھتے گو وہ جاہلیت میں ہوا ہو۔ اور نکاح کی شرط یعنی ولی گواہ وغیرہ کے بغیر ہی ہوا ہو۔ اگر خاوند ان لوگوں میں سے ہوتا جن کے ساتھ ہمیشہ رہنا جائز نہ ہے تو آپ اس کو برقرار نہ رکھتے مثلاً کوئی مسلمان ہوا۔ کوئی حرام ذی رحم اس کے رشتہ میں تھی یا دو بہنیں یا زیادہ تھیں۔ تو یہ وہ اصل ہے جو سنت رسول اللہ ﷺ نے بنیاد بنا دی ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ آئے اس کی طرف نہ دیکھا جائے۔ ❸

ایک آدمی مسلمان ہوا اس کے نکاح میں دو بہنیں تھیں اسے اختیار دیا جائے گا کہ ان میں سے ایک کو رکھ لے اور دوسری کو چھوڑ دے۔ جیسے حضرت ضحاک بن فیروز

---

❶ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵۴ حدیث نمبر ۱۰۷۔۱۴۳۲۔

❷ ایضاً۔ ❸ یہ ابن القیم رحمہ اللہ کے قول کا خلاصہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں آپس میں بہنیں تھیں۔ مجھے نبی ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔ ❶

مسلمان آدمی کے پاس چار سے زیادہ بیویاں ہوں تو چار کو پسند کرے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غیلان ثقفی مسلمان ہوئے۔ جاہلیت سے ان کے پاس دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہو گئیں نبی مکرم ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ ان میں سے چار کو اختیار کر لیں۔ ❷

زوجین میں سے ایک مسلمان ہو جائے دوسرا نہ ہو:

اگر نکاح زوجین اسلام سے پہلے ہو گیا ہو پھر زوجین مسلمان ہو گئے اگر ان کا نکاح اس بنیاد پر ہوا تھا جس پر نکاح اسلام میں درست ہوتا ہے تو اس کا حکم واضح ہے جیسے گزر چکا۔ اگر زوجین میں سے ایک مسلمان ہو جائے دوسرا نہ ہو تو اگر عورت مسلمان ہوئی ہو یہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس پر عدت لازم آئے گی۔ اگر خاوند بھی مسلمان ہو جائے جب کہ عورت اسی کی عدت میں تھی تو وہ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے جیسے مروی ہے کہ حضرت عاتکہ بنت ولید بن مغیرہؓ اپنے خاوند صفوان بن امیہؓ سے تقریباً ایک ماہ قبل مسلمان ہو گئی۔ پھر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے نکاح کو برقرار رکھا۔ ❸

ابن شہاب کہتے ہیں ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ کوئی عورت رسول اللہ ﷺ

---

❶ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۷۸ حدیث نمبر ۲۲۴۳۔
[احمد، اصحاب سنن، شافعی، دار قطنی، بیہقی اور ترمذی نے اسے حسن جب کہ ابن حبان نے صحیح کہا ہے]

❷ محمد بن ادریس، مسند شافعی ج ۲ ص ۱۶ حدیث نمبر ۴۳۔
[احمد، ترمذی، ابن ماجہ، شافعی، ابن حبان، حاکم اور ان دونوں نے اسے صحیح کہا ہے]

❸ مالک بن انس، الموطا ج ص ص ۵۴۳ حدیث نمبر ۴۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف ہجرت کر آئی ہو۔ اس کا خاوند کافر ہو دارالکفر میں رہائش پذیر ہو تو اس کی ہجرت نے اس کے اور اس کے خاوند کے مابین جدائی نہ ڈالی ہو۔ الا یہ کہ اس کی عدت گزر جانے سے پہلے اس کا خاوند مہاجر ہو کر آتا ہے۔ ہم تک یہ بات بھی نہیں پہنچی کہ ایسی عورت اور اس کے خاوند کے مابین جدائی ڈالی گئی ہو جب کہ وہ اس کی عدت کے اندر آ گیا ہو۔ اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو عدت گزارنے کے بعد مسلمان ہوا گو لمبی مدت گزر گئی۔ وہ دونوں اگر چاہیں تو اپنے پہلے نکاح پر رہیں گے بشرطیکہ عورت نے شادی نہ کر لی ہو۔

نبی ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص کی طرف ان کے پہلے نکاح کے ساتھ لوٹا دیا تھا اور آپؐ نے کوئی نیا کام نہ کیا۔ [1] [احمد، ابوداؤد، ترمذی]

اور وہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہ ہے اس کو حاکم نے بھی صحیح کہا ہے (بروایت ابن عباس)

ابن القیمؒ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جدائی نہ ڈالتے تھے اس مرد کے درمیان جو مسلمان ہو گیا اور اس کی بیوی کے درمیان اگر وہ اس کے ساتھ مسلمان نہ ہوئی بلکہ جب دوسرا مسلمان ہوا تو نکاح اپنی حالت پر ہے بشرطیکہ عورت شادی نہ کرلے یہی معلوم سنت ہے۔

شافعیؒ فرماتے ہیں: ابوسفیان بن حرب مرالظہران میں مسلمان ہوئے یہ وادی خزاعہ ہے۔ خزاعہ میں مسلمان قبل فتح دارالاسلام میں تھے۔ وہ مکہ گئے۔ ہند بنت عتبہ غیر اسلام پر مقیم تھی اس نے ان کی داڑھی پکڑی اور کہا:

"بوڑھے گمراہ کو قتل کر دو"۔

پھر ابوسفیان کے اسلام کے کافی دن بعد ہند مسلمان ہو گئی وہ کافر تھی ایسے ملک میں مقیم نہ تھی جو دارالاسلام ہو۔ ابوسفیان وہاں پر مسلمان جب کہ ہند کافر تھی۔ پھر عدت گزرنے تک مسلمان ہو گئی۔ وہ اپنے نکاح پر برقرار رہے ہاں یہ ہے کہ

1. بعض روایات میں ہے کہ مہر نیا نہیں کیا۔ جب کہ بعض میں ہے کہ نکاح نیا نہیں کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہونے تک اس کی عدت گزری نہ تھی۔

اسی طرح حضرت حکیم بن حزام اور ان کا اسلام [1] ہے۔ صفوان بن امیہؓ کی بیوی مسلمان ہوئی۔ [2] عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی مسلمان ہوگئی وہ مکہ میں [3] تھے۔ وہ دارالاسلام تھا وہ حنین میں شریک ہوئے تھے۔ پھر مسلمان ہوئے تو ان کے پاس ان کی بیوی پہلے نکاح کے ساتھ برقرار رہی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی عدت پوری نہ ہوئی تھی۔

سیرت وتاریخ کے اہل علم نے بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک عورت مکہ کے ایک آدمی کی بیوی تھی وہ مسلمان ہوگئی اور ہجرت مدینہ کر آئی جب کہ وہ عدت میں تھی اس کا نکاح برقرار رہا۔ انتہی۔

''الروضۃ الندیۃ'' والے نے اس بات کو نقل کر کے فرمایا: میں کہتا ہوں عورت کا اسلام جب کہ اس کا خاوند کفر میں ہو یہ بمنزلہ طلاق نہ ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورت کی عدت گزرنے کے بعد مرد کو اس پر اختیار نہ رہتا۔ الا یہ کہ اس کی رضامندی ہو اور تجدید نکاح ہو۔ حاصل یہ ہے کہ اگر مسلمان عورت کو اسلام کے بعد حیض آئے۔ پھر طاہر ہو جائے۔ اس کو اجازت ہے کہ وہ جس سے چاہے شادی کر لے۔ اگر اس نے شادی کر لی تو پہلے کو اسلام لانے کے بعد بھی اس پر کوئی اختیار نہ رہے گا۔ اگر عورت نے شادی نہیں کی وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح میں رہے گی۔ اس میں تجدید نکاح اور باہم رضامندی معتبر نہ ہوگی۔

دلائل کا تقاضا یہی ہے گو کہ لوگوں کے اقوال مختلف ہیں۔ زوجین میں سے کسی ایک کے ارتداد میں بھی یہی حکم ہے۔ اگر مرتد اسلام کی طرف لوٹ آئے اس کا حکم اس شخص کے اسلام کا حکم ہوگا جو کفر پر باقی تھا۔

---

1. بمطابق حوالہ گزشتہ۔
2. یہ عاتکہ بنت ولید ہے بمطابق حوالہ گزشتہ
3. دیکھئے المؤطا۔ بمطابق حوالہ گزشتہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق

ا۔ طلاق کی تعریف:

طلاق' اطلاق سے ماخوذ ہے جس کا مطلب بھیجنا اور چھوڑنا ہے آپ کہیں گے اطلقت الاسیر جب آپ قیدی کی بیڑیاں کھول دیں اور اس کو چھوڑ دیں۔ شرع میں شادی کے رابطہ کو توڑنا اور تعلق زوجیت کو ختم کرنے کا نام طلاق ہے۔

۲۔ طلاق کی کراہت:

زوجیت کی زندگی کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنا ان مقاصد میں سے ایک مقصد ہے جن کی اسلام ترغیب دلاتا ہے۔ نکاح کا تعلق تا حیات دوام اور ہمیشگی کے لیے قائم کیا جاتا ہے تاکہ زوجین کے لیے گھر میں ایک ایسا آشیانہ بنانا آسان ہو جائے جس میں وہ دونوں رہائش رکھیں' اس کے تروتازگی کے سایوں میں نعمت کی زندگی گزاریں تاکہ ان دونوں کے لیے اپنے اولاد کی نیک پرورش ممکن ہو جائے۔ اسی وجہ سے زوجین کے مابین تعلق مقدس ترین اور مضبوط ترین تعلقات میں سے ہے۔ اس کے مقدس ہونے پر اس سے بڑی دلیل کوئی نہیں کہ اللہ پاک نے خاوند اور بیوی کے مابین تعلق کو میثاق غلیظ کا نام دیا ہے لہٰذا فرمایا:

﴿ وَاَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴾ . [سورة النساء : ٢١]

"اور ان عورتوں نے تم سے پختہ عہد لے لیا"۔

جب زوجین کا تعلق ایسا پختہ اور مضبوط ہے تو اس میں رکاوٹ ڈالنا اور اس کے معاملہ کو کمزور بنانا مناسب نہ ہے۔ جو بھی معاملہ اس انداز کا ہو کہ وہ اس تعلق کو کمزور بناتا ہے اس کو ضعیف کرتا ہے تو وہ اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ زوجین میں سے ہر ایک کے فوائد اس سے جاتے رہتے ہیں اور منافع چھوٹ جاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ عزوجل کو حلال میں سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے''۔ ❶

جو انسان بھی زوجین کے تعلقات میں خرابی ڈالنے کا ارادہ کرے وہ اسلام کی نظر میں اس سے خارج ہے۔ اس کو اس سے شرف نسبت کا کوئی حق نہیں ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''وہ ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے خاوند پر خراب کرے''۔ ❷

یہ امر واقع ہے کہ بعض عورتیں کسی مرد سے شادی کو ترجیح دیتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ وہ اس کی بیوی کی جگہ پر آ جائیں۔ اسلام اس سے بہت سختی سے منع کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کی پلیٹ کو خالی کروائے۔ اس کو چاہیے کہ نکاح کرلے اس کے لیے وہی کچھ ہے جو اس کے لیے مقدر کیا گیا۔ جو بیوی بغیر کسی سبب اور تقاضے کے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔ ❸

۳۔ اس کا حکم:

طلاق کے حکم کے متعلق علماء کی مختلف آراء ہیں۔ ان آراء میں سے صحیح ترین ان لوگوں کی رائے ہے جو اس کی ممانعت کی طرف گئے ہیں ماسوائے حاجت کے۔ وہ احناف اور حنابلہ ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دلیل لی ہے۔

''اللہ تعالیٰ ہر بہت چکھنے☆ والے اور بہت طلاق دینے والے پر لعنت کرتے ہیں''۔

---

❶ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۳۱ حدیث نمبر ۲۱۷۸۔ امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

❷ احمد بن حنبل، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۷۔ حدیث میں آمدہ لفظ خبب کا مطلب افسد ہے اور یہ روایت ابوداؤد ونسائی میں بھی ہے۔ ❸ احمد بن حنبل، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷

☆ حدیث شریف میں یہی لفظ ہے یہ زیادہ شادیوں سے کنایہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ طلاق میں اللہ کی نعمت کی ناشکری ہے۔ شادی اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ نعمت کی ناشکری حرام ہے لہٰذا یہ بغیر ضرورت حلال نہ ہے جو ضرورت اس کو مباح کرتی ہے اس میں سے یہ بھی ہے کہ مرد اپنی بیوی کے سلوک کو اچھا نہ جانے یا اس کے دل میں اس کی خواہش ختم ہو جائے۔ بے شک اللہ دلوں کو پھیرنے والا ہے۔ اگر طلاق پر آمادہ کرنے والی کوئی حاجت موجود نہ ہو تو تب یہ محض اللہ کی نعمت کی ناشکری ہوگی۔ خاوند کی طرف سے برا رویہ ہوگا۔ لہٰذا یہ مکروہ اور ممنوع ہوگی۔

حنابلہ کے ہاں اس حوالہ سے اچھی تفصیل ہے جس کو ہم ذیل میں مختصراً درج کرتے ہیں: ان کے ہاں کبھی طلاق واجب ہوتی ہے' کبھی حرام' کبھی مباح اور کبھی مندوب۔

طلاق واجب:

جب زوجین میں جھگڑا ہو جائے۔ دو فیصلہ کرنے والے طلاق کا فیصلہ کر دیں بشرطیکہ وہ سمجھیں کہ اس جھگڑے کے خاتمے کا ذریعہ طلاق ہی ہے۔ اس طرح ایلاء کرنے والے کی طلاق جو چار ماہ کی مدت کے انتظار کے بعد ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ .

[سورة البقرة: ١٢٥ ـ ١٢٦]

''ان لوگوں کے لئے جو اپنی عورتوں سے ایلاء کرتے ہیں چار ماہ انتظار کرنا ہے اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا ارادہ کرلیں تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔''

طلاق حرام:

وہ طلاق جو بلا ضرورت ہو۔ یہ حرام اس لیے ہے کہ اس میں خاوند کی ذات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو تکلیف ہے اور بیوی کی ذات کو تکلیف ہے۔ نیز وہ مصلحت موجود نہ ہے جو ان دونوں کو اس کی حاجت کے بغیر حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ایسے حرام ہوگی جیسے مال ضائع کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے۔

''نہ تکلیف دو نہ تکلیف دیئے جاؤ''۔

دیگر روایت میں ہے کہ طلاق کی یہ قسم مکروہ ہے کیونکہ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''حلال میں سے سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے''۔ ❶

الفاظ دیگر ہیں:

''اللہ نے کوئی چیز حلال نہیں کی جو اس کو طلاق سے بڑھ کر ناپسند ہو''۔ ❷

یہ ناپسند تب ہوگی جب اس کی ضرورت نہ ہو جب کہ نبی مکرم ﷺ نے اس کو حلال کا نام دیا ہے چونکہ یہ نکاح کے ان فوائد کو زائل کرتی ہیں جو مندوب ہیں لہٰذا یہ مکروہ ہوگی۔

طلاق مباح:

یہ ضرورت کے وقت ہوتی ہے کہ عورت بدخلق ہے' برے طریقہ سے رہتی ہے' اس سے تکلیف آتی ہے اس سے کوئی غرض حاصل نہیں ہو رہی۔

طلاق مندوب:

یہ وہ طلاق ہے جو عورت کی طرف سے اس پر واجب حقوق اللہ کی کوتاہی کی صورت میں ہو مثلاً نماز وغیرہ اس کو اس پر مجبور کرنا ممکن نہ ہو یا وہ پاکدامن نہ ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرد کے لیے ایسی عورت کو روک رکھنا جائز نہ

---

❶ سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۳۱ حدیث نمبر ۲۱۷۸۔ امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

❷ علی بن عمر' سنن الدارقطنی بحوالہ مشکوۃ المصابیح بتحقیق الالبانی ج ۲ ص ۲۱۲ حدیث نمبر ۳۲۹۴۔ ۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کے دین میں بھی نقص آئے گا۔عورت کی طرف سے مرد کے بستر کی خرابی کا اندیشہ ہے۔اس کی طرف سے بچے کی نسبت بھی جو اس سے نہ ہے۔اس حالت میں اس پر تنگی ڈالنے میں کوئی حرج نہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾ . [سورة النساء : ١٩]

''اور تم ان کو نہ روکو تا کہ تم لے جاؤ بعض وہ جو تم نے ان عورتوں کو دیا الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کو آئیں''۔

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: احتمال ہے کہ ان دو مواقع پر طلاق واجب ہے فرماتے ہیں: مندوب طلاق جھگڑے کی حالت میں ہے اور اس حالت میں جب عورت مخالفت کی طرف نکلتی ہے تا کہ اس سے ضرر دور کرے۔

ابن سینا کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں: علیحدگی کے لیے کوئی راستہ ہونا چاہیے۔اس کو ہر طرف سے بند نہ کیا جائے کیونکہ مکمل علیحدگی تک پہنچنے کے ذرائع کو اگر بالکل ختم کر دیا جائے تو نتیجتاً تکلیف اور پریشانی کی کئی راہیں پیدا ہوں گی۔مثلاً بعض طبیعتیں بعض طبیعتوں سے مانوس نہیں ہو پاتیں۔جب جب ان کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی جائے شر اور اختلاف بڑھتا ہے اور زندگی اجیرن ہوتی جاتی ہے۔

بعض لوگوں کی جوڑی برابر کی نہیں بن پاتی۔اچھے انداز سے رہنے کا سلیقہ نہیں ملتا یا قابل نفرت ساتھی ہوتا ہے جس کو طبیعت اچھا نہیں سمجھتی یہ بات کسی اور میں رغبت کی موجب ہو جاتی ہے کہ خواہش فطری چیز ہے بسا اوقات اس کا نتیجہ بڑے فساد کا ہوتا ہے یا زوجین نسل کی پیدائش میں ایک دوسرے کے معاون نہیں بنتے۔اگر دونوں کا ساتھی بدل جائے تو تعاون کرتے ہیں تو یہاں جدائی کی کوئی راہ تلاش کرنا ضروری ہے اور اس میں سختی بھی ہونی چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود کے ہاں طلاق:❶

یہود کے ہاں شریعت میں جو کچھ مدون ہے اور اس پر عمل بھی جاری ہے وہ یہ ہے کہ طلاق بغیر عذر بھی جائز ہے مثلاً مرد کو اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت بیوی کی رغبت ہو گئی لیکن بلا عذر ایسا کرنا اچھا نہ ہے۔ ان کے ہاں عذر دو قسم کے ہیں۔

اول:

جسمانی عیوب: مثلاً کمزور نظر' بھینگا ہونا' آنکھ کا ترچھا ہونا' منہ کی بدبو' کبڑا ہونا' لنگڑا ہونا اور بانجھ ہونا۔

ثانی:

اخلاقی عیوب: اس میں جو باتیں بتائی گئی ہیں ان میں سے بے حیائی' یا بیہودہ گوئی' گندگی' بدخلقی' عناد' فضول خرچی' کھانے کا لالچ' بسیار خوری' کھانے میں باریکیاں نکالنا اور نئے لباس کی کھڑکھڑاہٹ شامل ہے۔ زنا ان کے ہاں سب سے مضبوط عذر ہے۔ اس میں بات کا پھیلنا کافی ہے گو کہ ثابت نہ ہو۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام نے ان میں سے سوائے زنا کے کسی علت کو بیان نہیں کیا۔ رہی عورت تو اسے طلاق مانگنے کا حق نہ ہے اگرچہ اس کے خاوند میں ایسے عیوب بھی ہوں حتیٰ کہ اس پر زنا بھی ثابت ہو چکا ہو۔

مسیحی مذاہب میں طلاق:

وہ مسیحی مذاہب جنہیں مغرب کے لوگوں نے گلے سے لگا رکھا ہے وہ سب تین مذاہب کی طرف لوٹتے ہیں:

① مذہب کاتھولیک ② مذہب آرتھوڈکس ③ مذہب پروٹسٹنٹ

---

❶ از کتاب ''نداء للجنس اللطیف'' صفحہ نمبر ۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاتھولیک مذہب طلاق کو قطعی حرام کہتا ہے۔ وہ شادی کو ختم کرنا مباح نہیں کہتا۔ کوئی بھی سبب ہو۔ کتنی بڑی وجہ بھی ہو حتی کہ خود زوجیت کی خیانت بھی اس کی نظر میں طلاق کو جائز کرنے والی شمار نہ کی جائے گی۔ خیانت زوجیت میں جو کچھ ہو سکتا ہے وہ زوجین کی شخصیتوں میں جسمانی علیحدگی ہے۔ ساتھ ساتھ شریعت کی رو سے ان دونوں کے مابین زوجیت قائم سمجھی جائے گی۔ اس علیحدگی کے دوران زوجین میں سے کسی کے لیے کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ تعدد زوجات شمار ہوگا جب کہ مسیحی دین کسی بھی حالت میں تعدد کی اجازت نہیں دیتا۔

اس سلسلہ میں کاتھولیک والوں کا اعتماد اس بات پر ہے جو انجیل مرقص میں حضرت مسیح کی زبان سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"⑧ اور وہ دونوں ایک جسم ہوتے ہیں اب وہ دونوں دو نہیں رہے بلکہ ایک جسم ہیں۔ ⑨ تو جس کو اللہ نے اکٹھا کر دیا ہے کوئی انسان اس کو جدا نہیں کر سکتا"۔ ❶

دوسرے دو مسیحی مذہب آرتھوڈکس اور پروٹسٹنٹ بعض محدود حالات میں طلاق کو جائز کہتے ہیں جن میں اہم خیانت زوجیت ہے۔ لیکن وہ دونوں مذہب مرد اور عورت دونوں پر اس کے بعد شادی کرنا حرام کہتے ہیں۔ جو مسیحی مذاہب خیانت زوجیت کی حالت میں طلاق کو جائز کہتے ہیں ان کا اعتماد اس بات پر ہے کہ جو انجیل متی میں حضرت مسیح کی زبان سے آئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"علت زنا کے بغیر جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے وہ اس کو زنا کرنے والی کر دیتا ہے"۔ ❷

مسیحی مذاہب طلاق دینے والے اور طلاق دینے والی دونوں پر شادی حرام ہونے کے حوالے سے اس بات پر اعتماد کرتے ہیں جو انجیل مرقص میں آئی ہے جہاں فرمان ہے:

---

❶ مرقص دسواں اصحاح آیات ۸ اور ۹

❷ انجیل متی پانچواں اصحاح آیات ۲۱، ۲۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور دوسری شادی کرتا ہے وہ اس پر زنا کرتا ہے اور جو عورت اپنے خاوند کو طلاق دیتی ہے اور دوسرے سے شادی کرتی ہے وہ زنا کرتی ہے''۔ ❶

جاہلیت میں طلاق:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتا جب طلاق دینا چاہتا۔ وہ اس کی بیوی ہوتی اگر وہ رجوع کرتا جب کہ وہ عدت میں ہو گو کہ وہ سو یا زیادہ بار طلاق دے۔ حتی کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا: اللہ کی قسم نہ میں تجھ کو طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو جائے اور نہ تجھے کبھی اپنے پاس رکھوں گا۔ کہنے لگی وہ کیسے؟ اس نے کہا میں تجھے طلاق دوں گا۔ جب تیری عدت پوری ہونے لگے گی میں تجھ سے رجوع کرلوں گا۔ وہ عورت چلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی ان کو خبر دی۔ وہ چپ رہیں تا آنکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتی کہ قرآن نازل ہوا:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ﴾. ❷

''طلاق دو مرتبہ ہے پس روکنا ہے معروف طریقہ سے یا چھوڑنا ہے احسان کے ساتھ۔'' [سورۃ البقرۃ:۲۲۹]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگوں نے آئندہ طلاق کا نئے سرے سے حساب رکھا۔ جس نے طلاق دی تھی اور جس نے نہیں بھی دی تھی۔ ❸

طلاق اکیلے مرد کا حق ہے:

اسلام نے طلاق کو اکیلے مرد کا حق قرار دیا ہے کیونکہ اسے زیادہ شوق ہوتا

---

❶ انجیل مرقس۔ دسواں اصحاح آیت ۱۱۔ نداء للجنس اللطیف کتاب کے ص: ۹۸ سے۔

❷ دیکھئے تفسیر ابن کثیر۔ ❸ جامع الترمذی۔ کتاب الطلاق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ شادی باقی رہ جائے جس کی راہ میں اس نے مال خرچ کیا ہے یعنی اگر وہ طلاق دے دے اور دیگر شادی کا ارادہ کرے تو اسے اتنا یا اس سے بڑھ کر مال خرچ کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ اس پر یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ عورت کو حق مہر کا حصہ دے۔ طلاق کا مالی فائدہ (متعہ) دے۔ اور عدت کی مدت میں بھی اس پر خرچ کرے وہ اس وجہ سے تیز اپنے مزاج اور عقل کے تقاضے سے عورت سے زیادہ ناپسندید آنے والی بات پر صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ جب بھی اسے غصہ آئے وہ طلاق کی جلدی نہیں کرتا نہ ہی کسی تکلیف کے وقت برداشت کرنا اس پر مشکل ہوتا ہے۔ جب کہ عورت اس کی نسبت غصہ میں تیز اور برداشت میں کم ہوتی ہے۔

طلاق کے نتائج اور پھر اخراجات کے حوالہ سے اس پر وہ کچھ لازم نہ ہوتا ہے جو مرد پر ہوتا ہے۔ معمولی سبب سے عقد زوجیت کو توڑنے میں وہ بہت جلد باز ہوتی ہے۔ اگر عورت کو حق دیا جائے تو بسا اوقات وہ اس بنیاد پر بھی یہ حق استعمال کرسکتی ہے کہ جو سبب شمار ہی نہیں ہوتا۔ اس آخری علت کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ انگریز نے جب طلب طلاق کا حق مردوں اور عورتوں کو برابر دے دیا ان کے ہاں طلاق بڑھ گئی اور مسلمانوں کی نسبت اس میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔

کس کی طرف سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

علماء کا اتفاق ہے کہ عاقل' بالغ اور اختیار سے طلاق دینے والا مرد ہی وہ ہے جس کے لیے طلاق دینا جائز ہے اور اس کی طلاق واقع ہوگی۔ اگر وہ دیوانہ' بچہ یا مجبور کیا گیا ہو تو اس کی طرف سے اگر طلاق صادر ہوگی وہ لغو شمار ہوگی کیونکہ حیات زوجین میں طلاق ان تصرفات میں سے ایک تصرف ہے جن کے آثار ونتائج ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ طلاق دینے والا کامل اہلیت رکھتا ہو تا کہ اس کے تصرفات درست ہوں۔

اہلیت' عقل' بلوغت اور اختیار سے ہی کامل ہوتی ہے۔ اس متعلق اصحاب سنن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین افراد سے قلم کو اٹھالیا گیا ہے' سونے والے سے حتی کہ بیدار ہوجائے'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچے سے حتی کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتی کہ عقل مند ہو جائے''۔ ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر طلاق جائز ہے سوائے اس شخص کی طلاق کے جو مغلوب العقل ہو''۔ ❷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص کے متعلق فرماتے ہیں جس کو چور☆ مجبور کریں وہ طلاق دے ''یہ کچھ بھی نہ ہے''۔ ❸

درج ذیل مسائل میں علماء کی مختلف آراء ہیں جنہیں ہم ذیل میں مختصراً بیان کرتے ہیں:

① مجبور کئے گئے کی طلاق	② نشہ والے کی طلاق
③ مذاق والے کی طلاق	④ غصہ والے کی طلاق
⑤ غافل اور بھولے ہوئے کی طلاق	⑥ مدہوش کی طلاق

① مجبور کئے گئے کی طلاق:

مجبور کئے گئے کا نہ ارادہ ہوتا ہے اور نہ اختیار جب کہ ارادہ اور اختیار ہی مکلف ہونے کی بنیاد ہیں جب یہ دونوں نہ رہے تو مکلف ہونا نہ رہا۔ مجبور کیا گیا اپنے تصرفات پر مسئول شمار نہ ہوگا کیونکہ اس کا ارادہ سلب کیا گیا ہے۔ وہ فی الواقع مجبور کرنے والے کے ارادے کو پورا کر رہا ہے۔ جو شخص کلمہ کفر بولنے پر مجبور کیا جائے وہ اس وجہ سے کافر نہ کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ﴾. [سورة النحل : ١٠٦]

''مگر جو شخص مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔''

جو شخص اسلام پر مجبور کیا جائے وہ مسلمان ہوگا اور جس کو طلاق پر مجبور کیا

---

❶ سلیمان بن اشعث 'سنن ابی داود ج ۴ ص ۵۶۰ حدیث نمبر ۴۴۰۳۔

❷ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۸۸ باب الطلاق۔

❸ بمطابق حوالہ گزشتہ 'صحیح بخاری معلق روایت۔

☆ حدیث شریف میں یہی لفظ ہے مراد گھر میں گھس کر یا باہر کہیں جو زبردستی طلاق کا تقاضا کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے، اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت سے خطاء نسیان اور جس پر وہ مجبور کیے گئے معاف کر دیا گیا ہے''۔ [ابن ماجہ' ابن حبان' دار قطنی' طبرانی' حاکم اور اسے نووی نے حسن کہا ہے]

یہی مذہب امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ داؤدؒ وغیرہ فقہاء امصار کا ہے۔ یہی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ' علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔

ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: کہ مجبور کیے گئے کی طلاق واقع ہوگی۔ ان کے پاس اپنے اس مذہب پر کوئی دلیل نہ ہے چہ جائیکہ انہوں نے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت بھی کی ہے۔

② نشہ والے کی طلاق:

جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہوگی کیونکہ اپنی مرضی سے اپنی عقل کے بگاڑ کا وہ خود ہی سبب ہے۔ ایک قوم کا قول ہے کہ واقع نہ ہوگی یہ لغو ہے اس کا کوئی اعتبار نہ ہے کیونکہ وہ اور مجنون برابر ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں عقل موجود نہ ہے جو مکلف ہونے کی بنیاد ہے اور اس لیے بھی کہ اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ ﴾۔ [سورة النساء : ٤٣]

''مؤمنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم جان لو جو تم کہتے ہو''۔

اللہ پاک نے نشہ والے کے قول کو لائق شمار نہیں بتایا کیونکہ جو وہ کہتا ہے جانتا نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ سے ثابت ہے کہ وہ نشہ والے کی طلاق نہ سمجھتے تھے۔ بعض اہل علم کا مذہب ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہؓ میں سے کوئی بھی حضرت عثمانؓ کی مخالفت نہ کرتا تھا۔ یہی مذہب یحییٰ بن سعید الانصاری' حمید بن عبدالرحمٰن' ربیعہ' لیث بن سعد' عبداللہ بن الحسین' اسحاق بن راھویہ' ابوثور کا ہے اور شافعیؒ کے دو قولوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایک ہے۔ شافعیہ میں سے مزنی نے اس کو اختیار کیا ہے۔

امام احمدؒ سے مروی روایات میں سے ایک یہ ہے۔ اسی پر ان کا مذہب برقرار ہے۔ یہ سب اہل ظاہر کا مذہب ہے۔ حنفیہ میں سے ابوجعفر طحاوی اور ابوالحسن الکرخی نے اسے اختیار کیا ہے۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: نشہ والا جس میں عقل نہ ہو اس کی طلاق کا کوئی حکم نہ ہے کیونکہ وہ بنیاد نہ ہے جس پر احکام چلتے ہیں۔ شارع نے اس کی سزا متعین کی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ اجازت نہ ہے کہ ہم ایسی رائے سے آگے بڑھیں اور ہم کہہ دیں کہ اس کے لیے سزا کے طور پر اس کی طلاق واقع ہوگی۔ اس کے لیے دو چٹیاں/غرام جمع کردی جائیں۔ عدالتوں میں آخری/لیٹیسٹ عمل اسی پر ہے ۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۱۵ کی پہلی شق میں ہے:

''نشہ والے اور مجبور کیے گئے کی طلاق واقع نہ ہوگی''۔

③ غصہ والے کی طلاق:

غصہ والا وہ ہے جو اپنے کہے کا تصور نہیں کرتا اور اسے جو کچھ اس سے جاری ہوتا ہے معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اس کی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس کا ارادہ سلب کیا گیا ہے۔ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اغلاق میں نہ طلاق ہے اور نہ آزادی''۔ ❶

اغلاق کی تفسیر غصہ سے کی گئی ہے مجبور کرنے سے کی گئی ہے اور جنون سے بھی کی گئی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: (جیسا کہ زاد المعاد میں ہے) اغلاق کی حقیقت یہ ہے کہ بندے پر اس کا دل بند ہوجائے۔ وہ کلام کا قصد نہ کرے یا اسے

---

❶ احمد بن حنبل، مسند احمد ج۶، ص ۲۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم نہ ہو۔ گویا اس پر اس کا قصد وارادہ بند ہوگیا ہے فرماتے ہیں مجبور کیے گئے، مجنون، جس کی عقل نشہ اور غصہ کی وجہ سے زائل ہوگئی ہو، ہر وہ شخص جس کا مقصد نہ ہو اور ہر وہ جس کو اپنے کہے کی معرفت نہ ہو کی طلاق اس میں داخل ہوگی۔ غصہ کی تین قسمیں ہیں:

① جو عقل کو زائل کرتا ہے اسے اپنے کہے ہوئے کا شعور نہیں ہوتا تو بلا اختلاف اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

② جو ابھی اپنے آغاز میں ہو۔ اس طرح کہ اس آدمی کے کہے ہوئے قصد کے تصور سے مانع نہ ہو تو اس کی طلاق واقع ہوگی۔

③ اس میں استحکام اور شدت ہو لیکن عقل کو بالکل ختم نہ کرتا ہو البتہ اس کے اور اس کی نیت کے درمیان حائل ہوتا ہو۔ اس طرح کہ اگر بڑھے تو اس سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس پر اس کو شرمندگی ہو تو یہ محل نظر ہے۔ ایسی حالت میں عدم وقوع ہی قوی اور مناسب ہے۔

④ مذاق کرنے والے اور خطاء کرنے والے کی طلاق:

جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ مذاق کرنے والے کی طلاق واقع ہوگی جیسا کہ اس کا نکاح بھی درست ہوگا کیونکہ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور انہوں نے حسن کہا ہے جب کہ حاکم اور ترمذی نے صحیح کہا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین چیزیں ہیں ان کا صحیح بھی صحیح ہے اور ان کا مذاق بھی صحیح ہے نکاح، طلاق اور رجوع''۔ ❶

اس حدیث کی سند میں گو کہ عبداللہ بن حبیب راوی مختلف فیہ ہے لیکن یہ اور احادیث کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے۔

❶ سلیمان بن اشعث سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۴۳ حدیث نمبر ۲۱۹۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض اہل علم کا مذہب ہے کہ مذاق کرنے والے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ان میں باقر، صادق، اور ناصر ہیں۔ امام احمدؒ اور مالکؒ کے مذہب میں بھی یہ ایک قول ہے کیونکہ یہ لوگ وقوع طلاق کے لیے نطق لسانی کی رضا اس کے معنیٰ، اس کے علم، اس کے مقتضیٰ کا ارادہ شرط بتاتے ہیں۔ جب نیت اور قصد نہ رہا تم فضول شمار کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ . [سورة البقرة : ٢٢٧]

''اور اگر وہ طلاق کا عزم کریں تو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

عزم وہ ہوتا ہے جس کے فعل پر عازم قصد کرتا ہے۔ اس کا تقاضا معزوم علیہ کے فعل پر پختہ ارادہ ہے یا اس کے ترک پر ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ﴾ .

''سوائے اس کے نہیں اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

طلاق ایک ایسا عمل ہے جو نیت کا محتاج ہے جب کہ مذاق کرنے والے کا نہ عزم ہوتا ہے اور نہ نیت۔ بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ''طلاق صرف حاجت سے ہے۔'' [1]

رہی خطاء کرنے والے کی طلاق: تو ایسا شخص ہے، جس نے طلاق کے علاوہ کچھ بولنا چاہا لیکن اس کی زبان اس کی طرف سبقت کر گئی۔ فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ اس کے ساتھ قضاء کا معاملہ کیا جائے گا۔ رہی اس کے اور اس کے رب کے مابین دیانت تو اس پر اس کی طلاق واقع نہ ہوگی اور اس کی بیوی اس کے لیے حلال ہوگی۔

⑤ غافل اور بھولنے والے کی طلاق:

غلطی کرنے والے اور مذاق کرنے والے کی طرح ہی غافل اور بھولنے والا ہے۔ خطاء کرنے والے اور مذاق کرنے والے کے درمیان فرق یہ ہے کہ ھازل کی

---

[1] حافظ فرماتے ہیں مرد کے لیے نافرمانی وغیرہ حاجت کے بغیر طلاق دینا مناسب نہ ہے۔ ابن القیم فرماتے ہیں طلاق دینے والے کی طرف سے اس کے وقوع میں کوئی غرض ہو۔ رسالۃ الطلاق صفحہ ۵۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق قضاء اور دیانت کے طور پر واقع ہوگی ان کے ہاں جن کی رائے یہ ہے۔ جب کہ خطا والے کی طلاق صرف قضاء واقع ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق ھزل اور لعب کا مقام نہ ہے۔

⑥ مدہوش کی طلاق:

مدہوش وہ ہوتا ہے جس کو معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کی وجہ کوئی صدمہ ہے جو اسے پہنچا ہے جو اس کی عقل کو لے گیا ہے۔ اس کی فکر کو ختم کر دیا ہے۔ اس کی طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ مجنون' معتوہ اور جس پر بے ہوشی طاری ہو' کی واقع نہیں ہوتی نیز جن کی عقل میں کبر یا مرض کی وجہ سے خلل آجائے یا اچانک پہنچنے والی کسی مصیبت کی وجہ سے یہ ہو۔

جس عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے:

عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی جب تک وہ اس کا محل نہ ہو اور وہ اس کا محل صرف آئندہ صورتوں میں ہوتی ہے۔

① جب اس کے اور اس کے خاوند کے مابین حقیقی زوجیت قائم ہو۔

② جب وہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو یا بینونہ صغریٰ والی طلاق بائن کی عدت گزار رہی ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں زوجیت حکمی طور پر قائم شمار ہوگی تا آنکہ عدت پوری ہو جائے۔

③ اگر عورت اس عدت میں ہو جو علیحدگی سے حاصل ہوئی ہے وہ طلاق شمار ہوتی ہو مثلاً بیوی مسلمان ہوئی تو خاوند کے اسلام سے انکار کی وجہ سے علیحدگی ہو۔ یا ایلاء کی وجہ سے علیحدگی ہو تو ان دو صورتوں میں احناف کے ہاں طلاق شمار ہوگی۔

④ اگر عورت اس علیحدگی کی عدت میں ہو جو ایسا فسخ شمار ہوتی ہو جس نے عقد کو اس کی بنیاد سے ختم نہیں کیا اور نہ حلت ختم کی جیسے بیوی کے ارتداد پر علیحدگی ہے کہ اس حالت میں فسخ تو ایک پیش آمدہ کی حالت کی وجہ سے ہوا ہے جو بقائے عقد کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانع ہے بعد اس کے کہ وہ صحیح واقع ہوا تھا۔

جس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی:

ہم کہتے ہیں عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی الا یہ کہ وہ اس کا محل ہو اگر وہ اس کا محل نہ ہوگی اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ جو عورت فسخ زواج کی عدت گزار رہی ہو اور فسخ کی وجہ سے عدم کفایت' مہر مثل سے حق مہر کی کمی' خیار بلوغ یا عقد کی صحت کی شروط میں سے کسی شرط کے نہ ہونے کی وجہ سے عقد میں خرابی ہو تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ان حالات میں عقد سرے سے ہی ختم ہو گیا ہے تو عدت میں اس کا وجود باقی نہ رہا۔ اگر اس طرح کی حالت میں آدمی عورت کو کہے ''تجھ کو طلاق ہے'' تو اس کی بات لغو ہے جس پر کوئی نتیجہ لازم نہ آئے گا۔ اسی طرح قبل الدخول اور خلوت صحیحہ سے قبل کی مطلقہ پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ان دونوں کے مابین تعلق زوجیت ختم ہو چکا۔ وہ محض طلاق جاری ہونے سے ہی اجنبیہ ہو چکی۔ وہ اس کے بعد طلاق کا محل نہ ہوگی کیونکہ وہ نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اس کی عدت والی ہے۔

اگر آدمی حقیقی یا حکمی طور پر غیر مدخول بھا عورت کو کہے ''تجھے طلاق ہے' تجھے طلاق ہے' تجھے طلاق ہے'' پہلی کے ساتھ دوسری اور تیسری دونوں لغو ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں اس عورت کو ملی ہیں اور یہ عورت نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اس کی معتدہ۔ وجہ یہ ہے کہ غیر مدخول بھا کی عدت نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس اجنبیہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی جس کے ساتھ طلاق دینے والے کا پہلے تعلق زوجیت نہ ہو۔ اگر آدمی کسی عورت کو جس کے ساتھ اس کا شادی کا تعلق نہیں ہے کہہ دے کہ ''تجھ کو طلاق ہے'' اس کا یہ کلام لغو ہوگا اس کا کوئی اثر نہ ہے۔

اسی طرح اس عورت کا حکم ہے جس کو طلاق دی گئی اور اس کی عدت ختم ہو گئی کیونکہ وہ عدت ختم ہونے کی وجہ سے اجنبی ہو گئی۔ اسی کی مثل تیسری طلاق کی عدت گزارنے والی بھی ہے کہ وہ تیسری طلاق کے بعد اس سے بینونت کبریٰ والی بائن ہو گئی تو طلاق کا کوئی معنیٰ نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی سے پہلے طلاق:

اگر کوئی اجنبیہ کے ساتھ معلق کر کے طلاق دے تو واقع نہ ہوگی۔ مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے شادی کرلوں تو اس کو طلاق ہے کیونکہ ترمذی نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابن آدم کی اس چیز میں نذر نہ ہے جس کا اختیار نہ رکھتا ہو' اس کے لیے اس چیز میں آزاد کرنا نہ ہے جس کا اختیار نہ رکھتا ہو اور اس کے لیے وہ طلاق نہ ہے جس کا وہ اختیار نہ رکھتا ہو''۔ [1]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور یہ اس باب میں مروی سب سے احسن روایت ہے۔ اصحاب نبی ﷺ وغیرہ اہل علم کا یہ قول ہے۔ یہ حضرت علیؓ بن ابی طالب' ابن عباسؓ جابر بن یزیدؓ اور ایک سے زائد فقہاء تابعین سے مروی ہے اور یہی شافعیؒ کہتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ معلق کرنے والے کی طلاق کے متعلق کہتے ہیں وہ واقع ہو جائے گی اگر شرط پائی گئی۔ اس میں برابر ہے کہ طلاق دینے والے نے سب عورتوں کو عام کہا ہو یا کسی کو خاص کہا ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں اگر اس نے سب عوتوں کو عام کہا تو لازم نہ ہوگی اور اگر خاص کہا تو لازم ہوگی۔ عام کی مثال یہ ہے کہ وہ کہے:

''اگر میں نے کسی بھی عورت سے شادی کی تو اس کو طلاق ہے''۔

اور خاص کرنے کی مثال یہ ہے کہ وہ کہے:

''اگر میں فلاں سے شادی کروں (کسی متعین عورت کا ذکر کرے) تو اس کو طلاق ہے''۔

طلاق کس کے ساتھ واقع ہوتی ہے:

طلاق ہر اس بات کے ساتھ واقع ہو جاتی ہے جو تعلق زوجیت کے ختم کرنے

---

[1] محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی ج ۳ ص ۴۸۶ حدیث نمبر ۱۱۸۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر دلالت کرے۔ یہ لفظ ہو یا بیوی کے نام لکھ کر ہو یا کسی اور اشارے سے ہو یا پیغامبر بھیج کر ہو۔

لفظ کے ساتھ طلاق:

لفظ کبھی صریح ہوتا ہے اور کبھی کنایہ ہوتا ہے۔ وہ صریح ہوتا ہے جس کے بولتے ہی کلام کا معنی سمجھ آ جائے مثلاً تو طلاق والی ہے اور طلاق دی گئی ہے اور ہر وہ لفظ جو طلاق سے مشتق ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں: طلاق کے صریح الفاظ تین ہیں' طلاق' فراق اور سراح اور یہ قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

بعض اہل ظاہر کہتے ہیں: طلاق صرف ان تین کے ساتھ واقع ہوتی ہے کیونکہ شرع نے بس یہ تین الفاظ بتائے ہیں جو کہ عبارت ہیں۔ اس کی شرطوں میں لفظ بھی ہے تو اس میں شرعاً وارد لفظ پر اکتفاء لازم ہے۔

کنایہ:

جو طلاق اور کسی اور کا بھی احتمال رکھتا ہو مثلاً تو بائن ہے۔ اس میں شادی سے بنیونت کا احتمال بھی ہے اور مثلاً ''تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے'' اس میں اس کی عزت کی ملکیت کا احتمال بھی ہے جیسا کہ آزادی تصرف کی ملکیت کا احتمال بھی ہے اور مثلاً ''تو مجھ پر حرام ہے'' یہ اس سے فائدہ لینے کی حرمت کا احتمال رکھتا اور اس کو ایذاء کی حرمت کا احتمال بھی رکھتا ہے۔ صریح کے ساتھ طلاق واقع ہو جاتی ہے اس میں مراد کی وضاحت کی نیت کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی دلالت ظاہر اور اس کا معنی واضح ہوتا ہے۔

طلاق صریح کے وقوع میں شرط یہ ہے کہ اس کا لفظ بیوی کی طرف مضاف ہو مثلاً: آدمی کہے میری بیوی کو طلاق ہے یا تجھے طلاق ہے۔ رہا کنایہ تو اس میں طلاق نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی۔ اگر بولنے والے نے بلفظ صریح کہا کہ میرا طلاق کا ارادہ نہ تھا اور نہ میرا یہ مقصد تھا۔ میری مراد اور معنی تھا۔ قضاء میں تصدیق نہ کی جائے گی اور اس کی طلاق واقع ہوگی۔ اگر بولنے والے نے کنایہ بولا: کہ میں نے طلاق کی نیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کی بلکہ میں نے دوسرا معنی مراد لیا ہے قضاء میں تصدیق ہوگی اور اس کی طلاق واقع ہوگی۔ ❶ کیونکہ لفظ طلاق اور دیگر معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ مراد کو جس نے متعین کرنا ہے وہ نیت اور قصد ہے۔ یہ مذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بخاری وغیرہ میں ہے کہ جون کی بیٹی کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل کیا گیا اور آپ اس کے قریب ہوئے اس نے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ پکڑتی ہوں آپؐ نے اس کو فرمایا: ''تو نے عظیم ذات کی پناہ پکڑی ہے تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جا''۔ ❷

صحیحین وغیرہ میں حضرت کعب بن مالکؓ کے پیچھے رہ جانے والی حدیث میں ہے جب ان کو کہا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم فرماتے ہیں کہ تم اپنی عورت سے الگ رہو۔ کہا کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ کہا بلکہ اس سے الگ رہو اس کے ہرگز قریب ❸ نہ جاؤ تو انہوں نے اپنی بیوی کو کہا تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جا۔ ان دونوں حدیثوں نے یہ بتایا ہے کہ جب ارادہ ہو تو یہ لفظ طلاق بن جائے گا اور جب ارادہ نہ ہو تو طلاق نہ ہوگا۔ اب اسی پر عمل جاری ہے۔ ۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۲۵ کی شق چار میں ہے کہ ''طلاق کے کنایات: وہ ہیں جو طلاق یا کچھ اور کا احتمال رکھیں ان کے ساتھ طلاق واقع نہ ہوگی مگر نیت کے ساتھ''۔

رہا احناف کا مذہب ان کی رائے یہ ہے کہ طلاق کے کنایات میں نیت کے ساتھ طلاق واقع ہوتی ہے اور ان حالات کی دلالت کی بناء پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ قانون نے حالات کی دلالت پر اکتفاء کے حوالہ سے احناف کا مذہب نہیں لیا بلکہ شرط یہ ہے کہ طلاق دینے والے کی نیت کنایہ سے طلاق ہو۔

کیا عورت کو حرام کرنے سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

اگر مرد اپنی عورت کو حرام کہہ دے۔ تحریم سے اس کا ارادہ بعینہ تحریم ہوگا یا

❶ اصل کتاب میں یہاں عبارت یونہی بے ترتیب ہی ہے۔ خلاصہ یہ کہنا مناسب ہے کہ جہاں کنایہ میں نیت اور قصد ہو طلاق ہوگی اگر نہیں تو نہیں۔ ❷ دیکھئے صحیح بخاری۔ کتاب الطلاق

❸ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی، کتاب التفسیر۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ تحریم سے وہ طلاق مراد لیتا ہے وہ معنی لفظ کا قصد نہیں کرتا بلکہ چھوڑنے کا قصد کرتا ہے تو پہلی حالت میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی عورتوں سے ایلاء کیا تو حرام کو حلال کیا۔ [1] اور قسم میں کفارہ کیا''۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: جب کوئی آدمی اپنی عورت کو حرام کہے تو یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا پھر فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾. [الاحزاب: ۲۱]

''البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے۔''

نسائی نے ان سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا کہا کہ میں نے اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا تو نے جھوٹ کہا۔ وہ تجھ پر حرام نہ ہوئی پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ﴾ [2]

''اے نبیؐ! تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا۔ تم اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تحقیق فرض کیا ہے اللہ نے تم پر تمہاری قسموں کو حلال کرنا۔'' [التحریم: ۱،۲]

تجھ پر مغلظ کفارہ ایک گردن آزاد کرنا ہے۔

دوسری حالت میں یہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ لفظ تحریم دیگر کنایات کی طرح ایک کنایہ ہے۔

---

1. مطلب جس چیز کو آپ نے حرام کیا تھا بعد میں اس کو حلال کر لیا۔
2. یہ آیت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ تحریم قسم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی قسموں کے ساتھ حلف:

جس نے مسلمانوں کی قسموں کے ساتھ حلف دیا پھر اس کو توڑ دیا تو شافعیہ کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ اس پر طلاق اور کچھ دیگر لازم نہ ہوگا۔ اس متعلق امام مالکؒ سے کچھ مروی نہ ہے۔ اس میں اختلاف تو متاخرین مالکیہ کا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس پر صرف استغفار لازم ہے۔ مشہور مذہب جس کا ان کے ہاں فتویٰ دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس پر وہ حلف لازم ہوگا جس کا مسلمانوں میں عرف ہو۔ مصر میں عرف یہ ہے کہ مروج حلف اللہ کا اور طلاق کا ہوگا۔ جس نے مسلمانوں کی قسموں کا حلف دیا پھر توڑا اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا جس کی عصمت کا وہ مالک ہے وہ جدا ہوگی اس پر مکہ کی طرف پیدل جانا اور روزہ لازم نہ ہوگا جیسا کہ پہلے زمانوں میں تھا۔ کیونکہ اب اس طرح حلف نہیں لیا جاتا۔ یہ اختلاف مالکیہ کے ہاں ہے جب وہ طلاق کی نیت نہ کرے۔ اگر وہ طلاق کی نیت کرے اور قسم توڑے تو ان کے ہاں اس پر قسم لازم ہوگی۔ ابہری کہتے ہیں اس پر صرف استغفار لازم ہے اور ایک قول ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے جیسا کہ شافعیہ کی رائے ہے ہمارے خیال میں ابہری کی رائے کو ترجیح ہے۔ جس نے اپنا حلف دیا اس پر سوائے اللہ سے استغفار کے کچھ لازم نہ ہے۔

لکھ کر طلاق:

www.KitaboSunnat.com

لکھ کر طلاق ہو جاتی ہے گو کہ لکھنے والا بولنے پر قادر ہو۔ جیسے خاوند کو بول کر بیوی کو طلاق دینا جائز ہے ایسے ہی اس کے لیے اس کو لکھ کر طلاق دینا بھی جائز ہے۔ فقہاء نے شرط لگائی ہے کہ اس کی کتابت واضح لکھی ہو۔ واضح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاف اور واضح ہو اس انداز میں کہ کاغذ وغیرہ پر پڑھی جا سکے۔ جب کہ لکھی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کے نام/ پتہ پر لکھی ہو یعنی وہ اس میں لکھے۔ اے فلانہ! تجھ کو طلاق ہے۔ اگر لکھائی اس کی طرف منسوب نہ کرے مثلاً کاغذ پر لکھ دے کہ تجھ کو طلاق ہے یا میری بیوی کو طلاق ہے تو طلاق نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی کیونکہ احتمال ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس نے یہ عبارت طلاق کے مقصد سے نہیں لکھی بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنا خط اچھا کرنے کے لیے لکھی ہو۔

گونگے کا اشارہ:

گونگے کے حوالہ سے اشارہ تفہیم کا ذریعہ ہے اس لیے یہ طلاق واقع کرنے میں لفظ کے قائمقام ہوگا جب وہ ایسا اشارہ کرے جو اس کے تعلق زوجیت ختم کرنے پر دلالت کرے۔ بعض فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہو اور نہ اس پر قادر ہو اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور اس پر قادر ہو تو اشارہ کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ لکھائی مقصود پر زیادہ دلالت کرتی ہے تو اس کو چھوڑ کر اشارہ نہ اپنایا جائے الا یہ کہ اس سے عاجز ہونے کی کوئی وجہ ہو۔

پیغامبر بھیجنا:

پیغامبر کو بھیجنے سے طلاق درست ہو جائے گی تا کہ غیر موجود بیوی کو پیغامبر پہنچا دے کہ اس کو طلاق دے دی گئی ہے اس حالت میں پیغامبر طلاق دینے والے کے قائمقام ہوگا اور اس کی طلاق جاری ہوگی۔

طلاق پر گواہ بنانا:

جمہور فقہاء سلف وخلف کا مذہب ہے کہ طلاق بغیر گواہ بنانے کے واقع ہوجاتی ہے کیونکہ طلاق مرد کے حقوق سے ہے۔ اس کو گواہ کی ضرورت نہ ہے کہ وہ اس حق میں شامل ہو۔ نبی مکرم ﷺ سے اور نہ ہی صحابہؓ سے کوئی ایسی بات مروی ہے جو گواہ بنانے کی مشروعیت بتائے۔ اس میں فقہاء شیعہ امامیہ نے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ طلاق کی صحت میں گواہ بنانا شرط ہے۔ انہوں نے سورۃ الطلاق میں اللہ پاک کے فرمان:

﴿ وَاَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾[الطلاق:۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور تم اپنے میں سے دو عدل والوں کو گواہ بناؤ اور گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرو۔''

سے دلیل لی ہے۔ طبری نے ذکر کیا ہے کہ ظاہر طلاق پر اشہاد (گواہ بنانے) کا حکم ہے اور یہی ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔ یہ امر وجوب کے لیے ہیں اور صحت طلاق میں شرط ہے۔

جن کا مذہب ہے کہ طلاق پر اشہاد واجب ہے اور بغیر گواہ یہ واقع نہ ہوگی:

جن صحابہؓ کا مذہب اشہاد کے وجوب کا ہے اور اس کی صحت کے لیے اس کی شرط کا ہے ان میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ہیں۔ تابعین میں امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور ان دونوں کے بیٹے ائمہ آل بیت رضی اللہ عنہم ہیں۔ اسی طرح ابن جریج، عطاء اور ابن سیرین ہیں۔ ''جواہر الکلام'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپؓ سے طلاق کے متعلق سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا: کیا تو نے دو عادل آدمیوں کو گواہ بنایا ہے جیسے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا: تو جا تیری طلاق طلاق نہیں۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے پھر اس پر واقع ہوتا ہے اور اس کی طلاق پر اور نہ رجوع پر اس نے گواہ بنایا؟ تو آپ نے فرمایا: تو نے سنت کے بغیر طلاق دی اور تو نے سنت کے بغیر رجوع کیا تو اس طلاق پر اور اس کے رجوع پر گواہ بنا اور آئندہ ایسا نہ کر۔

اصول میں یہ بات ثابت ہے کہ صحابی کا ''مِنَ السُّنَّةِ كَذَا'' کہنا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس کا بولنے والا بظاہر اس کی طرف بات منسوب کرتا ہے جس کی سنت کی اتباع واجب ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ صحابیؓ کا مقصود بیان شرع ہے نہ کہ بیان لغت اور عادت اس کی بحث اپنی جگہ پر مفصل کی گئی ہے۔ حافظ سیوطیؒ نے الدر المنثور میں اس آیت کی تفسیر میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت بیان کی ہے:

﴿ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ . [سورة الطلاق : ۲]

''تو جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں پس ان کو معروف طریقہ سے روکو یا ان کو معروف طریقہ سے الگ کر دو اور اپنے میں سے دو عدل والوں کو گواہ کرلو۔''

عبدالرزاق ابن سیرین رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمران بن حصین سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جس نے طلاق دی اور اشھاد نہ کیا۔ رجوع کیا اور اشھاد نہ کیا؟ فرمایا اس نے برا کیا۔ بدعت والی طلاق دی اور غیر سنت والا رجوع کیا۔ اس کو چاہیے کہ اپنی طلاق اور رجوع پر اشہاد کرے اور اللہ سے استغفار کرے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کا اس پر رد کرنا اس کے معاملہ کو برا کہنا اور اس کو استغفار کا حکم دینا اس کو معصیت شمار کرنا ہے اور یہ سب اس بات کی دلیل بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں اشہاد واجب ہے جیسا کہ ظاہر ہے کتاب ''الوسائل'' میں امام ابوجعفر الباقر سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: جس طلاق کا اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حکم فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمایا ہے کہ جب عورت کو حیض آئے اور اپنے حیض سے پاک ہو مرد عورت کو الگ کردے اپنی طلاق پر دو عادل مردوں کو گواہ بنائے جب کہ عورت بغیر جماع کے طاہر ہو۔ مرد اسکے رجوع کا زیادہ حق دار ہے جب تک تین قروء مکمل نہ ہوں۔ اس کے سوا جو بھی طلاق ہوگی وہ باطل ہے طلاق نہ ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے بغیر گواہوں کے طلاق دی تو وہ کچھ نہ ہے۔ سید المرتضی کتاب الانتصار میں کہتے ہیں: وقوع طلاق میں دو عادل آدمیوں کی گواہی شرط ہے۔ اگر یہ شرط نہ پائی گئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس پر ہماری (امامیہ) کی حجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ . [الطلاق : ۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور اپنے میں سے دو عدل والوں کو گواہ کر لو۔"

اللہ تعالیٰ نے گواہ بنانے کا حکم فرمایا ہے۔ عرف شرع میں ظاہر امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے جس کا ظاہر وجوب ہو اس کو استحباب پر محمول کرنا عرف شرع سے بلا دلیل نکلنا ہے۔ امام سیوطیؒ نے الدر المنثور میں روایت بیان کی ہے۔ عبدالرزاق اور عبد بن حمید عطاء سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: نکاح گواہوں کے ساتھ ہے، طلاق گواہوں کے ساتھ ہے اور رجوع گواہوں کے ساتھ ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ابن جریج سے بیان کیا ہے کہ حضرت عطاء اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ . [سورة الطلاق : ٢]

"اور اپنے میں سے دو عدل والوں کو گواہ کر لو۔"

کے متعلق فرماتے تھے: نکاح اور طلاق اور رجوع بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہ ہے جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے الا یہ کہ عذر ہو۔ ان کا یہ فرمانا کہ جائز نہ ہے یہ اس بات میں صریح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں طلاق پر اشہاد واجب ہے کیونکہ یہ نکاح کے برابر ہے اور ان حکموں میں معلوم ہے جن میں گواہی شرط ہے۔ جب آپ پر یہ واضح ہو گیا کہ طلاق پر اشہاد کا وجوب ان ذکر کردہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا مذہب ہے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے استحباب پر اجماع کا دعویٰ جو بعض کتب فقہ میں موجود ہے اس سے مراد اجماع مذہبی ہے اجماع اصولی نہ ہے جس کی تعریف "المستصفی" کے مطابق یہ ہے کہ "امور دینیہ میں سے کسی امر پر امت محمد ﷺ کا اس کی ضرورت پر اتفاق" برخلاف ان صحابہؓ تابعینؒ اور ان کے بعد والے مجتہدین کے جن کا ذکر ہوا ہے ہم نے پیچھے جو کچھ امام سیوطیؒ اور ابن کثیرؒ سے نقل کیا ہے اس سے واضح ہو گیا ہے کہ وجوب اشہاد میں علماء آل بیت علیہم السلام ہی منفرد نہ ہیں جیسا کہ سید المرتضی نے کتاب "الانتصار" میں نقل کیا ہے بلکہ یہ عطاءؒ، ابن سیرینؒ، اور ابن جریجؒ کا بھی مذہب ہے جیسے ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنجیز اور تعلیق:

طلاق کا صیغہ یا تو منجزہ ہوگا یا معلقہ اور یا مستقبل کی طرف مضاف۔

منجزہ:

وہ لفظ ہے جو کسی شرط پر معلق نہ ہو اور نہ زمانہ مستقبل کی طرف مضاف ہو۔ بلکہ جس نے اس کو صادر کیا اس نے اس سے فوراً طلاق کا قصد کیا۔ مثلاً خاوند اپنی بیوی کو کہے "تجھ کو طلاق ہے۔" اس طلاق کا حکم یہ ہے کہ جب یہ اس کے اہل کی طرف سے جاری ہو اور اپنے محل وقوع پر پہنچ جائے تو فوراً ہو جاتی ہے۔

معلق:

وہ ہے جس میں خاوند طلاق کے وقوع کو کسی شرط پر معلق کر دے۔ مثلاً خاوند اپنی بیوی کو کہے "اگر تو فلاں جگہ پر گئی تو تجھ کو طلاق ہے" معلق کی صحت اور اس پر طلاق کے وقوع کی تین شرطیں ہیں۔

اول: یہ کسی معدوم بات پر ہو لیکن بعد میں اس کا پایا جانا ممکن ہو۔ اگر جاری کرتے وقت بالفعل کسی موجود بات پر ہو مثلاً آدمی کہے: اگر دن طلوع ہو تو تجھ کو طلاق ہے۔ فی الواقع دن طلوع ہو چکا تھا تو یہ منجزہ ہوگی گو کہ بصورت معلقہ آئی ہے۔ اگر تعلیق کسی ناممکن بات پر ہو تو یہ لغو ہوگی: مثلاً (آدمی کہے) اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے تو تجھ کو طلاق ہے۔

ثانی: زواج کے جاری کرتے وقت وہ عورت طلاق کا محل ہو یعنی وہ اس مرد کی زوجیت میں ہو۔

ثالث: معلق علیہ کے حصول کے وقت بھی عورت اسی حالت پر ہو۔

تعلیق کی دو قسمیں ہیں:

قسم اول: اس کا مقصد وہ ہو جو قسم کا مقصد ہوتا ہے یعنی فعل پر ابھارنے یا چھوڑنے یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خبر کی تاکید وغیرہ۔ اس کا نام تعلیق قسمی ہے۔ مثلاً آدمی اپنی بیوی کو کہے۔ اگر تو باہر گئی تو تجھ کو طلاق ہے تو اس سے اس کا ارادہ عورت کو باہر نکلنے سے منع کرنا ہے طلاق واقع کرنا نہیں۔

قسم ثانی: اس کا مقصد حصول شرط پر طلاق واقع کرنا ہے اس کا نام تعلیق شرطی ہے۔ مثلاً آدمی اپنی بیوی کو کہے اگر تو مجھے اپنے حق مہر کے مؤخر سے بری کرے تو تجھ کو طلاق ہے۔ یہ تعلیق اپنی دونوں قسموں کے ساتھ جمہور علماء کے ہاں واقع ہو جاتی ہے۔ ابن حزمؒ کے خیال میں واقع نہیں ہوتی۔ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے تفصیل بتائی ہے وہ دونوں کہتے ہیں معلق طلاق جو قسم کے معنی میں ہے وہ واقع نہیں ہوتی۔ جس بات پر قسم کھائی گئی تھی اگر وہ پوری ہو جائے تو اس میں قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔ وہ ہے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کے کپڑے اگر استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے۔ وہ دونوں طلاقیں شرطی کے متعلق کہتے ہیں یہ معلق علیہ کے ہونے پر واقع ہو جاتی ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طلاق کے حوالہ سے لوگ جو الفاظ بولتے ہیں وہ تین طرح کے ہیں:

اول: تنجیز اور ارسال کا لفظ مثلاً وہ کہے: تجھ کو طلاق ہے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بالاتفاق یہ قسم نہ ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

ثانی: تعلیق کا لفظ مثلاً وہ کہے: طلاق مجھ پر لازم ہے میں ضرور ضرور ایسا کروں گا۔ اہل لغت کے اتفاق' علماء کی جماعتوں کے اتفاق اور عام لوگوں کے اتفاق کے مطابق یہ قسم ہے۔

ثالث: تعلیق کا لفظ۔ مثلاً وہ کہے: اگر میں نے ایسے کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے اس کا مقصد اگر قسم ہے اور وہ وقوع طلاق کو ناپسند کرتا ہے جیسے وہ اپنے دین سے پھر جانا ناپسند کرتا ہے تو یہ قسم ہے اس کا حکم پہلے کے حکم والا ہے جو کہ باتفاق فقہاء صیغہ قسم ہے۔ اگر اس کا ارادہ بوقت شرط وقوع جزاء کا ہو تو وہ قسم کھانے والا نہ ہے۔ مثلاً وہ کہے: اگر تو نے مجھے ہزار (۱۰۰۰) دیا تو تجھ کو طلاق ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر تو نے زنا کیا تو تجھ کو طلاق ہے۔ اس کا مقصد زنا کے وقوع پر طلاق واقع کرنا ہو۔ اس پر محض قسم نہ ہو تو یہ قسم نہ ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس پر فقہاء میں سے کسی کے ہاں کفارہ نہ ہے۔ بلکہ اگر شرط پائی گئی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی لیکن جس کا مقصد ابھارنا' روکنا' تصدیق یا تکذیب ہو کہ جس کا وقوع برا سمجھا جاتا ہے اس کی مخالفت پر اس کا التزام ہو یہ قسم کے لفظ کے ساتھ ہو یا جزاء کے ساتھ تو یہ سب مخلوق عرب وغیرہ کے ہاں قسم ہے۔ اگر قسم ہو تو قسم کے دو ہی حکم ہیں یا تو وہ منعقد ہوگی تو اس کا کفارہ دیا جائے گا یا منعقد نہ ہوگی مثلاً مخلوقات کی قسم تو کفارہ نہ دیا جائے گا اور یا وہ قسم منعقدہ محترمہ غیر مکفرہ ہوگی تو یہ حکم نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ کی سنت میں اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل قائم ہوتی ہے۔

جس پر اب عمل ہے:

طلاق معلق کے حوالہ سے جس پر اب عمل ہے وہ ۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۲۵ کی شق دو میں موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"غیر منجز طلاق واقع نہ ہوگی جس سے اس کا مقصد کسی بات پر ابھارنا یا اس کو چھوڑنے کے علاوہ کچھ اور نہ ہو"۔

اس شق پر وضاحتی نوٹ میں ہے قانون ساز نے طلاق کے ساتھ قسم کو غیر مؤثر کرنے میں حنفیہ' مالکیہ اور شافعیہ کے بعض علماء کی رائے کو اپنایا ہے۔ معلق جو قسم کے معنی میں ہو اس کو غیر مؤثر کرنے میں اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' قاضی شریح' داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب کے مذہب کو اپنایا ہے۔

مستقبل کی طرف مضاف لفظ:

جو کسی زمانہ کے ساتھ ملا ہو کہ جب وہ آ جائے تو اس میں طلاق کا وقوع مقصود ہو۔ مثلاً خاوند اپنی بیوی کو کہے تجھے کل کو طلاق ہے یا سال کے آخر پر۔ تو کل یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال کے آخر پر طلاق واقع ہو جائے گی بشرطیکہ جب وقت کی طرف طلاق کی اضافت ہے اس کے آنے پر عورت اس کی ملکیت میں ہو۔ اگر وہ اپنی بیوی کو کہے کہ تو ایک سال تک طلاق والی ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کہتے ہیں اس کو اسی وقت طلاق ہو جائے گی جب کہ شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں جس نے کہا: جب ماہ کا اختتام ہو تو تجھ کو طلاق ہے یا کوئی اور وقت ذکر کیا تو وہ اس طرح طلاق والی نہ ہوگی نہ اب اور نہ جب ماہ کا اختتام ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نہ قرآن میں اور نہ سنت میں اس طرح طلاق کے وقوع کا ذکر ہے۔ اللہ نے ہمیں مدخول بھا اور غیر مدخول بھا کی طلاق بتائی ہے اور جو اس نے ہمیں بتایا ہے اس میں یہ نہ ہے اور ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ [سورة الطلاق : ۲]

”اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا پس تحقیق اس نے خود پر ظلم کیا“۔

اسی طرح ہر وہ طلاق جو واقع کرتے وقت واقع نہ ہوتی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اس کے بعد ایسے وقت میں واقع ہو جائے جس میں اس نے واقع نہیں کی۔

طلاق سنی اور بدعی

طلاق، طلاق سنی اور طلاق بدعی میں تقسیم ہوتی ہے۔

طلاق سنت:

طلاق سنت وہ ہے جو اس انداز میں واقع ہو جو شارع نے مستحب بتایا ہے۔

وہ یہ ہے کہ خاوند مدخول بھا بیوی کو اس طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے اسے نہ چھوا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾.

”طلاق دو مرتبہ ہے پس معروف طریقہ سے روکنا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑنا ہے۔“ [سورة البقرة:۲۲۹]

یعنی طلاق مشروع وہ ہے جو ایک مرتبہ ہو اس کے پیچھے رجوع ہو۔ پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری مرتبہ اسی طرح اس کے پیچھے رجوع ہو۔ پھر طلاق دینے والے کو اس (یعنی دو) کے بعد اختیار ہے کہ وہ عورت کو اچھے انداز میں روک لے یا اسے احسان کے ساتھ جدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾. [سورة الطلاق: ۱]

''اے نبیؐ! جب تم عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو تم ان کی عدت کو سامنے رکھ کر طلاق دو۔''

مطلقہ کے سامنے عدت تب آئے گی جب اسے حیض یا نفاس کے بعد طہر میں چھونے سے قبل طلاق دے''۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دی جائے تو یہ اس وقت عدت کے سامنے نہ ہوگی تو اس پر عدت لمبی ہو جائے گی کیونکہ بقیہ حیض اس سے شمار نہ ہوگا۔ اس میں عورت کو تکلیف دینا ہے۔ اگر اسے اس طہر میں طلاق دی گئی جس میں خاوند نے اس کو چھوا تو معلوم نہ ہوگا کہ اس کو حمل ہوا یا نہیں۔ پھر معلوم نہ ہوگا کہ اس کی عدت کیا ہوگی۔ کیا وہ اقراء عدت شمار کرے گی یا وضع حمل کو؟

حضرت نافع بن عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں (عبداللہ) نے اپنی بیوی کو بحالت حیض رسول اللہ ﷺ کے عہد میں طلاق دی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو حکم دو وہ اس سے رجوع کرلے پھر اس کو روکے حتی کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے پھر پاک ہو جائے۔ پھر اگر چاہے تو اس کے بعد روک لے اور اگر وہ چاہے تو چھونے سے پہلے طلاق دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کے متعلق اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے حساب سے عورتوں کو طلاق دی جائے۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی جب کہ وہ حائضہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ج ۸ ص ۶۵۳ حدیث نمبر ۴۹۰۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر وہ اس کو طلاق دے جب کہ وہ پاک ہو یا وہ حاملہ ہو۔ ❶

اس روایت کا ظاہر یہ ہے کہ حیض کے بعد جو طہر آیا جس میں طلاق واقع ہوئی ہے اس میں طلاق۔ طلاق سنت ہوگی نہ کہ بدعت۔ یہ مذہب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ احمد سے ایک روایت بھی یہی ہے۔ شافعی کے ہاں بھی ایک صورت یہ ہے۔ ان کا استدلال ظاہر حدیث سے ہے اور اس بات سے بھی کہ منع صرف حیض کی وجہ سے تھا۔ جب وہ پاک ہوگئی تو تحریم کا موجب جاتا رہا۔ تو اس طہر میں طلاق جائز ہوگئی جیسا کہ دیگر طہروں میں بھی جائز ہوتی ہے۔ لیکن پہلی روایت جس میں یہ ہے کہ پھر اس کو روکے حتی کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے تو پاک ہو جائے تو یہ اپنے ضمن میں مزید حکم رکھتی ہے جس پر عمل واجب ہے۔

الروضۃ الندیہ والے فرماتے ہیں: یہ صحیحین میں بھی ہے تو یہ دو صورتوں میں سے راجح تر ہے۔ دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق امام احمد کا مذہب یہ ہے اور شافعی سے بھی دوسری صورت یہ ہے اور ابو یوسف و محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

طلاق بدعی:

رہی طلاق بدعی تو وہ ایسی طلاق ہے جو شرع کے خلاف ہو۔ مثلاً وہ ایک کلمہ میں اس کو تین طلاق کہہ دے یا ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاق کہے یعنی وہ کہے تجھ کو طلاق ہے' تجھ کو طلاق ہے' تجھ کو طلاق ہے یا حیض یا نفاس میں طلاق دے یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے اس سے جماع کیا ہو۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ طلاق بدعی حرام ہے اور اس کا فاعل گنہگار ہے جمہور علماء کا مذہب ہے کہ یہ واقع ہو جاتی ہے اور انہوں نے درج ذیل سے استدلال کیا ہے:

---

❶ مسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۵ حدیث نمبر ۵۔ ۱۴۷۱ نیز [ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① طلاق بدعی آیات عامہ کے تحت آ جاتی ہے۔

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صراحت کہ جب انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مراجعت کا حکم فرمایا تو یہ طلاق شمار کی گئی تھی۔

بعض علماء کا مذہب ہے کہ طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس کا عمومات کے تحت آ جانا منع کیا ہے کیونکہ یہ اس طلاق سے نہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے بلکہ یہ وہ طلاق ہے جس کے خلاف اللہ نے حکم فرمایا لہٰذا فرمایا:

﴿ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ . [سورة الطلاق : ١]

''تو تم ان کو ان کی عدت کے حساب سے طلاق دو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے فرمایا تھا: ''اس کو حکم دو وہ اس سے رجوع کرے''۔ یہ بھی درست ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آ گئے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی حلال کردہ بات پر غصہ میں نہ آتے تھے۔ رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ وہ شمار کر دی گئی تھی انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ شمار کرنے والا کون تھا۔ بلکہ احمد' ابوداؤد اور نسائی نے ان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد کر دیا اور اس کو کچھ نہ سمجھا۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ جس نے اس پر کچھ کلام کیا اس نے کچھ فائدہ کی بات نہ کی ہے۔ یہ اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ جس نے اس کو کچھ نہیں سمجھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اس کا معارض نہ ہے کیونکہ حجت ان کی روایت میں ہے نہ کہ ان کی رائے میں۔

رہی بایں الفاظ روایت ''اس کو حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے'' اور اس کو ایک طلاق شمار کیا جائے تو یہ بشرطیکہ صحیح ہو ظاہر حجت ہو گی لیکن یہ صحیح نہ ہے جیسا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ابن القیمؒ نے الہدی (1) میں یہ بات طے کردی ہے۔ اس متعلق وہ روایات بیان کی گئی ہیں جن کی سندوں میں مجہول اور کذاب راوی ہیں جن سے کوئی بھی حجت ثابت نہیں ہوتی۔

الحاصل:

اس بات پر اتفاق ہو رہا ہے کہ جو طلاق خلاف طلاق سنت ہو اس کو طلاق بدعت کہا جائے گا۔ جب کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ: ''بلاشبہ ہر بدعت گمراہی ہے'' اس میں بھی کوئی اختلاف نہ ہے کہ یہ طلاق اس طریقہ کے خلاف ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں مشروع اور رسول اللہ ﷺ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں بیان فرمایا ہے۔ جو بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ حکم کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''ہر وہ عمل جس پر ہمارا حکم نہ ہے پس وہ مردود ہے''۔ (2)

جس کا زعم ہے کہ اس بدعت کا حکم لازم ہوگا اور یہ امر جو کہ آپ ﷺ کے امر سے نہ ہے یہ اس کے فاعل کی طرف سے ہو جائے گا اور اس پر مقید ہوگا۔ تو یہ قول بلا دلیل قبول نہ ہوگا۔

جن کا مذہب ہے کہ طلاق بدعت واقع نہیں ہوتی:

یہ مذہب حضرت ① عبداللہ بن عمر ② سعید بن میسب ③ اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنہم میں سے طاؤس نے اختیار کیا ہے۔ تابعین میں سے خلاس بن عمرو اور ابوقلابہ کا یہ قول ہے۔ ائمہ حنابلہ میں سے امام ابن عقیلؒ نے اسے اختیار کیا ہے۔ نیز ائمہ آل بیت اور ظاہریہ نے بھی۔ امام احمدؒ کے مذہب میں دو میں سے ایک صورت یہ ہے اور اسے ابن تیمیہؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔

---

(1) شاید اس سے مراد امام ابن القیم کی معروف کتاب ''زاد المعاد من هدی خیر العباد'' ہو۔

(2) بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج ۱ ص ۵۱ حدیث نمبر ۱۴۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاملہ کی طلاق:

حاملہ کو طلاق جائز ہے جب بھی آدمی چاہے جیسا کہ مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب کہ وہ حائض تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اس کو حکم دو وہ اس سے رجوع کرے پھر وہ اسے طلاق دے جب وہ پاک ہو جائے یا جب وہ حاملہ ہو"۔ یہی مذہب علماء کا ہے لیکن احناف نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ ابوحنیفہؒ اور ابویوسفؒ نے فرمایا: وہ دو طلاقوں کے وقوع کے درمیان مہینہ رکھے گا تاکہ تین طلاقیں پوری کر سکے۔ محمد اور زفر کہتے ہیں: جب عورت حاملہ ہو وہ اس پر ایک سے زائد طلاق واقع نہ کرے گا۔ وہ اس کو چھوڑ دے حتی کہ وضع حمل ہو۔ پھر دیگر طلاقیں واقع کرے گا۔

ناامید، صغیرہ اور منقطعة الحیض کی طلاق:

ان کی طلاق سنت والی طلاق ہی ہوگی جب ایک طلاق ہو۔ اس میں اس کے علاوہ کوئی دوسری شرط نہ لگائی جائے گی۔

طلاقوں کی تعداد:

جب خاوند اپنی بیوی پر داخل ہو جائے وہ اس پر تین طلاقوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ خاوند کو یہ حق ہے کہ وہ عورت کو بیک وقت تین طلاق کہہ دے یا ایک ہی طہر میں پے درپے الفاظ کے ساتھ۔ اس کی انہوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ تین طلاق واقع کر دے گا تو اس نے بوقت ندامت تلافی اور تدارک کا دروازہ بند کر دیا لیکن اس نے شریعت بنانے والے کی مخالفت کی کیونکہ اس نے طلاق کو الگ الگ رکھا تھا تاکہ بوقت ندامت تدارک ہو جائے۔ اس پر مزید یہ کے تین طلاق کہنے والے نے عورت کو تکلیف دی کہ اس طلاق کے ساتھ عورت کا وہ مقام اس نے باطل کر دیا۔

نسائی نے حضرت محمود بن لبید کی روایت بیان کی ہے فرماتے ہیں: ہمیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے متعلق خبر دی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی کہہ دی تھیں۔ آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا: ''کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ حتی کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ [1] ابن القیم رحمہ اللہ "اغاثۃ اللہفان" میں فرماتے ہیں۔ آپؐ نے اس کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے والا قرار دیا کیونکہ اس نے طلاق کی اصل صورت کی مخالفت کی جو ارادہ اس سے اللہ نے کیا اس نے نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ارادہ فرمایا کہ یہ ایسی طلاق دے جس میں اگر چاہے تو عورت کی واپسی کا اختیار پائے۔ جب کہ اس نے ایسی طلاق دی جس سے ارادہ یہ ہے کہ اس کو اس کی واپسی کا اختیار نہ رہے۔ نیز ایک ہی مرتبہ تین واقع کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾. [البقرة : ۲۲۹] ''طلاق دو مرتبہ ہے۔''

کے خلاف ہے مرتان اور مرات کا مطلب قرآن وسنت کی زبان میں 'لغت عرب میں بلکہ تمام قوموں کی زبان میں یہ ہے کہ وہ مرۃ بعد مرۃ ہو۔ اگر آدمی مرتان اور مرات کو مرہ واحدۃ میں جمع کرلے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کی کتاب کے مفہوم کی خلاف ورزی کی۔ ایک لفظ جس پر شارع نے حکم لاگو کیا ہے اگر کوئی اس کے خلاف کا ارادہ کرے تو کیا حکم ہوگا؟ انتہی۔

جبکہ اس کے حرام ہونے پر اتفاق ہو چکا تو اب اس میں اختلاف ہے کہ جس نے لفظ واحد سے تین طلاق کہا وہ واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو ایک ہوگی یا تین؟ جمہور کا مذہب ہے کہ وہ واقع ہوگی۔ بعض کا خیال اس کے عدم وقوع کا ہے۔ جن کی رائے اس کے وقوع کی ہے ان میں پھر اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں صرف ایک واقع ہوگی۔ بعض نے فرق کیا ہے کہتے ہیں اگر مطلقہ مدخول بھا ہے تو تین واقع ہوں گی اور اگر مدخول بھا نہیں تو ایک۔ جو کہتے ہیں کہ تین واقع ہوں گی ان کا استدلال

---

[1] بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح۔ تحقیق الالبانی ج ۲ ص ۲۱۱ حدیث نمبر ۳۲۹۲-۱۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دلائل سے ہے:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ .

''تو اگر وہ اس کو طلاق دے وہ اس کے لئے بعد میں حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے شادی کر لے۔'' [سورۃ البقرۃ:۲۳۰]

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً ﴾ .

''اور اگر تم ان کو طلاق دو ان کو چھونے سے پہلے۔ جبکہ تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے تھے۔'' [سورۃ البقرۃ:۲۳۷]

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ ﴾ . [سورۃ البقرۃ : ۲۳۶]

''اگر تم عورتوں کو طلاق دو تم پر کوئی حرج نہ ہے۔''

ان آیات کا ظاہر ایک اور دو اور تین کے وقوع کی صحت بتاتا ہے کیونکہ ان میں فرق نہ ہے کہ وہ ایک ہو یا دو یا تین۔

④ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾ .

''طلاق دو مرتبہ ہے پس روکنا ہے معروف طریقہ سے یا احسان کے ساتھ چھوڑنا ہے۔'' [سورۃ البقرۃ:۲۲۹]

اس آیت کا ظاہر تین یا دو کا ایک ہی مرتبہ یا الگ الگ اطلاق اور اس کا وقوع ہے۔

⑤ حضرت سہلؓ بن سعد کی حدیث: فرماتے ہیں جب بنی عجلان والے نے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اس کو رکھ لوں تو میں نے اس پر ظلم کیا۔ وہ طلاق ہے' وہ طلاق ہے' وہ طلاق ہے۔ (احمد)

⑥ حضرت حسن سے مروی ہے فرماتے ہیں: ہمیں حضرت عبداللہ بن عمر نے حدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی جب کہ وہ حائضہ تھی۔ پھر اس کے پیچھے دو طہروں پر دو طلاقیں دینے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی۔ فرمایا: اے ابن عمرؓ! اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس طرح حکم نہیں دیا تو نے سنت سے خطاء کی ہے۔ سنت یہ ہے کہ طہر کو سامنے رکھا جائے۔ ہر قرء پر طلاق دی جائے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اس سے رجوع کر لیا۔ پھر فرمایا: جب وہ پاک ہو جائے تو اس وقت طلاق دے یا روک لے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اس کو تین طلاق کہہ دوں کیا میرے لیے حلال ہے کہ میں اس سے رجوع کر لوں؟ فرمایا نہیں وہ تجھ سے جدا ہو جائے گی (اور الگ ہو جائے گی) [دار قطنی]

⑦ مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میرے دادا نے اپنی ایک بیوی کو ہزار طلاق دے دی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ آپؐ سے ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تیرا دادا اللہ سے نہیں ڈرا۔ تین کا تو اس کو اختیار تھا۔ رہی نو سو ستانوے تو وہ سرکشی اور ظلم ہے۔ اگر اللہ چاہے اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے۔ ایک روایت میں ہے: "تیرے باپ نے اللہ کا تقویٰ اختیار نہ کیا کہ وہ اس کے لیے کوئی راہ بنا دے وہ تین پر اس سے غیر سنت بائن ہو گئی جب کہ نو سو ستانوے اس کی گردن پر گناہ ہے"۔

⑧ حدیث رکانہؓ میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے قسم لی کہ ان کا ارادہ صرف ایک تھا۔[1] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ان کا ارادہ تین کا ہوتا تو وہ واقع ہو جاتی۔ یہ مذہب جمہور تابعین، کثیر صحابہؓ اور ائمہ مذہب اربعہ کا ہے۔ رہے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ:

(ایک مجلس کی تین طلاقیں) ایک ہوتی ہے:

انہوں نے ان دلائل سے استدلال کیا ہے۔

[1] عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن الدارمی ج ۲ ص ۱۶۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول: صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے شروع عہد میں تین ایک شمار ہوتی تھی؟ کہا: ہاں۔ انہی سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں دو سال تک تین طلاق ایک طلاق ہی تصور ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا: لوگ اس معاملے میں جلدی کرنے لگے ہیں جس میں انتظار ہوتا تھا۔ اگر ہم اس کو ان پر جاری کر دیں؟ پھر انہوں نے ان پر جاری کر دی۔ یعنی وہ ایک طلاق دیتے تھے نہ جیسے اب لوگ تین طلاقیں واقع کرتے ہیں۔ ❶

ثانی: حضرت عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں۔ اس پر ان کو سخت دکھ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تو نے اس کو کس طرح طلاق دی؟ کہا تین۔ فرمایا: ایک مجلس میں؟ کہا جی ہاں۔ فرمایا: وہ تو بس ایک ہوئی اگر تو چاہتا ہے تو اس سے رجوع کر لے۔ پس انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ ❷

ابن تیمیہ ؒ فتاوی جلد ۳ صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں: ادلہ شرعیہ کتاب سنت اجماع اور قیاس میں کوئی ایسی دلیل نہ ہے جو اس پر تین کو لازم کر دے۔ اس کا نکاح یقیناً ثابت ہے۔ اس کی عورت کسی اور پر یقیناً حرام ہے۔ اس پر تین لازم کرنے میں عورت کو کسی اور پر مباح کرنا ہے حالانکہ وہ اس پر حرام ہے اور یہ نکاح حلالہ کا ذریعہ ہے جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام کیا ہے۔ حلالہ کا نکاح نبی ﷺ اور آپؐ کے خلفاء کے عہد میں ظاہر نہ تھا۔ نہ یہ کبھی واقع سامنے آیا ہے کہ ان کے عہد میں کوئی عورت تیسری طلاق کے بعد اپنے خاوند کی طرف نکاح حلالہ کے ساتھ لوٹائی گئی ہو بلکہ

❶ دیکھیے صحیح مسلم۔ کتاب الطلاق۔

❷ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵۵ حدیث نمبر ۲۲۰۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے دونوں پر لعنت فرمائی۔ آخر میں فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ نبی ﷺ نے اپنی امت کے لیے مشروع کیا ہے وہ شرع لازم ہے اس کی تبدیلی ممکن نہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد فسخ بھی ممکن نہ ہے۔ ان کے شاگرد امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: آپ ﷺ سے صحیح مروی ہے کہ آپ ﷺ کے عہد میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں۔ آپ کے بعد بھی جس حد تک اندازہ ہے کہ صحابہ اسی پر تھے۔ اگر کسی نے تین سمجھا تو یہ ناممکن کی طرح ہے اس کو یہ بات نہ پہنچی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپؐ کے حین حیات اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات میں فتویٰ دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی یہی فتویٰ دیا۔ یہ آپ ﷺ کا فتویٰ ہے' آپ کے اصحاب کا عمل ہے گویا ہاتھوں ہاتھ لینا (تلقی بالقبول) ہے اور اس کا کوئی معارض نہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ لوگوں کو بطور سزا و ڈانٹ تین کے نفاذ پر اطلاع دی جائے تاکہ وہ اکٹھی نہ بھیجیں۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے۔ اس کا مقصد اس مصلحت کی گنجائش تھی جو آپ نے سوچی۔ اس بات کا ترک جائز نہ ہے جس کا فتویٰ رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ جس پر آپ کے عہد میں اور آپ کے خلیفہ کے عہد میں آپ کے اصحاب تھے۔ جب حقائق ظاہر ہو جائیں تو ہر آدمی جو چاہے کہے۔ وباللہ التوفیق۔

امام شوکانی فرماتے ہیں: صاحب البحر نے حضرت ابوموسیٰ سے یہ موقف بیان کیا ہے حضرت علی' ابن عباس' طاؤس' عطاء' جابر' ابن زید' الھادی' قاسم' باقر' احمد بن عیسیٰ' عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ کا مذہب اور حضرت زید بن علی سے ایک روایت ہے۔ یہی مذہب متاخرین کی ایک جماعت کا ہے جن میں ابن تیمیہ' ابن القیم اور محققین کی ایک جماعت کا ہے۔ اس کو ابن مغیث نے کتاب الوثائق میں محمد بن وضاح سے نقل کیا ہے۔ اس پر مشائخ قرطبہ کی ایک جماعت کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے جن میں محمد بن بقی' محمد بن سلام وغیرہ ہیں۔ ابن المنذر نے اسے اصحاب ابن عیسیٰ سے نقل کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یعنی عطاء' طاؤس' عمر اور ابن دینار۔ ابن مغیث نے اس کو اپنی کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' ابن مسعود' عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر سے بیان کیا ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جس پر آخر کار عدالتوں میں عمل جاری ہے۔ ۱۹۲۹ کے قانون نمبر ۲۵ کی شق نمبر ۳ میں درج ذیل الفاظ ہیں: ''جو طلاق کسی عدد کے ساتھ لفظاً یا اشارۃً ملائی گئی ہو وہ ایک ہی واقع ہوگی''۔ [1]

جو مطلقاً طلاق کے عدم وقوع کے قائل ہیں ان کی حجت یہ ہے کہ یہ طلاق بدعی ہے۔ ان لوگوں کے ہاں بدعی واقع نہیں ہوتی یہ لغو شمار ہوتی ہے۔ یہ مذہب بعض تابعین کا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ابن علیہ اور ہشام بن حکم سے مروی ہے۔ ابوعبیدہ اور بعض اہل ظاہر کا یہ قول ہے۔ یہ امام باقر' صادق' ناصر اور ان سب لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی کیونکہ لفظ واحد سے تین یا پے در پے الفاظ منجملہ اس کے ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق کیا ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب رحمہم اللہ اور اسحاق بن راھویہ ہیں۔

طلاق بتہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ اہل علم کا طلاق بتہ کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بتہ کو ایک بتایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسے تین بتایا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں: اس میں مرد کی نیت معتبر ہے۔ اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک اور اگر تین کی

---

[1] اس قانون کے وضاحتی نوٹ میں ہے: ایک واقع ہونے کے قول کو اختیار کرنے پر یہ بات آمادہ کرتی ہے کہ خاندان کی خوش نصیبی بچ جائے۔ لوگوں کو حلالہ کرنے والے کے مسئلہ سے بچایا جائے جو شریعت مطہرہ کی پیشانی پر انتہائی بدنما داغ بن گیا ہے باوجودیکہ دین اس سے بری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جاتا ہے دونوں پر لعنت کی ہے۔ اسی طرح لوگوں کو تین طلاق سے چھٹکارے کے لیے جن بہانوں کی تلاش ہے ان سے بھی بچایا جائے کیونکہ یہ دین کے اصولوں پر منطبق نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیت کی تو تین۔ اگر دو کی نیت کی تو ایک ہی ہوگی یہ ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں: اگر وہ اس پر داخل ہوا تھا تو وہ تین طلاقیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر ایک کی نیت تو ایک ہوگی اور رجوع کا اختیار رہوگا۔ اگر دو کی نیت کی تو دو اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔

طلاق رجعی اور بائن:

طلاق یا رجعی ہوتی ہے یا بائن۔ بائن یا بینونہ صغریٰ والی بائن ہوتی ہے یا بینونہ کبریٰ والی۔❶ ہر ایک کے خاص احکام ہیں جن کو ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

طلاق رجعی:

یہ وہ طلاق ہے جو خاوند اپنی اس بیوی پر واقع کرتا ہے جس کے ساتھ حقیقت میں داخل ہوا۔ یہ واقع کرنا اس بات سے خالی ہو کہ یہ بمقابلہ مال ہے۔ اور اس سے پہلے بالکل طلاق نہ دی گئی ہو یا پہلے ایک طلاق دی گئی ہو۔ اس میں فرق نہیں کہ طلاق صریح ہو یا کنایہ کے ساتھ۔ اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ حقیقت میں داخل نہیں ہوا یا اس کو مال پر طلاق دی یا طلاق تین کو مکمل کرنے والی ہو تو طلاق بائن ہوگی۔ ۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۲۵ کی شق نمبر ۵ میں ہے:

> ''ہر طلاق رجعی واقع ہوتی ہے الا یہ کہ وہ تین کو مکمل کرنے والی ہو یا طلاق قبل الدخول ہو یا طلاق مال پر ہو اور یا وہ کہ جس پر اس قانون میں بائن ہونے کی نص ہو بمطابق قانون نمبر ۲۴۔ ۱۹۲۰ء''۔

وہ طلاق جس پر بائن ہونے کی نص ہو ان دونوں قوانین میں وہ ہے جو خاوند میں کسی عیب کی وجہ سے ہو یا اس کے غائب ہونے کی وجہ سے یا اس کے پکڑے جانے کی وجہ سے یا تکلیف کی وجہ سے ہو۔ اس میں دلیل اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ﴾

❶ ان دونوں کی تعریف آگے آرہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"طلاق دو مرتبہ ہے۔ پس معروف طریقے سے روکنا یا احسان کے ساتھ چھوڑنا ہے۔" [سورۃ البقرۃ:۲۲۹]

یعنی وہ طلاق جسے اللہ نے مشروع کیا ہے اور وہ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ ہوگی۔ خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو پہلی طلاق کے بعد معروف انداز میں روک لے۔ جیسا کہ اس کے لیے اس کے بعد دوسری طلاق بھی جائز ہے۔ معروف انداز میں روکنے کا مطلب اس سے رجوع ہے۔ اس کو زوجیت کی طرف لوٹانا ہے' اس کے ساتھ اچھی معاشرت ہے۔ یہ حق اسے صرف اس صورت میں مل سکتا ہے جب طلاق رجعی ہو۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ وَّلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا وَّلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَّاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾. [سورة البقرة : ۲۲۸]

"اور طلاق والیاں اپنے نفسوں کے ساتھ تین قروء انتظار کریں اور ان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جس کو اللہ نے ان کے ارحام میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے خاوند اس میں ان کے رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ کریں اور اُن کے لئے وہی ہے جو ان پر معروف کے ساتھ حق ہے اور مردوں کے لئے عورتوں پر درجہ ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

حدیث میں رسول مکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

"اس کو حکم دو وہ اس سے رجوع کرے"۔ (متفق علیہ)

رہا طلاق رجعی سے تین حالات کا استثناء تو یہ قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ ذیل میں واضح کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو طلاق تین کو مکمل کرنے والی ہے وہ عورت کو بائن کردے گی اور اسے خاوند پر حرام کردے گی اس کے لیے اس سے رجوع جائز نہ ہے تا آنکہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ ایسا نکاح جس کا مقصد حلالہ نہ ہو۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ﴾. [البقرة: ٢٣٠]

یعنی اگر وہ دو طلاقوں کے بعد اسے تیسری طلاق دیتا ہے تو تیسری کو مکمل کرنے والی طلاق کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی تا آنکہ کسی اور خاوند کے ساتھ صحیح شادی کرے۔ طلاق قبل الدخول بھی عورت کو اسی طرح جدا/ بائن کردے گی کیونکہ اس حالت والی مطلقہ پر کوئی عدت نہ ہے۔ رجوع تو بس عدت میں ہوتا ہے۔ جہاں عدت کی نفی ہوگئی رجوع کی نفی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴾. [سورة الاحزاب: ٤٩]

"مومنو! جب تم مومنات سے نکاح کرو پھر ان کو چھونے سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہ ہے جس کو تم ان پر شمار کرو تو ان کو فائدہ دو اور ان کو چھوڑ دو اچھا چھوڑنا۔"

مطلقہ قبل الدخول وبعد الخلوۃ بائن ہوگی۔ اس پر عدت کا وجوب ایک گونہ احتیاط ہے جو رجوع کی وجہ سے نہ ہے۔ مال پر طلاق کہ عورت اپنا فدیہ دے اور خاوند سے اپنی جان چھڑائے یہ بائن ہوگی۔ کیونکہ اس نے مال دیا ہے جو عوض کی نظیر ہے جو کہ اس کی عصمت کی خلاصی ہے اور خلاصی تب ہی ہوگی جب طلاق بائن ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] اسی کتاب میں حلالہ والی فصل دیکھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَـإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ﴾. [سورة البقرة : ٢٢٩]

"اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے تو ان دونوں پر حرج نہیں ہے اس چیز میں جس کے ساتھ عورت نے فدیہ دیا۔"

طلاق رجعی کا حکم:

طلاق رجعی بیوی سے فائدہ اٹھانے کو منع نہیں کرتی کیونکہ یہ عقد زواج کو ختم نہیں کرتی۔ نہ ملکیت کو زائل کرتی ہے اور نہ حلت میں مؤثر ہے وہ گو کہ جدائی کا سبب بن گئی ہے لیکن اس پر اس کا اثر لاگو نہ ہوگا جب تک مطلقہ عدت میں رہے۔ اس کا اثر تو بغیر رجوع کے عدت گزرنے کے بعد ہی ظاہر ہوگا جب عدت پوری ہوگئی اور اس نے اس سے رجوع نہ کیا وہ اس سے بائن ہوگئی۔ جب یہ بات ایسے ہی ہے تو طلاق رجعی بیوی سے فائدہ اٹھانے کو مانع نہ ہے۔ اگر ان میں سے ایک مرجائے دوسرا اس کا وارث ہوگا بشرطیکہ عدت ختم نہ ہوئی ہو۔ عورت کا خرچہ مرد پر واجب ہوگا اور عورت کو اس کی طلاق ظہار[1] اور ایلاء پہنچے گی۔ طلاق رجعی سے مہر مؤجل دو مواقع پر حلال نہ ہوگا یعنی موت یا طلاق مہر کا مؤخر حصہ تو عدت گزرنے پر حلال ہوگا۔

رجوع

عدت کی مدت میں رجوع خاوند کا حق ہے۔ یہ حق اس کے لیے شارع نے ثابت کیا ہے۔ اس لیے وہ اس کو ساقط کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر وہ کہے کہ میرے لیے رجوع کا حق نہ ہے تو اس کے لیے اس بات سے رجوع اور عورت سے رجوع کا بھی حق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] یہ ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو مطلقہ رجعی پر بغیر رجوع کے طلاق وغیرہ پڑ جانے کے قائل ہیں لیکن میرے خیال میں یہ درست نہ ہے واللہ اعلم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ﴾. [البقرة : ۲۲۸]

''اوران کے خاوندوں کو اس میں رجوع کا زیادہ حق ہے۔''

جب رجوع خاوند کا حق ہے تو بیوی کی رضا اور اس کو معلوم ہونا ضروری نہیں۔ نہ ہی اس میں ولی کی ضرورت ہے۔ اللہ نے یہ حق خاوندوں کا بنایا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ ﴾. [البقرة : ۲۲۸]

''اوران کے خاوندوں کو رجوع کا زیادہ حق ہے۔''

اس پر اشہاد/ گواہ بنانا بھی شرط نہ ہے گو کہ مستحب ہے۔ اس اندیشہ سے کہ بیوی بعد میں اس کے رجوع کا انکار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ . [الطلاق : ۲]

''اور تم اپنے میں سے دو عدل والوں کو گواہ کرلو۔''

رجوع قول سے ہو جاتا ہے مثلاً کہے: ''میں نے تجھ سے رجوع کرلیا'' یا فعل سے مثلاً جماع اور اس کے موجبات مثلاً بوسہ اور شہوت کے ساتھ مباشرت سے۔ امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ رجوع صرف قول سے ہوگا جو شخص اس پر قادر ہو۔ یہ جماع اور اس کے موجبات بوسہ اور شہوت کے ساتھ مباشرت سے نہ ہوگا۔ امام شافعیؒ کی حجت یہ ہے کہ طلاق نکاح کو زائل کر دیتی ہے ابن حزمؒ فرماتے ہیں: اگر وہ اس سے جماع کرلے تو یہ رجوع کرنے والا نہ ہوگا تا آنکہ رجوع کا لفظ نہ بولے اس پر گواہ بنائے اور عورت کو اس کی عدت پوری ہونے سے قبل یہ بتادے۔ اگر اس نے رجوع کیا اور گواہ نہ بنائے تو وہ رجوع کرنے والا نہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ . [سورة الطلاق:۲]

''تو جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو معروف طریقہ سے روک لو یا معروف طریقہ سے علیحدہ کردو اور اپنے میں سے دو عدل والوں کو گواہ کرلو۔''

اللہ عزوجل نے نکاح' طلاق اور اشہاد کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بعض کو بعض سے الگ کرنا جائز نہ ہے۔ جس نے طلاق دی اور دو عدل والوں کو گواہ نہ بنایا یا رجوع کیا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے بڑھنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہ ہے تو وہ مردود ہے''۔ ❶ انتہی۔

ابوداؤد' ابن ماجہ' بیہقی اور طبرانی نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے:

''ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے عورت کو طلاق دی پھر اس پر واقع ہو گیا۔ اس نے نہ اس کی طلاق پر اور نہ اس کے رجوع پر اشہاد کیا۔ فرمایا تو نے غیر سنت طلاق دی۔ غیر سنت رجوع کیا اس کی طلاق پر اشہاد کر اور اس کے رجوع پر بھی اور آئندہ ایسا مت کر''۔

امام شافعیؒ کی دلیل کہ طلاق نکاح کو زائل کرتی ہے:

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں ظاہر وہ موقف ہے جس کی طرف پہلے گئے ہیں۔ کیونکہ عدت اختیار کی مدت ہے۔ اختیار قول کے ساتھ بھی درست ہے اور فعل سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ'' کا ظاہر بھی یہی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان: ''اس کو حکم دو وہ اس سے رجوع کرے'' بتاتا ہے کہ مراجعت بالفعل بھی جائز ہے کیونکہ آپ نے فعل سے قول کو خاص نہیں کیا۔ جس نے خاص ہونے کا دعویٰ اس کے ذمہ دلیل ہے۔ ❷

مطلقہ رجعیہ پر خاوند کے لیے کیا دیکھنا جائز ہے؟

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: مطلقہ پر حرج نہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے لیے زینت اختیار کرے۔ اس کے لیے خوشبو لگائے' خوبصورت بنے' زیورات پہنے وہ انگلیوں اور

---

❶ محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۶۹۷۔ وصحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۔ ۱۷۱۸

❷ نیل الاوطار ج ٦ ص ۲۱۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرمہ کو ظاہر کرے وہ اس عورت پر داخل نہ ہوگا مگر جب اسے اس کے آنے کا علم قول سے یا کھانسی وغیرہ جوتے کی آواز کی حرکت سے ہو جائے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ اس کے طلاق دینے والے پر تحریم مبتوتہ کی طرح حرام ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: وہ اس کے ساتھ خلوت نہ کرے گا نہ اس پر اس کی اجازت کے بغیر داخل ہوگا نہ اس کے بالوں کو دیکھے گا۔ اس کے ہمراہ کھانے میں حرج نہ ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی اور ہو۔ ابن القاسم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اس کے ہمراہ کھانے کی اباحت سے رجوع کر لیا تھا۔

طلاق رجعی طلاقوں کی تعداد کم کر دیتی ہے:

خاوند کو اپنی بیوی پر جن طلاقوں کا اختیار ہے طلاق رجعی ان کی تعداد کو کم کر دیتی ہے۔ اگر پہلی طلاق ہو تو شمار ہو جائے گی۔ اس کے لیے دو باقی رہ جائیں گی۔ اگر دوسری ہو شمار ہو جائے گی اور اس کے لیے ایک طلاق باقی رہ جائے گی۔ اس کا رجوع اس کا اثر ختم نہ کرے گا۔ [1] بلکہ اگر اسے چھوڑ دیا جائے حتی کہ اس کی عدت بغیر رجوع گزر جائے۔ وہ دیگر خاوند سے شادی کر لے پھر اپنے خاوند کی طرف لوٹے تو وہ طلاق کا جو عدد باقی ہے اس کے ساتھ لوٹے گی۔ دوسرے خاوند سے جو طلاق واقع ہوئی ہے وہ اسے ختم نہ کرے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیں اور اس کی عدت گزر گئی۔ اس نے اور مرد سے شادی کر لی اس نے اس کو چھوڑ دیا پھر پہلے نے اس سے شادی کر لی۔ فرمایا وہ اس کے پاس ہوگی اس بنیاد پر جو طلاق باقی رہ گئی۔ یہی حضرت علی، زید، معاذ، عبداللہ بن عمرو، سعید بن المسیب اور حسن بصری رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

---

[1] ختم کرنے کا مسئلہ آئندہ صفحات پر دیکھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق بائن:

یہ بات گزر چکی ہے کہ طلاق بائن وہ طلاق ہے جو تین کو مکمل کرنے والی ہے اور جو طلاق دخول سے قبل ہے اور جو طلاق مال پر ہے۔ ابن رشد بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں: رہی طلاق بائن تو علماء کا اتفاق ہے کہ بینونت بھی اس طلاق میں پائی جاتی ہے جو عدم دخول کی طرف سے ہو۔ جو عدد تطلیقات کے حوالہ سے ہو اور جو خلع میں عوض کی طرف سے ہو۔ خلع میں یہ اختلاف ہے کہ آیا وہ طلاق ہے یا فسخ؟ ان کا اتفاق ہے کہ جو عدد آزاد عورت کی تعلیقات میں بینونت کا موجب ہے وہ تین طلاق والا ہے۔ بشرطیکہ وہ الگ الگ واقع ہوئی ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "الطلاق مرتان الآیۃ" ان کا اختلاف ہے جب تین لفظ میں ایک کلمہ کے ساتھ ہوں فعل کے ساتھ نہ ہوں[1] اھ۔

ابن حزم رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ: طلاق بائن تین کو مکمل کرنے والی طلاق ہے یا قبل الدخول طلاق ہے کوئی اور نہیں۔ فرماتے ہیں: ہم نے کہیں بھی دین اسلام میں اللہ تعالیٰ سے اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق بائن پائی ہے جس میں رجوع نہ ہو سوائے تین اکٹھی کے۔ یا الگ الگ یا وہ جس کے ساتھ جماع نہ کیا گیا۔ اس پر مزید کچھ نہ ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ آراء ہیں جن میں کوئی حجت نہ ہے[2] اھ۔

قوانین احوال شخصیہ والے نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ طلاق بائن کے ساتھ یہ بھی ملحق ہوں گی۔ جو طلاق خاوند میں عیب کے سبب سے ہو یا اس کے غائب ہونے کے سبب سے یا اس کے قید و بند کی وجہ سے یا ضرر کی وجہ سے۔

اس کی اقسام:

اس کی تقسیم بائن بینونہ صغریٰ میں ہے جو تین سے کم میں ہو اور بائن بینونہ کبریٰ میں جو تین کو مکمل کرنے والی ہو۔

---

[1] بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۰۔ [2] المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائن بینونہ صغریٰ کا حکم:

طلاق بائن بینونہ صغریٰ والی محض جاری ہونے سے قید زوجیت کو ختم کر دیتی ہے۔ جب یہ رابطہ زوجیت کو ختم کرنے والی ہے تو عورت مطلق اپنے خاوند سے اجنبی ہو جائے گی۔ اس کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہ ہے۔ نہ ان میں سے ایک دوسرے کا وارث بنے گا اگر وہ عدت ختم ہونے سے پہلے یا بعد میں مر جائے۔ طلاق بائن سے مہر مؤجل کے آخری حصہ کی ادائیگی حلال ہو جائے گی دو مدتوں سے دیر والی تک یعنی موت یا طلاق۔ خاوند کو حق ہے کہ وہ بینونہ صغریٰ والی طلاق بائن کی مطلقہ کو اپنی زوجیت میں نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ لے آئے۔ جب وہ کسی اور خاوند سے شادی نہ کرلے' جب وہ اس کو لوٹائے گا وہ اس پر لوٹے گی ان طلاقوں کے ساتھ جو اس کے لئے باقی رہ گئی ہیں۔ اگر اس نے اس کو ایک طلاق دی تھی تو وہ اس کو اپنی زوجیت میں لوٹانے کے بعد دو طلاقوں کا مالک ہوگا اور اگر دو طلاقیں دے چکا تھا تو وہ اس پر صرف ایک طلاق کا مالک ہوگا۔

طلاق بائن بینونہ کبریٰ کا حکم:

بائن بینونہ صغریٰ کی طرح طلاق بائن بینونہ کبریٰ قید زوجیت کو ختم کر دے گی۔ وہ اس کے تمام احکام لے گی۔ الا یہ کہ مرد کے لئے حلال نہ ہے کہ جب وہ اس کو بینونہ کبریٰ والا بائن کر چکا تو اس کو اپنی زوجیت میں لائے جب تک وہ کسی اور خاوند کے ساتھ صحیح نکاح نہ کرلے اور اس کے ساتھ بغیر حلالہ کے ارادہ کے داخل نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ .

"یعنی اگر وہ اس کو تیسری طلاق دے تو وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی حتی کہ دوسرے خاوند سے شادی کرلے۔" [سورۃ البقرۃ:۲۳۰]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رفاعہ القرظی کی بیوی کو فرمایا تھا ''نہیں حتی کہ تو اس کا مزہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ چکھ لے''۔ [بخاری ومسلم]

مسئلہ ھدم:

یہ بات متفق علیہ ہے کہ بائن بینونہ کبریٰ والی اگر شادی کرلے پھر طلاق دی جائے۔ وہ عدت مکمل ہونے کے بعد اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹ آئے تو وہ اس کی طرف نئی حلت کے ساتھ لوٹے گی۔ اور وہ اس پر تین طلاقوں کا مالک ہوگا کیونکہ دوسرے خاوند نے پہلی حلت ختم کردی۔ جب وہ نئے عقد کے ساتھ لوٹی تو اس عقد نے نئی حلت پیدا کردی۔ رہی بائن بینونہ صغریٰ والی۔ اگر وہ عدت پوری ہونے پر دوسرے سے شادی کرلے پھر اس سے طلاق دی جائے اور اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹ آئے تو وہ بائن بینونہ کبریٰ کی طرح ہوگی وہ اس کی طرف نئی حلت کے ساتھ لوٹے گی اور وہ ابوحنیفہؒ اور ابویوسفؒ کے ہاں تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔ جب کہ محمدؒ فرماتے ہیں وہ اس کی طرف اس عدد کے ساتھ لوٹے گی جو اس پر طلاقوں کا باقی رہ گیا ہے تو وہ ایسے ہوگی جیسے اس نے اس کو طلاق رجعی دی تھی یا بائن بینونہ صغریٰ ہوجانے کے بعد اس نے اس پر عقد جدید کیا تھا۔ اس مسئلہ کا نام مسئلہ ھدم ہے یعنی کیا خاوند کے لیے اجازت ہے کہ وہ تین سے کم طلاقوں کو ختم کردے جیسے تین کو ختم کرتا یا ختم نہ کرے گا؟

مریض مرض الموت کی طلاق:

کتاب اللہ سنت صریحہ میں مریض مرض الموت کی طلاق کا حکم ثابت نہیں ہوا۔ ہاں صحابہؓ سے ثابت ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی بیوی ''تماضر'' کو تین کو مکمل کرنے والی طلاق اپنی اس مرض میں دی جس میں انہوں نے وفات پائی۔ اس کے لیے سیدنا عثمانؓ نے ان سے وراثت کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا: میں ان پر تہمت نہیں لگاتا (یعنی یہ تہمت نہیں کہ وراثت سے اس کا حق ختم کرنے کے لیے یہ ہوا ہے از مترجم) بلکہ میں نے سنت کا ارادہ کیا۔ اسی لیے خود حضرت ابن عوفؓ سے مروی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: میں نے اس کو ضرار اور فرار کے لیے طلاق نہیں دی۔ یعنی وہ اس کی اپنی طرف سے وراثت ختم نہ کرنا چاہتے تھے۔

اسی طرح بیان ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام البنین بنت عیینہ بن حصن الفزاری کو طلاق دی جب کہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ جب وہ شہید کر دیئے گئے وہ سیدنا علیؓ کے پاس آئی اور ان کو یہ خبر دی۔ آپؓ نے اس کے لیے ان سے وراثت کا فیصلہ کیا اور فرمایا:

''انھوں نے اس کو چھوڑے رکھا حتی کہ جب موت کے قریب پہنچے تو اس کو جدا کر دیا''۔

اس بنیاد پر مریض مرض الموت کی طلاق کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ احناف کہتے ہیں: اگر مریض اپنی بیوی کو طلاق بائن دے وہ اس مرض میں فوت ہو جائے وہ اس سے وارث ہوگی اور اگر عدت پوری ہونے کے بعد فوت ہوا تو عورت کے لیے وراثت نہ ہوگی۔ اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو کسی آدمی کے مقابلے کو نکلا یا قصاص یا رجم کے لیے قتل کرنے کو پیش کیا گیا۔ اگر اس صورت میں فوت ہو جائے یا قتل کر دیا جائے۔ اگر آدمی نے اس عورت کو تین طلاق اس کے حکم سے دیں یا اس کو کہا تو اختیار کر لے اس نے اپنا نفس اختیار کر لیا یا اس سے خلع لے لیا۔ پھر وہ فوت ہو گیا جب کہ وہ عدت میں تھی وہ اس کی وارث نہ ہوگی۔ انتہی۔

دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں طلاق مریض کی طرف سے صادر ہوئی تھی اور وہ جانتا تھا کہ اس نے اس کو وراثت سے اس کا حق ختم کرنے کے لیے طلاق دی ہے تو معاملہ اس کے مقصد کے الٹ کیا جائے گا اس کے لیے وہ حق ثابت کیا جائے گا جس کو ختم کرنے کا وہ ارادہ رکھتا تھا۔ اسی لیے اس طلاق پر بھاگنے والے کی طلاق کا اطلاق ہوتا ہے۔ رہی دوسری صورت والی طلاق تو اس میں فرار کی صورت کا تصور نہ ہوگا کیونکہ اس نے (یعنی عورت نے۔ از مترجم) خود طلاق کا حکم دیا یا اس کو اختیار کیا اور پسند کیا۔ اسی طرح کا حکم اس شخص کا ہے جو محصور یا قتال کی صورت میں ہو تو وہ اپنی عورت کو طلاق بائن دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمدؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں اس کو اس کی عدت گزر جانے کے بعد وراثت ملے گی بشرطیکہ وہ کسی اور سے شادی نہ کرلے۔ امام مالکؒ اور لیثؒ فرماتے ہیں اس کو وراثت ملے گی وہ عدت میں ہو یا نہ ہو۔ اس نے شادی کرلی ہو یا نہ کی ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ وارث نہ ہوگی۔ بدایۃ المجتہد والے فرماتے ہیں: اختلاف کا سبب ان کا سد الذرائع ❶ پر وجوب عمل کا اختلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مریض پر الزام آسکتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو مرض میں اس کا وراثت سے حصہ کاٹنے کے لیے طلاق دی ہے جس کا قول سد الذرائع کا ہے وہ اس کی میراث کو واجب کہتا ہے اور جن کا قول سد الذرائع کا نہ ہے وہ اس کے لیے وراثت کو واجب نہیں کہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گروہ کہتا ہے اگر طلاق واقع ہوگئی تو ضروری ہے کہ اپنے جمیع احکام کے ساتھ واقع ہو کیونکہ وہ کہتے ہیں: اگر وہ مرگئی مرد اس کا وارث نہ بنے گا اور اگر واقع نہیں ہوئی تو زوجیت اپنے جمیع احکام کے ساتھ باقی ہے۔

ان کے مخالف کے لیے دو میں سے ایک جواب ضروری ہے کیونکہ یہ کہنا مشکل ہے کہ شرع میں ایک نوع کی طلاق ہے جس میں بعض احکام طلاق پائے جاتے ہیں اور بعض احکام زوجیت۔ اس سے بھی مشکل قول اس میں فرق ہے کہ وہ صحیح ہے یا صحیح نہ ہے۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کا شرع میں کہنا مشکل ہے لیکن اس کے قائلین اس بات پر مانوس ہیں کہ یہ حضرت عثمان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے حتی کہ مالکیوں کا گمان ہے کہ یہ اجماع صحابہؓ ہے۔ ان کی اس بات کا کوئی معنیٰ نہ ہے کیونکہ اس میں حضرت ابن زبیرؓ سے اختلاف مشہور ہے۔ رہے وہ جن کی رائے ہے کہ وہ عدت میں وارث ہوگی تو ان کے نزدیک عدت بعض احکام زوجیت سے ہے۔ گویا اس نے اس کو مطلقہ رجعیہ کے مشابہ کردیا یہ قول حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

رہے وہ جنہوں نے اس کو وارث بنانے میں شرط لگائی ہے کہ ''جب تک اس نے شادی نہ کی ہو''۔ انہوں نے اس میں مسلمانوں کے اجماع کو ملحوظ رکھا ہے کہ ایک عورت دو خاوندوں کی وارث نہیں ہوتی۔ اور تہمت کا علت ہونا بھی ان لوگوں کے

❶ یہ اصول کی خاص اصطلاح ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کو روکنے کے لیے اس کا ذریعہ بند کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں ہے جنہوں نے میراث واجب کی ہے۔ کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ اگر عورت نے خود طلاق کا مطالبہ کیا یا خاوند نے اس کو اس کے امر کا مالک بنایا تو اس نے خود کو طلاق دے دی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ بالکل وارث نہ ہوگی۔

اوزاعی نے اختیار دینے اور طلاق میں فرق کیا ہے فرماتے ہیں اختیار دینے میں اس کے لیے وراثت نہ ہوگی جب کہ طلاق میں ہوگی۔ امام مالکؒ نے ان سب میں برابری کی ہے حتی کہ فرماتے ہیں: اگر وہ مرگئی مرد اس کا وارث نہ ہوگا جب کہ وہ مرجائے تو عورت اس کی وارث ہوگی جب کہ یہ اصولوں کے بہت ہی خلاف ہے انتہی۔ ❶

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مریض کی طلاق صحیح کی طلاق کی طرح ہے۔ اس میں فرق نہیں کہ وہ اس مرض سے مرگیا یا نہ مرا۔ اگر مریض کی تین طلاقیں ہوں یا تین میں سے آخری ہو یا قبل جماع ہو۔ وہ مرگیا یا عدت پوری ہونے سے قبل وہ مرگئی یا اس کے بعد یا طلاق رجعی ہو اور اس نے رجوع نہ کیا تھا حتی کہ عدت پوری ہونے کے بعد وہ مرگیا یا وہ مرگئی تو عورت ان سب حالات میں اس کی وارث نہ ہوگی۔ اور نہ وہ بالکل اس کا وارث ہوگا۔ اسی طرح صحیح کی مریضہ کو طلاق اور مریض کی صحیحہ کو طلاق اور اسی طرح کوئی فرق نہ ہے موقوف برائے قتل کی طلاق میں اور بھاری بوجھ اٹھانے والے کی طلاق میں۔ یہ وہ مقام ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ❷

طلاق میں سپرد کرنا اور وکیل بنانا:

طلاق خاوند کے حقوق میں سے ایک حق ہے اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو خود طلاق دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ وہ طلاق دینے کے لیے خود معاملہ عورت کے سپرد کردے اور یہ بھی اختیار ہے کہ وہ طلاق دینے میں کسی اور کو وکیل بنا دے۔ سپرد کرنا (تفویض) اور وکیل بنانا (توکیل) میں سے ہے جو بھی ہو وہ مرد کا حق ساقط نہیں کرتا۔ اور نہ اس کو جب چاہے استعمال سے روکتا ہے۔ اس میں ظاہریہ نے اختلاف

❶ بدایۃ المجتهد ج ۲ص ۸۶،۸۷۔ ❷ المحلی ج ۱۰ص ۲۲۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے وہ کہتے ہیں خاوند کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو خود کو طلاق دینے کا حق تفویض کرے یا کسی اور کو اس کو طلاق دینے کے لیے وکیل بنائے۔

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس نے عورت کو اختیار دیا کہ وہ خود کو طلاق دے اس پر یہ لازم نہ آئے گی اور نہ وہ طلاق والی ہوگی اس نے خود کو طلاق دی ہو یا نہ دی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کا اختیار مردوں کو دیا ہے عورتوں کو نہیں۔

تفویض کے الفاظ:

تفویض کے الفاظ یہ ہیں۔

① تو خود کو اختیار کر لے۔

② تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔

③ اگر چاہے تو خود کو طلاق دے۔

ان الفاظ میں سے ہر لفظ کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ان کے متعدد مذاہب ہیں جو ہم مختصراً ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

① تو خود کو اختیار کر لے:

فقہاء کا مذہب اس لفظ کے ساتھ طلاق کے وقوع کا ہے کیونکہ شرع نے اسے طلاق کے صیغوں میں قرار دیا ہے۔ اسی متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

[سورة الاحزاب :۲۹]

''اے نبیؐ اپنی بیویوں کو کہہ دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آ جاؤ میں تم کو فائدہ دوں اور تم کو چھوڑ دوں اچھا چھوڑنا۔ اور اگر تم اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا اور آخرت کے گھر کا ارادہ کرتی ہو تو اللہ نے تم میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کیا ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ان کو فرمایا: میں تیرے لیے ایک معاملہ ذکر کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے اس کے پیغمبرؐ کی زبان سے ہے تو جلدی مت کرتی کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لے۔ کہنے لگیں اللہ کے پیغمبرؐ! وہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے ان پر یہ آیت تلاوت کی۔ کہنے لگیں: آپؐ کے متعلق اے اللہ کے پیغمبرؐ! میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ بلکہ میں تو اللہ کو چاہتی ہوں اس کے پیغمبرؐ کو اور آخرت کے گھر کو۔ کیا آپ خبر نہ دیں گے اپنی بیویوں میں سے کسی عورت کو اس بات کی جو میں نے کہی۔ فرمایا: ان میں سے کوئی عورت مجھے نہ پوچھے مگر میں اسے یہ خبر دوں گا بے شک اللہ نے مجھے نہیں بھیجا......الخ۔

پھر نبی مکرم ﷺ کی ازواج نے اس طرح کیا جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا ان سب نے اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کو پسند کر لیا۔ [1]

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اختیار دیا ہم نے آپ ﷺ کو پسند کر لیا تو یہ آپؐ نے کچھ بھی شمار نہ کیا۔ [2] مسلم کے الفاظ ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا تو یہ طلاق نہ ہوئی''۔ [3] اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ اگر وہ اپنے نفسوں کو پسند کر لیتیں یہ طلاق ہوتی اور یہ لفظ طلاق میں استعمال ہوتا۔ اس میں فقہاء میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اختلاف اس میں ہے کہ اگر عورت اپنے نفس کو پسند کر لے تو بعض کہتے ہیں یہ ایک رجعی طلاق واقع ہوگی۔ یہ حضرت عمرؓ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، ابن ابی لیلیٰ، سفیان، شافعی، احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

---

1. دیکھئے الجامع الاحکام القرآن از قرطبی۔ تفسیر سورۃ الاحزاب
2. محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ج ۹ ص ۳۶۷ حدیث نمبر ۵۲۶۲۔
3. مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰۳ حدیث نمبر ۲۴۔ ۱۴۷۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض کہتے ہیں اگر اس نے اپنے نفس کو پسند کرلیا تو یہ ایک بائنہ ہوگی۔ یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور احناف کا بھی یہی قول ہے۔ مالک بن انسؒ کہتے ہیں: اگر اس نے خود کو اختیار کرلیا تو یہ تین ہوں گی اور اگر اپنے خاوند کو اختیار کیا تو ایک ہوگی۔ احناف نے اس لفظ کے ساتھ طلاق میں مرد کے کلام یا عورت کے کلام میں ''نفس'' کے ذکر کی شرط بیان کی ہے۔ اگر وہ اس کو کہتا تو اختیار کرلے وہ کہتی ہے میں نے اختیار کرلیا ہے تو یہ باطل ہے اس کا ساتھ کچھ بھی واقع نہ ہوگا۔

② تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے:[1]

اگر مرد نے اپنی بیوی کو کہا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے اس نے خود کو طلاق دی تو یہ ایک طلاق ہوگی حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاں۔ یہی سفیان' شافعی اور احمد کا مذہب ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔ کہا: میرے اور میری بیوی کے درمیان اختلاف ہوگیا جو لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس نے کہا اگر تیرے ہاتھ میں جو میرا معاملہ ہے وہ میرے ہاتھ میں ہوتو تو دیکھے میں کیا کرتی ہوں؟ اس نے کہا جو تیرا معاملہ میرے ہاتھ میں وہ تیرے ہاتھ میں دیا۔ وہ کہنے لگی تو تجھ کو تین طلاق ہے۔ فرمایا میرا خیال ہے کہ وہ ایک ہوئی اور جب تک وہ عدت میں ہے تو اس کا زیادہ حق دار ہے میں جلد ہی امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملوں گا وہ ان کو ملے واقعہ بیان کیا۔ فرمایا اللہ مردوں کو ایسے ایسے کرے جو اختیار اللہ نے ان کے ہاتھ دیا ہے وہ اسے عورتوں کے ہاتھ دینے لگے ہیں۔ ان کے منہ میں خاک۔ تم نے اس میں کیا کہا؟ فرماتے ہیں میں نے کہا میرے خیال میں یہ ایک ہے اور وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ فرمایا میری بھی یہی رائے ہے اگر تیری یہ رائے نہ ہوتی تو میں سمجھتا کہ تو نے درست نہیں کہا۔[2]

---

[1] یعنی تیرا معاملہ جو کہ طلاق ہے میرے ہاتھ میں ہے وہ میں نے تیرے ہاتھ میں کر دیا۔

[2] بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احناف کہتے ہیں: ایک بائن طلاق ہوگی کیونکہ اس کا اس کو مالک بنانا اس پر غلبہ کے زوال کا تقاضا کرتا ہے اور اگر وہ قبول کرلیتی ہے تو اس سے یہ ختم ہوجانا لازم آئے گا جب کہ بقائے رجوع کے ساتھ یہ نہیں ہوتا۔

کیا معتبر خاوند کی نیت ہے یا بیوی کی نیت:

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ معتبر خاوند کی نیت ہے۔ اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک۔ اور اگر تین کی نیت کی تو تین۔ اس کو اختیار ہے کہ وہ خود طلاق میں خیار یا تملیک کی تعداد میں اس کا انکار کرسکے۔ دیگر کا مذہب یہ ہے کہ اگر عورت نے ایک سے زائد کی نیت کی تو جو نیت کی وہ واقع ہوگی کیونکہ وہ صراحت کے ساتھ تین کی مالک ہوگئی اور خاوند کی طرح ہی کنایہ کے ساتھ بھی مالک ہوگئی۔ اگر اس نے خود کو تین طلاقیں دیں خاوند کہے کہ میں نے اس کو صرف ایک کا اختیار دیا تھا خاوند کی بات کی طرف نہ دیکھا جائے گا فیصلہ وہ ہے جو وہ کرچکی۔ یہ حضرت عثمان' ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔ حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک طلاق واقع ہوگی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں گزر گیا۔

کیا معاملہ ہاتھ میں دینا مجلس کے ساتھ خاص ہے؟ یا تراخی پر ہے:

ابن قدامہ رحمہ اللہ المغنی میں فرماتے ہیں: جب کسی نے اپنی بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیا تو وہ ہمیشہ اس کے ہاتھ میں ہے اس مجلس کے ساتھ مقید نہ ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی ابوثور' ابن المنذر اور الحکم کا قول ہے۔ مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ اور اصحاب الرائے کہتے ہیں: یہ مجلس پر محدود ہے۔ عورت کے لیے اس سے علیحدگی کے بعد طلاق کا اختیار نہ ہے کیونکہ یہ اس کو اختیار دینا ہے تو یہ گویا مجلس پر محدود ہوگا جیسے کوئی کہے تو اختیار کرلے۔ پہلی رائے کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس شخص کے متعلق قول ہے جس نے اپنی بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیا وہ اس کا اختیار ہے حتیٰ کہ وہ مکمل کرلے۔ فرماتے ہیں ہم اس متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی مخالف نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے تو یہ اجماع ہوگا اس لیے بھی کہ یہ طلاق میں وکیل بنانے کی ایک قسم ہے تو یہ تراخی بعد میں بھی ہوسکتی ہے جیسے اگر اس نے کسی اجنبی کو اختیار دیا ہوتا۔

خاوند کا رجوع:

فرماتے ہیں خاوند نے جو اس کو اختیار دیا تھا اگر اس سے رجوع کرلیا یا کہا میں نے جو تجھے اختیار دیا تھا فسخ کیا تو باطل ہوجائے گا۔ یہ عطاء، مجاہد، شعبی، نخعی، اوزاعی اور اسحاق کا قول ہے۔ زہری، ثوری، مالک اور اصحاب الرائے کہتے ہیں: خاوند کو رجوع کا اختیار نہ ہے کیونکہ اس نے اس کو اس کا مالک بنایا تھا تو وہ رجوع کا مالک نہ ہوگا۔ کہتے ہیں اگر خاوند اس سے وطی کرلے تو رجوع ہوگا کیونکہ یہ وکیل بنانے کی ایک قسم ہے جس بات میں آدمی نے کسی کو وکیل بنایا ہو اس میں تصرف وکالت کو باطل کردیتا ہے۔ اگر اس کو وہ اختیار واپس دے جو اس نے اس کو دیا ہے کہ تو وہ باطل/ختم ہوجائے گا جیسا کہ فسخ توکیل سے وکالت باطل ہوتی ہے۔ [1]

③ اگر تو چاہے خود کو طلاق دے:

احناف کہتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو کہا تو خود کو طلاق دے اس کی نیت نہ ہو یا ایک طلاق کی نیت ہو۔ وہ عورت کہے میں نے خود کو طلاق دی تو یہ ایک رجعی ہوگی۔ اگر اس نے خود کو تین طلاقیں دیں خاوند کا بھی یہی ارادہ تھا وہ اس پر واقع ہوجائیں گی۔ اگر اس نے اس کو کہا خود کو طلاق دے۔ عورت نے کہا میں نے اپنے نفس کو بائن کیا وہ طلاق دی جائے گی۔ اگر اس نے کہا میں نے اپنے نفس کو پسند کرلیا ہے طلاق نہ دی جائے گی اگر اس نے اس کو کہا تو جب چاہے خود کو طلاق دے اس کو اختیار ہے کہ وہ خود کو مجلس میں یا اس کے بعد طلاق دے۔ اگر اس نے کسی آدمی کو کہا: تو میری عورت کو طلاق دے اس کو اختیار ہے کہ وہ مجلس میں طلاق دے یا اس کے بعد۔ اگر اس نے کسی آدمی کو کہا اگر تو اس کو چاہے طلاق دے تو اس کے لیے مجلس میں

---

[1] المغنی ج ۵ ص ۲۸۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص طلاق دینے کا اختیار ہے۔

وکیل بنانا:

اگر آدمی اپنی بیوی کا معاملہ کسی اور کے ہاتھ میں کر دے تو درست ہے۔ اس کا حکم ایسے ہے جیسے اس نے اگر عورت کے ہاتھ میں معاملہ دیا ہوتا کہ وہ مجلس میں اور بعد میں اس کے ہاتھ میں ہے۔ امام شافعیؒ نے اس پر عورت کے علاوہ کے حق میں موافقت کی ہے کیونکہ یہ وکیل بنانا ہے۔ اگر وہ کہے میری عورت کا معاملہ تیرے ہاتھ ہے یا کہے میں نے اپنی بیوی کی طلاق میں تجھے اختیار دیا یا کہے میری بیوی کو طلاق دے برابر ہے۔ اصحاب ابوحنیفہؒ کہتے ہیں یہ مجلس پر محدود ہوگا کیونکہ یہ ایک گونہ اختیار دینا ہے جو اس کے مشابہ ہے اگر کہہ دیتا تو اختیار کر لیے۔ المغنی والے کہتے ہیں: ہمارے خیال میں وہ وکیل بنانا مطلق ہے وہ تراخی پر ہوگی جیسے بیع میں وکیل بنانا ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو اس کو اختیار ہے کہ اسے طلاق دے جب تک وہ فسخ یا جماع نہ کرے۔ اس کو اختیار ہے ایک طلاق کا اور تین کا بھی جیسے عورت کو ہے اور اس کے لیے معاملہ میں اس کے ہاتھ دینا جائز ہے جس کو وکیل بنانا جائز ہے یعنی عاقل آدمی۔ رہا بچہ اور مجنون تو ان کے ہاتھ میں اختیار دینا درست نہ ہے اگر ایسا کیا پھر ان میں سے کسی نے طلاق دی اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اصحاب الرائے کہتے ہیں: درست ہوگی۔ [1]

ان الفاظ میں تعمیم اور تقیید:

یہ الفاظ کبھی مطلق ہوتے ہیں یعنی وہ اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیتا ہے یا وہ خود کو پسند کرسکتی ہے۔ اس میں لفظ پر مزید کوئی قید نہیں ہوتی۔ اس حالت میں بیوی کو اختیار ہے کہ وہ خود کو صرف مجلس تفویض میں طلاق دے سکتی ہے۔ اگر وہ اس میں حاضر ہو اگر اس سے غائب ہو اس کو یہ حق صرف علم ہونے والی مجلس میں ہوگا۔ حتیٰ کہ مجلس تفویض یا مجلس علم ختم ہو جائے یا بدل جائے عورت نے خود کو طلاق نہ دی تو اس کو

---

[1] المغنی ص ۲۹۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد میں اس کا حق نہ ہوگا کیونکہ لفظ مطلق ہے جو مجلس میں مؤثر ہوگا اگر یہ گزر گئی وہ اس کا اختیار نہ رکھے گی۔ یہ حکم اس حالت میں ہے جب کوئی قرینہ تفویض کی تعمیم پر قائم نہ ہو مثلاً یہ تفویض عقد زواج کے وقت ہو کیونکہ یہ بات معقول نہ ہے کہ تفویض کنندہ اس کو اپنے نفس کی طلاق کا اختیار اس مجلس میں دے جس میں اس نے شادی کی تو لفظ بدلالت حال تعمیم کا فائدہ دے گا۔ ❶

مصر کی بعض شرعی مخصوص عدالتوں کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا ہے جس میں بنیاد یہ ہے کہ تفویض اگر عقد زواج کے وقت ہو اور مطلق صیغہ کے ساتھ وہ مجلس کے ساتھ مقید نہ ہوگی بیوی کے لیے اختیار ہے کہ جب چاہے خود کو طلاق دے۔ ورنہ تفویض خالی از فائدہ ہے۔ اس حکم کو استئنافی تائید دی گئی ہو۔ یہ الفاظ کبھی عام ہوتے ہیں مثلاً آدمی کہے تو جب چاہے اپنے نفس کو اختیار کر لے یا جب تیرا ارادہ ہو تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس حال میں عورت کو اختیار ہے کہ جس وقت چاہے خود کو طلاق دے کیونکہ اس نے اس کو اس کے نفس کی طلاق کا عام مالک بنا دیا تو عورت کو اختیار ہے کہ وہ جس وقت چاہے اس حق کو استعمال کرے اور خود کو طلاق دے۔ کبھی یہ لفظ وقت معین کے ساتھ خاص ہوتا ہے مثلاً وہ کہے ایک برس کی مدت تک اس کا معاملہ اس کے ہاتھ ہے۔ اس حال میں بیوی کو صرف وقت معین میں خود کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا لیکن اس وقت کے گزر جانے کے بعد اس کو طلاق دینے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔

عقد کے وقت اور بعد میں تفویض: ❷

عقد زواج کے وقت یا اس کے بعد تفویض جائز ہے مگر عقد زواج کے وقت احناف کے ہاں شرط یہ ہے کہ اس میں ابتداء کرنے والی بیوی ہو مثلاً عورت مرد کو کہے: میں تیرے ساتھ اپنی شادی کرتی ہوں اس شرط پر کہ میرا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوگا

❶ احکام الاحوال الشخصیہ فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۱۵۲۔ ❷ ایضاً ص ۱۵۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جب چاہوں خود کو طلاق دوں گی۔ وہ کہے میں نے قبول کیا تو یہ قبول شادی کو پورا کر دے گا اور طلاق دینا درست ہوگا اور عورت کو حق ہوگا کہ جب چاہے خود کو طلاق دے کیونکہ اس کا قبول شادی میں بھی تفویض میں بھی مؤثر ہوگا۔ لیکن اگر تفویض کو ساتھ ملا کر ایجاب کراتے ہوئے ابتداء خاوند کرے مثلاً مرد اپنی بیوی کو کہے: میں تجھ سے اس شرط پر شادی کرتا ہوں کہ تیری عصمت تیرے ہاتھ میں ہوگی تو جب چاہے خود کو طلاق دے۔ وہ کہے میں نے قبول کیا تو اس طرح شادی پوری ہو جائے گی اور تفویض درست نہ ہوگی اور عورت کو خود کو طلاق دینے کا حق نہ ہوگا۔

دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں خاوند نے تفویض عقد تمام ہونے کے بعد قبول کی۔ اس نے طلاق دینے کا اختیار دیا جب کہ پہلے وہ عقد زواج کے تمام ہونے پر اس کا مالک بن چکا تھا۔ جب کہ دوسری صورت میں طلاق دینے کی ملکیت اس کا مالک بننے سے پہلے ہے کہ وہ اس کا مالک عقد زواج کے تمام ہونے سے قبل ہوا کیونکہ ابھی صرف اکیلا ایجاب جاری ہوا تھا۔

وہ حالات جن میں قاضی طلاق دے سکتا ہے:

جن حالات میں قاضی طلاق دے سکتا ہے ان کے متعلق ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۹ء کا قانون جاری ہوا ہے۔ یہ فقہاء کے اجتہاد سے بنایا گیا ہے کیونکہ اس کے متعلق کوئی صریح صحیح نص وارد نہیں ہوئی۔ اس میں لوگوں پر آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ پریشانی سے بچا جائے اور اسلام کی سخاوت والی شریعت کے ساتھ چلا جا سکے۔ ۱۹۲۰ء کے قانون نمبر ۲۵ میں ہے خرچ نہ دینے پر طلاق دینا قطعی ہے اور عیب کے لیے بھی۔

۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۲۵ میں ہے ضرر کی وجہ سے طلاق دینے' خاوند کے بلا عذر غائب ہونے پر طلاق ہونے پر طلاق دینے اور اس کے محبوس ہونے پر طلاق دینے پر نص آئی ہے۔ ہم ذیل میں ہر ایک کا حکم وارد کرتے ہیں۔ ساتھ اس کا خاص قانون بھی سوائے عیب پر طلاق دینے کا مسئلہ کہ اس پر اس کتاب کے پہلے حصہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو گزر چکی ہے۔

عدم نفقہ کی وجہ سے طلاق دینا:

امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کا مذہب عدم نفقہ پر علیحدگی کے جواز کا ہے۔ یعنی قاضی کے فیصلہ کے ساتھ جب کہ اس کا مطالبہ بیوی کرے اور اس کے پاس ظاہر مال نہ ہو انہوں نے اپنے اس مذہب پر درج ذیل باتوں سے دلیل لی ہے۔

① خاوند اس بات کا مکلف ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اچھے طریقے کے ساتھ رکھے یا اسے طلاق دے اور احسان کے ساتھ چھوڑ دے کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾. [البقرة : ۲۲۹]

''تو روکنا ہے معروف طریقے سے یا چھوڑنا ہے احسان کے ساتھ''۔

② اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ﴾ . [البقرة : ۲۳۱]

''اور تم ان کو نہ روکو تکلیف دینے کے لئے تاکہ تم زیادتی کرو۔''

جب کہ رسول مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ.

''نہ تکلیف دو اور نہ تکلیف لو''۔

اس سے بڑی عورت پر کیا تکلیف اتر سکتی ہے کہ اس پر خرچ چھوڑ دیا جائے۔ بے شک قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس تکلیف کا ازالہ کرے۔

③ جب یہ بات طے ہے کہ قاضی خاوند کے غائب ہونے کی وجہ سے تفریق کرے گا تو خرچ نہ کرنا بیوی کے لیے سخت تکلیف شمار کی جائے گی اور خاوند پر عیب کے وجود سے بڑھ کر یہ عورت پر ظلم ہے تو عدم نفقہ پر علیحدگی زیادہ ضروری ہے احناف کا مذہب ہے کہ خرچ نہ کرنے پر علیحدگی جائز نہ ہے۔ اس کی وجہ روکنا ہو یا تنگ کرنا یا اس سے عاجز آنا۔ اس متعلق ان کی دلیل یہ ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① اللہ پاک نے فرمایا:

﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَ مَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ .

”چاہیے کہ وسعت والا اپنی وسعت سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہے وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اس کو دیا ہے اور اللہ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر وہی جو اس کو دیا ہے عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا۔“ [سورۃ الطلاق: ۷]

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو اپنی بیوی کے خرچ سے عاجز ہو کیا ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرائی جائے؟ فرمایا اس کے ساتھ مہلت طلب کرے اور دونوں کے درمیان علیحدگی نہ کرائی جائے اور گزشتہ آیت کی تلاوت کی۔

② صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض خوشحال تھے اور بعض تنگ دست۔ ان سے کسی کے متعلق یہ نہیں آیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان عدم نفقہ کی وجہ سے علیحدگی کرائی ہو جو اس کی فقیری یا تنگی کی وجہ سے ہو۔

③ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ایسی چیزیں مانگیں جو آپ کے پاس نہ تھیں۔ آپ ان سے ایک ماہ الگ رہے۔ یہ ان کے لیے سزا کے طور پر تھا جب جس چیز کا خاوند مالک نہ ہو اس کے مطالبہ پر عورت سزا کی مستحق ہوگی تو تنگی کے وقت علیحدگی کے مطالبہ بالاولی ظلم ہے جو لائق التفات نہ ہے۔

④ کہتے ہیں: اگر باوجود قدرت کے خرچ سے رک جانا ظلم ہے تو اس ظلم کو ختم کرنے کا ذریعہ اس کے مال کو بیچنا ہے تاکہ اس سے خرچ ہو یا اسے قید کیا جائے تا آنکہ وہ اس پر خرچ کرے۔ اس ظلم کو ختم کرنے کے لیے علیحدگی طے نہ ہوگی جب تک دیگر وسائل موجود ہوں گے۔ اگر یہ حالت ہو تو قاضی ان کے مابین علیحدگی نہ کروائے گا کیونکہ اللہ کو یہ علیحدگی خاوند کی طرف سے حلال کاموں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے ناپسند ہے حالانکہ وہ حق والا بھی ہے۔

قاضی اس پر کیسے مجبور کر سکتا ہے حالانکہ وہ اس کام کے لیے غیر متعین ہے اور ظلم کو ختم کرنے کا یہ واحد راستہ بھی نہ ہے۔ یہ سب تب ہے کہ وہ خرچ پر قادر ہو۔ اگر تنگدست ہو تو اس کی طرف سے ظلم نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو جو کچھ عطا کیا ہے اس سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے۔

شق نمبر ۵:

اگر خاوند غائب ہو اور غیبت قریب ہو۔ اگر اس کا مال ظاہر ہے اس کے مال سے خرچ کا حکم جاری ہوگا۔ اگر اس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اس کو معروف ذرائع سے نوٹس جاری کرے گا۔ اس کے لیے مدت مقرر کرے گا اگر وہ مال نہ بھیجے جس کو اس کی بیوی خود پر خرچ کر سکے یا اس پر خرچ کے لیے حاضر نہ ہو۔ مدت گزرنے کے بعد قاضی اس پر طلاق جاری کر دے گا اگر اس کی غیبت دور کی ہے جس تک پہنچنا آسان نہیں یا جگہ مجہول ہے یا کوئی خبر نہیں۔ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس کا مال نہ ہے جس سے بیوی خرچ کر لے۔ اس پر قاضی طلاق جاری کرے گا۔ اس شق کے احکام اس جیل والے قیدی پر بھی جاری ہوں گے جس کو خرچ میں تنگی ہو جائے۔

شق نمبر ۶:

خرچ نہ ہونے کی وجہ سے قاضی کا طلاق دینا رجعی ہوگا۔ خاوند کو اختیار ہے کہ جب اس کی خوشحالی ثابت ہو جائے' دوران عدت وہ خرچ کے لیے تیار ہو جائے تو وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ اگر اس کی خوشحالی ثابت نہ ہو اور نہ وہ خرچ کے لیے تیار ہو تو رجوع درست نہ ہوگا۔

ضرر پر طلاق دینا:

امام مالکؒ کا مذہب ہے کہ بیوی کو حق ہے کہ جب وہ خاوند کی طرف سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو ایسی تکلیف دینے کا دعویٰ کرے جس کے ہوتے ہوئے ان جیسوں کے مابین دوام عشرت ممکن نہ ہو تو وہ قاضی سے علیحدگی کا مطالبہ کر دے۔ مثلاً وہ اس کو مارتا ہے یا اس کو گالی دیتا ہے یا اس کو کسی بھی ایسے طریقہ سے ایذاء دیتا ہے کہ جو ایذاء قابل برداشت نہ ہے۔ یا وہ اس کو کسی قولی یا فعلی برائی پر مجبور کرے۔ اگر اس کا دعویٰ بیوی کی طرف سے گواہی یا خاوند کے اعتراف سے ثابت ہو جائے۔ اور ایذاء ان جیسوں کے دوامِ عشرت کے لیے نا قابل برداشت ہو۔ قاضی ان دونوں کے مابین اصلاح سے عاجز آ جائے تو قاضی عورت کو طلاق بائنہ جاری کر دے گا۔

اگر عورت گواہی سے عاجز آ جائے یا خاوند اقرار نہ کرے دعویٰ مسترد ہو جائے گا۔ اگر عورت بار بار شکایت کرے، علیحدگی کا مطالبہ کرے عدالت کے ہاں اس کے دعویٰ کی صداقت کا ثبوت نہ ہو۔ قاضی دو فیصلہ کنندہ مقرر کرے گا شرط یہ ہے کہ وہ دونوں مرد ہوں عادل اور سمجھدار ہوں ان کو ان دونوں کے حالات کا تجربہ ہو ان کے مابین اصلاح کی قدرت ہو اگر ممکن ہو تو اچھی بات یہ ہے کہ وہ ان دونوں کے اہل خانہ سے ہوں ورنہ کوئی اور بھی ہو سکتے ہیں۔

ان دونوں پر زوجین کے مابین جھگڑے کے اسباب معلوم کرنا ضروری ہے ان کے مابین بقدر امکان اصلاح ہو۔ اگر وہ دونوں اصلاح سے عاجز آ جائیں غلط رویہ زوجین کی طرف سے ہو یا خاوند کی طرف سے ہو یا حقائق واضح نہ ہو سکیں تو ان دونوں کے مابین طلاق بائنہ کے ساتھ علیحدگی قرار دی جائے گی۔ اگر غلط رویہ بیوی کا ہو تو علیحدگی طلاق کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ ان کے مابین خلع کے ساتھ ہوگی۔ اگر دونوں فیصلہ کرنے والے کسی رائے پر متفق نہ ہو سکیں قاضی ان دونوں کو دوبارہ جانچ پڑتال کا حکم دے گا۔ اگر پھر کسی رائے پر متعین نہ ہو سکیں تو وہ ان دونوں کی جگہ اور آدمی مقرر کرے گا۔ فیصلہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ جو رائے قائم کریں قاضی کو بتائیں۔ اس پر لازم ہے کہ وہ ان کا فیصلہ نافذ کر دے۔ اس سب کی دلیل اللہ پاک کا فرمان ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ [سورة النساء:۳۵]

''اور اگر تم ان دونوں کے درمیان جھگڑے سے تو ایک حکم مرد کے اہل سے اور ایک حکم عورت کے اہل سے بھیجو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں کو توفیق دے گا۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ [سورة البقرة : ۲۲۹]

''تو معروف طریقہ سے روکنا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑنا ہے۔''

امساک بمعروف تو نہ ہو سکا لہٰذا تسریح باحسان ہی طے ہو جائے گا جب کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''نہ تکلیف دینا اور نہ تکلیف لینا''۔ ۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۲۵ کی شق نمبر ۶ میں ہے: اگر عورت دعویٰ کرے کہ خاوند اس کو ایسی تکلیف پہنچاتا ہے جس کے ساتھ ان جیسوں کے مابین دوام عشرت ممکن نہ ہے۔ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ قاضی سے علیحدگی کا مطالبہ کر دے۔ اس حالت میں قاضی اس کو طلاق بائن دے گا بشرطیکہ ضرر اور ان دونوں کے مابین اصلاح سے عاجزی ثابت ہو جائے۔ اگر مطالبہ نامنظور ہو پھر شکایت بار بار آئے اور ضرر ثابت نہ ہو تو قاضی دو فیصلہ کرنے والے مقرر کرے گا اور ۷، ۸، ۹، ۱۰ اور ۱۱ شقوں میں آمدہ صورتوں کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

شق نمبر ۷:

دو فیصلہ کرنے والوں کے لیے شرط ہے کہ وہ دونوں زوجین کے اہل سے عادل مرد ہوں اگر ممکن ہو۔ ورنہ اور لوگوں میں سے جن کو ان دونوں کی حالت کا تجربہ ہو اور ان دونوں کے مابین اصلاح کی قدرت ہو۔

شق نمبر ۸:

دو فیصلہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ زوجین کے مابین جھگڑے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسباب پہچانیں۔ اصلاح میں وہ اپنی محنتیں صرف کریں۔ اگر کوئی متعین راہ ممکن ہو تو اس پر دونوں فیصلہ کردیں۔

شق نمبر ۹:

اگر دو فیصلہ کرنے والے اصلاح سے عاجز آجائیں برا رویہ خاوند کی طرف سے ہو یا دونوں کی طرف سے یا حالت جہالت ہے جس پر وہ دونوں متعین طلاق کے ساتھ علیحدگی کرتے ہیں تو وہ فیصلہ کریں گے۔

شق نمبر ۱۰:

اگر دو فیصلہ کرنے والے اختلاف کریں۔ قاضی ان دونوں کو دوبارہ تحقیق کا حکم دے گا۔ اگر ان دونوں کے مابین اختلاف جاری رہے تو فیصلہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور کو دے دیا جائے گا۔ دو فیصلہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ جو وہ قرار دیں قاضی کو بتائیں قاضی کو چاہیے کہ اس کے تقاضے کے مطابق فیصلہ کرے۔

خاوند کے غائب ہونے کی وجہ سے طلاق:

خاوند کے غائب ہونے کی وجہ سے طلاق امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مذہب ہے تاکہ عورت سے تکلیف دور کی جائے عورت کو حق ہے کہ جب اس کا خاوند غائب ہو تو وہ علیحدگی کا مطالبہ کرے گو کہ اس کا مال ہو جس سے اس پر خرچ کیا جائے لیکن شرط ہے کہ:

① خاوند کا اپنی بیوی سے غائب ہونا کسی ایسے عذر کی بنا پر نہ ہو جو قبول کیا جائے۔

② اس کو اس کے غائب رہنے سے تکلیف محسوس ہوتی ہو۔

③ اس کا غائب ہونا اس ملک میں نہ ہو جہاں وہ رہتی ہے۔

④ اس پر سال گزر جائے جس میں عورت تکلیف پاتی ہو۔

اگر خاوند کا اپنی بیوی سے غائب ہونا مقبول عذر کی بنیاد پر ہو مثلاً طلب علم کے لیے غائب ہے یا تجارتی مہارت کے لیے یا وہ ملک سے باہر ملازم ہے یا دور مقام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر فوج میں ہے تو اس پر علیحدگی کا مطالبہ جائز نہ ہے۔ اسی طرح اگر وہ اسی ملک میں غائب ہو جہاں وہ رہتی ہے عورت کو اپنے خاوند کی دوری کی تکلیف پر علیحدگی کے مطالبہ کا حق ہے صرف غائب ہونے پر نہیں۔ سال کا گزرنا ضروری ہے جس میں عورت تکلیف پائے اور تنہائی محسوس کرے اور اس کو اپنے نفس پر حرام کردہ امور میں مبتلا ہو جانے کا ڈر ہو۔ سال[1] کا اندازہ امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول سے ہے۔ ایک قول تین سال کا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک کم مدت جس کے بعد عورت علیحدگی کا مطالبہ کر سکتی ہے چھ ماہ ہے کیونکہ یہ وہ کم از کم مدت ہے جس میں عورت اپنے خاوند کے غائب رہنے پر صبر کر سکتی ہے جیسا کہ اس متعلق گزشتہ فصل میں گزرا ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا جواب بھی اس متعلق آیا ہے۔[2]

خاوند کے قید ہونے کی وجہ سے طلاق:

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ہاں جو باتیں اس بات میں داخل ہیں ان میں خاوند کی قید کی وجہ سے طلاق بھی ہے۔ کیونکہ اس کی قید بیوی کو تکلیف دے رہی ہے کہ وہ اس سے دور ہے۔ اگر جیل کا حکم تین یا اس سے زائد برسوں کا ہو اور فیصلہ بھی آخری ہو جو خاوند پر نافذ ہو گیا ہو۔ اس کی تاریخ نفاذ سے سال یا زائد گزر گیا ہو تو بیوی کو حق ہے کہ وہ قاضی سے علیحدگی کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ اس کی اس سے دوری کی وجہ سے تکلیف واقع ہوئی ہے۔ جب یہ ثابت ہو جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک قاضی اس کو طلاق بائن جاری کر دے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فسخ شمار ہو گا۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اس بنیاد پر قیدی، محبوس اور اس طرح کے لوگوں کی بیوی کے متعلق فتویٰ ہے جس کی دوری کی وجہ سے اس کی بیوی اس سے فائدہ نہ اٹھا

---

[1] سال سے مراد چاند کا سال ہے۔

[2] یہ بات پیچھے تفصیلاً گزر چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے۔ جیسے گم شدہ خبر کی بیوی کے متعلق فتویٰ پر اجماع ہے۔ قانون کی شق ''۱۲'' میں ہے اگر خاوند بلا عذر مقبول سال یا زائد عرصہ غائب رہے اس کی بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ قاضی سے طلاق بائن کا مطالبہ کرے اگر اسکی دوری سے وہ تکلیف پاتی ہے گو کہ مرد کا مال بھی ہو جس سے عورت خرچ کر سکتی ہو۔

شق نمبر ۱۳:

شق ''۱۳'' میں ہے اگر اس تک خطوط پہنچنا ممکن ہو قاضی اس کے لیے مدت مقرر کرے گا اسکو نوٹس جاری کرے گا کہ وہ اگر اس کے ساتھ رہ نہیں سکتا یا اسے اپنے پاس نہیں لے جا سکتا تو وہ اسے طلاق دے۔ اگر مدت گزر گئی اور اس نے یہ نہ کیا اور کوئی عذر مقبول ظاہر نہ کیا تو قاضی ان دونوں کے مابین طلاق بائنہ کے ساتھ علیحدگی کروا دے گا۔ اگر غائب تک خطوط پہنچنا ممکن نہ ہو تو قاضی اس پر بغیر نوٹس اور مدت مقرر کرنے کے طلاق جاری کرے گا۔

شق نمبر ۱۴:

جس عورت کے خاوند پر قید کا حتمی حکم تین سال سے زائد کا جاری ہو گیا ہو اس کو حق ہے کہ قید کا ایک سال گزرنے کے بعد وہ قاضی سے تکلیف کی وجہ سے طلاق بائن کا مطالبہ کرے گو کہ اس کا مال ہو جس سے وہ خرچ کر سکتی ہو۔ رہی عیب کی وجہ سے علیحدگی تو اس پر بات گزشتہ فصل میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلع

حیات زوجیت سکون' محبت' مہربانی' حسن معاشرت اور زوجین میں سے ہر ایک پر لازم حقوق کی ادائیگی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ناپسند کرتا ہے یا وہ اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہے اس حالت میں اسلام صبر اور برداشت کی تلقین کرتا ہے۔ وہ خیر خواہی سے علاج بتاتا ہے جو کہ ہوسکتا ہے کہ ناپسندیدگی کے اسباب سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾. [سورة النساء: ۱۹]

''اور تم عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو اگر تم ان کو ناپسند کرو تو قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت خیر کر دے۔''

صحیح حدیث میں ہے ''مومن مرد مؤمن عورت کو نہ مارے قریب ہے کہ اس کو اس کی ایک عادت بری لگے اور دوسری عادت اس کو اچھی لگے''۔ ❶ لیکن کبھی مرض بڑھتا جاتا ہے' جھگڑا شدید ہوتا ہے' علاج مشکل ہو جاتا ہے' صبر ختم ہو جاتا ہے۔ وہ کچھ ختم ہو جاتا ہے کہ جس سکون' محبت' مہربانی اور ادائے حقوق پر گھر کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ حیات زوجیت قابل اصلاح نہیں رہتی۔ اس وقت اسلام اس کے لیے علاج کی رخصت دیتا ہے جس کوئی چھٹکارہ نہ ہے۔ اگر ناپسندیدگی خاوند کی طرف سے ہے تو اس کے ہاتھ میں طلاق ہے وہ اس کے حقوق میں سے ایک حق ہے جو حدود اللہ نے مشروع کی ہیں ان میں استعمال کا اسے حق ہے۔ اور اگر ناپسندیدگی عورت کی طرف سے ہے تو اسلام نے اس کے لیے زوجیت سے چھٹکارہ پانے کے لیے خلع کا رستہ

❶ مسلم بن الحجاج' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۱ حدیث نمبر ۶۱ ۔ ۱۴۶۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباح کیا ہے کہ وہ خاوند کو وہ کچھ دے دے جو اس نے اس سے شادی کے نام پر لیا تا کہ اس کے ساتھ تعلق ختم ہو جائے۔ اسی متعلق اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ﴾. [سورة البقرة : ٢٢٩]

''اور تمہارے لئے حلال نہ ہے کہ جو تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو۔ الا یہ کہ وہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے۔ اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے تو تم پر حرج نہ ہے اس چیز میں جس کا عورت فدیہ دے۔''

خاوند کے فدیہ لینے میں عدل اور انصاف ہے کیونکہ اسی نے عورت کو مہر دیا۔ شادی اور زفاف کے اخراجات برداشت کیے اور اس پر خرچ کیا جب کہ عورت نے اس سب کا بدلہ نہ ماننے کا دیا اور علیحدگی کا مطالبہ کر دیا تو یہ انصاف ہے کہ وہ جو کچھ اس سے لے چکی اسے واپس کرے۔ اگر ناپسندیدگی ان دونوں کی طرف سے اکٹھی ہو۔ اگر خاوند علیحدگی کا مطالبہ کرے تو اس کے ہاتھ میں طلاق ہے اور اس پر اس کے اثرات لاگو ہوں گے۔ اگر بیوی علیحدگی کا مطالبہ کرے تو اس کے ہاتھ میں خلع ہے اور اس پر اس کے اثرات لازم آئیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ خلع زمانہ جاہلیت میں بھی واقع ہوا ہے کہ عامر بن الظرب نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بھتیجے عامر بن الحارث کے ساتھ کر دی۔ جب وہ اس کے پاس گئی اس سے نفرت کی اور اپنے باپ کو شکایت کی تو اس نے کہا میں تجھ پر تیری بیوی اور مال کی علیحدگی جمع نہ کروں گا۔ میں نے تیرا اس سے خلع اس مال پر کیا جو تو نے اس کو دیا تھا۔

خلع کی تعریف:

جس خلع کو اسلام نے مباح کیا ہے یہ خلع الثوب سے ماخوذ ہے یعنی جب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی اپنا لباس اتار دے۔ عورت مرد کا لباس اور مرد اس کا لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ . [سورة البقرة : ١٨٧]

''یعنی عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں جب کہ تم ان کے لیے لباس ہو''۔

اس کا نام فداء بھی ہے کہ کیونکہ عورت اپنے خاوند کو کچھ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑاتی ہے۔ فقہاء نے اس کی تعریف یوں کی ہے: ''مرد کا اپنی بیوی کو معاوضہ کے ساتھ الگ کرنا جو اس کو حاصل ہوگا''۔ اس میں بنیاد وہ روایت ہے جسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ کہا اے اللہ کے رسولؐ! میں اپنے خاوند پر اخلاق اور دین کا عیب نہیں لگاتی لیکن میں مسلمان ہو کر اس کی ناقدری کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اسے اس کا باغ واپس کرے گی؟ کہا جی ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو''۔ [1]

خلع کے الفاظ:

فقہاء کی رائے ہے کہ خلع کے لیے لفظ خلع یا اس سے مشتق لفظ ضروری ہے یا وہ لفظ جو اس کا معنی دے جیسے مبارات اور فدیہ ہے۔ اگر لفظ خلع نہ ہو یا اس کے معنی والا لفظ نہ ہو مثلاً وہ کہے تجھے اتنی رقم کے مقابل طلاق ہے۔ عورت نے اسے قبول کر لیا تو یہ ''مال پر طلاق'' ہوگی خلع نہ ہوگا۔ ابن القیمؒ نے اس رائے پر بحث کی ہے فرماتے ہیں: ''جو شخص معاملات کے حقائق اور ان کے مقاصد پر الفاظ کی بجائے نظر رکھتا ہے وہ خلع کو فسخ شمار کرتا ہے وہ کسی بھی لفظ کے ساتھ ہو حتی کہ بلفظ طلاق بھی''۔ اصحاب احمد کے ہاں دو میں سے ایک صورت یہ ہے۔ یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا پسندیدہ مذہب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ پھر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے

[1] محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ج۹ص ۳۹۵ حدیث نمبر۵۲۷۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں: جس نے الفاظ کا اعتبار کیا اور ان پر ٹھہر گیا معاملات میں ان کو معتبر جانا اس نے لفظ سے اسے طلاق قرار دیا۔

پھر ابن القیم رحمہ اللہ کی اس رائے کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں: فقہ کے قواعد اور اس کے اصول اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ معاملات میں خیال ان کے حقائق اور معانی کا رکھا جاتا ہے نہ کہ صورتوں اور الفاظ کا۔ اس پر جو دلائل ہیں ان میں سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو حکم دینا ہے کہ وہ خلع میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دے۔ اس کے ساتھ آپ نے عورت کو حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزارے۔ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ یہ فسخ ہے گو لفظ طلاق کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ پاک نے اس پر فدیہ کے احکام کو معلق کیا ہے کہ یہ فدیہ ہے۔ یہ معلوم ہے کہ فدیہ کسی لفظ کے ساتھ خاص نہیں ہوتا۔ اللہ پاک نے اس کے لیے کوئی معین لفظ بیان نہیں کیا۔ طلاق فدیہ ایک مقید طلاق ہے۔ یہ طلاق مطلق کے احکام کے تحت نہیں آسکتی جیسا کہ ثابت سنت کے مطابق یہ رجوع کے ثبوت اور تین قروء عدت گزارنے میں اس کے تحت داخل نہیں ہوا۔ ❶

خلع میں عوض:

جیسا کہ گزر چکا خلع مال کے مقابل ملکیت نکاح کے ازالہ کا نام ہے۔ خلع کے مفہوم میں عوض بنیادی جزء ہے۔ اگر عوض ثابت نہ ہو خلع ثابت نہ ہوگا۔ اگر خاوند نے اپنی بیوی کو کہا میں نے تجھے خلع دے دیا اور خاموش رہا یہ خلع نہ ہوگا۔ پھر اگر اس نے طلاق کی نیت کی تھی تو رجعی طلاق ہوگی۔ اگر اس نے کچھ نیت نہ کی تھی اس سے کچھ واقع نہ ہوگا کیونکہ یہ کنایہ کے الفاظ میں سے ہے جس (کی توضیح) کے لیے نیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

جس چیز کا مہر بننا جائز ہو اس کا خلع میں عوض بننا بھی جائز ہے:

شافعیہ کا مذہب ہے کہ خلع کے جواز میں اس بات فرق نہیں کہ خلع مہر پر کیا جائے یا

❶ زاد المعاد ج ۴ ص ۲۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعض حصہ پر یا مال پر۔ وہ مہر سے کم ہو یا زیادہ۔ اس میں عین دین[1] اور منفعت کا بھی فرق نہ ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ جس چیز کا مہر ہونا جائز ہو اس کا خلع میں عوض ہونا بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ [سورة البقرة: ٢٢٩]

''تو ان دونوں پر حرج نہ ہے اس چیز میں جو عورت فدیہ دے۔''

میں عموم ہے چونکہ یہ معاملہ مال کے ایک حصہ پر ہے تو نکاح کے مشابہ ہوگیا۔ خلع کے عوض میں شرط ہے کہ اس میں عوض کے تمام شرطیں پائی جائیں۔ وہ معلوم اور ملکیت کا مال ہے اس کو وصول کرنے کی قدرت ہو اور ملکیت برقرار رہے وغیرہ۔ کیونکہ خلع ایک معاوضہ کا معاملہ ہے تو یہ بیع اور مہر کے مشابہ ہوگیا یہ خلع صحیح کے متعلق درست رائے ہے۔ رہا خلع فاسد تو اس میں علم کی شرط نہ ہے۔ اگر مرد نے عورت سے خلع مجہول چیز پر کرلیا جیسے غیر معین کپڑا یا کسی جانور کا بوجھ۔ یا خلع شرط فاسد کے ساتھ کیا جیسے شرط کہ وہ اس پر خرچ نہ کرے گا اگر وہ حاملہ ہو یا اس عورت کو رہائش نہ ملے گی۔ یا خلع ایک ہزار پر کیا لیکن مدت ادائیگی مجہول ہے وغیرہ تو عورت مہر مثل کے ساتھ اس سے بائن ہوجائے گی۔

رہا علیحدگی کا حصول تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خلع یا فسخ ہے یا طلاق۔ اگر فسخ ہو تو عوض کے فساد سے نکاح فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح اس کا فسخ بھی کیونکہ فسخ عقود بتاتا ہے اگر وہ طلاق ہے تو طلاق بلاعوض ہوتی ہے اس کو مال کا حصول بلاعوض ہے تو یہ عوض کے فساد کے ساتھ بہتر جیسے نکاح ہے۔ بلکہ زیادہ ضروری ہے اس لیے بھی کہ طلاق کی قوت اور سرایت ہے۔ رہا مہر مثل کی طرف لوٹنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ فساد عوض کا مسئلہ دوسرے عوض کو لوٹاتا ہے تو بضع علیحدگی کے بعد نہیں لوٹایا جاسکتا لہٰذا اس کا بدل لوٹانا ضروری ہوگیا۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر اس کے مشابہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے کیونکہ جو کسی چیز میں رکن نہ ہو اس کے نامعلوم ہونے میں کوئی نقصان نہ ہے جیسے حق مہر ہے۔

---

[1] یعنی جو اصل ادا کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اگر مرد عورت سے اس چیز پر خلع کرے جو اس کی ہتھیلی میں ہے اور وہ معلوم نہ ہو تو عورت اس سے مہر مثل کے ساتھ بائن/ جدا ہو گی۔ اگر اس کی ہتھیلی میں کچھ نہ ہو تو ''الوسیط'' میں ہے کہ یہ طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ دوسروں نے جوان سے نقل کیا ہے'' وہ یہ ہے کہ یہ مہر مثل کے ساتھ بائن واقع ہو گی۔

رہے مالکی تو وہ کہتے ہیں کہ دھوکے/چھپی چیز پر خلع جائز ہے جیسے کسی گائے وغیرہ کے پیٹ کے بچہ پر۔ اگر حمل ضائع [1] ہو گیا تو مرد کے لیے کوئی چیز نہ ہے اور وہ اس سے بائن ہو جائے گی۔ غیر موصوف چیز کے ساتھ خلع جائز ہے اس پھل کے ساتھ بھی جس کا پکنا ظاہر نہیں ہوا۔ مرد کا بچہ اگر عورت نہ اٹھانے کی شرط کرے تو اس سے بھی اور حق مرد کے لیے منتقل ہو گا۔ اگر مرد عورت سے خلع حرام چیز کے ساتھ کرے مثلاً شراب یا چوری کی چیز جس کا علم ہو تو مرد کے لیے کچھ نہ ہے اور عورت اس سے بائن ہو جائے گی شراب بہادی جائے گی' چوری شدہ چیز اس کے مالک کو لوٹا دی جائے گی بیوی پر اس کے بدلہ میں کچھ لازم نہ آئے گا۔ کیونکہ خاوند کو اس کی حرمت کا علم تھا عورت کو تھا یا نہیں لیکن اگر عورت کو حرمت کا علم تھا مرد کو نہ تھا تو مرد پر خلع لازم نہ آئے گا۔

جو کچھ بیوی نے خاوند سے لیا خلع میں اس پر اضافہ:

جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ خاوند کے لیے جو کچھ اس نے بیوی کو دیا اس سے زیادہ لینا جائز ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾. [سورۃ البقرۃ: ۲۲۹]

''تو ان دونوں پر حرج نہ ہے اس چیز میں جو عورت فدیہ دے''۔

یہ عام ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے۔ امام بیہقیؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں: ''میری بہن ایک انصار آدمی کی بیوی تھی (اُن میں جھگڑا ہو گیا)۔ وہ دونوں اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو

---

[1] یہاں لفظ نفق ہے جس کا مطلب هلك ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا باغ واپس کرتی ہے؟ کہنے لگی میں اس سے زیادہ بھی دیتی ہوں اس نے اس کا باغ واپس کیا اور اس کو زیادہ بھی دیا''۔ (1) بعض علماء کی رائے ہے کہ خاوند کے لیے اس سے زیادہ لینا جائز نہ ہے جو وہ اس سے لے چکی تھی کیونکہ دار قطنی نے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ ابوالزبیر نے کہا اس نے اس کو مہر میں ایک باغ دیا تھا۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس کا باغ واپس کرے گی جو اس نے تجھ کو دیا؟

کہا جی ہاں اور مزید بھی۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا مزید تو نہیں بلکہ اس کا باغ کہا جی ہاں۔

اس مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے عموم کتاب اللہ کی احادیث احاد کے ساتھ تخصیص ہے جن کا مذہب ہے کہ عموم کتاب اللہ کی تخصیص احادیث احاد کے ساتھ نہیں ہو سکتی ان کی رائے اضافہ کے جواز کی ہے۔ ''بدایۃ المجتہد'' میں ہے فرماتے ہیں: جس نے ان معاملات کو دیگر عوضوں کے مشابہ کہا اس کی رائے ہے کہ اس میں اندازہ رضامندی کی طرف لوٹے گا۔ جس نے ظاہر حدیث کو لیا اس کے نزدیک زیادہ لینا جائز نہ ہے گویا اس کے خیال میں یہ مال کو ناحق لینے کے باب سے ہے۔

بلاضرورت خلع:

خلع تب ہی جائز ہے جب کوئی ایسا سبب ہو جو اس کا تقاضا کرے مثلاً مرد کے جسم میں کوئی عیب ہو یا اس کے اخلاق میں کوئی برائی ہو یا وہ بیوی کا حق ادا نہ کرتا ہو عورت اس بات سے ڈرے کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھے گی یعنی جو اس پر حسن صحبت اور اچھی معاشرت لازم ہے جیسا کہ آیت کا ظاہر بھی ہے۔ اگر یہاں اس کا تقاضا کرنے والا کوئی سبب نہ ہو تو یہ ممنوع ہے۔ احمد اور نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''خلع کرنے والیاں منافق ہوتی ہیں''۔ (2)

علماء کی رائے اس کی کراہت کی ہے۔

---

(1) علمائے حدیث کی رائے ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(2) سنن نسائی۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج ۲ ص ۲۱۱ حدیث نمبر ۳۲۹۰۔ ۱۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلع زوجین کی رضامندی سے:

خلع خاوند اور بیوی کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ اگر دونوں کی طرف سے رضامندی مکمل نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ خاوند پر خلع لازم کرے کیونکہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے اپنا معاملہ نبی مکرم ﷺ تک پہنچایا۔ آپ نے اس پر لازم کیا کہ وہ باغ قبول کر لے اور طلاق دے جیسا کہ حدیث میں گزر چکا۔ [1]

خلع میں بیوی کی طرف سے جھگڑا کافی ہے:

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس موضوع کی احادیث کا ظاہر یہ ہے کہ عورت کی طرف سے محض جھگڑے کا وجود خلع کے جواز میں کافی ہے۔ ابن المنذر نے یہ اختیار کیا ہے کہ یہ جائز نہیں جب تک ان دونوں کی طرف سے جھگڑا واقع نہ ہو انہوں نے آیت کے ظاہر کو اپنایا ہے یہی قول طاؤس، شعبی اور تابعین کی ایک جماعت کا ہے۔ اس کا جواب ایک جماعت نے دیا ہے جن میں طبری بھی ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جب وہ خاوند کے حقوق ادا نہ کرتی ہو۔ یہ خاوند کے لیے اس پر بغض کا متقاضی ہو گا تو اس پر مخالفت اسی لیے منسوب کی گئی ہے اس میں خاوند کی طرف سے عدم اعتبار کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ نہ پوچھا کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو جب عورت نے بتایا تھا کہ میں اس کو ناپسند کرتی ہوں۔

بیوی کے ساتھ برا سلوک حرام ہے تاکہ وہ خلع لے:

مرد پر حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی کے بعض حقوق روک کر اس کو ایذاء دے حتیٰ کہ وہ مجبور ہو جائے اور اپنے لیے خلع لے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو خلع باطل اور معاوضہ واپس ہو گا۔ اگرچہ اس کا فیصلہ عدالت نے کیا ہو۔ یہ اس لیے حرام ہے تاکہ عورت پر خاوند سے جدائی اور مالی تاوان اکٹھے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] حوالہ ابھی گزرا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْهًا وَّ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا آتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ﴾ . [سورة النساء : ١٩]

''مومنو! تمہارے لئے حلال نہ ہے کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بنو اور ان کو نہ روکو تاکہ تم بعض وہ لے جاؤ جو ہم نے ان کو دیا الا یہ کہ وہ واضح بے حیائی کو آئیں۔''

اور اللہ پاک نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّکَانَ زَوْجٍ وَّ آتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾ [سورة النساء : ٢٠]

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کو بدلنا چاہو اور تم نے ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دیا ہو تو تم ان سے اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان اور واضح گناہ کے طور پر۔''

بعض علماء کی رائے میں اس حال میں خُلع نافذ ہو جائے گا لیکن علیحدگی کی حرمت ساتھ ہوگی۔ امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ خلع اس طور پر نافذ ہوگا کہ وہ طلاق ہے اور خاوند پر لازم ہوگا کہ جو معاوضہ وہ بیوی سے لے چکا اسے واپس کرے۔

طہر اور حیض میں خلع کا جواز:

خلع طہر اور حیض دونوں میں جائز ہے۔ اس کا وقوع کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہے کیونکہ اللہ پاک نے اس کو مطلق رکھا اور کسی وقت کی بجائے دوسرے کے ساتھ مقید نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ . [سورة البقرة : ٢٢٩]

''تو ان دونوں پر حرج نہ ہے اس چیز میں جو عورت فدیہ دے۔''

رسول کریم ﷺ نے بھی حضرت ثابت بن قیس کی بیوی [1] کے خلع کی نسبت حکم مطلق رکھا۔

[1] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ج ۹ ص ۳۵۹ حدیث نمبر ۵۲۷۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے سوال اور بحث نہ کی کہ بیوی کی حالت کیا ہے۔ اور حیض کا وجود عورتوں کی نسبت کوئی نادر چیز نہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احوال کے فیصلوں میں طلب تفصیل کو ترک کرنا قیام احتمال کے باوجود بھی بات کے عموم کے درجہ میں اتر آتا ہے۔ [1] نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل طلب نہ کی وہ حائض ہے یا نہیں؟ حیض میں جس کی ممانعت ہے وہ طلاق ہے تاکہ عورت کی عدت لمبی نہ ہو جائے یہاں اس نے جب علیحدگی کا مطالبہ کیا اپنے لیے خلع لیا اور لمبی مدت پر راضی ہوگئی۔

خاوند اور کسی اجنبی کے درمیان خلع:

یہ جائز ہے کہ اتفاق سے کوئی شخص خاوند کو ملے اور کہے کہ اپنی بیوی سے خلع کرو۔ یہ اجنبی شخص وعدہ دے کہ وہ خاوند کو خلع کا معاوضہ دے گا۔ علیحدگی ہو جائے گی اس اجنبی پر لازم آئے گا کہ وہ خاوند کو معاوضہ ادا کرے۔ اس صورت میں خلع بیوی کی رضا پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ خاوند بذات خود بغیر بیوی کی رضا کے وقوع الطلاق کا حق رکھتا ہے جب کہ معاوضہ اس پر لازم ہے جس نے اس کا ذمہ لیا ہے۔ ابوثور کہتے ہیں یہ درست نہ ہے کیونکہ وہ بیوقوف ہوا اس لئے وہ معاوضہ اس چیز کے مقابل خرچ کر رہا ہے جس میں اس کے لیے کچھ نفع نہ ہے کہ اس کو ملکیت حاصل نہ ہے۔

بعض علماء مالکیہ نے اسے اس بات کے ساتھ مقید کیا ہے کہ اس کا مقصد کسی فائدہ کا حصول یا نقصان کو دور کرنا ہو۔ اگر اس کا مقصد بیوی کو تکلیف دینا ہے تو درست نہ ہوگا۔ ''مواہب الجلیل'' میں ہے کہ ''مناسب ہے کہ اس مذہب کو اس بات سے مقید کیا جائے کہ اگر اجنبی کا اس کو خاوند پر لازم کرنا حصول فائدہ یا نقصان دور کرنے کے لیے ہو جو اس اجنبی پر لوٹتا ہے جس کا مقصد عورت کو تکلیف دینا نہ ہو''۔

رہا وہ کچھ جو آج کل ہمارے ملک کے لوگ کر رہے ہیں کہ اجنبی اس کو لازم کرتا ہے اس کا مقصد صرف اس خرچہ کو ساقط کرنا ہوتا ہے جو مطلقہ کے لیے عدت میں

---

[1] یہ اصول کا مشہور قاعدہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق دینے والے پر لازم آتا ہے تو مناسب نہیں کہ شروع میں منع میں اختلاف ہو لیکن اس کے وقوع کے بعد طلاق دینے والے کا اس سے نفع اٹھانا محل نظر ہے۔

خلع عورت کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے:

جمہور جن میں ائمہ اربعہ بھی ہیں کا مذہب ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی کو خلع دیا وہ اپنے نفس کی مالک ہوگئی۔ اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور مرد کو اس پر رجوع کا حق نہ ہوگا کیونکہ اس نے زوجیت سے چھٹکارہ پانے کے لیے مال خرچ کیا اگر وہ رجوع کا حق پاتا ہے تو عورت نے اس سے علیحدگی کے لیے جو مال دیا اس کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوا حتی کہ جو اس نے عورت سے لیا وہ واپس بھی کر دے عورت قبول کرلے تو بھی اس کو عدت میں رجوع کا حق نہ ہوگا کیونکہ نفس خلع سے وہ اس سے بائن ہوچکی۔ ابن المسیب اور زہری سے مروی ہے کہ اگر وہ اس سے رجوع کرنا چاہتا ہے جو کچھ اس نے عورت سے لیا وہ عدت میں واپس کرے اور اپنے رجوع پر گواہی رکھے۔

تمیز کر سکنے والی چھوٹی کا خلع: [1]

احناف کا مذہب ہے کہ اگر بیوی چھوٹی اور ممیزہ ہو وہ اپنے خاوند سے خلع لے۔ اس پر طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اس پر مال لازم نہ آئے گا۔ رہا وقوع طلاق تو اس لیے کہ خاوند کی عبارت کا معنی طلاق کو اس کے قبول پر معلق کرنا ہے۔ تعلیق درست ہوگئی کیونکہ یہ اس کے حق دار کی طرف سے جاری ہوئی تھی۔ معلق علیہ کی صورت اس کا اس کی طرف سے قبول ہے جو اس کا اہل ہو کیونکہ قبول کی اہلیت تمیز سے ہوتی ہے۔ لڑکی یہاں صغیرہ ممیزہ ہے تو معلق علیہ پایا گیا لہٰذا طلاق معلق واقع ہوگئی۔ رہا عدم لزوم مال تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صغیرہ ہے جو خرچ کی اہلیت نہیں رکھتی کیونکہ خرچ کی اہلیت میں عقل اور بلوغ شرط ہیں نیز کسی مرض یا بیوقوفی کی وجہ سے اس پر کاروبار کی پابندی نہ ہو۔ رہا یہ کہ طلاق رجعی ہوگی تو اس لیے کہ جب مال لازم آنا درست نہ ہوا تو یہ خالی طلاق ہوگئی [2]

---

[1] دیکھیے احکام احوال الشخصیۃ۔ [2] خلع نہ ہوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے مقابل مال سے کوئی چیز نہ ہے تو یہ رجعی واقع ہوگی۔

صغیر غیر ممیّزہ کا خلع:

رہی وہ چھوٹی جو غیر ممیزہ ہو تو اس کا خلع بالکل طلاق واقع نہیں ہوتا کیونکہ معلق علیہ موجود نہ ہے وہ اس کی طرف سے قبول ہے جو اس کا اہل ہو۔

حجر کی گئی عورت کا خلع:

کہتے ہیں اگر بیوی پر پابندی بیوقوفی کی وجہ سے لگائی گئی ہو۔ اس کا خاوند اس سے مال پر خلع کرلے۔ عورت قبول کرلے اس پر مال لازم نہ آئے گا اس پر طلاق رجعی واقع ہوگی صغیر ممیزہ کی طرح کیونکہ یہ خرچ کی اہل نہ ہے بلکہ قبول کی اہل ہے۔

صغیرہ کے ولی اور اس کے خاوند کے مابین خلع:

اگر خلع صغیرہ کے ولی اور اس کے خاوند کے مابین جاری ہو کہ صغیرہ کا خاوند اس کے باپ کو کہے میں نے تیری بیٹی کو اس کے مہر پر خلع دیا یا اس کے مال سے سو پاؤنڈ پر۔ باپ اس کے لیے معاوضہ کا ضامن نہ بنا اور کہا: میں نے قبول کیا۔ اس کو طلاق ہو جائے گی اور اس پر اور اس کے باپ پر مال دینا لازم نہ آئے گا۔ رہا طلاق کا وقوع تو اس لیے کہ طلاق معلّق کا جب معلّق علیہ پایا جائے وہ واقع ہو جاتی ہے اور وہ یہاں باپ کا قبول کرنا ہے جو یہاں پایا گیا ہے۔ رہا مال کا لازم نہ آنا تو اس لیے کہ وہ ابھی خرچ کا لزوم اٹھانے کی اہل نہیں ہوئی۔

رہا اس باپ پر مال کا لازم نہ آنا تو اس لیے کہ اس نے اس کو لازم کرنے کی ذمہ داری نہ لی تھی۔ اپنے ذمہ نہ لینے سے لازم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اگر وہ ذمہ داری لیتا تو اس پر لازم آتا۔ ایک قول ہے کہ اس حال میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ معلّق علیہ معاوضہ دینے کو قبول کرنا ہے اور وہ ثابت نہیں ہوا۔ یہ قول ظاہر ہے لیکن عمل پہلے قول پر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریضہ کا خلع:

اس بات پر علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرض الموت والی مریضہ کا خلع جائز ہے۔ اس کو اپنے خاوند سے خلع لینے کا حق صحیحہ کی طرح پورا پورا ہے۔ ہاں ان کا اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ مقدار کتنی ہو جو وہ خاوند پر خرچ کرے گی۔ اس ڈر سے کہ وہ شوق رکھے کہ خاوند کو وارثوں کے حساب پر زیادتی دے۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ضروری ہے کہ وہ اس کی اس میراث کے بقدر ہو اگر عورت سے اس کی وراثت سے زیادہ ہو تو زیادہ حرام ہے اس کو واپس کرنا لازم ہے۔ طلاق نافذ ہو جائے گی اور ان دونوں کے درمیان وراثت نہ ہوگی اگر خاوند صحیح ہو۔ حنبلیوں کی نزدیک اسی طرح ہے جو مالک کے نزدیک ہے کہ اگر عورت نے اس سے خلع اس کی خود سے وراثت پر یا اس سے کم پر لیا تو درست ہے اور اس میں رجوع نہیں ہے اور اگر اس نے خلع زیادہ پر لیا تو یہ زیادہ باطل ہو جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اس نے خلع مہر مثل کی مقدار پر لیا تو جائز ہے اگر اس پر زیادہ کیا تو یہ زیادہ ثلث سے ہوگا اور دیا ہوا اضافی مال شمار ہوگا۔ رہے احناف تو انہوں نے اس کے خلع کو اس شرط پر درست کہا ہے کہ وہ جو ملکیت رکھتی ہے اس کے ثلث/تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ وہ اس کو اضافی مال دے رہی ہے۔ مرض موت میں ایسا کرنا وصیت ہے۔ وصیت ایک تہائی سے ہی اجنبی کے لیے نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔ خاوند خلع سے اجنبی ہو چکا۔ وہ کہتے ہیں: اگر یہ خلع لینے والی مریضہ وفات پا گئی جب کہ وہ عدت میں تھی اس کا خاوند ان امور میں سے کم تر کے علاوہ کسی چیز کا مستحق نہ ہوگا وہ امور یہ ہیں:

① خلع کا معاوضہ۔

② اس کے ترکہ کا ثلث/تہائی

③ اس سے اس کی وراثت۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ زوجہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنی مرض موت میں موافقت کرتی ہے اور اس کے لیے خلع کے معاوضہ کو زیادہ مقرر کر دیتی ہے جو اس سے زیادہ ہے جس کا وہ وراثت سے حق دار ہوتا ہے تو عورت کے وارثوں کے حقوق کی احتیاط کے لیے اور موافقت کیے گئے مقصد کو رد کرنے کے لیے ہم نے کہا کہ اگر وہ مرگئی تو وہ تین چیزوں میں سے کم تر کے سوا کچھ نہ لے گا۔ اگر وہ اپنی بیماری سے ٹھیک ہوگئی اور اس سے نہ مری تو مرد کو مقرر کیا گیا تمام معاوضہ لینے کا حق ہے کیونکہ یہ بات واضح ہوگئی کہ عورت کا تصرف مرض موت میں نہ تھا۔

اگر وہ اپنی عدت گزارنے کے بعد مرگئی تو خاوند کو اتفاق کیا گیا معاوضہ ملے گا شرط یہ ہے کہ وہ اس کے ترکہ کی تہائی سے زیادہ نہ ہو کیونکہ یہ وصیت کے حکم میں ہے۔ جس پر اب عدالتوں میں عمل ہے یعنی ۱۹۴۶ء کے قانون وصیت جاری ہونے کے بعد وہ یہ ہے کہ خاوند کے لیے خلع کے معاوضہ سے کم تر ہے اور اس کے ترکہ کی تہائی سے بھی جو بیوی پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ اس کی وفات عدت میں ہوئی ہو یا اس کے ختم ہونے کے بعد۔ جب کہ اس قانون نے وارث کے لیے وصیت کو جائز کر دیا ہے۔ اور غیر وارث کے لیے بھی۔[1] اس میں نص ہے کہ یہ وصیت نافذ ہوگی جب کہ تہائی سے زیادہ کی نہ ہو یہ کسی کی اجازت پر موقوف بھی نہ ہوگی۔ اس بنیاد پر یہاں اس کے خاوند پر اس کے حصہ پر زیادتی لازم کرنا اور اس کو اس سے روکنے کی حاجت بھی نہیں۔

کیا خلع طلاق ہے یا فسخ؟:

جمہور علماء کا مذہب ہے کہ خلع طلاق بائن ہے کیونکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان گزر چکا کہ ''باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو'' اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فسخ اکثر خاوند سے علیحدگی کا تقاضا کرتا ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہوتا جب کہ یہ اختیار کی طرف لوٹتا ہے لہٰذا یہ فسخ نہیں ہے۔ بعض علماء کا مذہب ہے جن میں صحابہؓ میں سے

[1] صحیح حدیث شریف میں ہے کہ ''وارث کے لیے وصیت نہیں''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباسؓ، عثمانؓ اور ابن عمرؓ جب کہ فقہاء میں احمد اور داؤد ہیں کہ یہ فسخ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طلاق کا ذکر کیا فرمایا: ''الطلاق مرتان'' پھر فدیہ ذکر کیا اور پھر فرمایا:

﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾۔

''تو اگر وہ اس کو طلاق دے وہ اس کے لئے اس کے بعد حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے شادی کر لے۔ [سورۃ البقرۃ: ۲۳۰]

اگر فدیہ دے کر الگ ہونا (یعنی خلع) طلاق ہوتا تو یہ وہ طلاق ہوتا جس میں عورت اس کے لیے شادی کے بعد ہی حلال ہوسکتی ہے وہ گویا چوتھی طلاق ہوتی ہے یہ اس بات کو بھی جائز بتاتے ہیں کہ فسخ باہم رضامندی سے ہوتا ہے بیع کے فسخ پر قیاس کرتے ہوئے جیسے اقالہ کی بیع ہے۔ [1] ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بات کی دلیل کہ یہ طلاق نہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے طلاق بعد الدخول جس کی تعداد پوری نہ ہوئی ہو اس پر تین احکام لاگو کیے ہیں وہ سب خلع کے منافی ہیں۔

اول: خاوند کو اس میں رجوع کا زیادہ حق ہوتا ہے۔

ثانی: اس کا تین سے حساب کیا جاتا ہے۔ تعداد پوری ہونے کے بعد عورت حلال نہیں ہوتی الا یہ کہ خاوند داخل ہو اور اس تک پہنچے بھی۔

ثالث: اس کی عدت تین حیض ہے۔

جب کہ نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ خلع میں رجوع نہ ہے۔ سنت اور اقوال صحابہؓ سے ثابت ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہے۔ اور سنت سے دو طلاقوں کے بعد بھی اس کا جواز ثابت ہے اور اس کے بعد تیسری کا وقوع ہے یہاں بات بہت واضح ہو رہی ہے کہ یہ طلاق نہ ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ طلاق کی عدت گزرنے میں ظاہر ہوتا ہے جس کا خیال ہے کہ یہ طلاق ہے وہ اس کو طلاق بائن شمار کرتا ہے جس کے خیال میں یہ فسخ ہے وہ اس کو شمار نہیں کرتا۔ جس نے اپنی عورت کو دو طلاقیں دیں پھر

---

[1] بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو خلع دیا پھر اس سے شادی کا ارادہ کیا اس کے لیے یہ جائز ہے گو کہ عورت نے کسی اور خاوند سے شادی نہ کی ہو کیونکہ اس کے لیے دو طلاقوں کے علاوہ کچھ نہ ہے جب کہ خلع لغو ہے۔ جس نے خلع کو طلاق قرار دیا وہ کہتا ہے کہ اس مرد کے لیے اس عورت کی طرف لوٹ آنا جائز نہ ہے حتی کہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح کرے کیونکہ خلع سے تین طلاقیں مکمل ہو گئیں۔ ❶

کیا خلع والی کو طلاق لاحق ہوتی ہے؟ ❶

خلع والی کو طلاق لاحق نہیں ہوتی ہم خلع کو طلاق کہہ لیں یا فسخ۔ یہ دونوں عورت کو اس کے خاوند سے اجنبی کر دیتے ہیں جب وہ اس سے اجنبی ہو گئی تو اس کو طلاق لاحق نہ ہو گی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خلع والی کو طلاق لاحق ہوتی ہے اسی لیے ان کے نزدیک جائز نہ ہے کہ آدمی مبتوتہ طلاق والی عورت کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح کرے۔

www.KitaboSunnat.com

خلع والی کی عدت:

سنت سے ثابت ہے کہ خلع والی ایک حیض عدت گزارے گی۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا:

> ”جو کچھ تیرا اس پر ہے وہ لے لے اور اس کا راستہ چھوڑ دے۔ کہا جی ہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو حکم فرمایا کہ وہ ایک حیض عدت گزارے اور اپنے اہل خانہ کو جا ملے“۔ [نسائی باسناد رجال ثقات]

یہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے دو روایتوں میں سے اصح یہ ہے۔ یہ اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے۔ اسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں جس نے اس قول پر نظر ڈالی وہ اسے قواعد شریعت کے

---

❶ خطابی فرماتے ہیں یہ ان لوگوں کی بہت قوی دلیل ہے جو کہتے ہیں کو خلع فسخ ہے طلاق نہ ہے کیونکہ اگر یہ طلاق ہو تو ایک حیض عدت کافی نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقاضوں کے مطابق پائے گا۔ عدت تو اس لئے تین حیض مقرر کی گئی ہے تاکہ رجوع کا زمانہ طویل ہو جائے۔ آدمی سوچے اور مدت عدت میں رجوع ممکن ہو۔ اگر اس پر رجوع نہ ہو تو مقصود اس کے رحم کے حمل سے برائت ہے۔ جب کہ اس میں استبراء کی طرح ایک حیض کافی ہے۔

ابن القیمؒ فرماتے ہیں: یہ مذہب امیر المومنین عثمان بن عفان' عبداللہ بن عمر' ربیع بنت معوذ اور ان کے چچا کا ہے جو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ یہ جو چار صحابہؓ ہیں ان کا ان میں سے کوئی مخالف نہ جانا گیا ہے جیسا کہ اسے لیث بن سعد نے نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ سے سنا وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بتا رہی تھیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں اپنے خاوند سے خلع لیا۔ ان کا چچا حضرت عثمانؓ کے پاس گیا۔ کہا معوذ کی بیٹی نے آج اپنے خاوند سے خلع لیا ہے۔ کیا وہ منتقل ہو سکتی ہے؟

حضرت عثمانؓ نے فرمایا وہ منتقل ہو جائے اور ان دونوں کے مابین وراثت نہ ہوگی اور اس پر عدت نہ ہوگی الا یہ کہ وہ نکاح نہیں کر سکتی جب تک ایک حیض نہ گزارے۔ اس اندیشہ سے کہ اس کو حمل ہو تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: عثمانؓ ہم سے بہتر اور ہم سے بڑے عالم ہیں۔ ابو جعفر النحاس سے کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں منقول ہے کہ یہ صحابہؓ کی طرف سے اجماع ہے۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اگر خلع والی کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔

مرد کی بے رغبتی:

اگر عورت مرد کی بے رغبتی اور خود اس کے اعراض کا اندیشہ رکھے اپنی بیماری کی وجہ سے یا بڑی عمر کی وجہ سے یا چہرے کی بدصورتی کی وجہ سے ان دونوں پر حرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں گو کہ صلح میں عورت کو اپنے کچھ حقوق اپنے خاوند کو راضی کرنے کے لیے چھوڑنے پڑیں کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَآ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا وَّالصُّلْحُ خَیْرٌ﴾. [سورة النساء: ۱۲۸]

''اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے نافرمانی اور بے رغبتی سے ڈرے تو ان دونوں پر حرج نہ ہے کہ وہ اس میں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے۔''

بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے وہ اس آیت کے متعلق فرماتی ہیں:

''وہ ایسی عورت ہے جو مرد کے پاس ہے وہ اس سے زیادہ تعلق نہیں چاہتا ہے۔ وہ اس کی طلاق کا ارادہ رکھتا ہے اور اس پر شادی کرنا چاہتا ہے۔ عورت اسے کہہ دے: تو مجھے اپنے پاس رکھ' مجھے طلاق نہ دے' میرے علاوہ اور سے بھی بھی شادی کرلے' تو مجھ پر خرچ اور باری کی تقسیم میں بھی آزاد ہے''۔ ❶

ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ کی جب عمر زیادہ ہوگئی اور انہیں اندیشہ❷ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں چھوڑ دیں گے۔ کہنے لگیں یارسول اللہ ﷺ! میرا دن عائشہ کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قبول کرلیا کہتی ہیں اللہ جل ثناءہ نے اس اور ان جیسیوں کے متعلق یہ آیت اتاری:

﴿وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾. ❸

''اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے نافرمانی اور بے رغبتی سے ڈرے۔''

وہ ایسی عورت ہے جو مرد کے پاس ہے وہ اس سے زیادہ تعلق نہیں چاہتا ہے۔

المغنی والے فرماتے: اگر عورت اس سے مصالحت کرلے اپنی باری یا خرچہ میں سے کچھ چھوڑنے پر یا ان سب پر جائز ہے اگر لوٹ آئے تو اسے یہ ملے گا۔ امام

---

❶ صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۱۳ حدیث نمبر ۵۲۱۲۔

❷ فرقت کا مطلب خافت ہے۔

❸ دیکھیے تفسیر الجامع لاحکام القرآن' از قرطبی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد رحمۃ اللہ علیہ اس مرد کے متعلق فرماتے ہیں جو اپنی بیوی سے غائب ہوتا ہے اسے کہتا ہے اگر تو اس پر خوش ہے تو درست ورنہ تو بہتر جانتی ہے۔ وہ کہتی ہے میں راضی ہوگئی تو یہ جائز ہے اگر چاہے تو لوٹ آئے۔

زوجین کے مابین جھگڑا:

اگر زوجین میں جھگڑا پڑ جائے' دشمنی سخت ہو جائے' علیحدگی کا ڈر پیدا ہو جائے۔ حیات زوجیت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ حاکم دو فیصلہ کنندہ مقرر کرے گا جو ان کے معاملے پر غور کریں۔ حیات زوجیت کو باقی رکھنے یا ختم کرنے میں جس میں فائدہ ہو فیصلہ کر دیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا﴾ [سورة النساء:٣٥]

''اور اگر تم ان دونوں کے مابین جھگڑے سے ڈرو تو ایک حکم مرد کے اہل سے اور ایک حکم عورت کے اہل سے مقرر کرو''۔

شرط یہ ہے کہ دونوں فیصلہ کنندہ عاقل' بالغ' عادل اور مسلمان ہوں۔ ان دونوں کے اہل خانہ سے ہونا کوئی شرط نہیں۔ اگر وہ دونوں ان کے اہل سے نہ ہوں تو بھی جائز ہے۔ آیت میں حکم استحباب کے لیے ہے کیونکہ وہ دونوں اپنی جانب باریک بین ہوں گے اور جو کچھ ہو رہا ہے اسے بہتر جانتے ہوں گے۔ دوسروں کی نسبت حالات کا بہتر علم رکھتے ہوں گے۔ دونوں فیصلہ کرنے والوں کو چاہیے کہ شادی کو باقی رکھنے یا ختم کرنے میں سے وہ فیصلہ کریں جس میں فائدہ ہو۔ زوجین کی رضامندی یا ان کے مؤکل ہونے کو نہ دیکھیں۔ یہ رائے حضرت علی' ابن عباس' ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن' شعبی' نخعی' سعید بن جبیر' مالک' اوزاعی' اسحاق اور ابن المنذر کی ہے۔ اس متعلق گزشتہ [1] فصل میں بات گزر چکی ہے۔

---

[1] رہی عورت کی نافرمانی تو اس پر بات ''تادیب الرجل زوجتہ'' کی فصل میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہار

ظہار کی تعریف:

ظہار ظہر سے مشتق ہے وہ مرد کا اپنی بیوی کو یہ کہنا ہے کہ ''تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے''۔ الفتح والے فرماتے ہیں ''دیگر اعضاء کی بجائے ظہر/ پشت سے اس لیے خاص کیا گیا ہے کیونکہ یہی عموماً سواری کی جگہ ہوتی ہے اسی لیے سواری کو ظہر کہتے ہیں' عورت کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ مرد کی سواری ہے''۔ ظہار جاہلیت میں طلاق ہوتی تھی اسلام نے اس حکم کو باطل کر دیا۔ اور ظہار کو عورت کو حرام کرنے والا بنا دیا جب تک اس کا خاوند کفارہ نہ دے۔ اگر آدمی نے ظہار کیا ارادہ طلاق کا ہو تو ظہار ہوگا۔ اور اگر طلاق دی ارادہ ظہار کا ہو تو طلاق ہوگی۔ اگر اپنی بیوی کو کہے کہ ''تو مجھ پر میری ماں کی ظہر کی طرح ہے'' اس کا ارادہ طلاق کا ہو تو طلاق نہیں ہوگی یہ ظہار ہوگا جس سے عورت کو طلاق نہیں ہوتی۔ ابن القیمؒ فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہار جاہلیت میں طلاق تھا وہ حکم منسوخ ہوگیا اب جائز نہیں کہ اسے منسوخ حکم کی طرف لوٹایا جائے۔ اسی طرح حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اس سے مراد طلاق ہی لی تھی جس پر عمل تھا لیکن اس پر طلاق کی بجائے ظہار کا حکم جاری کیا گیا اسی طرح یہ بھی اپنے حکم میں صریح ہے اب یہ جائز نہیں کہ اسے کنایۃً اس حکم میں لے جایا جائے جسے اللہ نے اپنی شرع سے حرام کر دیا ہے اللہ کا فیصلہ ہی زیادہ حق والا ہے اور اللہ کا حکم ہی زیادہ واجب ہونے والا ہے۔ انتہیٰ۔

علماء نے اس کی حرمت پر اجماع بیان کیا ہے لہٰذا اس کا اقدام جائز نہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴾ . [سورة المجادلة : ۲]

''جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہ ہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے بے شک وہ جھوٹی اور بری بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔''

اس کی اصل وہ ہے جو سنت میں ثابت ہے کہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا۔ یہی وہ عورت ہے جس نے اس متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا۔ اس نے اللہ سے شکایت کی۔ اللہ نے اس کی شکایت سات آسمانوں کے اوپر سے سنی۔ کہتی ہے اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اوس بن صامت نے مجھ سے شادی کی جب کہ میں جوان تھی مجھ میں رغبت کی جاتی تھی۔ جب میری عمر گزر گئی میرے بہت سے بچے ہو گئے اس نے مجھے اپنے ہاں ایک لونڈی کی طرح کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا: ''میرے پاس تیرے معاملے میں کچھ نہ ہے''۔ وہ کہنے لگی: اے اللہ میں تیری طرف شکایت کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ہے وہ کہتی ہے میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر وہ انہیں اپنے پاس رکھتا ہے تو ضائع ہوں گے اور اگر میں انہیں اپنے پاس رکھتی ہوں تو بھوکے رہیں گے تو قرآن نازل ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس اللہ کی تعریف ہے جس کا سننا آوازوں پر وسیع ہے خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا آئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرنے لگی میں گھر کے کونے میں تھی مجھ پر اس کی بعض باتیں مخفی رہتی تھیں اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴾ . [سورة المجادلة:۱]

''تحقیق اللہ نے اس عورت کی بات کو سن لیا جو آپ سے اپنے خاوند کے متعلق جھگڑتی تھی اور وہ اس کی طرف شکایت کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سنتا تھا بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: وہ دو ماہ مسلسل روزے رکھے۔ کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ! وہ بوڑھا بزرگ ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ فرمایا: وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ کہنے لگی اس کے پاس کچھ نہیں کہ وہ صدقہ کرے۔ فرمایا: میں ابھی کھجور کے ایک ٹوکرے کے ساتھ اس کی مدد کروں گا۔ کہنے لگی ایک ٹوکرے کے ساتھ میں بھی اس کی مدد کر دیتی ہوں؟ فرمایا تو نے اچھا کیا تو اس کی طرف سے یہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے اور اپنے چچازاد (خاوند) کی طرف لوٹ جا۔

سنن میں ہے کہ سلمہ بن صخر البیاضی نے اپنی بیوی سے ماہ رمضان کی مدت تک ظہار کیا۔ پھر مدت گزرنے سے پہلے ہی ایک رات اس سے جماع کر لیا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اے سلمہ تو نے [1] یہ کیا؟ کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! میں نے یہ کیا۔ دو مرتبہ کہا۔ میں اللہ کے حکم کا پابند ہوں جو اللہ آپ کو بتائے وہ حکم مجھ پر جاری کر دیں۔ فرمایا: تو ایک گردن (غلام) آزاد کر۔ میں نے اپنی گردن پر ہاتھ مار کر کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبیؐ بنا کر بھیجا ہے میں اس گردن کے علاوہ کسی کا مالک نہ ہوں۔ فرمایا تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ؟ میں نے کہا جو کچھ میں نے کیا ہے وہ روزے میں ہی تو کیا ہے؟ فرمایا پھر ایک وسق پیمانہ کی کھجوریں ساٹھ مسکینوں کو کھلا۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ہم نے تو رات خالی پیٹ [2] گزاری ہے ہمارے پاس کھانا نہ ہے۔ فرمایا بنی زریق کے صدقہ کی طرف جا وہ تجھے دیں گے تو ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں کھلا۔ جو بچ رہیں وہ تم اور تیرے عیال کھا لو۔ کہتے ہیں میں اپنی قوم کی طرف واپس گیا میں نے کہا: میں نے تمہارے پاس تنگی اور بری رائے پائی جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس وسعت اور اچھی رائے پائی۔ آپ نے میرے لیے تمہارے صدقہ کا حکم فرمایا ہے۔

---

[1] یعنی تو اس کا فاعل اور مرتکب ہے۔

[2] یہ ثوریؒ کی رائے ہے اور دو میں شافعیؒ کا ایک قول بھی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ظہار ماں کے ساتھ خاص ہے؟

جمہور کا مذہب ہے کہ ظہار ماں کے ساتھ خاص ہے جیسے قرآن اور سنت میں آیا ہے۔ اگر آدمی اپنی بیوی کو کہے: ''تو مجھ پر میری ماں کی ظہر کی طرح ہے'' وہ ظہار کرنے والا ہوگا اور اگر کہا تو مجھ پر میری بہن کی ظہر/پشت کی طرح ہے'' یہ ظہار نہ ہوگا۔

بعض کا مذہب ہے جن میں احناف' اوزاعی' ثوری دو میں سے ایک قول کے مطابق شافعی اور زید بن علی ہیں کہ ماں پر تمام حرام کردہ عورتوں کو قیاس کیا جائے گا۔ ان کے نزدیک ظہار مرد کا اپنی بیوی کو حرمت میں اس پر ہمیشہ کے لیے حرام کردہ عورتوں میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے وہ حرمت نسب سے ہو یا سسرال سے یا رضاعت سے۔ کیونکہ علت ہمیشہ کی حرمت ہے۔ جس نے اپنی بیوی کو عزت اور توقیر کے طور پر کہا کہ وہ میری بہن ہے یا میری ماں ہے تو وہ ظہار کرنے والا نہ ہوگا۔

کس کی طرف سے ظہار ہوتا ہے؟

ظہار صرف اس خاوند کی طرف سے ہوتا ہے جو عاقل بالغ اور مسلمان ہو اور اپنی ایسی بیوی کے ساتھ کرے جس کے ساتھ اس کی شادی کا انعقاد صحیح اور نافذ ہو۔

مقرر وقت کا ظہار:

مقرر وقت کا ظہار وہ ہے جب آدمی اپنی بیوی سے ایک مدت تک ظہار کرے مثلاً وہ اسے کہے ''تو رات تک مجھ پر میری ماں کی ظہر کی طرح ہے'' پھر اس مدت کے مکمل ہونے سے پہلے اس سے جماع کرلے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ مطلق ظہار ہی کی طرح ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر اس نے بات کو پورا کردیا اس کو نہ توڑا۔ مالک اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں: اگر اس نے اپنی بیوی کو کہا: ''تو رات تک مجھ پر میری ماں کی ظہر کی طرح ہے''۔ اس پر کفارہ لازم آئے گا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گو وہ اس کے قریب بھی نہ گیا ہو۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں اگر وہ اس کے قریب نہ گیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہے۔ فرماتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کے وقت مقرر کے ظہار کے متعلق دو قول ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ظہار نہیں ہے۔

ظہار کا اثر:

جب مرد اپنی بیوی سے ظہار کرے وہ ظہار درست ہو تو اس پر دو اثر لاگو ہوتے ہیں۔

اثر اول: بیوی کے پاس آنا حرام ہے جب تک مرد ظہار کا کفارہ نہ دے دے کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ﴾ [سورة المجادلہ: ۳]

''اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں۔''

جس طرح جماع / چھونا حرام ہے اسی طرح اس کی ابتدائی باتیں بھی حرام بھی ہیں مثلاً بوسہ لینا' گلے لگانا وغیرہ۔ یہ جمہور علماء کے نزدیک ہے۔ جب کہ بعض[1] علماء کا مذہب ہے کہ صرف وطی حرام کی گئی ہے کیونکہ چھونا جماع سے کنایہ ہے۔

اثر ثانی: لوٹنے کے ساتھ کفارہ کا وجوب۔ یہ لوٹنا کیا ہے؟ علماء کا اختلاف ہے کہ لوٹنا کیا ہے؟ قتادہ' سعیدؒ بن جبیرؒ، ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ ''یہ جماع کا ارادہ ہے جو ظہار سے حرام ہو گیا تھا'' کیونکہ اگر اس نے ارادہ کیا تو ایک عزم سے عزم فعل کی طرف لوٹا۔ اس نے یہ کام کیا یا نہ کیا برابر ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں: اس کا مطلب ظہار کے بعد ایک وقت تک عورت کو روکنا ہے جو طلاق کی گنجائش رکھے اور طلاق نہیں دی کیونکہ اس کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینا اس کی جدائی کا تقاضا کرتا ہے جب کہ اسے روک رکھنا اس کی نفی ہے۔ اگر اس نے اسے روک رکھا تو جو اس نے کہا تھا اس میں لوٹ آیا کیونکہ بات میں لوٹنا اس کی مخالفت کا

---

[1] یہ ثوریؒ کی رائے ہے اور دو میں سے شافعیؒ کا ایک قول بھی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام ہے۔ امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں: بلکہ یہ صرف جماع کا عزم ہے گو اس نے جماع نہ کیا داؤد' شعبہ اور اہل ظاہر کہتے ہیں: اس کا مطلب لفظ ظہار کو لوٹانا ہے۔ ان کے نزدیک صرف لوٹائے گئے ظہار میں کفارہ واجب ہوگا ابتداء میں نہیں۔

کفارہ دینے سے پہلے چھونا:

اگر مرد نے اپنی بیوی کو کفارہ دینے سے پہلے چھولیا تو یہ حرام ہے جیسا کہ اس کی وضاحت گزر چکی۔ کفارہ ساقط نہیں ہوتا اور نہ دوگنا ہو جاتا ہے بلکہ جتنا ہے اتنا ہی رہتا ہے یعنی ایک کفارہ۔ صلت بن دینار کہتے ہیں: میں نے دس فقہاء سے اس ظہار والے کے متعلق پوچھا جو کفارہ دینے سے پہلے جماع کرلے' انہوں نے کہا (اس پر) ایک ہی کفارہ ہے۔

کفارہ کیا ہے؟

کفارہ یہ ہے۔ ① ایک غلام آزاد کرنا۔

② اگر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا

③ اگر استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے

﴿ وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا [1] فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ﴾ . [سورة المجادلة : ٣ . ٤]

''اور جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں پھر جو انہوں نے کہا اس سے لوٹتے ہیں تو دونوں کے چھونے سے پہلے ایک گردن آزاد کرنا ہے یہ تم کو وعظ کیا جاتا ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔ تو جو کوئی نہ پائے پس دونوں کے چھونے سے قبل دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں اور جو کوئی نہ پائے تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا ہے۔''

---

[1] قرآن کریم میں ہے ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا یہاں اس لوٹنے کی بحث ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہار کے کفارہ میں سختی ملحوظ رکھی گئی ہے تا کہ تعلق زوجیت کا خیال رہے اور عورت پر ظلم کی ممانعت ہو۔ جب مرد سوچے گا کہ اس کفارہ کی ادائیگی اس پر بھاری ہے تو وہ تعلق زوجیت کا احترام کرے گا اور اپنی بیوی پر ظلم سے رک جائے گا۔

فسخ

عقد کا فسخ اس تعلق کو توڑنا اور اس رابطے کو ختم کرنا ہے جو زوجین کو جوڑے ہوئے ہے۔ کبھی فسخ اس سبب سے ہوتا ہے کہ عقد میں کوئی خرابی رہ گئی تھی اور کبھی نیا سبب بن جاتا ہے جو عقد کی بقاء کو مانع ہوتا ہے۔

عقد میں رہ جانے والی خرابی/ رکاوٹ کے سبب کی مثال:

① جب عقد پورا ہوگیا اور پتہ چلا کہ جس بیوی سے اس نے عقد کیا ہے وہ رضاعت کی وجہ سے اس کی بہن ہے عقد فسخ ہو جائے گا۔

② جب صغیر یا صغیرہ کا عقد باپ یا دادا کے علاوہ کسی نے کیا۔ پھر صغیر یا صغیرہ بالغ ہوگئے تو ہر ایک کو حق ہے کہ وہ زوجیت کے بقاء کو پسند کرے یا اس کو ختم کرنا۔ اس کا نام ''خیار بلوغ'' ہے۔ اگر وہ زوجیت کو ختم کرنا پسند کرے تو یہ عقد/ نکاح کا فسخ ہوگا۔

عقد پر نئے آنے والے فسخ کے سبب کی مثال:

① اگر زوجین میں سے ایک اسلام سے مرتد ہو جائے اور اس کی طرف نہ لوٹے۔ عقد ارتداد کے آجانے سے فسخ ہو جائے گا۔

② اگر خاوند مسلمان ہو جائے اس کی بیوی اسلام سے انکار کرے وہ مشرکہ ہو تو اس وقت عقد/ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ اہل کتاب ہو تو پھر ایسے نہیں کیونکہ عقد اپنی حالت پر صحیح باقی رہے گا کیونکہ کتابی عورت سے تو نئے سرے سے عقد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی درست ہے۔ جو علیحدگی فسخ سے ہوتی ہے۔ وہ طلاق والی علیحدگی نہیں ہے کیونکہ طلاق کی تقسیم رجعی اور بائن میں ہے۔ رجعی حیات زوجیت کو فوراً ختم نہیں کرتی جب کہ بائن فوراً ختم کر دیتی ہے۔

رہا فسخ وہ عقد پر نئے آجانے والے سبب سے ہو یا اس میں کسی خرابی کے سبب سے وہ فوراً تعلق زوجیت کو ختم کر دیتا ہے۔ دوسری طرف یہ ہے کہ طلاق سے علیحدگی طلاقوں کی تعداد کو کم کر دیتی ہے اگر مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی۔ پھر اس کی عدت کے دوران میں ہی اس سے رجوع کر لیا یا اس کی عدت گزارنے کے بعد اس سے نیا نکاح کر لیا تو اس کی یہ طلاق شمار کی جائے گی اور اس کے بعد وہ آدمی صرف دو طلاقوں کا مالک ہوگا۔

اگر علیحدگی فسخ کے سبب سے ہو تو اس سے طلاقوں کی تعداد کم نہ ہوگی۔ اگر فسخ ''خیار بلوغ'' کی وجہ سے ہوا۔ پھر زوجین لوٹے اور آپس میں شادی کر لی خاوند اس پر تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔ فقہاء احناف نے ارادہ کیا ہے کہ وہ ایک عام ضابطہ مقرر کر دیں جس سے طلاق والی علیحدگی کو فسخ والی علیحدگی سے تمیز کیا جا سکے۔ وہ کہتے ہیں ہر وہ علیحدگی جو خاوند کی طرف سے ہو اس کا بیوی کی طرف سے ہونے کا تصور نہ ہو تو وہ طلاق ہے۔ ہر وہ علیحدگی جو بیوی کی طرف سے ہو خاوند کی وجہ سے نہ ہو یا خاوند کی طرف سے ہو اور تصور ہو کہ یہ بیوی کی طرف سے ہے تو وہ فسخ ہے۔

قاضی کے فیصلے سے فسخ:

کبھی حالات ایسے ہوتے ہیں کہ فسخ واضح ہوتا ہے اس میں قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ اگر پتہ چلے کہ زوجین رضاعی بہن بھائی ہیں اس حالت میں زوجین پر لازم ہے کہ وہ عقد کو بذات خود ہی فسخ کر دیں۔ کبھی حالات ایسے ہوتے ہیں جب فسخ کا سبب واضح نہیں بلکہ کبھی مخفی ہوتا ہے پھر قاضی کے فیصلے کی ضرورت پڑتی ہے یہ اس پر موقوف ہوگا۔ مثلاً وہ فسخ کہ مشرکہ بیوی اسلام سے انکار کرے جب کہ اس کا خاوند مسلمان ہو گیا کیونکہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ انکار نہ کرتی ہو تو عقد/نکاح فسخ نہ ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعان

اس کی تعریف:

لعان 'لعن سے ماخوذ ہے کیونکہ لعان کرنے والا پانچویں مرتبہ کہتا ہے کہ ''اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو' ایک قول ہے کہ اس کا مطلب دور کرنا ہے۔ دونوں لعان کرنے والوں کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ لعان کے پیچھے گناہ اور دور کرنا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تو وہ ملعون ہوگا۔ ایک قول ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو خود سے تحریم کی ہمیشگی سے دور کرتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مرد اگر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگاتا ہے تو وہ چار مرتبہ قسم کھائے گا کہ وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ عورت اس کو جھوٹا کرنے پر چار مرتبہ قسمیں کھائے گی کہ یہ جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں یہ کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ سچوں میں سے ہے۔

اس کی مشروعیت:

جب مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے وہ اس کو تسلیم نہ کرے۔ مرد بھی اپنے الزام سے رجوع نہ کرے تو اللہ نے ان دونوں کے لیے لعان کو مشروع کیا ہے [1]

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ہلال بن امیہ [2] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ الزام لگایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گواہ لاؤ ورنہ تیری کمر پر حد لگے گی''۔ کہنے لگا اے اللہ کے پیغمبر! جب ہم میں سے کوئی اپنی

---

1. یہ ماہ شعبان ۹ھ کی بات ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سال مشروع ہوا جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔
2. یہ اول آدمی ہے جس نے اسلام میں لعان کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی پر کسی مرد کو دیکھے وہ گواہ ڈھونڈھنے کے لیے چل پڑے؟ رسول اللہ ﷺ یہی کہتے رہے "گواہ لاؤ ورنہ تمہاری کمر پر حد ہے" اس نے کہا اس ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے بے شک میں سچا ہوں اور اللہ ضرور وہ حکم نازل فرمائے گا جو میری پشت کو حد سے بچائے گا۔ جبرئیل علیہ السلام اترے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل کیا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ﴾. [سورة نور: ٦-٧-٨-٩]

"اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے نفس کے سوا گواہ نہیں ہوتے تو ان میں سے ایک کا شہادت دینا ہے اللہ کے نام کی چار شہادتیں بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ عورت سے عذاب ہٹ جائے گا اگر وہ شہادت دے اللہ کے نام کی چار شہادتیں کہ مرد جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچوں میں سے ہو۔"

نبی مکرم ﷺ عورت کی طرف پھرے۔ ہلال آیا اس نے شہادت دی جب کہ نبی ﷺ فرما رہے تھے: "بے شک اللہ جانتا ہے ❶ کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟" عورت نے بھی شہادت دی جب وہ پانچویں پر پہنچی لوگوں نے اس کو ٹھہرایا ❷ اور کہا کہ یہ واجب کرنے والی ہے۔ ❸ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے

---

❶ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند جب اپنی بیوی پر الزام لگائے اور اس پر گواہ لانے سے عاجز ہو اس پر حد قذف لازم آئے گی۔ اگر لعان واقع ہو گیا تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

❷ اس میں لعان سے قبل زوجین کو وعظ کا استحباب ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

❸ انہوں نے اسے لعان پورا کرنے سے رک جانے کا اشارہ کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ رکی اور واپس ہوئی حتی کہ ہم نے سمجھا کہ وہ لوٹ جائے گی۔ پھر کہنے لگی کہ میں اپنی قوم کو ہمیشہ رسوا نہ کروں گی پھر (شہادت پر) چل دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس پر نگاہ رکھو اگر یہ ایسا بچہ جنم دے ❶ جس کی آنکھیں سرگیں ہوں' چوتڑ بڑے ہوں اور پنڈلیاں بھری ہوئی ہوں تو وہ شریک بن سحماء کا ہے۔ اس نے ایسا ہی بچہ جنم دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر کتاب اللہ کا فیصلہ جاری نہ ہوا ہوتا تو میرا اور اس عورت کا ایک اور فیصلہ ہوتا''۔ ❷

بدایۃ المجتہد والے فرماتے ہیں: رہا معنی کے طریق سے تو جب بستر نسب ملانے کا موجب ہوتا ہے تو لوگوں کو ایک اور طریق کی ضرورت تھی کہ اگر اس کی غلطی ثابت ہو جائے تو وہ اس کی نفی کر سکیں وہ طریق لعان ہے۔ لعان ایسا حکم ہے جو کتاب' سنت' اجماع اور قیاس سے ثابت ہے کیونکہ اس میں عام طور پر کوئی اختلاف نہ ہے۔

لعان کب ہوگا؟

لعان دو صورتوں میں ہوگا۔

پہلی صورت: مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگاتا ہے اس کے پاس چار گواہ نہ ہیں کہ جو اس نے اس پر الزام لگایا ہے وہ اس کی گواہی دیں۔

دوسری صورت: کہ وہ اس حمل کی اپنے سے نفی کرے۔

پہلی صورت میں تب جائز ہے کہ جب اس کا زنا ثابت ہو گیا کہ اس نے عورت کو زنا کرتے دیکھا یا عورت نے خود اقرار کر لیا اور اس کے دل میں اس اقرار کی سچائی بیٹھ گئی۔ اس حالت میں بہتر ہے کہ وہ اسے طلاق دے اور اس سے لعان نہ کرے۔ اگر اس کا زنا ثابت نہیں ہوتا تو اس کے لیے اس پر الزام لگانا جائز نہیں ہے۔

---

❶ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت بوقت لعان حاملہ تھی۔

❷ یعنی لعان عورت سے حد کو رفع کر دیتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور حد قائم کرتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حمل کی نفی اس حالت میں ہوگی جب وہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس سے عقد/ نکاح کے وقت سے لے کر بالکل جماع نہیں کیا۔ یا وہ دعویٰ کرے اس نے جماع کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنم دیا ہے یا جماع کے وقت سے ایک سال سے زائد ہو۔

حاکم ہی لعان کا فیصلہ کرے گا:

حاکم کے لیے لعان کے وقت ضروری اور مناسب ہے کہ وہ عورت کو سمجھائے' اسے نصیحت کرے جیسے اس حدیث میں آیا ہے جسے ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے:

''جو کوئی عورت کسی قوم پر داخل کی گئی کہ جن سے وہ نہ ہے تو وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز پر نہ ہے اور ہرگز اللہ اسے جنت میں داخل نہ کرے گا جس مرد نے اپنے بچے کا انکار کیا جب کہ وہ اس کی طرف دیکھتا ہو اللہ اس سے پردہ کرلیں گے اور اسے پہلوں اور پچھلوں کے روبرو رسوا کریں گے''۔ [1]

لعان میں عقل اور بلوغ کی شرط:

جس طرح لعان میں حاکم کی شرط ہے اسی طرح دونوں لعان کرنے والوں میں عقل اور بلوغ کی بھی شرط ہے۔ اس بات پر اجماع کیا گیا ہے۔

گواہ قائم کرنے کے بعد لعان:

اگر خاوند زنا پر گواہ قائم کردے تو کیا اس کو لعان کی اجازت ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ لعان نہیں کرے گا کیونکہ لعان تو گواہوں کے عوض میں رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ﴾.

''جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے علاوہ گواہ

---

[1] سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۹۵ حدیث نمبر ۲۲۶۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتے''۔ [سورۃ النور:٦]

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو لعان کی اجازت ہے کیونکہ بستر سے انکار پر گواہوں کا کچھ اثر نہ ہے۔

لعان قسم ہے یا شہادت؟:

امام مالک' امام شافعی رحمہما اللہ علیہ اور جمہور علماء کی رائے ہے کہ لعان قسم ہے گو کہ اس کا نام شہادت رکھا گیا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر قسمیں نہ ہوتیں تو میرا اور اس کا ایک فیصلہ ہوتا''۔ ❶

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے کہ یہ شہادت ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے:

﴿ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ﴾ . [النور:٦]

''ان میں سے ایک کا شہادت دینا اللہ کے نام کی چار شہادتیں۔''

اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے بھی جو گزر چکی ہے اس میں ہے:

''ھلال آیا اس نے شہادت دی پھر وہ اٹھی اور اس نے شہادت ❷ دی۔'' جن کے خیال میں یہ قسم ہے وہ کہتے ہیں کہ لعان زوجین میں جائز ہے وہ دونوں آزاد ہوں یا دونوں غلام یا ان میں سے ایک ہو۔ یا دونوں عادل ہوں یا دونوں فاسق یا ان میں سے ایک ہو۔ جن کے مذہب میں یہ شہادت ہے وہ کہتے ہیں یہ درست نہ ہے مگر ان زوجین میں جو دونوں شہادت کے اہل ہوں وہ یہ کہ دونوں آزاد مسلمان ہوں۔ رہے دونوں غلام یا دونوں قذف کی حد لگائے گئے تو ان دونوں کا لعان جائز نہ ہے اسی طرح اگر ان دونوں میں سے ایک اہل شہادت ہو اور دوسرا اس کا اہل نہ ہو (تو بھی نہ ہوگا از مترجم)۔

ابن القیمؒ فرماتے ہیں: درست یہ ہے کہ ان کا لعان دونوں وصفوں قسم اور

---

❶ ❷ محمد بن اسماعیل صحیح البخاری ج ٨ ص ٣٤٩ حدیث نمبر ٤٧٤٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادت کو جامع ہے۔ یہ وہ شہادت ہے جس کی قسم اور تکرار سے تاکید کی گئی ہے نیز یہ شہادت اور تکرار کے لفظ کی وجہ سے یمین مغلظہ ہے۔ کیونکہ معاملہ کے حال کا تقاضا تاکید ہے۔ اس لیے اس میں تاکید کی دس قسموں کا اعتبار کیا گیا ہے۔

① ذکر لفظ شہادت۔

② پروردگار پاک کے ناموں میں سے ایک کے ساتھ قسم کا ذکر جو اس کے اسماء حسنٰی کے سب معانی کو جامع ہے اور وہ اسم اللہ جل ذکرہ ہے۔

③ جواب کی تاکید اس کے ساتھ ہے جس سے مقسم علیہ کی تاکید کی جاتی ہے یعنی أَنَّ اور لام کا حرف۔ اس کو صادق اور کاذب اسم فاعل کے ساتھ لانا بھی تاکید ہے بجائے ان کا فعل صَدَّقَ اور كَذَّبَ لانے کے۔

④ اس کو چار مرتبہ دہرانا۔

⑤ مرد کا پانچویں مرتبہ خود پر اللہ کی لعنت کی بددعا کرنا اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔

⑥ اس کو پانچویں مرتبہ بتانا کہ یہ اللہ کے عذاب کو واجب کرنے والی ہے اور یہ کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان تر ہے۔

⑦ مرد کے لعان کو عورت کے لیے حصول عذاب کا متقاضی قرار دینا یہ یا تو حد ہے یا قید ہے اور عورت کے لعان کو اس سے عذاب ہٹانے والا قرار دینا۔

⑧ یہ لعان ان میں سے ایک پر عذاب لازم کرے گا دنیا میں یا آخرت میں۔

⑨ متلاعنین میں علیحدگی ان کے گھر کی بربادی اور علیحدگی کے ساتھ دونوں کو توڑنا۔

⑩ اس علیحدگی کی تائید اور ان دونوں کے مابین ہمیشہ حرمت۔

جب اس لعان کی صورتحال اس طرح ہے کہ اسے شہادت کے ساتھ ملائی گئی قسم اور قسم کے ساتھ ملائی گئی شہادت قرار دیا گیا ہے۔ لعان کرنے والے کو اس کی بات قبول ہونے کی وجہ سے گواہ کی طرح قرار دیا گیا۔ اگر عورت رک جائے اس کی شہادت جاری ہو جائے گی اور حد لگائی جائے گی۔ اس کی شہادت اور قسم نے دو باتوں کا فائدہ دیا ہے۔ مرد سے حد کا سقوط اور عورت پر اس کا وجوب اگر عورت لعان کرے اور اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعان کو اپنے اور لعان سے معارض کرے تو مرد کا لعان اس سے حد کے سقوط اور عورت پر اس کے واجب نہ ہونے کا فائدہ دے گا تو عورت کی بجائے مرد کی نسبت سے یہ شہادت بھی ہے اور قسم بھی کیونکہ اگر شہادت ہو تو اکیلے اس کی ہی شہادت سے عورت پر حد نہ لگے گی۔ اگر اس میں عورت کا رکنا بھی مل جائے تو شہادت اور قسم کا پہلو مرد کے حق میں پختگی اور عورت کے رکنے کی وجہ قوی ہو جائے گا۔ یہ مرد کی سچائی کی ظاہر دلیل ہوگی۔

مرد سے حد سے ساقط ہو جائے گی اور عورت پر واجب ہوگی یہ احسن حکم ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ [سورة المائدة : ٥٠]

”بلحاظ حکم اللہ سے احسن کون ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں“۔

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ قسم ہے جس میں شہادت کا معنی ہے اور شہادت ہے جس میں قسم کا معنی ہے۔

نابینا اور گونگے کا لعان:

نابینے کے لعان کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ ہے۔ اختلاف گونگے میں ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں گونگا لعان کرے گا اگر اس سے سمجھا جائے۔ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں: وہ لعان نہیں کرے گا کیونکہ وہ اہل شہادت سے نہ ہے۔

لعان میں کس سے ابتداء ہوگی؟

علماء کا اتفاق ہے کہ لعان میں مرد کو عورت سے مقدم کیا جائے گا وہ عورت سے قبل شہادت دے گا۔ امام شافعیؒ وغیرہ کہتے ہیں یہی واجب ہے اگر عورت نے اس سے پہلے لعان کیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ لعان مرد سے حد کو دور کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ اگر عورت سے شروع ہوا تو یہ اس امر کو دور کرنے کے لیے ہوگا جو ثابت نہیں ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کا مذہب ہے کہ اگر عورت کی طرف سے ابتداء ہوگئی درست ہوگا اور اعتبار کیا جائے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک نے قرآن میں واؤ کے ساتھ عطف کیا ہے واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ یہ مطلق اور جمع کے لیے ہے۔

لعان سے رکنا: ❶

لعان سے رکنا یا خاوند کی طرف سے ہوگا یا بیوی کی طرف سے۔ اگر خاوند رکے تو اس پر حد قذف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾. [سورۃ نور: ٦]

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے نفس کے سوا گواہ نہیں ہوتے تو ان میں سے ایک کا شہادت دینا ہے اللہ کے نام کی چار شہادتیں بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔''

جب اس نے شہادت نہیں دی تو وہ اس الزام میں اجنبی کی طرح ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گزر چکا ''گواہ لاؤ ورنہ تمہاری کمر پر حد ہوگی'' یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس پر حد نہ ہے اسے قید کیا جائے گا تا آنکہ وہ لعان کرے یا خود کو جھٹلائے اگر اس نے خود کو جھٹلایا اس پر حد قذف لازم آئے گی۔ اگر بیوی رکتی ہے اس پر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد زنا قائم کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اس پر حد نہ لگائی جائے گی۔ اسے قید کیا جائے گا تا آنکہ وہ زنا کا اقرار کرے۔ اگر اس نے مرد کو سچا کہہ دیا اس پر حد قائم کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال رسول مکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہے ''کسی مسلمان کا خون تین میں سے ایک بات کے بغیر حلال نہ ہے:

① شادی کے بعد زنا۔

---

❶ نکول کا مطلب رکنا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② ایمان کے بعد کفر

③ کسی کو ناحق قتل کرنے پر۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ رکنے کی وجہ سے خون بہانا ایسا حکم ہے جس کا اصول رد کرتے ہیں۔ جب اکثر فقہاء رک جانے پر مال کا تاوان واجب نہیں کرتے تو یہ زیادہ ضروری ہے کہ اس سے خون بہانا واجب نہ ہو۔ ابن رشد فرماتے ہیں: بہرحال! خونوں کے قانون کی بنیاد شرع میں اس بات پر ہے کہ خون نہ بہائے جائیں جب کہ عادل گواہ یا اعتراف نہ ہو ضروری ہے کہ اس قاعدہ کو مشترک کے نام سے خاص نہ کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مسئلہ میں ان شاء اللہ درست راہ کے زیادہ قریب ہیں۔

ابوالمعالی نے اپنی کتاب ''البرہان'' میں اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قوت کا اعتراف کیا ہے جب کہ وہ خود شافعی ہیں۔

دونوں لعان کرنے والوں میں علیحدگی کرانا:

جب زوجین لعان کرلیں ان دونوں کے درمیان بر سبیل تاکید علیحدگی واقع ہوجائے گی۔ ان دونوں کے درمیان سے حرمت کسی حال میں نہ اٹھے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دونوں لعان کرنے والے جب علیحدہ ہوگئے وہ دونوں کبھی اکٹھے نہ ہوں گے''۔

حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''سنت جاری ہوئی کہ دو لعان کرنے والے اکٹھے نہ ہوں گے''۔

[یہ دونوں روایات دارقطنی کی ہیں]

اس کی وجہ وہ چیز بھی ہے کہ جو ان کے درمیان قطع تعلق کو ہمیشہ کے لیے لازم کرتی ہے کیونکہ حیات زوجیت کی بنیاد سکون، محبت اور مہربانی ہے۔ ان میں یہ بنیاد نہ رہی تو ان دونوں کی سزا ہمیشہ کی علیحدگی ہے۔ فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر مرد خود کو جھٹلا دے۔ جمہور کہتے ہیں گزشتہ احادیث کی وجہ سے وہ دونوں کبھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں: اگر مرد نے خود کو جھٹلایا اس کو حد لگائی جائے گی اس کے لیے جائز ہوگا کہ وہ عورت سے نیا نکاح کر لے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس بات سے ہے کہ جب اس نے خود کو جھٹلا دیا تو لعان کا حکم باطل ہو گیا تو جس طرح بچہ اس کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے اسی طرح اس کی بیوی بھی اس پر لوٹائی جا سکتی ہے وہ اس طرح کہ تحریم کو واجب کرنے والا سبب ان میں سے ایک کے صدق کی تعیین سے ناآشنائی ہے باوجودیکہ یہ بات پکی ہے کہ ان میں سے ایک جھوٹا ہے۔ جب یہ بات کھل گئی حرمت اٹھ گئی۔

علیحدگی کب ہوگی؟

جب دونوں لعان کرنے والے لعان سے فارغ ہوں گے علیحدگی واقع ہو جائے گی یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب خاوند اپنا لعان پورا کر لے گا اس کے بعد ہی واقع ہو جائے گی۔ ابو حنیفہؒ، احمدؒ اور ثوریؒ کہتے ہیں: یہ حاکم کے حکم کے بغیر واقع نہ ہوگی۔

کیا علیحدگی طلاق ہے یا فسخ؟

جمہور علماء کی رائے ہے کہ لعان سے حاصل ہونے والی علیحدگی فسخ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی رائے میں یہ طلاق بائن ہے کیونکہ اس کا سبب مرد کی طرف سے ہے اس کا عورت کی طرف سے ہونے کا تصور نہ ہے۔ ہر وہ علیحدگی جو اس طرح ہو وہ طلاق ہے فسخ نہ ہے یہاں علیحدگی عنین[1] کی علیحدگی کی طرح ہے جب یہ حاکم کے حکم سے ہو۔ جن کا مذہب پہلی رائے والا ہے ان کی دلیل ہمیشہ کی تحریم ہے تو یہ حرام کردہ کے مشابہ ہوگئی۔ ان کی رائے میں لعان سے فسخ عورت کو اس کی مدت عدت میں خرچہ کے استحقاق سے مانع ہے اسی طرح رہائش سے بھی۔ جب کہ خرچہ اور رہائش کا استحقاق عدت طلاق میں ہوتا ہے نا کہ عدت فسخ میں۔ اس کی تائید اس روایت سے ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لعان کے واقعہ میں بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا:

[1] اس کا مفہوم پیچھے گزرا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کہ عورت کو نہ روزی ملے گی اور نہ رہائش۔ اس کی وجہ سے کہ وہ دونوں بغیر طلاق اور بغیر وفات کے الگ ہو رہے ہیں"۔ [احمد، ابوداود] ❶

بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملانا:

جب مرد اپنے بچے کا انکار کرے اس کے اس انکار سے لعان پورا ہو جائے اس کا نسب اس کے باپ سے ختم ہو جائے گا اور اس سے اس کا خرچہ بھی ساقط ہو جائے گا ان دونوں کے مابین وارثت بھی ختم ہو جائے گی۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ مل جائے گا۔ وہ اس کی وارث ہوگی اور وہ اس کا وارث ہوگا کیونکہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے دو لعان کرنے والوں کے بچے کے متعلق فرمایا کہ:

"وہ اپنی ماں کا وارث بنے گا اس کی ماں اس کی وارث بنے گی اور جس نے عورت پر اس کا الزام لگایا تھا اس کو اسی درے مارے جائیں گے"۔ ❶

اس حدیث کی تائید ان دلائل سے ہوتی ہے جو دلالت کرتے ہیں کہ بچہ بستر کے لیے ہے یہاں بستر نہ ہے کیونکہ خاوند نے اس کی نفی کر دی ہے۔ یہ ان احکام کی نسبت سے ہے جو اس پر لازم آتے ہیں۔ رہی ان احکام کی نسبت جو اللہ نے سب کے لیے مشروع کیے ہیں تو ان میں جس نے عورت پر تہمت لگائی وہ قاذف شمار ہوگا۔ اس کو اسی درے مارے جائیں گے کیونکہ لعان والی عورت پاکدامن عورتوں میں داخل ہے اس پر اس کے خلاف کچھ ثابت نہ ہے تو جس شخص نے اس پر اس کے بیٹے کا الزام لگایا اس پر حد قذف لازم آئے گی۔ جس نے اس کے بچے پر قذف لگایا اس پر حد لازم آئے گی اسی طرح برابر سرابر جس نے اس کی ماں پر قذف کیا تھا۔

اس کے ساتھ ایسے معاملہ بطور احتیاط ہوگا گویا اس کا بیٹا ہے۔ وہ اسے اپنے مال سے زکوٰۃ نہ دے گا۔ اگر اس نے اس کو قتل کیا اس پر قصاص نہ ہوگا۔ اس کے اور

❶ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۱۷ حدیث نمبر ۱۴۹۱۔ ۱۴۸۰ میں اس کا مفہوم ہے۔ ❷ احمد بن حنبل، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی اولاد کے درمیان حرمت ثابت ہوگی ان میں سے ایک کی دوسرے کے لیے شہادت جائز نہ ہوگی۔ وہ مجہول النسب شمار نہ کیا جائے گا۔ کسی اور کے لئے اس کا دعویٰ درست نہ ہوگا۔ اگر وہ خود کو جھٹلاتا ہے بچے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور بچے کے حوالہ سے لعان کا اثر زائل ہو جائے گا۔

عدت

عدت کی تعریف:

عدت' اعداد و شمار سے ماخوذ ہے یعنی جو کچھ عورت دن اور حیض شمار کرتی اور گنتی ہے۔ یہ اس مدت کا نام ہے جس میں عورت انتظار کرتی ہے اور خاوند کی وفات کے بعد یا اپنی علیحدگی پر شادی سے رکی رہتی ہے۔[1] جاہلیت میں عدت معروف تھی وہ لوگ اس کو چھوڑنے والے نہ تھے۔ جب اسلام آیا اس نے اس کے فوائد کی وجہ سے اسے برقرار رکھا اس کے وجوب پر علماء کا اجماع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴾[سورة البقرة : ٢٢٨]

''اور طلاق دی گئی عورتیں اپنے نفسوں کے ساتھ تین حیض تک انتظار کریں گی''۔

اور آپ ﷺ کا حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو فرمانا:

''تم ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر میں عدت گزارو''۔[2]

اس کی مشروعیت کی حکمت:

(ا) برأت رحم کی معرفت تاکہ انساب ایک دوسرے سے خلط ملط نہ ہوں۔

(ب) حیات زوجیت کو لوٹانے کے لیے زوجین کو موقع فراہم کرنا۔ اگر وہ دونوں

---

[1] عدت کا شمار اس کے سبب کے وجود سے شروع ہوگا جو کہ طلاق یا وفات ہے۔

[2] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۱۴ حدیث نمبر ۳۶ ۔ ۱۴۸۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھیں کہ اس میں بہتری ہے۔

(ج) معاملہ نکاح کی اہمیت پر تنبیہ! کہ یہ معاملہ مردوں کے اجتماع کے بغیر جڑتا نہیں ہے اور طویل انتظار کے بعد ہی قائم ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ بچوں کے کھیل کے درجہ میں آجاتا جو ایک ہی وقت میں بنتا ہے پھر ٹوٹ جاتا ہے۔

(د) نکاح کے فوائد پورے نہیں ہوتے جب تک ہم اپنے نفسوں کو اس عقد کی ہمیشگی پر ظاہری طور پر پابند نہ کرلیں۔ اگر کوئی واقعہ پیش آتا ہے جو اس نظام کو توڑنے کا موجب ہے تو بہرحال ہمیشگی کی صورت کو ثابت رکھنے کے لیے اس کے بغیر کوئی چھٹکارہ نہیں کہ عورت اتنی مدت تک انتظار کرے جس انتظار کی اس کو پرواہ ہو اور اس پر وہ مشقت برداشت کرے۔ [1]

عدت کی اقسام:

① جس عورت کو حیض آتا ہو اس کی عدت: وہ تین حیض ہے۔

② اس عورت کی عدت جو حیض سے ناامید ہوگئی ہو: وہ تین ماہ ہے۔

③ اس عورت کی عدت جس کا خاوند فوت ہوگیا ہو: وہ چار ماہ اور دس دن ہے بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو۔

④ حاملہ کی عدت: تا آنکہ اس کا حمل وضع ہو۔ یہ اجمال ہے ہم اس کی تفصیل ذیل میں دیتے ہیں۔ عورت مدخول بہا ہوگی یا غیر مدخول بہا ہوگی۔

غیر مدخول بہا کی عدت:

جس عورت کے ساتھ اس کا خاوند داخل نہ ہوا اگر اس کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت نہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] از حجۃ اللہ البالغہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا﴾. [سورة الاحزاب:٤٩]

''مومنو! اگر تم مؤمنات سے نکاح کرو پھر ان کو چھونے ❶ سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہ ہے جس کو تم شمار کرو گے۔''

اگر عورت غیر مدخول بھا ہو اس کا خاوند فوت ہو جائے اس پر عدت ہوگی۔ ایسے ہی کہ جیسے وہ اس کے ساتھ داخل ہوا ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾. [سورة البقرة: ٢٠٤]

''اور تم میں سے جو فوت ہو جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنے نفسوں کے ساتھ چار ماہ اور دس دن انتظار کریں گی۔''

اس پر عدت اس لیے واجب ہے (گو کہ خاوند داخل نہیں ہوا) تا کہ فوت شدہ خاوند کے لیے وفا اور اس کے حق کا خیال کیا جائے۔

مدخول بھا کی عدت:

مدخول بھا یا تو حیض والیوں میں سے ہوگی یا ان میں سے نہ ہوگی۔

حیض والی کی عدت:

اگر وہ حیض والیوں میں سے ہے تو اس کی عدت تین قروء ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ [سورة البقرة: ٢٢٨]

''اور طلاق دی گئی عورتیں اپنے نفسوں کے ساتھ تین قروء تک انتظار کریں''۔

قروء قرء کی جمع ہے۔ قرء حیض ہے۔ اسی کو ابن القیمؒ نے ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں: قرء کا لفظ کلام شارع میں صرف حیض کے لیے استعمال ہوا ہے۔ آپ

❶ آیت میں مس/چھونے کا معنی دخول ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے ایک جگہ بھی یہ طہر کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ اس کو آیت میں ذہناً معروف معنی پر ہی محمول کرنا بہتر ہے بلکہ متعین ہے۔ آپ ﷺ نے استحاضہ والی کو فرمایا تھا:

''تو اپنے اقراء کے دنوں میں نماز چھوڑ دے''۔ (1)

آپ ﷺ اللہ کی طرف سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کی قوم کی زبان میں ہی قرآن اترا۔ اگر آپ اپنے کلام میں لفظ مشترک کو اس کو دو معنوں میں سے ایک پر وارد کریں اس کو آپ کے تمام کلام میں اسی پر محمول کرنا لازم ہے۔ کیونکہ آپ کے کلام میں دوسرے معنی کو مراد لینا بالکل ثابت نہیں ہوا۔ وہ معنی قرآن کی لغت بن جائے گا جس کے ساتھ ہم کو مخاطب کیا گیا ہے گو کہ کسی اور کے کلام میں اس کا دیگر معنی بھی ہو۔ جب شارع کی طرف سے قرء کو حیض کے لیے استعمال کرنا ثابت ہو گیا معلوم ہو گیا کہ یہ آپ کی لغت ہے۔ تو آپ کے کلام میں اسے اس پر محمول کرنا متعین ہو گیا۔ اس کی دلیل وہ بھی ہے جو سیاق آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾.

''اور عورتوں کے لیے حلال نہ ہے کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے''۔ [سورۃ البقرۃ: ۲۲۸]

عام مفسرین کے نزدیک یہ حیض اور حمل ہے۔ رحم میں پیدا کی گئی چیز حیض وجودی ہی ہے۔ یہی سلف اور خلف نے فرمایا ہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ وہ طہر ہے۔ اسی طرح اللہ پاک نے فرمایا:

﴿وَالّٰٓـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾. [سورة الطلاق : ٤]

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو جائیں اگر تم شک کرو تو

---

(1) ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ المصابیح۔ تحقیق الالبانی ج ۱ ص ۱۷۶ حدیث نمبر ۵۶۰۔ م

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو حیض نہ آیا ہو اور حمل والیاں ان کی عدت وضع حمل ہے۔''

تو ہر ماہ کو ایک حیض کے مقابل کر دیا گیا ہے اس میں عدم حیض پر حکم معلق کیا گیا ہے نہ کہ عدم طہر اور حیض پر۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ . [سورۃ الطلاق : ۱]

''یعنی تم ان کو ان کی عدت کے لیے طلاق دو''

یعنی ان کی عدت کے آگے نہ کرو کہ اس کے اندر اگر وہ عدت جس کے لیے عورتوں کو طلاق دی جاتی ہے طلاق کے بعد سامنے رکھی جائے گی تو اس کے بعد جو سامنے رکھنا ہے وہ حیض ہے کہ طاہر نے طہر کو سامنے نہیں رکھنا کیونکہ عورت اس کے اندر ہی ہے بلکہ وہ تو حیض کو سامنے رکھے گی اپنی اس (طہر کی) حالت کے بعد جس کے اندر وہ ہے۔ ❶

حیض کی عدت کے لیے کم از کم مدت:

شافعیہ کہتے ہیں کم از کم مدت جس میں آزاد عورت کے لیے حیض کی عدت گزارنا ممکن ہے وہ تیئس دن اور ایک گھڑی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کو طہر میں اس طرح طلاق دیتا ہے کہ طلاق کے بعد طہر سے ایک گھڑی باقی رہتی ہے تو یہ گھڑی قرء ہے۔ پھر ایک دن اس کو حیض آتا ہے۔ پھر پندرہ دن طہر ہوتا ہے۔ یہ قرء ثانی ہے۔ پھر ایک دن حیض آتا ہے۔ پھر پندرہ دن طہر ہوتا ہے یہ تیسرا قرء ہے۔ جب تیسرے حیض میں داخل ہو جائے اس کی عدت گزر گئی۔

رہے امام ابوحنیفہؒ تو ان کے خیال میں کم از کم مدت اس کی ساٹھ دن ہے۔ ان کے دونوں ساتھیوں کے نزدیک انتالیس دن ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ دس دن حیض سے شروع ہوگی۔ یہ اس کی اکثر مدت ہے۔ پھر طہر کے ساتھ پندرہ دن۔ پھر

❶ زاد المعاد ج:۳ ص ۹۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیض کے ساتھ دس اور طہر کے ساتھ پندرہ دن۔ پھر تیسرے حیض کے ساتھ اور اس کی مدت دس دن ہے تو کل ساٹھ دن ہوں گے ۔ جب یہ مدت گزر جائے عورت دعویٰ کرے کہ اس کی عدت گزر گئی۔ اس کی قسم کے ساتھ اس کو سچا مانا جائے گا اور وہ دوسرے خاوند کے لیے حلال ہوگئی۔ رہے صاحبین تو وہ ہر حیض کے لیے تین دن حساب لگاتے ہیں یہ اس کی کم از کم مدت ہے۔ تینوں حیضوں کے درمیان آنے والے طہروں کا شمار وہ پندرہ دن سے کرتے ہیں تو کل انتالیس دن ہو گئے۔ ❶

غیر حائضہ کی عدت:

اگر وہ حیض والیوں میں سے نہ ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ اسی پر وہ صغیرہ بھی صادق آئے گی جو بالغ نہیں ہوئی اور وہ بڑی جس کو حیض نہیں آتا۔ اس کا حیض پہلے نہ آیا ہو یا آنے کے بعد اس کا حیض بند ہو گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالّٰٓـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ .[سورة الطلاق : ٤]

’’اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو جائیں اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو حیض نہ آیا ہو اور حمل والیاں ان کی عدت وضع حمل ہے۔‘‘

ابن ہشام نے اپنی تفسیر میں بواسطہ عمر بن سالم حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو عورتوں کی تعداد کے متعلق وہ کچھ کہتے ہیں جو اللہ نے قرآن میں ذکر نہیں کیا۔ چھوٹیاں، بڑی اور حمل والیاں تو اللہ پاک نے اس سورۃ میں نازل فرمایا:

﴿وَالّٰٓـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

❶ زادالمعاد ج:۴ ص ۲۰۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ .[سورۃ الطلاق : ٤]

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو جائیں اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو حیض نہ آیا ہو اور حمل والیاں ان کی عدت وضع حمل ہے۔''

تو ان میں سے ایک کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا وضع حمل کر لے۔ جب وضع ہو گیا تو اس کی عدت گزر گئی۔ عبداللہ بن جریر رضی اللہ عنہ کے لفظ ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جب یہ آیت اتری جو سورۃ البقرہ میں عورتوں کی عدت کے متعلق ہے لوگوں نے کہا: عورتوں کی کچھ تعداد رہ گئی ہے جن کا قرآن میں ذکر نہیں آیا وہ چھوٹیاں' بڑی' جس کا حیض بند ہو گیا ہو اور حمل والیاں۔ فرماتے ہیں پھر چھوٹی سورت نساء[1] میں یہ آیت اتری:

﴿ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ ﴾ .

[سورۃ الطلاق : ٤]

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو جائیں اگر تم شک کرو۔''

حضرت سعید بن جبیر اللہ کے اس فرمان وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ کے متعلق فرماتے ہیں: مراد وہ بوڑھی ناامید ہونے والی ہے. جس کو حیض نہیں آتا یا وہ عورت جو حیض سے بیٹھ گئی تو اس کا قروء سے کوئی تعلق نہ ہے اور آیت میں جو فرمایا ان ارتبتم یعنی اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ مجاہد سے مروی ہے۔ اگر تم شک کرو اور تم حیض سے بیٹھ رہنے والی یا جس کو حیض نہیں آیا اس کی عدت میں شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے یہ جو ان ارتبتم فرمایا ہے: مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کا حکم پوچھتے ہو اور تمہیں ان کا حکم معلوم نہ ہو اور تم اس میں شک کرو تو اللہ نے اس کو تمہارے لیے بیان کر دیا ہے۔

[1] بعض سلف سورۃ النساء کو سورت نساء کبریٰ اور سورۃ الطلاق کو چھوٹی سورۃ نساء کہتے تھے کیونکہ اس میں عورتوں کے احکام ہیں۔ یہاں بھی یہی معنی مراد ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حائضہ عورت کا حکم جب وہ حیض نہ دیکھے:

اگر عورت کو طلاق دی گئی۔ وہ حیض والیوں میں سے ہو۔ پھر وہ اپنی عادت کے مطابق حیض نہ دیکھے اسے معلوم نہ ہو کہ اس کی وجہ کیا ہے تو وہ ایک سال عدت گزارے گی نو ماہ انتظار کرے گی تاکہ اس کے رحم کی برأت معلوم ہو کیونکہ یہ مدت غالباً حمل کی مدت ہے۔ اگر اس کا حمل واضح نہ ہوا۔ بظاہر اس کی برأت رحم معلوم ہوگی۔ اس کے بعد وہ ناامید عورتوں والی تین ماہ عدت گزارے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح فیصلہ فرمایا تھا: امام شافعیؒ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ انصار ومہاجرین کے درمیان فرمایا۔ ہمارے علم میں کسی رد کرنے والے نے اس کا رد نہ کیا۔

ناامیدی کی عمر:

ناامیدی کی عمر کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں پچاس برس ہے۔ بعض نے ساٹھ کہا ہے۔ درست بات یہ ہے کہ یہ عورتوں کے بدلنے سے بدل جاتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: ناامیدی کی عمر عورتوں کے بدلنے سے بدل جاتی ہے اس کی کوئی حد نہیں جس پر عورتوں کا اتفاق ہو۔ آیت سے مراد ہر عورت کی اپنی ناامیدی ہے کیونکہ ناامیدی امید کی ضد ہے۔ اگر عورت حیض سے ناامید ہو چکی۔ وہ اس کی امید نہیں رکھتی تو وہ آئسہ ہے گو کہ اس کی عمر چالیس وغیرہ ہو۔ بعض آئسہ نہیں ہوتیں گو ان کی عمر پچاس برس ہو جائے۔ [1]

حاملہ کی عدت:

حاملہ کی عدت وضع حمل سے ختم ہو جاتی ہے۔ وہ مطلقہ ہو یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [سورۃ الطلاق:٤]

---

[1] زاد المعاد ج ۴ ص ۲۰۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں''۔

زاد المعاد میں ہے: اللہ پاک کا فرمان:

﴿ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ .

''اور حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں''۔

اس بات پر دلالت کرتا ہے اگر وہ حاملہ ہو دو کے حمل کے ساتھ اس کی عدت کم نہ ہوگی جب تک ان دونوں کا وضع نہ ہو۔ یہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جس پر استبراء ہو تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے۔ یہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ عدت وضع کے ساتھ ختم ہو جائے گی وہ جس صفت پر بھی ہو زندہ یا مردہ' تام الخلقت یا ناقص' اس میں روح پھونکی گئی یا نہ پھونکی گئی ہو۔ حضرت سبیعہ اسلمیہ فرماتی ہیں کہ وہ سعد بن حوام کی بیوی تھیں۔ وہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ وہ حجۃ الوداع میں فوت ہوئے جب کہ وہ حاملہ تھیں۔ انہوں نے ان کی وفات کے بعد جلدی ہی وضع حمل کیا۔

جب وہ اپنے نفاس سے پاک ہوئیں۔ پیغام دینے والوں کے لیے زینت اختیار کی بنو عبدالدار قبیلہ کا ایک شخص ابوالسنابل بن بعکک ان کے پاس آیا کہا: کیا ہے کہ میں تجھے زینت اختیار کرنے والی دیکھتا ہوں؟ شاید کہ تو نکاح کرنا چاہتی ہے؟ اللہ کی قسم تو نکاح نہیں کر سکتی حتی کہ تجھ پر چار ماہ اور دس دن گزر جائیں۔ سبیعہ کہتی ہیں: جب اس نے مجھے یہ کہا میں نے شام کو ارادہ کیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی۔ میں نے آپؐ سے اس متعلق سوال کیا۔ آپؐ نے مجھے فتویٰ دیا کہ جب میں نے اپنا حمل وضع کیا میں حلال ہوگئی تھی۔ آپؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ اگر میں مناسب سمجھوں تو شادی کرلوں۔

ابن شہاب کہتے ہیں: میرے خیال میں کوئی حرج نہیں کہ جب وضع حمل ہو تو وہ شادی کرلے گو وہ اپنے (نفاس کے) خون میں ہو لیکن جب تک وہ پاک نہ ہو اس کا خاوند اس کے قریب نہ جائے گا۔ [بخاری' مسلم' نسائی اور ابن ماجہ]۔

علماء اللہ تعالیٰ کے فرمان:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾ [سورة البقرة : ٢٣٤]

"جو مرد تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے نفسوں کے ساتھ چار ماہ دس دن انتظار کریں گی"۔

کو غیر حامل [1] عورتوں کی عدت کے لیے خاص کرتے ہیں جب کہ سورت طلاق میں جو فرمان ہے:

﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ . [الطلاق:٤]

کو حاملہ کی عدت کے لیے خاص کرتے ہیں تو دوسری آیت پہلی کے معارض نہ ہوئی۔

جس کا خاوند فوت ہو جائے:

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾ . [سورة البقرة : ٢٣٤]

"جو مرد تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے نفسوں کے ساتھ چار ماہ دس دن انتظار کریں گی"۔

اگر آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی پھر وہ فوت ہو گیا جب کہ وہ عدت میں تھی۔ وہ وفات کے بعد عدت گزارے گی کیونکہ وہ اس حالت میں فوت ہوا جب کہ وہ اس کی بیوی تھی۔ [2]

مستحاضہ کی عدت:

مستحاضہ ایک حیض عدت گزارے گی۔ پھر اگر اس کی عادت ہو تو اس پر لازم

---

[1] حوائل کا معنی غیر حاملہ جبکہ حوامل کا معنی حاملہ ہے۔

[2] کیونکہ رجعی میں عدت کے اختتام تک حق زوجیت باقی رہتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ حیض اور طہر میں اپنی عادت کا لحاظ رکھے جب تین حیض گزر گئے اس کی عدت ختم ہوگئی۔ اگر وہ ناامید ہو تو اس کی عدت تین ماہ کے ساتھ ختم ہوگئی۔

غیر صحیح شادی میں عدت کا وجوب:

جس نے شبہ کے ساتھ کسی عورت سے وطی کی۔ اس پر عدت واجب ہوگی کیونکہ نسب میں شبہ کی وطی نکاح کی وطی کی طرح ہے۔ عدت کو واجب کرنے میں وہ نکاح کی وطی کی طرح ہوگی اسی طرح زواج فاسد میں عدت واجب ہوگی جب دخول ثابت ہو جائے۔ ❶ جس نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا۔ اس عورت پر عدت واجب نہ ہوگی کیونکہ عدت تو نسب کی حفاظت کے لیے ہے جب کہ زانی کے ساتھ کوئی نسب لاحق نہیں ہوتا۔ یہ احناف' شافعیہ اور ثوری کی نیز حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی رائے ہے۔

مالکؒ اور احمدؒ کہتے ہیں: اس پر عدت ہے کیا اس کی عدت تین حیض ہے یا ایک جس سے استبراء رحم میں ہو؟ (اس میں) امام احمدؒ سے دو روایات ہیں۔

عدت کا حیض سے مہینوں میں بدل جانا:

جب مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی وہ حیض والی تھی۔ پھر وہ اس کی عدت کے دوران ہی فوت ہوگیا۔ اگر یہ طلاق رجعی تھی تو عورت پر لازم ہے کہ وہ وفات کی عدت گزارے جو کہ چار ماہ دس دن ہے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہی تھی اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ طلاق رجعی زوجیت کو ختم نہیں کرتی۔ اسی لیے ان دونوں کے درمیان وراثت بھی ثابت ہوگی جب دونوں میں سے کوئی فوت ہو جائے اور عورت عدت میں ہو۔ اگر طلاق بائن تھی تو یہ عدت طلاق حیض کے ساتھ مکمل ہوگی۔ یہ عدت وفات میں تبدیل نہ ہوگی۔ اس کی وجہ وقت طلاق سے ہی زوجین کے مابین زوجیت کا انقطاع ہے۔ تو وفات اس وقت ہوئی جب وہ خاوند نہ تھا۔ اس لیے ان میں سے ایک

---

❶ ظاہری کہتے ہیں: نکاح فاسد میں عورت پر عدت نہ ہے گو بعد الدخول ہو کیونکہ اس کے وجوب پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کا وارث نہ ہوگا جب کوئی فوت ہو جائے اور عورت عدت میں ہو۔ الا یہ کہ وہ بھاگنے والا شمار کیا جائے۔

بھاگنے والے کی طلاق:

بھاگنے والی کی طلاق یہ ہے کہ مرض موت کا مریض اپنی بیوی کو اس کی رضا کے بغیر طلاق بائن دے دے۔ پھر وہ وفات پا جائے اور عورت عدت میں ہو۔ اس حالت میں وہ وراثت سے بھاگنے والا سمجھا جائے گا۔ اس لیے مالکؒ فرماتے ہیں ''عورت وارث بنے گی گو وہ اس کی عدت ختم ہونے کے اور دیگر خاوند سے نکاح کر لینے کے بعد فوت ہوا تا کہ اس کے لیے اس کے مقصد کے خلاف معاملہ ہو سکے''۔

ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کی رائے ہے کہ اس حال میں حکم بدل جائے گا۔ اس کی عدت دو وقتوں میں سے زیادہ لمبی ہوگی یعنی عدت طلاق یا عدت وفات۔ اگر عدت طلاق زیادہ لمبی ہو تو وہ یہ عدت گزارے گی۔ اگر عدت وفات زیادہ لمبی ہو تو یہ عدت ہوگی۔ یعنی اگر تین حیض چار ماہ دس دن سے زیادہ میں پورے ہوں وہ یہ عدت گزارے گی۔ اور اگر چار ماہ دس دن تین حیض کی مدت سے زیادہ ہوں تو وہ یہ عدت گزارے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت اپنے وراثت کے حق سے محروم نہ ہو جائے جس کا خاوند نے اس سے بھاگ کر طلاق کے ذریعہ سے ارادہ کیا ہے۔

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ اس حال میں مطلقہ عدت طلاق گزارے گی تا کہ اس کی مدت چار ماہ دس دن سے کم ہو۔ دو قولوں میں سے ظاہر کے مطابق امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ وارث نہ بنے گی جیسے صحت میں مطلقہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ ان کی حجت یہ ہے کہ موت سے قبل طلاق کی وجہ سے زوجیت ختم ہوگئی جو وراثت کا سبب تھا۔ بھاگنے کے گمان کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ احکام شریعت ظاہری اسباب پر جاری ہوتے ہیں نہ کہ خفیہ نیات پر۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر مرد نے اپنی بیماری میں عورت کو طلاق بائن دی۔ عورت فوت ہوگئی تو مرد کو وراثت نہ ملے گی۔ اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اس عورت کے حوالہ سے عدت حیض سے مہینوں میں بدل جائے گی جس کو ایک یا دو حیض آئے پھر وہ حیض سے ناامید ہوگئی تو اس وقت اس پر واجب ہوگا کہ وہ تین ماہ عدت گزارے۔ کیونکہ عدت کو حیض سے مکمل کرنا ممکن نہ ہے کہ وہ بند ہو چکا۔ اس کو نئے انداز سے مہینوں میں مکمل کرنا ممکن ہوگا کیونکہ مہینے حیض کا بدل ہیں۔

عدت کا مہینوں سے حیض میں بدل جانا:

جب عورت نے عدت مہینوں میں شروع کی۔ کیونکہ وہ چھوٹی تھی یا ناامیدی کی عمر کو پہنچی تھی پھر اس کو حیض آ گیا اس پر حیض کی طرف بدل جانا لازم ہے کیونکہ مہینے حیض کا بدل ہیں تو اصل کے وجود کے ہوتے ہوئے ان کے ساتھ عدت گزارنا جائز نہ ہے۔ اگر اس کی عدت مہینوں میں پوری ہوگئی پھر اس کو حیض آیا۔ اس پر نئے سرے سے حیضوں کی عدت لازم نہ آئے گی کیونکہ یہ عدت گزرنے کے بعد آیا ہے۔ اگر اس نے حیضوں یا مہینوں کی عدت شروع کر لی پھر اس پر خاوند کا حمل ظاہر ہوگیا۔ عدت وضع حمل میں بدل جائے گی۔ حمل برأت رحم کی من جهة القطع دلیل ہے۔

عدت کا پورا ہونا:

اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ اگر عدت مہینوں کی ہو تو اس کا حساب علیحدگی کے وقت سے یا وفات سے ہوگا تا آنکہ تین ماہ یا چار ماہ اور دس دن کی عدت مکمل ہو جائے۔ اگر حیض ہو تو عدت تین حیضوں سے مکمل ہو جائے گی اور اس کی پہچان خود عورت کی طرف سے ہوگی۔

معتدہ کا بیت زوجیت کے ساتھ لزوم:

معتدہ پر لازم ہے کہ وہ زوجیت کے گھر کے ساتھ لازم رہے حتی کہ اس کی عدت مکمل ہو جائے۔ اس کے لیے وہاں سے نکل جانا حلال نہ ہے۔ نہ خاوند کے لیے حلال ہے کہ وہ اس کو وہاں سے نکالے۔ اگر طلاق واقع ہو یا علیحدگی ہو جب کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت زوجیت میں موجود نہ ہو اس پر لازم ہے کہ وہ محض معلوم ہونے پر یہاں لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾. [سورة الطلاق:١]

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت کے حساب سے طلاق دو اور عدت کو شمار کرو۔ اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے تم ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ نہ نکلیں الا یہ کہ واضح بے حیائی کو آئیں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو اللہ کی حدود پر زیادتی کرے گا پس اس نے خود پر ظلم کیا۔''

حضرت فریعہؓ بنت مالک بن سنان جو حضرت ابوسعید خدریؓ کی بہن ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر آئی کہ وہ اپنے گھر بنوخدرۃ میں لوٹ جائے۔ اس کا خاوند اپنے غلاموں کی تلاش میں نکلا جو بھاگ گئے تھے حتی کہ جب وہ طرف القدوم [1] میں پہنچے وہ ان کو جاملا۔ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ میں اپنے گھر کی طرف لوٹ جاؤں۔ اس نے مجھے کسی ایسے گھر میں نہیں چھوڑا جس کا وہ مالک ہو اور نہ خرچہ ہی ہے؟ کہتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ کہتی ہے میں نکلی حتی کہ جب میں کمرے میں یا مسجد میں تھی آپ نے مجھے بلایا یا حکم دیا تو مجھے اس پر بلایا گیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے کیسے کہا؟ میں نے آپ کو اپنے خاوند والی بات دوبارہ سنائی۔ فرمایا: تو اپنے گھر میں ٹھہری رہ حتی کہ کتاب اپنے مقررہ وقت کو پہنچے۔ کہتی ہے میں نے اس میں چار ماہ دس دن عدت گزاری۔ کہتی ہے جب حضرت عثمان بن عفانؓ کا دور آیا۔ آپؓ نے مجھے پیغام بھیجا آپؓ نے مجھے اس

---

[1] یہ مدینہ سے چھ میل دور ایک جگہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق پوچھا: میں نے آپ کو خبر دی۔ آپ نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ ❶ جن کے خاوند فوت ہو جائیں حضرت عمرؓ ان عورتوں کو بیداء سے واپس کر دیتے ان کو حج سے روک دیتے۔ اس سے بدوی عورت مستثنیٰ ہے جب اس کا خاوند فوت ہو جائے وہ اپنے اہل کے ساتھ سفر کرے گی اگر وہ سفر کرنے والے/ چلنے پھرنے والے لوگ ہیں۔

جس کا خاوند فوت ہو جائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس عورت کو عدت میں نکلنے کا فتویٰ دیتی تھیں۔ وہ اپنی بہن ام کلثوم کو لے کر مکہ کی طرف عمرہ میں نکلیں جب ان کے خاوند طلحہ بن عبید اللہؓ فوت ہو گئے۔ عبدالرزاق نے ابن جریج بن عطاء کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں اللہ عز و جل نے فرمایا:

﴿تَعْتَدُّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾. ❷

''چار ماہ اور دس دن عدت گزاریں''۔

یہ نہ فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں عدت گزارے تو وہ جہاں چاہے عدت گزارے گی۔ ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی بیان کیا ہے فرماتے ہیں: اس آیت نے اس اہل میں عدت کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور یہ اس کی وصیت کے متعلق خاموش ہو گئی ہے۔ اگر چاہے تو نکل جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ﴾

''اگر وہ نکلیں تو تم پر حرج نہ ہے اس کام میں جو وہ اپنے نفسوں کے ساتھ کریں''۔ [سورۃ البقرۃ: ۲۴۰]

عطاء کہتے ہیں پھر وراثت آ گئی اس نے رہائش منسوخ کر دی وہ جہاں چاہے عدت گزارے گی۔

---

❶ سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳۷ حدیث نمبر ۲۳۰۰۔
[ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' ترمذی نیز فرمایا یہ حسن صحیح ہے]

❷ یہ آیت کی تفسیر ہو سکتی ہے کیونکہ یہ آیت اس طرح نہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران عدت عورت کے نکلنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف:

عدت میں عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

احناف کا مذہب ہے کہ مطلقہ رجعیہ کے لیے جائز نہیں اور نہ ہی بائن کے لیے کہ وہ اپنے گھر سے دن کو یا رات کو نکلے۔ رہی وہ جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو وہ دن کو اور رات کا بعض حصہ نکل سکتی ہے لیکن وہ رات اپنے گھر میں ہی گزارے گی کہتے ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مطلقہ کا خرچہ اس کے خاوند کے مال میں بیوی کی طرح ہے لہٰذا اس کے لیے نکلنا جائز نہ ہے۔ برخلاف اس عورت کے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو کہ اس کے لیے خرچہ نہ ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے حالات کی بہتری کے لیے دن کو نکلے۔ کہتے ہیں کہ اس پر لازم ہے کہ وہ عدت اس گھر میں گزارے جس کی طرف علیحدگی کے وقوع کے وقت رہائش کی نسبت کی جاتی تھی۔

کہتے ہیں اگر میت کے گھر میں اس کا حصہ ہو جو اس کو کافی نہ ہے۔ یا ورارث اس کو اپنے حصہ سے نکال دیں وہ منتقل ہو جائے گی کیونکہ یہ عذر ہے اس کا گھر میں رہنا ایک عبادت ہے جب کہ عبادت عذر سے ساقط ہو جاتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ بھی ہے کہ اگر جس کرائے کے مکان میں وہ رہ رہی ہے اگر اس کا کرایہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ دے سکے تو اس کو اجازت ہے کہ وہ اس سے کم کرائے والے گھر میں منتقل ہو جائے۔ ان کے اس کلام سے یہ بات بھی سمجھ آ رہی ہے کہ گھر کا خرچہ/کرایہ عورت کے ذمہ ہے۔ اس سے رہائش ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کی اجرت/کرایہ سے عاجز ہے۔ اسی لیے انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ اپنے ترکہ کے حصہ میں رہے گی اگر اس کو کافی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لئے رہائش نہ ہے۔ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اس گھر میں لازم رہے جس میں اس کا خاوند فوت ہوا تھا اور وہ اس میں تھی۔ اگر وارث اس کو بدل دیں تو درست ورنہ اجرت/کرایہ اس پر لازم ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنبلیوں کا مذہب دن کو نکلنے کا جواز ہے وہ مطلقہ ہو یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ ابن قدامہؒ کہتے ہیں: عدت والی کے لیے اجازت ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لیے دن کو نکلے وہ مطلقہ ہو یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ جابر کہتے ہیں: میری خالہ کو تیسری طلاق دی گئی وہ نکلی اپنی کھجوریں کاٹتی تھی۔ ایک آدمی اس کو ملا۔ اس نے اس کو منع کیا۔ اس عورت نے نبی مکرم ﷺ سے ذکر کیا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''تو نکل اپنی کھجوریں کاٹ شاید کہ تو اس سے صدقہ کرے یا کوئی خیر کا کام کرے''۔ [نسائی' ابوداود] ❶

مجاہد سے مروی ہے کہ کچھ مرد احد کے دن شہید ہو گئے۔ ان کی بیویاں اللہ کے پیغمبر ﷺ کے پاس آئیں کہنے لگیں۔ اے اللہ کے رسولؐ ہم رات کو وحشت/ ڈر محسوس کرتی ہیں کیا ہم میں سے کوئی دوسری کے پاس سو سکتی ہے؟ جب صبح ہو تو ہم جلدی اپنے گھروں کو چلی جائیں؟ فرمایا: ''تم کسی ایک کے پاس بیٹھ کر باتیں کرو حتی کہ جب تم میں سے کوئی سونے کا ارادہ کرے تو ہر ایک اپنے گھر کی طرف لوٹ جائے''۔ عورت کو کسی اور گھر میں رات گزارنے کی اجازت نہ ہے اور نہ ہی رات کو بلا ضرورت نکلنے کی کیونکہ دن کے برعکس رات برائی/ فساد کی جائے گمان ہے کیونکہ دن میں ضرویات معاش پورے کی جاتی ہیں اور ضروریات کی چیزیں خریدی جاتی ہیں۔

عدت گزارنے والی کا سوگ:

عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے فوت ہونے والے خاوند پر دوران عدت سوگ کرے۔ اس پر فقہاء کے مابین اتفاق ہے مطلقہ طلاق بائن میں ان کا اختلاف ہے۔ احناف کہتے ہیں اس پر سوگ واجب ہے دوسروں کا مذہب ہے کہ اس پر سوگ نہ ہے۔ سوگ کی حقیقت پہلی جلد میں گزر چکی ہے۔

❶ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے دیکھیے ج ۲ ص ۱۱۲۱ حدیث نمبر ۵۵۔ ۱۴۸۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدت والی کا خرچہ:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مطلقہ طلاق رجعی والی خرچہ اور رہائش کی حق دار ہے۔ طلاق بتہ والی میں ان کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے لیے مطلقہ رجعیہ کی طرح خرچہ ہے کیونکہ وہ عورت زوجیت کے گھر میں مدت عدت گزارنے کی مکلف ہے یہ اپنے اوپر مرد کے لیے حق سمجھتی ہے۔ اس کے لیے خرچہ واجب ہے اور وقت طلاق سے ہی یہ خرچہ صحیح قرض شمار ہوگا۔[1] یہ قاضی کے فیصلہ یا باہم رضامندی پر موقوف نہ ہوگا۔ یہ قرض ساقط نہ ہوگا جب تک ادا نہ ہو یا معاف نہ ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے لیے خرچہ اور رہائش نہ ہے کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ اس کے خاوند نے اس کو طلاق بتہ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا: ''تیرے لیے اس پر خرچہ نہ ہے''۔[2] امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے لیے بہرحال رہائش ہے لیکن خرچہ نہ ہے الا یہ کہ وہ حاملہ ہو۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن المسیب نے فاطمہ بنت قیس کے سامنے اس کی حدیث کو نہ مانا۔[3]

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابن شہاب کو فرماتے ہوئے سنا: بتہ طلاق والی اپنے گھر سے نہ نکلے گی تا آنکہ حلال ہو جائے۔ اس کے لیے خرچہ نہ ہے الا یہ کہ حاملہ ہو تو اس پر خرچ کیا جائے گا حتی کہ وہ اپنے حمل کو وضع کرے۔ پھر فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک بھی یہی فیصلہ ہے۔

---

[1] یعنی جب تک ادا نہ کیا جائے قرض بنتا جائے گا جو دینا پڑے گا۔

[2] محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ۹ ص ۷۷۴ حدیث نمبر ۵۳۲۳۔

[3] ایضاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرورش

اس (حضانہ) کا مفہوم:

حضانہ حضن سے ماخوذ ہے۔ یہ بغل سے نیچے پہلو تک ہے چیز کے دو حضن کا مطلب اس کی دو جانب ہیں۔ ((حضن الطائر بیضه)) اس وقت بولتے ہیں جب پرندہ انڈے کو اپنے پروں کے نیچے اپنے ساتھ چمٹائے۔ اسی طرح جب عورت اپنے بچے کو ساتھ لگائے۔ فقہاء نے اس کی تعریف کی ہے کہ یہ بچے یا بچی اس ناسمجھ کی حفاظت کی ذمہ داری سے عبارت ہے جو سمجھ نہ رکھتا ہے اور نہ خود اپنا معاملہ کر سکے۔ جو چیز اس کو فائدہ دے اس کا اہتمام' جو چیز اسے ایذاء اور ضرر دے اس سے اسے بچانا اور اس کی جسمانی' روحانی اور عقلی تربیت ہے تا کہ وہ زندگی کے بوجھوں کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت پالے۔ حضانہ/ پرورش صغیر یا صغیرہ کے لیے لازم ہے کیونکہ اس میں غفلت بچے کو تباہی اور ضیاع کے سپرد کر دے گی۔

پرورش مشترک حق ہے:

پرورش صغیر کا حق ہے کیونکہ اسے ایسے فرد کی ضرورت ہے جو اس کا خیال رکھے' اس کی حفاظت کرے' اس کی ذمہ داریاں پوری کرے اور اس کی تربیت کا اہتمام کرے۔ اس کی ماں کا پرورش میں زیادہ حق ہے کیونکہ رسول مکرم ﷺ کا فرمان ہے ''تو اس کی زیادہ حق دار ہے''۔ [1] جب حضانہ ضرورت کی وجہ سے صغیر کا حق ہے تو اس پر ماں کو مجبور کیا جائے گا جب متعین ہو جائے کہ بچے کو اس کی ضرورت ہے تا کہ تہذیب و تربیت کا اس کا حق ضائع نہ ہو۔

---

[1] احمد بن حنبل' مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۸۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب پرورش متعین نہ ہو کہ بچے کی نانی ہو وہ اس کو رکھنے پر راضی ہو جائے اور ماں انکار کرے تو پرورش میں ماں کا حق اس کے ختم کرنے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ شرعی فیصلہ کے جو بعض احکام جاری کئے گئے ہیں وہ اس کی تائید کرتے ہیں۔ جرحا ❶ کی عدالت نے ۱۹۳۳/۷/۲۳ کو درج ذیل فیصلہ دیا:

"پرورش کنندہ اور پرورش کردہ میں سے ہر ایک کے حقوق ہیں لیکن پرورش کردہ کا حق پرورش کنندہ سے قوی تر ہے۔ پرورش کنندہ کا اس حق کو ختم کرنا بچے کے حق کو ختم نہ کرے گا"۔

عیاط کی عدالت کے ۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء کے فیصلہ میں ہے:

"ماں کے علاوہ کسی کا پرورش کردہ بچہ کے خرچہ کی ذمہ داری اس پرورش کنندہ کے حق کو ختم نہ کرے گی۔ بلکہ وہ ماں کے ہاتھ میں رہے گا جب تک پرورش میں ہو اس سے لیا نہ جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ اپنی ماں سے محرومی کا شکار نہ ہو جائے جو اس کے لیے سب لوگوں سے بڑھ کر شفقت اور اس کی خدمت پر سب سے زیادہ صبر کرنے والی ہے"۔ ❷

ماں بچے کی اس کے باپ کی نسبت زیادہ حق دار ہے:

تربیت کے رنگوں میں سب سے اونچا رنگ وہ ہے جو بچے کی تربیت والدین کی پرورش میں ہو کہ وہ ان کے خیال اور ان کی خوبی پر اچھی نگرانی سے وہ کچھ پائے گا جو اس کے جسم کو بنائے' اس کی عقل کو بڑھائے' اس کے دل کو پاک کرے اور اسے زندگی کے لیے تیار کرے۔ اگر واقعہ یہ پیش آیا کہ والدین میں علیحدگی ہو گئی' ان کا بچہ ہے تو باپ کی نسبت ماں اس کی زیادہ حق دار ہے بشرطیکہ کوئی ایسی رکاوٹ نہ ہو جو اس کے مقدم ہونے کو مانع ❸ ہو یا بچے میں ایسا وصف ہو جو اسے اختیار دینے کا تقاضا

---

❶ شہر کا نام ہے۔ ❷ احکام احوال الشخصیۃ از ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ۔

❸ کہ اس میں وہ شرطیں پوری نہ ہوں جو پرورش کنندہ میں ہوتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے۔ ● ماں کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لیے پرورش اور رضاعت کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ وہ تربیت کو زیادہ پہچاننے والی اور اس پر زیادہ قدرت رکھنے والی ہے۔ اس میں اس متعلق وہ صبر ہے جو مرد میں نہ ہے۔ اسی کے پاس وہ وقت ہے جو اس کے پاس نہیں۔ اس لیے بچے کے فائدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ماں کو مقدم کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے: "ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے پیغمبرؐ! یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لیے برتن ہے' میری گود اس کو سنبھالنے والی ہے' میرا پستان اس کے لیے مشکیزہ ہے۔ اس کا باپ کہتا ہے کہ وہ اسے مجھ سے چھین لے گا"۔ آپؐ نے فرمایا: "تو اس کی زیادہ حق دار ہے جب تک تو نکاح نہ کرلے"۔ ●

یحیٰی بن سعید کہتے ہیں: میں نے قاسم بن محمد کو کہتے ہوئے سنا: "حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس انصار کی ایک عورت تھی۔ اس نے ان کے لیے عاصم بن عمر کو جنم دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمر قباء میں آئے وہاں اپنے بیٹے عاصم کو صحن مسجد میں کھیلتے ہوئے دیکھا۔ اس کا بازو پکڑا اور جانور پر اسے اپنے آگے بٹھالیا۔ ان کو بچے کی نانی نے دیکھ لیا۔ اس نے آپ سے جھگڑا کیا۔ حتیٰ کہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ عورت نے کہا میرا بیٹا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: "بچے اور اس عورت کے درمیان سے ہٹ جاؤ تو حضرت عمر نے ان سے مزید بات نہ کی"۔ [موطا امام مالک]

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث منقطع اور متصل صورتوں میں مشہور ہے۔ اہل علم کا اس کو تلقی بالقبول ہے۔ بعض روایات میں ہے آپ نے فرمایا:

"ماں زیادہ شفیق' مہربان' پیار کرنے والی بہتر اور زیادہ خیال کرنے والی ہے۔ وہی اپنے بچے کی زیادہ حق دار ہے جب تک شادی نہ کرلے"

یہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "ماں زیادہ شفقت کرنے والی اور

● یعنی جب بچے کو عورت کی خدمت کی ضرورت نہ رہے۔

● احمد بن حنبل، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲۔ [احمد' ابوداؤد' بیہقی' حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہربان ہے۔" ماں کے اپنے چھوٹے بچے کی زیادہ حق دار ہونے کی یہی وجہ ہے۔

پرورش میں اصحاب حقوق کی ترتیب:

جب ابتداء پرورش ماں کا حق ہے تو فقہاء نے فرمایا کہ ماں کی قرابت باپ کی قرابت پر مقدم رکھی جائے گی پرورش کے جو حق دار ہیں ان کی ترتیب اس طرح ہوگی پہلے ماں: اگر کوئی رکاوٹ پائی جائے جو اس کو مقدم کرنے میں مانع ہو تو یہ ماں کی ماں (نانی) کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ پھر ماں کی بہن' پھر باپ کی بہن' پھر سگی بہن کی بیٹی جو ماں کی بہن کی بیٹی ہے' پھر ماں کی بہن' پھر باپ کی بہن' پھر سگی بہن کی بیٹی جو ماں کی بہن کی بیٹی ہے۔[1] پھر سگی خالہ جو ماں کی خالہ ہے' پھر باپ کی خالہ' پھر باپ کی بہن کی بیٹی' پھر سگے بھائی کی بیٹی جو ماں کے بھائی کی بیٹی ہے' پھر باپ کے بھائی کی بیٹی' پھر سگی پھوپھی' پھر ماں کی پھوپھی پھر باپ کی پھوپھی' پھر ماں کی خالہ' پھر باپ کی خالہ' پھر ماں کی پھوپھی' پھر باپ کی پھوپھی۔ ان میں سے ہر ایک میں سگی مقدم کی جائے گی۔ اگر بچے کے لیے ان محارم میں سے کوئی قریب عورت موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن وہ پرورش کے اہل[2] نہ ہو تو پرورش محارم عصبات مردوں کو منتقل ہو جائے گی۔ اسی حساب سے جو وراثت میں ترتیب ہے۔ پرورش کا حق باپ کو منتقل ہو جائے گا۔ پھر باپ کے باپ کو گو اوپر تک ہوں۔ پھر سگے بھائی کو' پھر باپ کی طرف سے بھائی کو' پھر سگے بھائی کے بیٹے کو' پھر باپ کی طرف سے بھائی کے بیٹے کو' پھر سگے چچا کو جو باپ کا چچا ہے پھر اس کے باپ کے سگے چچا کو' پھر اس کے باپ کے چچا کو۔ اگر اس کے عصبہ مرد محارم میں سے کوئی نہ ہو یا ہو لیکن وہ پرورش کا اہل نہ ہو پھر پروش اس کے محارم سے غیر عصبہ مردوں کو منتقل ہو جائے گی۔ وہ ماں کے دادا کو ملے گی' پھر ماں کے بھائی کو' پھر ماں کے بھائی کے بیٹے کو' پھر ماں کے چچا کو' پھر سگے ماموں کو جو باپ کا

---

[1] اصل عبارت میں یونہی ہے اور یہ تکرار ہے۔ آگے بھی کچھ تکرار ہے۔

[2] یعنی پرورش کی شرطوں میں سے کوئی شرط اس میں نہ ہو جو آگے آ رہی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماموں ہے' پھر ماں کے ماموں کو۔

اگر بچے کا کوئی قریبی نہ ہو تو قاضی اس کے لیے پرورش کرنے والی متعین کرے گا جو اس کی تربیت کرے گی۔ پرورش کی اس طرح ترتیب اس لیے ہے کہ بچہ کی پرورش نہایت ضروری امر ہے۔ اس کا زیادہ حق دار اس کا قریبی ہے۔ بعض قریبی بعض سے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔ ولیوں کو مقدم کیا جائے تا کہ شروع میں ان کی طرف سے ولایت نظر میں بچے کا فائدہ ہو۔ اگر یہ نہ ہوں یا ہوں لیکن ان کے لیے پرورش میں کوئی مانع ہو تو پرورش قریب سے قریب تر کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اگر کوئی قریبی نہ ہو تو پھر حاکم اس فرد کے تعین کا ذمہ دار ہے جس کے لیے پرورش درست ہو۔

پرورش کی شرطیں:

جو عورت بچے کی پرورش کی ذمہ دار بنتی ہے اس کے لیے شرط ہے کہ وہ بچے کی تربیت اور اس کے کاموں کو پورا کر سکے۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی پر وہ کافی اور قادر ہو۔ یہ قدرت اور کفایت کچھ شروط کے پورا ہونے سے ہی ثابت ہوگی اگر ان میں سے کوئی شرط پوری نہ ہو تو پرورش ساقط ہو جائے گی۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

① عقل: ناسمجھ اور مجنون کو پرورش نہ ملے گی۔ وہ دونوں خود اپنے معاملات سلجھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ کسی اور کا معاملہ سلجھانا ان کے سپرد نہ کیا جائے گا کیونکہ ان میں یہ چیز موجود نہیں وہ اس کو دے نہیں سکتے۔

② بلوغت: کیونکہ جو صغیر ہے گو سمجھدار ہو اس کو اس فرد کی ضرورت ہے جو اس کے معاملہ کی نگرانی کرے اس کی پرورش کرے۔ لہٰذا وہ کسی اور کے معاملہ کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔

③ تربیت پر قدرت: نابینی' کمزور نظر والی' متعدی مرض[1] والی' ایسی بیماری والی جو

---

[1] مؤلف نے متعدی سے مراد غالباً شدید بیماری کو لیا ہے ورنہ صحیح حدیث میں ہے کہ ''کوئی بیماری متعدی نہیں''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اس کی ذمہ داریاں نبھانے سے عاجز کرے' عمر میں ایسی بڑھی ہوئی جس کو خود دوسرے کے خیال کی ضرورت ہو اور نہ ہی ایسی عورت کو پرورش دی جائے گی جو گھر کے کاموں میں غفلت برتتی ہو ان کو اکثر چھوڑ دیتی ہو کہ اس غفلت سے بچے کے ضیاع اور اس کو تکلیف پہنچنے کا ڈر ہو۔ یا کسی متعدی مرض والے مریض کی خدمت گزار ہو یا وہ جو بچے سے بغض رکھے۔ گو کہ وہ قریب ہو کیونکہ یہاں پورے خیال اور اچھی فضا کی شرط موجود نہ ہے۔ (یعنی ان سب کو پرورش نہ دی جائے گی۔ از مترجم)

④ امانت اور اخلاق: کیونکہ بری عورت پر بچے کے حوالہ سے اندیشہ ہے کہ اس پر فریضہ پرورش کی ادائیگی کا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے طور طریقے اپنا لے اور اسی کی عادات پر عمل کرے۔

امام ابن القیمؒ نے اس شرط پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: درست بات یہ ہے کہ پرورش کنندہ میں عادل ہونے کی شرط نہ ہے گو کہ اصحاب احمدؒ شافعی وغیرہ رحمہم اللہ نے یہ شرط لگائی ہے۔ یہ شرط بہت دور کی ہے۔ اگر پرورش کنندہ میں عادل ہونا شرط ہو تو دنیا کے بچے ضائع ہو جائیں۔ امت پر بڑی مشقت آ جائے' بہت تنگی ہو جائے۔ جب سے اسلام آیا ہے تا قیامت فاسقوں کے بچے ہوتے رہیں گے۔ دنیا میں ان کو کون سنبھالے گا باوجودیکہ وہ اکثر بھی ہیں۔ جب اسلام میں والدین کی طرف سے فسق کی وجہ سے بچہ چھیننے کا مسئلہ آ جائے جب کہ یہ ایسا حرج اور تنگی ہے جو عام ملکوں اور زمانوں کو ملے گا۔ برخلاف اس کے ولایت نکاح میں عدالت کی شرط کا مرتبہ ہے۔ ہمیشہ سے ملکوں' زمانوں' شہروں اور بستیوں میں یہ وقوع پذیر ہے باوجودیکہ اکثر ولی جو اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں وہ فاسق ہوتے ہیں۔ لوگوں میں ہمیشہ فسق رہا ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے اور آپؐ کے کسی صحابیؓ نے کسی فاسق کو اپنے بچے کی تربیت اور پرورش سے نہ روکا اور نہ اپنی مولیہ کی شادی کروانے سے۔ عادت اس بات پر گواہ ہے کہ آدمی گو فاسق ہو لیکن اپنی بیٹی کے متعلق احتیاط کرتا ہے اور اس کو ضائع نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا۔ وہ اس کے لیے بقدر جہد بہتری کا شوق رکھتا ہے۔ اگر فرض کریں کہ اس کے خلاف بھی ہے تو وہ مروج عادت کی نسبت کم ہے۔

شارع نے اس میں فطری باعث پر اکتفاء کیا ہے۔ اگر فاسق سے پرورش اور ولایت نکاح چھین لی جاتی تو امت کے لیے اس کا بیان اہم امور میں سے تھا۔ امت اس کو آگے پہنچانے کا اہتمام کرتی اس پر تسلسل سے عمل ان باتوں سے بڑھ کر ہوتا جنہیں انہوں نے آگے پہنچایا ہے اور جن پر مسلسل عمل کیا ہے۔ پھر ان پر اس حکم کو ضائع کرنا اور اس کے خلاف عمل کرنا کیسے جائز ہے اگر فسق پرورش کے منافی ہوتا تو جس نے زنا کیا یا شراب پی لی یا کبیرہ گناہ کیا اس کے اور اس کے چھوٹے بچوں کے مابین علیحدگی کروائی جاتی اور ان کے لیے کوئی اور (پرورش کنندہ) ڈھونڈھا جاتا۔ واللہ اعلم۔

⑤ اسلام: مسلمان صغیر کے لیے کافرہ کی پرورش ثابت نہ ہوگی کیونکہ پرورش ایک ولایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے مسلمان پر ولایت نہیں رکھی فرمایا:

﴿ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴾. [سورة النساء: ١٤١]

”اور اللہ ہرگز کافروں کے لئے مؤمنوں پر کوئی راہ نہ رکھے گا۔“

یہ شادی اور مال کی ولایت کی طرح ہے۔ پرورش کنندہ کی طرف سے بچے کے دین کا خطرہ رہے گا کیونکہ وہ چاہے گی کہ اس کی پرورش اس کے دین پر ہو۔ اسکے دین پر اس کی تربیت ہو۔ پرورش کنندہ کے بعد یہ مشکل ہے کہ بچہ اس سے بدل جائے۔ یہ سب سے بڑا ضرر ہے جو بچے کو لاحق ہوگا۔ حدیث میں ہے:

”ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے تو اس کے والدین اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں“۔ ❶

احناف' ابوثور اور مالکیہ میں سے ابن القاسم کا مذہب ہے کہ پرورش کنندہ کے لیے پرورش ثابت ہوگی وہ کافرہ بھی ہو اور بچہ مسلمان ہو کیونکہ پرورش بچے کی

---

❶ صحیح بخاری' کتاب الایمان۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضاعت اور اس کی خدمت سے آگے نہیں بڑھتی اور یہ دونوں کافرہ کی طرف سے جائز ہیں۔

ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے کہ: ''رافع بن سنان مسلمان ہوگیا اس کی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔ وہ نبی مکرم ﷺ کے پاس آئی کہا: میری بیٹی! اس کا دودھ چھڑا لیا گیا ہے یا کچھ اس طرح کا لفظ کہا۔ رافع نے کہا: میری بیٹی! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ اس کو ہدایت دے وہ اپنے باپ کی طرف مائل ہوگئی اس نے اسے پکڑ لیا''۔ احناف نے گو کافرہ کی پرورش کا جواز بتایا ہے لیکن انہوں نے شرط لگائی ہے کہ وہ مرتدہ نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک مرتدہ قید کی حق دار ہے۔ تا آنکہ توبہ کرے اور اسلام کی طرف لوٹ آئے یا قید میں مر جائے۔ اس کو بچے کی پرورش کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر اس نے توبہ کی اور لوٹ آئی اس کے لیے پرورش کا حق بھی لوٹ آئے گا۔ [1] اس نے شادی نہ کر لی ہو۔ اگر اس نے شادی کر لی اس کا حق پرورش ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] نے بیان کیا ہے کہ ''ایک عورت نے کہا اے اللہ کے پیغمبرؐ! میرا یہ بیٹا۔ میرا پیٹ اس کے لیے برتن میری گود اس کے لیے سنبھالنے والی اور میرا پستان اس کے لیے مشکیزہ ہے۔ اس کا باپ کہتا ہے کہ وہ اس کو مجھ سے چھین لے گا۔ فرمایا تو اس کی زیادہ حق دار ہے جب تک شادی نہ کر لے''۔ [3] یہ حکم اس عورت کا ہے جو اجنبی سے شادی کرے۔

اگر بچے کے کسی قریب محرم سے شادی کرے مثلاً اس کے چچا سے تو پرورش ساقط نہ ہوگی کیونکہ چچا بھی پرورش کا حق دار ہے۔ اس کی بچے کے ساتھ صلہ رحمی اور قرابت ہے جو اسے اس پر شفقت اور اس کے حق کا خیال رکھنے پر آمادہ کرے گی۔ ان

---

[1] اس طرح حق پرورش لوٹ آئے گا کہ وہ ایک سبب سے ختم ہوا تھا۔ اب یہ سبب ختم ہو گیا جو اس کو ختم کرنے کی وجہ تھا۔

[2] یہ روایت ابھی پیچھے گزری ہے وہاں عبداللہ بن عمرو اصل کتاب میں ہے۔

[3] احمد بن حنبل' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲۔ [احمد ابوداؤد' بیہقی حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کے درمیان اس کی کفالت پر تعاون پورا ہوگا۔ برخلاف اجنبی کے۔ اگر عورت اس سے شادی کرتی ہے وہ اس پر شفقت نہ کرے گا۔ نہ عورت کو اس کا خیال رکھنے کی اجازت دے گا۔ نہ وہ مہربان فضا پائے گا نہ فطری خوش دلی اور نہ ایسے حالات جن میں اس کی خوبیاں اور صلاحیتیں پروان چڑھیں۔

جناب حسنؒ اور ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ شادی کرنے پر کسی حال میں بھی پرورش ساقط نہیں ہوتی۔

⑥ آزادی: جو غلام ہے اسے اپنے مالک کے حق کی مصروفیت ہے۔ اسے بچے کی پرورش کے لیے فراغت نہ ملے گی۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رہی آزادی کی شرط تو یہ کسی ایسی دلیل پر قائم نہ ہے جس کی طرف دل مائل ہو۔ آئمہ ثلاثہ کے اصحاب نے اسے شرط بنایا ہے جب کہ مالک رحمہ اللہ نے اس آزاد کے متعلق فرمایا جس کا لونڈی سے بچہ ہو۔ ماں اس کی زیادہ حق دار ہے الا یہ کہ وہ بیچ دی جائے اگر وہ منتقل ہو جائے تو باپ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ یہی بات درست ہے۔

پرورش کی اجرت:

پرورش کی اجرت رضاعت کی اجرت کی طرح ہے۔ ماں اس کی حق دار نہیں ہوتی جب تک وہ بیوی یا معتدہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ بیوی یا معتدہ ہو تو اس کو زوجیت یا عدت کا خرچہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾.

[سورة البقرة : ۲۲۳]

"اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں گی اس شخص کے لئے جو ارادہ کرے کہ رضاعت کو کامل کرے اور جس کا بچہ ہے اس مرد پر ان عورتوں کا رزق اور ان کا لباس مناسب طریقہ سے لازم ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا عدت گزارنے کے بعد تو وہ اجرت کی حق دار ہوگی جس طرح رضاعت کی اجرت کی حق دار ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿فَـاَنْـفِـقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُـوْرَهُـنَّ وَاْتَـمِـرُوْا بَيْـنَـكُـمْ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى﴾ [سورة الطلاق : ٦]

”تو تم ان پر خرچ کرو حتیٰ کہ وہ اپنا حمل وضع کریں پس اگر وہ تمہارے لئے پرورش کریں تو تم ان کو ان کے اجر دے دو اور آپس میں مناسب مشورہ کرلو اور اگر تم باہم تنگی کرو گے تو عنقریب اس کی دوسری پرورش کرے گی“۔

جو ماں نہ ہے وہ پرورش کے وقت سے پرورش کی اجرت کی حق دار ہوگی۔ جیسے وہ دایہ ہوتی ہے جو صغیر کی رضاعت کے لیے اجرت پر مقرر کی جاتی ہے جس طرح باپ پر پرورش کی اجرت اور رضاعت کی اجرت واجب ہے۔ اسی طرح اس پر گھریا اس کی تیاری کی اجرت بھی واجب ہے جب ماں کے پاس اس کی ملکیت کا گھر نہ ہو جہاں بچے کی پرورش کرے۔ اسی طرح اس پر خادم کی یا اس کو حاضر کرنے کی اجرت واجب ہے۔ جب اسے خادم کی ضرورت پڑے اور باپ مالدار ہو۔ یہ برخلاف بچے کے کھانے' لباس' بستر' علاج وغیرہ خرچوں کے ہے کہ یہ اس کی وہ ضروریات ہیں جن کے بغیر رہا نہیں جاسکتا جب پرورش کنندہ پرورش کا کام شروع کرے اس وقت سے یہ اجرت واجب ہوگی یہ باپ کے ذمہ قرض ہوگا جو ادائیگی یا معافی کے بغیر ختم نہ ہوگا۔

پرورش کی خیرات:

اگر بچے کے اقرباء میں کوئی ایسا ہو جو پرورش کا اہل ہے وہ پرورش کی خیرات کرتا ہے اس کی ماں اجرت کے بغیر پرورش سے انکار کرتی ہے۔ باپ اگر

---

❶ آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ والدہ جب تک بیوی یا معتدہ ہو اجرت کی حق دار نہ ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالدار ہو اس کو ماں کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ بچہ خیرات دینے والے کو نہ دیا جائے گا بلکہ وہ اپنی ماں کے پاس رہے گا۔ کیونکہ ماں کی پرورش اس کے لیے زیادہ اچھی ہے جب کہ باپ بھی اجرت دینے پر قادر ہے۔ یہ حکم بدل جائے گا جب باپ تنگ دست ہو وہ خیرات کرنے والے کو دے دے گا۔ کیونکہ وہ تنگدست ہے اور اجرت کی ادائیگی سے عاجز ہے اور ایسا خیرات کرنے والا بھی موجود ہے جو بچے کے اقرباء میں سے پرورش کا اہل ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب خرچہ باپ پر واجب ہو۔ جب بچے کا مال ہو اس میں سے اس پر خرچ کیا جائے۔ بچہ نیکی کرنے والی کو دیا جائے تا کہ ایک طرف اس کا مال محفوظ ہو اور دوسری طرف یہ ہے کہ اس کے اقارب میں سے وہ موجود ہے جو اس کی پرورش کرے۔ جب باپ تنگدست ہو اور بچے کا مال بھی نہ ہو۔ اس کی ماں اجرت کے بغیر اس کی پرورش سے انکار کرے اس کے محارم میں بھی کوئی نہ ملے جو اس کی پرورش کی نیکی کرے پھر ماں کو اس کی پرورش پر مجبور کیا جائے گا اور اجرت باپ پر قرض ہوگی جو ادائیگی یا معافی کے بغیر ساقط نہ ہوگی۔

پرورش کی انتہاء:

جب بچہ یا بچی عورت کی طرف سے خدمت کی ضرورت محسوس نہ کریں وہ تمیز اور مستقل مزاجی کی عمر کو پہنچ جائیں تو پرورش ختم ہو جائے گی۔ یعنی جب ان میں سے ہر ایک اپنی بہت ضروری حاجتوں کو خود ادا کر سکے کہ وہ اکیلا کھالے' اکیلا پہن لے اور اکیلا اپنی صفائی خود کر لے اس کی انتہاء کے لیے کوئی مدت متعین نہ ہے جس پر یہ ختم ہو۔ بلکہ اعتبار تمیز اور ضرورت محسوس نہ کرنے کا ہے۔ جب بچہ تمیز کرنے لگے۔ عورتوں کی خدمت سے بے پرواہ ہو جائے۔ اپنی ضروری حاجات کو خود ہی ادا کرنے لگے تو اس کی پرورش ختم ہو جائے گی۔ حنفی وغیرہ مذہب میں فتویٰ اس بات پر ہے کہ پرورش کی مدت ختم ہو جائے گی جب لڑکا سات برس پورے کر لے۔ اس طرح لڑکی جب نو برس پورے کر لے۔ چھوٹی لڑکی کے لیے انہوں نے زیادہ مدت اس لیے بتائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تا کہ وہ اپنی پرورش کنندہ سے عورتوں کی عادات کو اپنا سکے۔

۱۹۲۹ء کے قانون نمبر ۲۵ کی شق نمبر ۲۰ میں یہ تعین ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: قاضی کو اختیار ہے کہ عورتوں کی پرورش میں بچے کے لیے سات کے بعد نو برس جب کہ بچی کے لیے نو کے بعد گیارہ برس کی اجازت دے جب طے ہو جائے کہ اس کی مصلحت کا تقاضا یہی ہے بچے اور بچی کی مصلحت کا اندازہ لگانا قاضی کے اختیار میں ہے۔ اس قانون کی اس شق پر وضاحتی نوٹ نے درج ذیل وضاحت کی ہے۔ اب تک عمل اس پر ہوتا رہا کہ حق پرورش بچے کے لئے سات برس جب کہ بچی کے لئے نو برس تک پہنچنے پر ختم ہو جاتا ہے۔

یہ ایسی عمر ہے تجربات نے بتایا ہے کہ اس میں بچہ اور بچی پرورش سے بے پرواہ نہیں ہوتے۔ جب اور عورت کے سپرد ہوں تو انہیں نقصان ہوتا ہے۔ خصوصاً جب ان کے والد نے ان کی ماں کے علاوہ کسی اور سے شادی کی ہو۔ اسی لیے عورتوں کی بکثرت شکایات آئی ہیں کہ اس وقت ان کے بچے ان سے چھین لیے جاتے ہیں جب حنفی مذہب میں اس بات پر اعتماد ہے کہ بچہ باپ کے سپرد کیا جائے گا جب وہ عورت کی خدمت کی ضرورت محسوس نہ کرے جب کہ بچی اس کے سپرد کی جائے گی جب وہ حد شہوت کو پہنچے۔

فقہاء نے بچے کے لیے اس عمر کے اندازہ میں اختلاف کیا ہے جس میں وہ بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ بعض نے اس کے اندازہ میں اختلاف کیا ہے جس میں وہ بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ بعض نے اس کا اندارہ سات برس بتایا۔ بعض نے اس کا اندازہ نو برس بتایا ہے۔ بعض نے اسے حد شہوت تک پہنچنے کا اندازہ نو برس کے ساتھ جب کہ بعض نے یہی گیارہ برس کے ساتھ دیا ہے۔ وزارت [1] نے یہ فیصلہ کیا ہے جو مصلحت داعی ہے اس پر آزاد نظر کا اختیار قاضی کو ہو کہ وہ بچے کے لیے سات کے بعد اور بچی کے لیے نو کے بعد فیصلہ کرے۔ اگر وہ ان دونوں کا فائدہ ان کی عورتوں کی پرورش میں

[1] اس سے مراد وزارت قانون ہو سکتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنے پر سوچے تو وہ فیصلہ بچے کے لیے نو تک جب کہ بچی کے لیے گیارہ تک کر دے۔ اگر وہ ان کا فائدہ اس کے علاوہ سمجھے تو وہ دیگر عورتوں کے سپرد کرنے کا فیصلہ دے دے۔ [دیکھیے قانون نمبر ۲۰]

سوڈان میں:

استاد ڈاکٹر محمد یوسف نے بیان کیا ہے کہ سوڈان کی شرعی عدالتوں میں اس بات پر عمل جاری ہے کہ لڑکے کی پرورش سات برس تک جب کہ لڑکی کی پرورش نو برس تک پہنچنے پر پوری ہو جائے گی۔ ۱۹۳۲/۱۲/۱۲ء کے شرعی دستور نمبر ۳۴ کی پہلی شق میں حکم جاری ہوا ہے کہ: قاضی کو حق ہے کہ وہ عورتوں کو بچے کے لیے سات سال کے بعد بلوغت تک جب کہ بچی کو نو سال کے بعد شادی تک پرورش کی اجازت دے دے۔ جب واضح ہو کہ ان کی مصلحت کا یہ تقاضا ہے۔ باپ اور تمام اولیاء کو حق ہے کہ پرورش کنندہ کے پاس پرورش کردہ کا خیال رکھیں اسے تعلیم اور ادب سکھائیں۔

پھر اسی دستور کی دوسری شق کے الفاظ یہ ہیں:

"بچے کے لیے سات سال کے بعد اور بچی کے لیے نو سال کے بعد پرورش پر پرورش کنندہ کو اجرت نہ ملے گی"۔

تیسری شق میں ہے اگر باپ پرورش کردہ لڑکی کی شادی اس مقصد کے تحت کر دے کہ شادی سے اس کی پرورش ساقط ہو جائے گی تو ایسا نہ ہوگا جب تک وہ طاقت نہ پائے۔

جب ہم نے ۱۹۴۲/۶/۱۸ء کے دستور کو دیکھا جو خرطوم میں ۱۹۴۲/۱۲/۵ء کو جاری ہوا۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہ سابقہ شقوں کی تشریح کر رہا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- دستور شرعی نمبر ۳۴ نے لڑکے کی پرورش کی عمر بلوغت تک جب کہ لڑکی کی شادی تک بڑھا دی ہے یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں جو معروف ہے اس کے خلاف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ خاص حالت ہے جس میں امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دستور نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی مخالفت کی ہے۔

بظاہر یہ استثنائی حالت ہے جس پر چلنے کے لئے درج ذیل باتیں لازم ہیں۔

① قاضی پرورش کی عمر نہ بڑھائے گا الا یہ کہ پرورش کنندہ عدالت سے اس کی اجازت کا مطالبہ کرے کہ پرورش کردہ اس کے ہاتھ میں ہی رہے کیونکہ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ساتھ مصلحت کا بیان ہو یا پرورش کردہ کو اس سبب سے عصبہ والا خود لینے سے انکار کردے۔ اگر عصبہ والا پرورش کردہ پرورش کنندہ کے ہاتھ باقی رہنے پر موافقت نہ کرے تو پرورش کنندہ کو اس کے دلائل دینے کا پابند کیا جائے گا۔ یا عدالت لڑکے یا لڑکی کے لیے مصلحت کی صورت کی تحقیق کی ذمہ داری ادا کرے۔ اگر وہ دلائل پیش نہ کرے یا پیش کرے لیکن وہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہ ہوں۔ عدالت پر واضح نہ ہو کہ پرورش کردہ کے پرورش کنندہ کے ہاتھ باقی رہنے کی کون سی مصلحت تقاضا کرتی ہے تو عدالت پرورش کنندہ کی درخواست پر عصبہ والے کو قسم کھانے کا پابند کرے گی۔ اگر وہ قسم کھائے کہ پرورش کردہ کے پرورش کنندہ کے ہاتھ میں باقی رہنے کا تقاضا کوئی مصلحت نہیں کرتی تو بچے کو اس کے سپرد کرنے کا فیصلہ دیا جائے گا۔ اگر وہ پھر جائے تو اس کا دعویٰ خارج ہو جائے گا۔

② اگر پرورش کنندہ پرورش کردہ کو عصبہ والے کی طرف لوٹانے کی مخالفت نہ کرے اور نہ ہی بالکل حاضر ہو تو عدالت پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق احکام جاری کرنا واجب ہے۔ پرورش کردہ عصبہ والے کے سپرد کردیا جائے گا جس کی عمر بھی پرورش سے تجاوز کر گئی ہو جب عصبہ اس کا اہل ہو۔ اس بات کے ثابت کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائے گا کہ پرورش کنندہ کی مصلحت اس کا تقاضا کرتی ہے۔

③ اگر پرورش کنندہ بچی کو سپرد کرنے کے مطالبہ کے وقت غائب ہو تو اس کو فیصلے کے خلاف درخواست کا حق ہے وہ اس کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کا مطالبہ کر سکتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ عدالت وہی فیصلے جاری کرے گی جو حاضر پرورش کنندہ کے لیے ہو۔

④ اگر عدالت فیصلہ دے کہ پرورش کردہ عورتوں کے درمیان کسی مصلحت کی وجہ سے ہے جو اس کا تقاضا کرتی ہے۔ پھر مصلحت کی صورت بدل گئی اس پر دوبارہ نزاع آ گیا اس کے لیے جائز ہو جائے گا لیکن اس شرط کے بعد کہ یہ ثابت ہو جائے کہ پرورش کردہ کے لیے پرورش کنندہ کے ہاتھ باقی رہنے کی کوئی مصلحت نہیں رہی جو اس کا تقاضا کرے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو بچہ اس سے لے لیا جائے گا اور عصبہ والے کے سپرد کیا جائے گا۔[1]

پرورش ختم ہونے کے بعد بچے اور بچی کو اختیار دینا:

جب بچہ سات برس کو یا تمیز کی عمر کو پہنچ جائے' پرورش ختم ہو جائے۔ اگر باپ اور پرورش کنندہ اپنے میں سے کسی ایک کے پاس رکھنے پر متفق ہو جائیں یہ اتفاق جاری کر دیا جائے گا۔ اگر دونوں اختلاف اور تنازع کریں بچے کو ان دونوں کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ وہ ان دونوں میں سے جس کو پسند کر لے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی کہا اے اللہ کے پیغمبر! میرا خاوند میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے جب کہ اس نے مجھے بئر ابی عنبہ[2] سے پانی پلایا ہے اور اس نے مجھے نفع دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تیرا باپ اور یہ تیری ماں ہے ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے'' تو اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا وہ اس کو لے کر چلی گئی۔[3] اسی کے مطابق حضرت عمرؓ، علیؓ اور شریح نے فیصلہ کیا ہے۔ یہی شافعی اور حنبلیوں کا مذہب ہے۔ اگر وہ دونوں کو پسند کرے یا کسی کو بھی نہ کرے تو قرعہ اندازی کے ساتھ وہ ایک کو پیش کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں باپ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اختیار دینا درست نہ ہے کیونکہ اس کی

---

❶ ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ' احکام حوال شخصیہ ص: ۵۱۶ اور مابعد۔

❷ مدینہ سے تقریباً ایک میل دور یہ کنواں ہے۔

❸ سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج۲ ص ۷۰۸ حدیث نمبر ۲۲۷۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کوئی بات ہے اور نہ وہ اپنا فائدہ پہچانتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو پسند کرے جو اس کے ساتھ کھیلتا ہے اس کے لیے شہوات ممکن کرتا ہو۔ اس کی تربیت چھوڑتا ہو۔ یہ فساد کا موجب ہوگا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ بلوغت سے نیچے ہے تو اس کو اختیار نہ دیا جائے گا جیسے سات برس سے کم والے کو۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں جب تک اس کے دانت نہ نکل آئیں۔ ماں اس کی زیادہ حق دار ہے۔ یہ بچے کے حوالہ سے ہے۔ رہی بچی تو شافعیؒ کے نزدیک اسے بچے کی طرح اختیار دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں: ماں اس کی زادہ حق دار ہے حتی کہ وہ شادی کرلے یا بالغ ہو جائے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں ماں اس کی زیادہ حق دار ہے جب تک وہ شادی نہ کرے اور خاوند اس پر داخل ہو۔ حنبلی کہتے ہیں جب لڑکی نو کو پہنچے تو بغیر اختیار دینے کے باپ اس کا زیادہ حق دار ہے جب کہ نو برس تک ماں اس کی زیادہ حق دار ہے۔ شرع میں کوئی عام نص نہ ہے جو مطلقاً والدین میں سے ایک کو مقدم کرے۔ اور نہ ہی بچے کو والدین کے مابین اختیار دینے کی کوئی مطلق نص ہے۔

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ان میں سے ایک مطلق متعین نہ ہوگا بلکہ کوتاہی اور زیادتی کرنے والے کو نیک، محسن اور عادل پر مقدم نہ کیا جائے گا۔ اس میں معتبر حفاظت اور صیانت پر قدرت ہے۔ اگر باپ اس میں غفلت برتنے والا یا اس سے عاجز ہو یا شدید مریض ہو۔ ماں کی حالت اس کے برخلاف ہو تو وہ پرورش کی زیادہ حقدار ہے جیسا کہ امام ابن القیمؒ نے فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: ''اختیار دے کر، قرعہ کے ساتھ یا بذات خود ہم جس کو مقدم کریں تو ہم اسے تبھی مقدم کریں گے جب اس سے بچے کو فائدہ ہو''۔ اگر ماں باپ کی نسبت زیادہ حفاظت کرنے والی اور زیادہ غیرت والی ہو اسے مقدم رکھا جائے گا۔ اس حالت میں قرعہ یا بچے کے اختیار کرنے کو نہ دیکھا جائے گا کیونکہ وہ کمزور عقل والا وہ کھیل وفضولیات کو ترجیح دے گا۔ اگر اس کی مدد کرنے والا کوئی ملے تو اس کے اختیار کو نہ دیکھا جائے گا وہ اس کے پاس رہے گا جو اس کے لیے زیادہ نفع والا اور زیادہ خیر والا ہو۔ شریعت میں اس کے علاوہ کوئی احتمال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہے نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''بچوں کو سات برس پر نماز کا حکم دو۔ دس برس پر انہیں نماز چھوڑنے پر مارو اور ان کے بستروں کو الگ کر دو''۔ ❶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ ﴾ . [سورة التحريم : ٦]

''اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں''۔

جس طرح فرماتے ہیں۔ ''ان کو علم دو ان کو ادب سکھاؤ اور ان کو سمجھدار بناؤ۔''

اگر ماں اس کو مکتب میں چھوڑ آتی ہے اسے قرآن کی تعلیم دیتی ہے جب کہ بچہ کھیل اور ساتھیوں کی دوستی کو ترجیح دیتا ہے اس کا باپ اس کو یہ موقع فراہم کرتا ہے تو بغیر اختیار دینے اور بغیر قرعہ کے ماں ہی اس کی زیادہ حق دار ہے۔ اسی طرح برعکس بھی۔ جب والدین میں سے ایک بچے کے لیے اللہ اور اس کے پیغمبرؐ کے حکم میں رکاوٹ ڈالے' اسے وہ نہ کرنے دے۔ دوسرا اس کا اہتمام کرنے والا ہو تو وہی اس کا زیادہ حق دار اور اس کے لیے بہتر ہے۔ فرماتے ہیں ہم نے اپنے استاد (یعنی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا: ''کسی حاکم کے پاس والدین نے ایک بچے کا تنازع پیش کیا۔ اس نے اسے ان دونوں کے درمیان اختیار دے دیا۔ اس نے اپنے باپ کو اختیار کر لیا اس کی ماں نے اُن سے کہا اس سے پوچھئے کہ یہ اپنے باپ کو کیوں پسند کرتا ہے۔ اس نے پوچھا اس نے کہا میری ماں ہر روز مجھے پڑھنے لکھنے کو بھیجتی ہے عالم مجھے مارتا بھی ہے۔ جب کہ میرا باپ مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے حاکم نے اس کا فیصلہ ماں کے لیے کر دیا اور کہا تو اس کی زیادہ حق دار ہے۔ کہتے ہیں

---

❶ ابوداود۔ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج ا ص ۱۸۱ حدیث نمبر ۵۷۲۔۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے استاد نے فرمایا: والدین میں سے کوئی اگر بچے کی تعلیم اور وہ معاملہ چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے تو وہ نافرمان ہے اس کی اس پر ولایت نہ ہے بلکہ ہر وہ شخص جو اپنا فریضہ ادا نہیں کرتا تو اس کی کوئی ولایت نہ ہے۔ یا تو وہ اپنا ہاتھ ولایت سے اٹھالے اور اسے مقرر کر دیا جائے جو فریضہ کو ادا کرے یا اپنے ساتھ اسے ملا لے جو اس کے ساتھ فریضہ کو ادا کر سکے۔ کیونکہ مقصد حسب امکان اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی فرمانبرداری ہے۔ انتہی۔

بچہ اپنے باپ اور اپنی ماں کے درمیان:

شافعیہ کہتے ہیں اگر لڑکا ہو وہ اپنی ماں کو اختیار کر لے وہ اس کے پاس رات کو رہے گا جب کہ باپ اسے دن کو سکول یا کام پر لے جائے گا کیونکہ مقصد بچے کا فائدہ ہے اور بچے کا فائدہ اسی میں ہے جو ہم نے بتایا ہے اگر وہ باپ کو اختیار کرتا ہے دن رات اس کے پاس رہے گا لیکن وہ اسے ماں سے ملنے سے نہ روکے گا۔ کیونکہ اس سے روکنے میں قطع رحمی اور عقوق پایا جاتا ہے۔ اگر بچہ بیمار ہو جائے اس کی تیمارداری کی ماں زیادہ حق دار ہے کیونکہ وہ مرض کی وجہ سے اس چھوٹے بچے کی طرح ہو گیا ہے جسے اپنا خیال رکھنے والے کی ضرورت ہے تو ماں اس کی زیادہ حق دار ہے۔

اگر وہ لڑکی ہو وہ دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لے وہ اس کے پاس رات دن رہے گی۔ لمبی چوڑی ملاقات کے علاوہ ملاقات سے اسے دوسرے سے روکا نہ جائے گا۔ کیونکہ زوجین کی علیحدگی ایک کے گھر میں دوسرے کے حوالہ سے تفصیلی ملاقات سے مانع ہے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے ماں اپنے گھر میں اس کی تیمارداری کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ اگر والدین میں سے ایک بیمار ہو جائے بچہ دوسرے کے پاس ہو۔ اسے اس کی عیادت اور موت پر پہنچنے سے نہ روکا جائے گا جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں۔ اگر وہ ایک کو اختیار کر لیتا ہے اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرے کو اختیار کر لیتا ہے تو اس کی طرف لوٹا جائے گا کیونکہ اختیار اس کی خواہش پر ہے کبھی ایک کے پاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنے کی خواہش ہوتی ہے اور کبھی دوسرے کے پاس رہنے کی۔ جو اس کی خواہش ہے اس کی پیروی کی جائے گی جیسے کھانے اور پینے میں اس کی خواہش کی پیروی کی جائے گی۔

بچے کو منتقل کرنا:

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر ان میں سے کسی کو سفر کی حاجت ہے کہ پھر لوٹ آئے گا جب کہ دوسرا مقیم ہے تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ چھوٹے بچے کے ساتھ سفر (خاص طور پر جب وہ دودھ پیتا ہو) اس کو نقصان پہنچاتا ہے اور اس کو ضائع کرتا ہے۔ اسی طرح علماء نے مطلق کہا ہے سفر حج کو دیگر سے مستثنیٰ نہیں کیا۔

اگر ان میں سے ایک اس شہر سے دوسرے شہر رہائش کے لیے منتقل ہو۔ شہر اور اس کا راستہ دونوں خوف والے ہوں تو مقیم زیادہ حق دار ہے اور اگر وہ اور اس کا راستہ دونوں امن والے ہوں تو اس میں دو قول ہیں یہ دونوں ہی امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہیں۔

پہلا: پروش باپ کا حق ہے تاکہ بچے کی تربیت' تہذیب اور تعلیم ممکن ہو سکے یہ قول امام مالک' امام شافعی رحمہما اللہ کا ہے اور شریح نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

دوسرا: ماں اس کی زیادہ حق دار ہے۔

یہاں تیسرا قول بھی ہے کہ اگر باپ منتقل ہو رہا ہے تو ماں اس کی زیادہ حق دار ہے اگر وہ اس شہر میں منتقل ہوتی ہے جہاں نکاح کی بنیاد ہے تو وہ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ اگر وہ اور شہر کی طرف منتقل ہوتی ہے تو باپ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے انہوں نے ایک اور روایت بھی بیان کی ہے کہ: اگر عورت کا نقل کرنا شہر سے گاؤں کی طرف ہو تو باپ زیادہ حق دار ہے اگر شہر سے شہر کی طرف ہو تو ماں ہی زیادہ حق دار ہے۔ یہ تمام اقوال جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ان پر کوئی دلیل نہ ہے جو دل کو مطمئن کر دے۔ درست بات بچے کے لیے زیادہ فائدہ کو سوچنا اور احتیاط کو اپنانا ہے۔ نیز اقامت یا منتقل ہونے میں زیادہ نفع والا کیا ہے۔ ان میں سے جو زیادہ نفع والا' زیادہ صیانت والا اور زیادہ حفاظت والا ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ملحوظ رکھا جائے گا۔ اقامت یا منتقل ہونے کا کوئی اثر نہ ہے۔ یہ سب تب ہے کہ جب نقل مکانی سے ایک کا مقصد دوسرے کو تکلیف دینا اور اس سے بچہ چھیننا نہ ہو۔ اگر یہ ارادہ ہو تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔ واللہ الموفق۔

فیصلے کے احکام: [1]

قضاء شرعی کے کچھ احکام ہیں خاص اور ان سے ملتے جلتے فیصلوں میں جن کا شمار مشکل ہے۔ ان احکام میں سے اکثر کی کچھ دلالتیں اور قواعد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ جاری ہوتے ہیں اور ان کی کچھ بنیادیں قرار پاتی ہیں ہم یہاں ان احکام کی طرف اشارہ کافی سمجھتے ہیں۔

حکم اول:

جو بتاریخ ۱۰۔ اپریل ۱۹۳۲ء کو ''کرموز'' شہر کی ماتحت عدالت سے جاری ہوا اور ۲۹ مئی ۱۹۳۲ء کو سکندریہ کی سیشن عدالت نے اس کی منظوری دی۔ فیصلے میں چھوٹی بچی کے باپ کو اسے اپنے ساتھ ملانے کے دعویٰ کو نامنظور کیا گیا ہے کہ اس کی ماں جو اس کی بیوی ہے وہ اس شہر میں رہائش رکھتی ہے جو اس شہر سے دور ہے جہاں یہ دونوں رہتے ہیں۔ یہیں پر اس کی شادی ہوئی تھی لہٰذا شرعاً اس کا حق پرورش ختم نہ ہو جائے گا۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں دلیل یہ بتائی کہ عقلاً یہ بات ثابت ہے کہ ماں علیحدگی سے قبل اور بعد پرورش کی زیادہ حق دار ہے۔ بیوی کی نافرمانی اس کے حق پرورش کو ختم نہیں کرتی۔

اگر باپ بچے کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے اور زوجیت بھی قائم ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی ماں کو اپنی فرمانبرداری میں آنے کی درخواست کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے اور اکیلا بچہ لینے کا مطالبہ کرے وہ ظالم ہے اس کی درخواست منظور نہ کی جائے گی کیونکہ یہ بات ماں سے اس کا حق پرورش اور دیکھ بھال ختم کر دے گی۔ اس

[1] ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ کی کتاب الاحوال الشخصیۃ سے ماخوذ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اس فیصلے نے یہ قاعدہ بنا دیا کہ ''اگر چھوٹے بچے کی ماں اسے لے کر منتقل ہو جائے گی دور جگہ پر ہو تو باپ کو اس سے چھیننے کا حق نہ ہے اگر زوجیت قائم ہے کیونکہ مرد کے پاس زوجیت کا غلبہ اور اسے اپنی فرمانبرداری میں لانے کا حق حاصل ہے۔ وہ ماں کو اپنے ساتھ ملا کے بچے کو ملا لے۔ اسی طرح عدت گزارنے والی بھی ہے کیونکہ اس کو عدت والے گھر میں رہائش دینا ضروری ہے۔

حکم ثانی:

بتاریخ ۲۵ مئی ۱۹۳۱ء کو ''بیا'' شہر کی ماتحت عدالت نے فیصلہ جاری کیا جس کی ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء کو ''بنی سویف'' کی عدالت سے نئے سرے سے منظور لی گئی۔ اس میں یہ قاعدہ طے ہوا ہے۔ چھوٹے بچے کو اپنے ساتھ رکھنے کا باپ کا مطالبہ نہ مانا جائے گا کیونکہ اس کے لیے ممکن نہیں اپنے شہر سے اس کی ماں اور پرورش کنندہ کے شہر میں حاضر ہو وہ دیکھ بھال کرے اور رات سے قبل واپس ہو جائے۔ جب تک ماں اس شہر میں مقیم ہو جو اس کا وطن ہے اور اس کے اور باپ کے شہر کے درمیان اتنی زیادہ دوری نہ ہو جو اسے اپنے بچے کو دیکھنے اور رات سے پہلے اپنے شہر لوٹ آنے میں مانع ہو۔ مرد کا اس شہر سے دور ہونا اپنی مرضی سے ہو یا مرضی کے بغیر ہو۔ کیونکہ ان تمام حالات میں پرورش کنندہ کا کوئی گناہ نہ ہے۔

اس دعویٰ کے واقعات میں سے ماخوذ ہے کہ مدعی (مرد) نے مدعی علیہا (عورت) سے شادی عورت کے شہر ''بنی مزار'' میں کی تھی پھر دورانِ قیام زوجیت اس کو بیٹی عطا ہوئی۔ [1] عورت کو اسی شہر میں طلاق دی گئی۔ اس کی عدت وضع حمل سے ختم ہوگئی۔ پھر مدعی علیہا (عورت) نے ''بیا شہر'' کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا اور عدالت سے بچی کی پرورش کا فیصلہ بتاریخ ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء حاصل کیا۔ جب کہ مدعی (مرد) بنی مزار میں ہی مقیم تھا۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس کی ملازمت کی ذمہ داری کے

---

[1] اس سے مراد اس کا حمل ہے جیسا کہ آگے وضاحت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب اسے ''اسیوط'' شہر میں رہنا پڑا۔ تب اس نے بیٹی کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعویٰ کیا جب اس کی عمر دو سال آٹھ ماہ سے زیادہ نہ تھی۔ ❶

حکم ثالث:

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو ''دمنہور'' کی عدالت نے فیصلہ جاری کیا اور اس کی نئے سرے سے منظوری نہ لی کیونکہ یہ عدالت اپنے فیصلوں کی خود مجاز ہے کہ شرعاً نص اس بات پر ہے کہ ماں کے علاوہ جو پرورش کنندہ عورتیں ہیں ان کو بچہ اس کے باپ کے شہر سے اس کی اجازت کے بغیر منتقل کرنے کا حق نہ ہے۔ لیکن بعض فقہاء نے اسے دو دور کی جگہوں پر محمول کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر باپ اپنے بچے کو دیکھنے/ ملنے کے لیے نکلے تو اس کے لیے رات سے پہلے اپنے گھر پہنچنا ممکن نہ ہو۔ قریب جگہوں کا یہ حکم نہ ہے۔ جہاں اس متعلق ماں اور دیگر میں فرق نہ ہے۔ ❷ اسی طرح ہماری رائے کہ احکام قضاء کی عملی تطبیق کے لیے نصوص فقہ پر اطلاع ضروری ہے۔ ان میں عملی زندگی کی مشکلات کا علاج موجود ہے۔ قاضی ان نصوص کو خود زندگی میں موجود واقعات کی روشنی میں دیکھے۔

www.KitaboSunnat.com

99۔ ... جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر ......15062...

❶ المحاماة س: ۳ ص: ۱۶۵۔

❷ مجلة القضاء الشرعي س: ۳ ص: ۳۶۶ نیز بتاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۳۱ء کا جمالیہ کی عدالت کا اس طرح کا فیصلہ بھی ملاحظہ ہو۔ المحاماة س: ۳ ص ۱۶۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندانی نظام

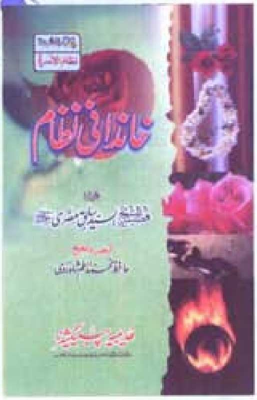

سید سابق مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تالیف "فقہ السنۃ" عالم اسلام کی مقبول ترین کتابوں میں سے ایک نہایت اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب تحقیق استناد اور سلفی طرز استدلال کے اعتبار سے نہایت ممتاز ہے۔ اس میں فقہی جمود کا مظاہرہ ہے۔ نہ ہی کسی ایک فقہ کی پابندی کا جنون، بلکہ مؤلف رحمۃ اللہ کی کوشش یہ ہی ہوتی ہے کہ ہر مسئلے کا اثبات قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ ہی کی روشنی میں کیا جائے۔ فاضل مؤلف اپنی کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو علمی حلقوں میں بالعموم اور سلفی حلقوں میں بالخصوص قبول عام کا درجہ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو اس کی اس علمی کاوش کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور انہیں اپنی خصوصی رحمت و مغفرت سے نوازے۔ کتاب کی اس اہمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے اردو قالب میں پیش کیا جا رہا ہے تا کہ برصغیر پاک و ہند کے اردو دان حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ اس کے کچھ اجزاء اس سے قبل منظر عام پر آ چکے ہیں۔ زیر نظر حصہ نظام الاسرۃ (خاندانی نظام) کا اردو ترجمہ ہے۔ اس حصے کی بطور خاص اس وقت شدید ضرورت ہے۔ اس لیے کہ مغربی تہذیب کی نقالی کے شوق میں پاکستان میں بھی ایک طبقہ اس خاندانی نظام سے بغاوت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ جس نے معاشرے کو استحکام اور امن سکون عطا کیا ہوا ہے۔

مغرب نے جس مادر پدر آزاد تہذیب کو اپنایا ہوا ہے، اس کے نتیجے میں وہاں خاندانی نظام بالکل تباہ ہو گیا ہے اور وہاں کے مرد و عورت ہر جائیوں کی بانہوں میں سکون کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ لیکن ہر جائیوں کے پاس سکون کہاں اور کیونکر مل سکتا ہے؟ وہ تو چند لمحوں کی نظر بازی ہوتی ہے یا جنسی تلذذ کا سراب۔ حقیقی امن سکون تو اس خاندانی نظام میں ہے جو اسلام نے عطا کیا ہے۔ جس میں میاں بیوی کے حقوق فرائض کا تعین بھی ہے اور ماں، باپ اور اولاد کے حقوق و فرائض کا بھی اور اسی طرح دیگر قرابت مندوں کے حقوق کا بھی۔ ان باہمی حقوق و فرائض کی ادائیگی ہی سے معاشرتی استحکام کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں اور انسانی معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بنتا ہے۔ اس کتب کا موضوع اسلام کا یہی خاندانی نظام، اس کے فوائد، ثمرات و برکات اور دیگر ضروری تفصیلات ہیں۔

جن لوگوں کی نظر میں جلوۂ دانش افرنگ سے خیرہ ہیں یا جن کے ذہن شایدان مغرب کی عشوہ طرازیوں سے مرعوب ہیں یا جن کے فکر و نظر کے سانچے کارگہ مغرب کے ڈھلے ہوئے ہیں ان سب لوگوں کے لیے اس کتاب میں ان کی پریشان نظری کا علاج، ان کے فکر و نظر کی کجیوں کی اصلاح اور گم گشتگان بادیہ ضلالت کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سامان ہے۔ و بید اللہ التوفیق

حافظ صلاح الدین یوسف

حدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Ph:+92-42-7242604
Mob: +92-300-8828352

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ